بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

خیر الفتاویٰ

جلد چہارم

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

و دیگر مفتیان خیر المدارس کے علمی و تحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

مرتبہ

مفتی محمد انور

باہتمام

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

پاکستان

نام کتاب ــــــ "خیر الفتاویٰ" جلد چہارم

مُرتب ــــــ مفتی محمد انور صاحب مدظلہٗ

باھتمام ــــــ مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہٗ

ضخامت ــــــ چھ سو چار (۶۰۴)

تعداد ــــــ ایک ہزار

طباعت ــــــ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ نومبر ۱۹۹۷ء

سر ورق ــــــ سید الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مطبع ــــــ

ملنے کے پتے

مکتبہ الخیر ــــــ جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

مکتبہ البلاغ ــــــ نزد خیر المدارس۔ ملتان

مکتبہ امدادیہ ــــــ مقبول روڈ۔ چونگی نمبر ۱۴۔ ملتان

مکتبہ حقانیہ ــــــ مقبول روڈ۔ چونگی نمبر ۱۴۔ ملتان

مکتبہ مجیدیہ ــــــ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

مکتبہ شرکت علمیہ ــــــ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ــــــ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

مکتبہ مدنیہ ــــــ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ امدادیہ ــــــ باب العمرہ مکہ مکرمہ۔ سعودی عرب

مکتبہ سید احمد شہید رحہ ــــــ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

ادارہ اسلامیات ــــــ ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور

مکتبہ اسحاقیہ ــــــ جونا مارکیٹ۔ کراچی

مکتبہ برہان ــــــ اردو بازار۔ کراچی

پیشِ لفظ

از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔ اما بعد:

اسلام نُور ہے اور کفر ظلمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو دینِ اسلام کے ذریعہ کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کے اُجالوں میں لانا چاہتے ہیں۔ اسلام ہدایت ہے۔ کفر گمراہی ہے۔ اسلام افراط و تفریط سے خالی انسانیت کی معتدل اور سیدھی راہ ہے جبکہ کفر حیوانیت کی پُر خطر راہیں ہیں۔ اسلام خالق کائنات کی طرف سے انسانیت کے لئے دستورِ حیات ہے جبکہ کفر اندھی جذباتیت کی پیداوار ہے۔ اسلام انسانی ارتقاء کو اوجِ ثریا اور اسکی انتہائی منازل تک پہنچانے کا ضامن و کفیل ہے جبکہ کفر مالی جاہی یا شہوت پرستوں کے ذریعہ انسان کو "قعرِ مذلت اور اسفل سافلین" میں دھکیلنے کا سبب ہے۔ اسلام اعزازِ انسانیت ہے جبکہ کفر انسانیت کی تذلیل ہے۔ ہر چیز کا تشخص اسکی شکل و صورت اور اسکے دیگر خصوصی اوصاف و امتیازات سے قائم ہے۔ اگر یہ خصوصی امتیازات باقی نہ رہیں تو ایک چیز دوسری چیز سے ممتاز و علیحدہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ پھول اور کانٹے کے خصوصی امتیازات کو حذف کر دیا جائے تو نہ کانٹا، کانٹا رہے گا نہ پھول پھول۔ آم اور لیموں کے درخت میں بھی ایسے ہی ہے، انکے امتیازات حذف ہو جانے کے بعد نہ آم آم رہ سکتا ہے نہ لیموں لیموں وغیرہ۔ اسلئے اشیاء اور کائناتی حقائق میں انکے خصوصی اوصاف اور امتیازات کا باقی رکھنا ضروری ہے۔ مادی کائنات کی طرح معنوی حقائق میں بھی انکے خصوصی امتیازات کا باقی رہنا لابدی اور ناگزیر ہے۔

اس میکانکی اور مادی دَور میں ہر چیز کو نکھار کر مُرصع و مُزین کر کے الگ الگ پیش کیا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس دین اسلام کے بارہ میں مادہ پرست ذہن یہ خواہش رکھتا ہے کہ اسلام کے سارے خصوصی امتیازات کو ختم کر کے کفر کے ساتھ اسے گڈمڈ کر دیا جائے۔ اسلامی افکار و نظریات اخلاق و اعمال معاشرت و معاملات کے امتیازات ختم ہو کر اسلام و کفر ایک ہی ہو جائیں۔ نہ کفر، کفر رہے نہ اسلام، اسلام، نہ حلال،

حلال بے زحرام ،حرام جائز، ناجائز کا امتیاز اُٹھ جائے ۔ حلال وحرام ،جائز ناجائز اور اسلام وکفر کی باتیں اور بحثیں ختم ہو جائیں ،اس اعتبار سے گویا انسان مکمل حیوانیت اختیار کرے اور محض اپنی خواہشات اور جذبات کا غلام بن کر زندگی گزارے ۔

عالمی کفر مادیت پرست اور دہریت پسند بین الاقوامی طاقتیں اپنے بے پناہ وسائل کو اسی مقصد کے لئے اسلام کے خلاف استعمال کر رہی ہے کہ اسلام کو اس کے امتیازاتِ آثار کو لبسیط ارض سے العیاذ باللہ مٹا دیا جائے ۔یا تشکیکات سے ہر اسلامی اُصول کو مُشتبہ متزلزل کر دیا جائے ۔(اسلام العیاذ باللہ اُٹھ جائے گا تو کفر آئے گا جو پہلے سے موجود ہے ۔نُور کے اُجالے اُٹھ جائیں گے ۔تو اندھیروں کی ہلاکت پھیل جائے گی) کفر کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے ۔ مگر بقول علامہ اقبال ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ! پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حق جل شانہٗ کا ارشاد عالی ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون (الآیۃ) اس صورتِ حال کے پیش نظر تمام اُمتِ مسلمہ پر حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کا فریضہ عائد ہوتا ہے خلافتِ راشدہ سے لیکر آج کے گئے گزرے زمانے تک اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام ،مشائخ عظام اور مجاہدین وسلاطین اسلام کو حفاظت دین کا شرف بخشا ہے ۔اس آخری دَور میں خاندان ولی اللہی اور انکے پیچھے جانشینوں ہمارے اکابر علمائے دیوبند سے حفاظت واشاعتِ دین کا جو کام لیا پُوری تاریخ میں شاید اسکی نظیر نہ مل سکے ۔ الفاظِ قرآنی کی حفاظت کے لئے مکاتیبِ قرآنیہ کا پُورے ملک میں جال پھیلا دیا گیا ،معانی قرآن احادیث شریفہ ،اسلامی قانون اور علوم آلیہ کے لئے عربی مدارس دینیہ اور جامعات کا قیام عمل میں لایا گیا ۔جن کا سلسلہ پاک وہند سے تجاوز ہو کر سعودی عرب ،افریقہ ،امریکہ ،انگلستان ، فرانس وغیرہ تک پہنچ چکا ہے ۔ تبلیغ ودعوت کے لئے دینی جماعتیں وجود میں آئیں ،جن کے ذریعہ سے پُورے عالم میں ہدایت کا نور پھیل رہا ہے ۔سیکڑوں گرجے مساجد میں تبدیل ہو رہے ہیں ،رقص وسرود اور شراب کے رسیا ،محبتِ خداوندی کی شرابِ طہور میں مست ہو کر دین کے متوالے بن رہے ہیں ۔ادیان باطلہ اور قدیم وجدید عصری فتنوں کی سرکوبی کے لئے مستقل جماعتیں انہی مدارس اور جامعات سے نکلیں اور پوری علمی وعملی جد وجہد اور قربانیوں کے ساتھ ان فتنوں کا سدِ باب کرتے ہوئے معاشرے کو ان سے تحفظ مہیا کیا ۔اگر خدانخواستہ حفاظت واشاعتِ دین کی یہ مساعی ظہور میں نہ آتیں تو شاید ہمارے نام بھی آج مسلمانوں والے نہ ہوتے جیسا کہ یورپین ممالک میں ایسا ہوا ہے ۔اس سے واضح ہے کہ علماء کرام مشائخ عظام مدارس دینیہ اُمت کی حفاظت

واشاعت دین کا ایک بڑا شعبہ ایک اہم بنیادی ضرورت ہے ۔ فرد اور معاشرے کے انفرادی واجتماعی مسائل کے بارے میں قرآن وسنت اور اسلامی قانون کی روشنی میں انکی رہنمائی کرتا ہے ۔روزمرہ کی زندگی میں عبادات ،معاملات نکاح ،طلاق ،میراث وغیرہ ہر دینی شعبے کے متعلق مختلف سوالات حوادث وواقعات اور نزاعات پیش آتے رہتے ہیں ، دینی جامعات میں ایسے اُمور کے حل کے لئے دار الافتاء کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا جاتا ہے جس میں ایسے تمام سوالات کے مدلّل جوابات سائلین کو زبانی یا تحریری طور پر دیئے جاتے ہیں فریقین کے نزاعات کے فیصلے کئے جاتے ہیں سرکاری سطح پر اگر حکومت کو کسی مسئلہ میں دینی رہنمائی کی ضرورت ہو تو استفسار کرنے پر اسکے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں ۔اس طرح دار الافتاء اسلام اور کفر کے درمیان خط فاصل کھینچتا ہے ،حلال وحرام کی حدیں قائم رکھتا ہے اور جائز اور ناجائز کے فاصلے برقرار رکھتے ہوئے انہیں خلط ملط ہونے سے محفوظ رکھتا ہے ۔

خیر المدارس ملتان کو ملک کی ایک اہم مرکزی دینی یونیورسٹی کی حیثیت ہمیشہ سے حاصل رہی ہے ۔اور یہاں سے صادر ہونے والے فتاویٰ اور شرعی فیصلوں کو ملک میں نہایت دقیع نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔اس لئے افادہ عام کی غرض سے چند سالوں سے ان فتاویٰ کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے ۔اب خیر الفتاویٰ کی چوتھی جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس سلسلہ اشاعت کی تکمیل فرما کر اپنی رضائے عالی کا ذریعہ بنا دیں ۔ آمین !

مبارک باد کے مستحق ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد حنیف صاحب زید مجدہم مہتمم خیر المدارس ملتان جنہوں نے احباب کے مشورہ سے اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھایا ۔اسی طرح جناب مولانا مفتی محمد انور صاحب زید فضلہم بھی مستحق تبریک ہیں جنہوں نے انتخاب فتاویٰ انکی ترتیب ،کتابت تصحیح وغیرہ اُمور میں نہایت محنت شاقہ سے کام لے کر خیر الفتاویٰ کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا ۔ اللہ پاک انہیں اور انکے رفقائے کار اور معاونین کو بجد جزائے خیر عنایت فرما دیں ۔آمین فقط ،

بندہ ناکارہ عبد الستار عفی اللہ عنہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

از حضرت مولانا محمد ازہر، مدیر "الخیر" و مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد! ——

(اللہ ربُّ العزت نے حجۃ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ) کی بشارت کبریٰ سے جس دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا وہ قیامت تک بنی نوع انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کا حل اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک عہد سے لے کر عصر حاضر کے اس پُر آشوب دور تک ہر زمانے میں ایسے علماء، ربانیین اور راسخین فی العلم موجود رہے ہیں جنہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں نئے پیدا ہونے والے معاشی، معاشرتی، طبی، سیاسی اور عائلی سوالات واستفسارات اور مسائل کے قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مدلل وشافی جواب دے کر ملت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ قرآن کریم میں اللہ ربُّ العزت نے جہاں ایک طرف عام لوگوں کو دینی رہنمائی کے لئے اہل علم سے رجوع کا حکم دیا اور فرمایا فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (تم لوگ اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو) تو دوسری جانب دین میں حکمت وبصیرت اور اجتہاد واستنباط کی اہلیت رکھنے والوں کو خیرِ کثیر کا حامل قرار دیا ہے۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ) قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں عوام امت کا فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت میں خود رائی کی بجائے علمائے کرام کی طرف رجوع کریں اور حضرات علماء کے یہ ذمہ ہے کہ اگر وہ منصب اجتہاد پر فائز نہیں تو نئے اجتہاد کی بجائے "اقتداءِ بزرگان محفوظ تر" کے ضابطے پر عمل کرتے ہوئے علماءِ سابقین ومجتہدین کی مساعی اور کاوشوں سے صرفِ نظر یا بے اعتنائی نہ کریں۔

دین کو جب تک صحابۂ کرامؓ سمیت تمام اکابر واسلاف کے تعامل کی روشنی میں سمجھا جائے گا، ہدایت کی راہیں کھلتی اور سعادت کے چشمے پھوٹتے رہیں گے اور جب انہیں چھوڑ کر نئے "مجتہد" پیشوا بنیں گے

تو یہ ملت کے لئے تباہی کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لایزال الناس صالحین متماسکین ما اتاھم العلم من اصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ومن اکابرھم فاذا اتاھم من اصاغرھم ھلکوا۔ (المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۴۶)

(ترجمہ) جب تک علم، اصحاب رسولؐ سے اور اکابر امت سے آئے گا لوگ نیک اور اسلام پر قائم رہیں گے اور جب علم ان اصاغر سے ابھرنے لگے جو اوپر والوں سے علم نہیں لیتے خود مسئلہ بنا لیتے ہیں تو یہ قوم کے لئے ہلاکت کی راہ ہے ——"

واضح رہے کہ بعض لوگ غلو کرتے ہوئے صحابۂ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کے اجتہادات ومسائل مستنبط کو مسترد قرار دے کر "براہِ راست" قرآن وحدیث" پر عمل کا دعوی کرتے ہیں اور ان سابقینِ امت پر دین میں اضافہ کا الزام عائد کرتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ گمان غلط ہے۔ ائمہ مجتہدینؒ نے اجتہاد کی راہ سے جن مسائل غیر منصوصہ کا حکم دریافت کیا ہے وہ شریعت میں اضافہ نہیں، دریافت ہیں۔ ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو "ایجاد" اور "تنظیر" میں فرق کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی شخص زمین کھود کر پانی نکال لے تو وہ پانی کا "موجد" نہیں "واجد" ہے۔ یعنی اس نے پانی کو پیدا نہیں کیا صرف اُسے ظاہر اور دریافت کیا ہے ——

اسی طرح بحر شریعت کے شناوروں نے قرآن وسنت کی تہہ میں چھپے ہوئے موتیوں اور خزانوں کو باہر نکالا ہے انہوں نے وجود عطا نہیں کیا۔ ان جواہر ریزہ اور درکا منہ کی حفاظت اور ان کے گرد پہرہ دینا علماء امت کا دینی فرض ہے۔ بہت ہی ناقدر شناس ہے وہ طبقہ، جو ان اخیار امت کے احسانات کا بدلہ انہیں "مبتدع" کہہ کر دیتا ہے اور تراویح اور جمعۃ المبارک کی اذان ثانی کے مسئلہ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور شہید مظلوم حضرت عثمان غنیؓ پر دین میں اضافہ کا الزام عائد کرتا ہے ——

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اس ضروری تمہید کے بعد گزارش ہے کہ اقتداءِ سابقین اور تقلید سلفِ صالحین کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علماء وفقہائے کرام اپنے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات وجزئیات سے لاتعلق اور وقت کے تقاضوں سے بے خبر رہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ کسی بھی وقت کسی فرد کو انفراداً یا امت کو اجتماعاً کوئی مشکل یا نیا مسئلہ پیش آیا ہے تو نظریں انہی علماءِ وقت کی طرف اٹھی ہیں اور بحمد اللہ علماء کرام، ملت کے اس اعتماد پر پورے بھی اترے ہیں

اس منصب کا تقاضا ہے کہ علماء اُمت خصوصاً ارباب فتویٰ اپنے زمانے کی ایجادات، اصطلاحات، مقتضیات سے پوری طرح باخبر ہوں اور خلقِ خدا کی رہنمائی کی نازک اور بھاری ذمہ داری کو للٰہیت اور احساسِ مسئولیت سے ادا کریں جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے ـــــ

(فقہ اور دین کے وہ مسائل جو دریافت کرنے والوں کے جواب میں اربابِ افتاء کی طرف سے بتائے جاتے ہیں، اصطلاحاً "فتاویٰ" کہلاتے ہیں۔ یہ دینِ حق کا معجزہ اور اسلام کے کمال وجامعیت کی واضح دلیل ہے کہ آج کے مشینی دور میں بھی انسان کی زندگی سے متعلق کوئی ایسا سوال نہیں جس کا جواب ایک بالغ النظر عالم یا مفتی نہ دے سکے ـــــ

جامعہ خیر المدارس ملتان برصغیر کی ممتاز اور معروف دینی درسگاہ ہے جس کی ۶۰ سالہ دینی و تبلیغی خدمات کا ایک نمایاں اور مہتم بالشان پہلو مسائل و نوازل میں عامۃ المسلمین کی رہنمائی کرنا ہے۔ جامعہ خیر المدارس کے "دار الافتاء" کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ افراط وتفریط سے مبرا اور اہل سنت والجماعت کے مسلکِ اعتدال واحتیاط کا کھلا ثبوت ہے۔ آج سے ۱۱ سال قبل مہتمم جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم نے جامعہ کے مفتی برادرِ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ سے فرمائش کی کہ وہ خیر المدارس سے جاری ہونے والے فتاویٰ سے "خیر الفتاویٰ" مرتب فرمائیں تاکہ عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ فاضل اجل حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب زید مجدہم اور دیگر مفتیانِ خیر المدارس کی نادر ونایاب تحقیقات کا مجموعہ اور مسائلِ فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ صرف اوراق میں محبوس نہ رہے بلکہ طبع ہو کر اہل علم اور عام مسلمانوں تک پہنچے اور استفادۂ عام کا باعث ہو ـــــ

محترم حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس مشکل فریضہ کو غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے انجام دیا چنانچہ اب تک "خیر الفتاویٰ" کی تین جلدیں منصۂ شہود پر آکر عام قارئین وناظرین کے علاوہ اہل علم اصحابِ نظر وارباب فتاویٰ سے خراجِ تحسین پا چکی ہیں اور ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ "جلد رابع" کی طباعت کے موقع پر یہ سطور اللہ جل شانہ کے حضور اظہارِ تشکر اور اس دعا کے ساتھ لکھی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ خیر کو قبول فرما کر تاقیامت اُمت کے لئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ـــــ

اس موقع پر جبکہ "خیر الفتاویٰ" کی جلد رابع مرتب صورت میں ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ ـــ یہ عرض

کرنا بے جا نہ ہوگا کہ فاضل مرتب نے، جو خود بھی خیر المدارس کی مسندِ افتاء پر رونق افروز ہیں اس مستور علمی خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کے لئے شبانہ روز محنت کی ہے، سلسلۂ ترتیب میں انہیں متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، بالخصوص ناقلوں کی غلط نویسی ـــ نامکمل حوالے ـــ غلط عبارات کی تصحیح اور اصل کتب سے مراجعت ایسے مسائل ہیں جن کا حل بہت محنت طلب ہے۔ بعض اوقات ملتے جلتے سوالات کے متعارض جواب یا مطبوعہ فتاویٰ کے خلاف جواب بھی وجۂ تشویش بن جاتے ہیں۔ تاہم حضرت مفتی صاحب مدظلہ اور ان کے رفقاء کار نے یہ تمام مراحل طے کرتے ہوئے "خیر الفتاویٰ" کی جلد رابع قارئین تک پہنچا دی ہے، جس کے مطالعہ سے قارئین اس حقیقت کا ادراک فرمائیں گے کہ "نکاح اور اس کے متعلقات" کے بارے میں جس قدر فتاویٰ اس جلد میں موجود ہیں، بالتحقیق اردو کے کسی اور مطبوعہ فتاویٰ میں موجود نہیں ـــــ

بعض ایسے دقیق مسائل اور مخفی علمی گوشے بھی سامنے آئیں گے جو عام اہل علم سے مستور رہے قارئین اس میں بعض ایسے فتاویٰ بھی پائیں گے جو خیر المدارس سے جاری ہوئے، بعض اہل علم کی رائے ان کے خلاف تھی مگر بالآخر انہوں نے "خیر الفتاویٰ" کی صحت واصابت کو تسلیم کرتے ہوئے رجوع فرما لیا۔

"خیر الفتاویٰ" جلد رابع میں بعض اہم مسائل پر مختصر جوابات کی بجائے مدلل ومفصل تحریریں بھی آپ کو ملیں گی جو مخالفین کی تشفی اور علمی تردید کے لئے ناگزیر تھیں لیکن بحمد اللہ اس سے کتاب کے مطالعہ میں قارئین کبھی ثقل یا گرانی کی بجائے علمی فرحت اور چاشنی محسوس کریں گے۔ بالخصوص حرمتِ متعہ کے بارے میں مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہم کا ایک دلچسپ مگر تحقیقی مضمون قابلِ داد ہے ـــــ

انشاء اللہ العزیز "خیر الفتاویٰ" کی جلد رابع کی جامعیت وافادیت اور اس کی شانِ تحقیق وتدقیق کو اہل علم قارئین ضرور محسوس کریں گے اور وہ مرتب موصوف کی محنتِ شاقہ کی تحسین فرمائیں گے۔ فتاویٰ کا یہ گرانقدر مجموعہ عام مسلمانوں کے علاوہ طلباء وفضلاء، بالخصوص شعبۂ افتاء سے متعلق حضرات کے لئے ایک علمی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے جملہ مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں اور اربابِ فتاویٰ عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، جامع علم وعمل حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار مدظلہ، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری اور جامع ومرتب حضرت مولانا مفتی محمد انور حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ کیلئے تضاعفِ حسنات وسعادتِ دارین کا وسیلہ بنائیں۔ آمین!

طالبِ دعا: محمد ازہر مدیر "الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۱۸/۶/۱۰ھ

کلمۂ تشکر

از حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ اما بعد :

"افتاء" ایک اہم ذمہ داری ہے جو دوسرے علمی سلسلوں کے مقابلہ میں زیادہ اہم، مشکل اور دقیق ترین ہے۔ فقہی جزئیات کے معمولی معمولی فرق سے حکم کے تفاوت کو محسوس کرنا وسیع تجربہ اور عمی علم کا متقاضی ہے۔ جو شخص اسکی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ اس کے لئے فتویٰ دینا ناجائز ہے منصبِ اف کی اہلیت ہر عالم بلکہ ہر مدرس بھی نہیں رکھتا ہے۔ لیاقت وقابلیت کے بغیر فتویٰ دینا باعثِ اجر نہی بلکہ شرعاً جرم ہے۔ علامہ ابن القیم رح تحریر فرماتے ہیں :

من افتی الناس ولیس باھل للفتویٰ فھو آثم عاص۔ (اعلام الموقعین ص ۲۵۶ ج ۴)

جو نااہل ہونے کے باوجود فتویٰ دینے لگے وہ گناہگار اور نافرمان ہے۔

اس لئے "فتاویٰ" کو عہد صحابہ کرام رض سے آج تک خصوصی اہمیت وحیثیت اور مقام حاصل رہا

جامعہ خیر المدارس ملتان جو برصغیر کی ممتاز دینی درسگاہ ہے، نے دوسرے شعبوں کی طرح شعبۂ افتا میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اسکی ۶۷ سالہ زندگی میں ہزارہا افراد نے اس کے دارالافتا سے مختلف ومتنوع مسائل ونوازل اور حوادث کے احکام معلوم کئے اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔

رجب ۱۴۰۷ھ سے جامعہ کے دارالافتاء سے جاری کردہ فتاویٰ کی اشاعت وطباعت کا سلسلہ جار ہے۔ جس کی تین جلدیں "خیر الفتاویٰ" کے نام سے منصۂ شہود پر آکر اہلِ علم سے سندِ تحسین وتوثیق پ چکی ہیں۔ اس سلسلۃ الذہب کی یہ چوتھی کڑی ہے جو کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح اور ا کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ پہلی تین جلدوں کی طرح "خیر الفتاویٰ" جلد رابع کی تالیف کی نگرانی در بھی جامعہ کے صدر مفتی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ نے فرمائی ہے۔

دارالافتاء خیر المدارس کا یہ اعزاز ہے کہ اسے فقیہ العصر حضرت مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ کی سرپ ونگرانی حاصل ہے۔ جو ملک وبیرون ملک ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی رائے کو علمی حلقوں میں سند سمجھا جاتا ہے اور آپ کی فقاہت

پر بڑے بڑے مفتی حضرات اعتماد اور رشک فرماتے ہیں۔ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دقتِ نظر اور فقہی بصیرت اور افتاء کے وسیع تجربہ سے نوازا ہے۔ جبکہ "جلد رابع" کی ترتیب وتدوین، تحشیہ، تعلیق اور تصحیح ومراجعت کا سہرا حسب سابق جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب زید مجدہم کے سر ہے۔ آں ممدوح بیس سال سے جامعہ کے شعبۂ افتاء میں بحیثیت مفتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے جامعہ سے جاری ہونے والے مسائل کے بیش بہا ذخیرہ کو، جو اوراق میں محبوس اور عام نگاہوں سے اوجھل تھا، غیر معمولی جانفشانی وتندہی اور محنت شاقہ سے اس طرح مدون فرمایا کہ عوام واہلِ علم کے استفادہ کے قابل ہوگیا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب موصوف کو جن سخت ترین اور مشکل مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس کا اندازہ اہلِ علم بخوبی لگا سکتے ہیں۔ نقلِ فتاویٰ کے رجسٹروں میں اکثر مسائل ایسے تھے جن کا حوالہ درج نہیں تھا حضرت مفتی صاحب نے ایسے تمام مسائل کے حوالہ جات نقل کئے اور ہر حوالہ مع نام کتاب باب وصفحہ تحریر فرمایا، تاکہ رجوع کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ کچھ مسائل ایسے تھے ان کے حوالے موجود تھے مگر کتاب کا نام اور صفحہ وغیرہ درج نہیں تھا۔ ایسے حوالے تلاش کرنا نسبتاً زیادہ مشکل ہے مگر حضرت مفتی صاحب نے محنت کرکے یہ حوالہ جات بھی مع باب وصفحہ درج فرما دیئے ہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی آیت، حدیث یا فقہی عبارت نامکمل درج تھی تو اسے کتب حدیث وفقہ سے تلاش کرکے مکمل کر دیا گیا ہے۔ ناقل کی غلطی سے اگر حوالہ کی عبارت میں کوئی غلطی رہ گئی تھی تو اسے اصل سے ملا کر تصحیح کا فریضہ بھی انجام دیا گیا ہے۔ غرضیکہ اس باب میں حضرت مفتی صاحب کی مساعی ہر طرح سے مشکور ومحمود ہیں اللہ تعالیٰ مقبول وماجور فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں اور تمام مفتیان کرام بالخصوص جدِ امجد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ قدس سرہما کے لئے ذخیرۂ آخرت اور رفع درجات کا وسیلہ بنائیں۔ جن کے فتاویٰ سے اس مجموعہ کی افادیت دوچند ہوئی۔

ناظرین کرام سے التماس ہے کہ وہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ارباب افتاء، مرتب موصوف اور خدام جامعہ کو فراموش نہ فرمائیں۔

راقم السطور، محمد حنیف جالندھری
رئیس جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴۱۸/۶/۲۴ھ

اجمالی فہرست "خیر الفتاویٰ" جلد چہارم

کتاب الصوم

کتاب الحج

کتاب النکاح

فہرست مضامین "خیر الفتاویٰ" جلد چہارم

کتابُ الصوم

اعتکاف کے مسائل

کتاب الحج

کتاب النکاح

حُرمتِ مصاہرہ کے مسائل

رضاعت کے مسائل

ولایت وکفارة کے مسائل

مہر کے مسائل

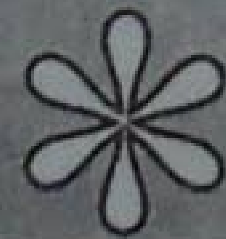
قسم بین الزوجات ۔ حضانت ۔ نفقہ

متفرقاتِ نکاح

كِتَابُ الصَّوْمِ

قال اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ)



عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایة فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين وفی روایة فتحت ابواب الرحمة متفق علیه — (مشکوٰۃ ص۱۷۳۔ ج۱) —

مرتبہ: مفتی محمد انور

شدّتِ پیاس سے جان پر بن آئے تو افطار کرنے کا حکم

ہمارے یہاں رمضان المبارک میں تین مختلف ایام میں مختلف اموات ہوئیں۔ مقامی مولویوں نے بغیر جنازہ کے دفن کرادیا۔ بقول ان کے جو حالتِ روزہ میں شدتِ پیاس کی وجہ سے فوت ہوجائے اور روزہ نہ توڑے تو گویا اس نے خودکشی کی اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب روزہ کی حالت میں اگر پیاس اتنی شدید لگے کہ جان خطرہ میں پڑجائے تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص روزہ افطار نہ کرے اور اسی وجہ سے فوت ہوجائے تو یہ خودکشی نہیں۔ بلکہ عود اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا۔ اسے خودکشی کہنا جہالت ہے۔ بالفرض اگر یہ خودکشی بھی ہوتی تو بھی خودکشی کرنے والے پر عامۃ المسلمین کو نمازِ جنازہ پڑھنی چاہئے۔ اس پر نمازِ جنازہ سے روکنے والوں نے غلطی کی ہے۔ اب وہ اپنے لئے اور مرحومین کے لئے استغفار کریں۔

ویؤجر لوصبر ومثله سائر حقوقه تعالیٰ كافساد صوم وصلوة اھ۔ (شامی، ج ۲، ص ۱۵۸)۔ من قتل نفسه ولو عمداً يغسل ويصلى عليه اھ۔ (شامی، ج ۱، ص ۸۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس، ملتان۔

روزے کی حالت میں سر کی مالش کروانا

زید بے خوابی کا مریض ہے ـــــ حکیم نے روغنِ بادام کی مالش تجویز کی ہے۔ روزے کی حالت میں سر کی مالش کرنے سے روزہ میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب مالش کراسکتے ہیں اس سے روزے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا فی شرح المجمع اھ۔ (عالمگیری ج ۱، ص ۱۰۳) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۸/۷/۱۴ھ

نصفِ نہار تک صوم وافطار کا فیصلہ کرلینا ضروری ہے

زید نے سحری کھائی۔ اور یہ نیت کی کہ اگر مجھے فلاں مشقت والا کام پڑگیا تو روزہ نہیں رکھوں گا۔ اگر نہ ہوا تو روزہ رکھ لوں گا۔ اگر ایسا کرنا ٹھیک ہے تو دن کے کس وقت تک ایسی نیت کرسکتا ہے؟

الجواب اگر وہ کام ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہو تو نصفِ نہارِ شرعی یعنی تقریباً گیارہ بجے سے پہلے تک اسے اختیار ہے کہ اس صورت میں کوئی ایک فیصلہ کرلے۔ اگر روزہ کا پختہ ارادہ کرلے کے بعد افطار کرے گا تو رمضان کا روزہ ہونے کی صورت میں اس پر قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے اور یہ اجازت صرف نصفِ نہارِ شرعی تک ہے۔ اس کے بعد بھی اسی حالت میں رہا تو روزہ نہیں ہوگا۔

جاز صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية ذالك اليوم او بنية مطلق الصوم او بنية النفل من الليل الى ما قبل نصف النهار۔ اھ۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۵)۔

فيصح اداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل فلا تصح قبل الغروب ولا عنده الى الضحوة الكبرى لا بعدها ولا عندها اعتبارا لاكثر اليوم اھ (درمختار)۔ قوله الى الضحوة الكبرى المراد بها نصف النهار الشرعى والنهار الشرعى من استطارة الضوء فى افق المشرق الى غروب الشمس۔ اھ (شامی، ج ۲، ص ۱۲۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

امتحانات کی وجہ سے روزہ کو مؤخر کرنا

(۱) میں ایف اے کی سٹوڈنٹ ہوں میرے امتحانات ماہِ رمضان میں ہوں گے

میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس طرح انسان بیمار ہوتا ہے یا کسی سفر پر ہوتا ہے تو وہ ماہِ رمضان کے روزے چھوڑ دیتا ہے اور پھر بعد میں رکھ لیتا ہے۔ کیا اس طرح ہو سکتا ہے کہ میں پیپرز کے دنوں میں روزے چھوڑ دوں اور امتحان کے بعد رکھ لوں۔ اس طرح گناہ تو نہیں ہوگا۔

الجواب: جن اعذار کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی شرعاً اجازت ہے امتحان ان میں سے نہیں ہے۔ ترک روزہ گناہِ کبیرہ ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے بلا عذر ایک روزہ چھوڑ دیا ساری زندگی بھی روزہ رکھتا رہے وہ اجر و ثواب نہ پا سکے گا جو رمضان المبارک کا فرض روزہ رکھنے سے ہوگا۔ او کما قال۔ رمضان المبارک پر بلکہ اس کے ہر لمحہ پر پوری دنیا کو قربان کر دیا جائے تب بھی یہ سودا سستا ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد عبد اللہ عفی عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی - ۶/۶/۱۴۰۸ھ

افطار کا وقتِ مستحب

افطار کا مستحب وقت اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک کون سا ہے۔ اور افطار کے کتنی دیر بعد شام کی نماز پڑھنی چاہیئے۔

الجواب: افطار کا وقت یہ ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی رات کی سیاہی چڑھ آئے تو افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔ گھڑیوں کے لحاظ سے میقات الصیام چھپے ہوئے ہیں۔ افطار میں تعجیل مستحب ہے اور سحری میں تاخیر۔ لہٰذا جب مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق افطار کا وقت ہو جائے تو جلد از جلد افطار کرنا مستحب ہے افطار کے چار پانچ منٹ بعد جماعت کو کھڑی ہو جانا چاہیئے۔

اذا ادبر النهار من ههنا واقبل الليل من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم - (الحديث)، فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ
خیر محمد عفی عنہ مہتمم جامعہ ہذا	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷/رمضان ۱۳۶۹ھ

پاکستانی ایک روزہ رکھ کر سعودی عرب گیا تو وہاں دو روزے ہو چکے تھے اب کتنے روزے پورے کرے

ہم پاکستان سے ۴/جولائی ۱۹۸۱ء کے رمضان المبارک کا پہلا روزہ رکھ کر سعودی عرب میں پہنچے جب کہ یہاں ۲/جولائی کا پہلا روزہ تھا۔ لہٰذا لازمی طور پر پاکستان سے سعودی عرب میں عید الفطر کا چاند بھی پہلے ہی نظر آنا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی ان کے ساتھ عید منائی۔ جب کہ پاکستان میں ابھی رمضان کے ایام باقی تھے۔ اب ہمارے روزے جو پاکستان کے لحاظ سے باقی رہے ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر ہم پاکستان میں ہوتے تو ان کے ساتھ عید کرتے۔ اور یہاں آکر ابھی تک ہمارے ۲۹ - یا - ۳۰ روزے پورے نہ ہوئے تھے اور ہم نے ان کے ساتھ عید بھی کرلی جب کہ ان کے تیس روزے ہو چکے تھے۔ (فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب: ایسے پاکستانی لوگ جن کے ۲۹ روزے بھی پورے نہیں ہوئے ان پر لازم ہے کہ وہ ایک یا دو روزے قضاء رکھ کر ۲۹ روزے پورے کرلیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۳/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

شوال کے چھ روزے علیحدہ علیحدہ رکھنے مستحب ہیں

عید کے بعد کے چھ روزے عید کے بعد فوراً لگاتار رکھے جائیں یا کچھ وقفہ سے بھی رکھ سکتے ہیں؟

الجواب: دونوں طرح درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ متفرق رکھے جائیں۔ وندب تفريق صوم الست من شوال ولا يكره التتابع اھ۔ (شامی ج ۲، ص ۱۲۵) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۲/۱۳۹۹ھ

روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنا

ایک شخص نے رمضان المبارک میں آنکھوں میں بحالتِ روزہ مائع یعنی بہنے والی دوائی ڈالی - تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے یا نہیں - اگر ٹوٹ گیا ہے تو دلائل مع حوالجات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں -

الجواب: آنکھ میں بہتی ہوئی دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا -

" ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا - (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

(صبح صادق کے بعد سفر کا ارادہ ہو تو روزہ رکھنا ضروری ہے)

زید رمضان کے مہینہ میں سفر کا پختہ ارادہ رکھتا ہے - اور بوجہ درازیٔ سفر و تکالیف روزہ نہیں رکھ سکتا - مگر دن کے دس بجے تک گھر سے نہیں نکل سکتا - موٹر گاڑی نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے - اب اشکال یہ ہے کہ اگر روزہ رکھ کر روانگی کے وقت توڑے تو ابطالِ عمل لازم آتا ہے - اگر روزہ نہیں رکھتا تو روانگی تک اقامت ہے اور احکام سفر اس پر عائد نہیں ہوتے - اب اگر زید صبح سے روزہ کی نیت نہ کرے اور جب تک گھر میں رہے امساک کرے تو گنہگار تو نہیں ہوگا ؟

الجواب: (ایسے شخص کو روزہ رکھنا واجب ہے اور اس روزہ کا پورا کرنا بھی واجب ہے - لیکن اگر اس شخص نے روزہ رکھا اور مسافر ہونے کے بعد توڑ دیا - تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا - صرف ایک روزہ قضا کا لازم آئے گا اور رات سے نیت نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا -)

لما فی الدر علی الشامیة کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منه ای رمضان سافر فیه ای فی ذالک الیوم ولکن لا کفارة علیه لو افطر فیهما اھ (ج ۲ - ص ۱۶۸) -

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفر اللہ لہٗ

بندہ محمد اسحاق عفر لہٗ
۲۸ / ۸ / ۸۷ / ۱۳ ھ

نوٹ ! روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس کے لئے ہے جو صبح صادق سے پہلے سفر شروع کر چکا ہو - وهو (ای السفر) لیس بعذر فی الیوم الذی انشأ السفر فیه اھ (عالمگیری، ص ۲۰۶) -

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

صرف یوم عرفہ کا روزہ مکروہ نہیں

اکیلا عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے کیا یہ مکروہ تو نہیں ؟

الجواب: مکروہ نہیں بلکہ مستحبات سے شمار کیا گیا ہے -

والمندوب کایام البیض من کل شهر و یوم الجمعة ولو منفردا و عرفة اھ (درمختار علی الشامیة ج ۲ ص ۱۱۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

(مریض معمر استغفار کرتا رہے)

ایک شخص بیمار ہے - بدن ، دل ، دماغ کمزور ہے فرض روزہ رکھنے کی طاقت نہیں - اگر روزہ رکھتا ہے تو اس کی حالت نہایت نازک ہو جاتی ہے ، بلکہ جان کا اندیشہ ہوتا ہے - دائم المرض ہے - دو تین سال سے متواتر بیمار رہتا ہے - اس لئے روزہ رکھنے سے قاصر ہے - اور غنی بھی نہیں بلکہ محتاج و مفلس ہے - تو کیا اس صورت میں فدیہ دینا لازم ہے ؟ اور اگر وہ غنی ہوتا تو پھر کیا حکم ہے - آئندہ صحت کی توقع بھی نہیں -

عبد الخالق متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب: (شرعاً ایسے مریض پر جس کو اپنی صحت سے مایوسی ہو لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ فدیہ ادا کرے - لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ موسر اور

مالدار ہو) ففی الشامیۃ ، ج۲ ، ص۱۶۳ ۔

ومثلہ ما فی القہستانی عن الکرمانی المریض اذا تحقق الیأس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض اھ ۔

(اگر وہ مسکین و فقیر ہے کہ فدیہ ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو توبہ و استغفار کرتا رہے)

"وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشھر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا یستغفر اللہ ۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ، ج۲ ص۱۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
بندہ عبد اللہ غفر اللہ لہٗ مفتی جامعہ ہذا	نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۸؍۹؍۱۳۹۸ھ

تعجیلِ افطار اور تاخیرِ سحور کے بارے میں اہم تحقیق

زید کہتا ہے کہ افطار کے وقت کی دو حدیں ہیں ایک ابتدائی حد جب افقِ مشرق پر رات کی تاریکی چھا جائے اور افقِ مغرب سے دن کی روشنی زائل ہو جائے اور آفتاب بھی قطعی طور پر غروب ہو جائے ۔ آخری حد ستاروں کا انبوہ و ہجوم ظاہر ہونا ہے ۔ جو یہود کے افطار کا وقت ہے ۔ ان دونوں حدوں کے درمیان تمام وقت مستحب ہے ۔ جیسا کہ حمید بن عبد الرحمٰن ابن عوف سے مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ

" ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان کانا یصلیان المغرب حین ینظران الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا ثم یفطران بعد الصلوۃ وذالک فی رمضان "

علامہ زرقانی رحمہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ۔

وھو معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من

ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم ۔ (زرقانی ، ج۴ ، ص۹۰ ، مطبوعہ مصر)۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں ۔

" وکثیرا ما کان صلی اللہ علیہ وسلم یفطر بعد الصلوۃ ثم قال وکان عمر وعثمان رضی اللہ تعالی عنہما لا یفطران الا بعد الصلوۃ وذالک فی رمضان "

اور صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نمازِ مغرب میں سورۃ طور کی تلاوت فرمائی ۔ اب نمازِ مغرب میں سورۃ طور تلاوت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازِ مغرب کے بعد روزہ افطار کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین یعنی عمر و عثمان رضی اللہ تعالے عنہما کا تعامل دائمی اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اشتباکِ نجوم اور ستاروں کے انبوہ سے پہلے پہلے افطار وقتِ مستحب کے دائرہ میں ہے ۔ یہ وقتِ تاخیر مکروہ میں داخل نہیں ۔ اور جن روایات میں تعجیلِ افطار کا حکم ہے اور تاخیرِ افطار سے ممانعت ہے ان تمام احادیث میں افطار کو اتنے بکمال مؤخر کرنے سے منع کیا گیا ہے جتنے تک کہ یہود و نصاریٰ مؤخر کرتے تھے ۔ یعنی اشتباکِ نجوم تک ۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ۔ انما یکرہ تأخیرہ الی اشتباک النجوم ۔ (عینی ، ج۲ ، ص۲۹۲)۔

علامہ شامی رہ نے "بحر" کے حوالہ سے نقل کیا ہے ۔ والتعجیل المستحب قبل اشتباک النجوم ۔

علامہ بحر العلوم ارکانِ اربعہ ، ص۲۱۵ ۔ پر تحریر فرماتے ہیں ۔

ثم تعجیل المغرب ایضاً مندوب کتعجیل الافطار فالصائم مخیر فی تأخیر المغرب علی الافطار وبالعکس الخ

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نمازِ مغرب افطار کرنا ستاروں کے ہجوم و انبوہ سے قبل مکروہ نہیں ۔ اس کے بعد تاخیر ممنوع اور وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے ۔

زید یہ بھی کہتا ہے کہ غروبِ شمس کے بعد جب تک سورج کے غروب کی جگہ بے نشان

نہ ہو جائے اور اس کی جگہ سے روشنی زائل نہ ہو جائے جس کی تخمینی مقدار غروب کے بعد دس منٹ تک ہے۔ اسوقت تک افطار کا وقت نہیں ہوتا۔ اور جب کہ وقتِ مستحب اشتباکِ نجوم سے قبل تک طویل ہے۔ تو پھر افطار میں جلدی کیوں کی جاتی ہے۔ غروب کے دس منٹ بعد روزہ افطار کرنا چاہیئے۔ زید کی تقریرِ مذکور کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

۱ : افطار کا وقتِ مستحب سورج غروب ہونے کے بعد کتنی دیر میں شروع ہوتا ہے اور سورج کا جب نظر آنا بند ہو جائے تو پھر افطار کے لئے کس نشانی کا انتظار ضروری ہے۔ روایتِ شیخین میں اقبالِ لیل و ادبارِ نہار کے کیا معنی ہیں ؟

۲ : وقتِ مستحب افطار کی انتہا کیا ہے۔ شامی اور ارکانِ اربعہ کی عبارتوں سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد افطار کرنا بھی وقتِ مستحب میں افطار ہے اور اشتباکِ نجوم سے قبل تمام وقت مستحب ہی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ سارا وقت ایک درجہ کا مستحب ہے یا اس میں کچھ فرق ہے ؟

۳ : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما جو نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے اس کی کیا توجیہ ہے۔ خصوصاً حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا دائماً ایسا کرنا ؟

۴ : صحیحین کی جس روایت سے مغرب کی نماز میں سورۃ طور کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیا اس میں کوئی قرینہ اس امر کا ہے کہ یہ مغرب کی نماز رمضان المبارک میں تھی یا کسی دوسری حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ رمضان المبارک میں یا جس روز روزہ تھا اس کی مغرب میں آپؐ نے سورۃ طور پڑھی ہے ؟ فقط والسلام

سید عبدالشکور ترمذی

مدرسہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

الجواب زید کی تقریر کا مبنیٰ چند امور ہیں۔

۱ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا یہ عمل کہ انہوں نے بعد از مغرب افطار کیا۔

۲ : دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب میں سورۃ طور یا اور بعض لمبی سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے۔

۳ : تیسرا یہ کہ زید ان دونوں باتوں کو دوام و استمرار پر محمول کر رہا ہے جیسا کہ تحریر میں ہے خصوصاً عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا تو دائمی طور پر افطار بعد الصلوٰۃ پر عمل تھا۔ ان تینوں مقدمات کو ملانے سے تاخیرِ افطار کو ثابت کیا گیا ہے۔

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از نماز مغرب افطار فرمانا دائمی عمل نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ نے احیاناً ایسا عمل فرمایا ہے بیانِ جواز کے لئے۔ تاکہ کوئی شخص تعجیلِ افطار کو واجب نہ کہے اکثری عمل آپ کا افطار قبل الصلوٰۃ تھا۔

قال الزرقانی روی ابن ابی شیبة وغیرہ عن انس قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی یفطر ولو علی شربة من ماء وفی روایة الترمذی وابی داؤد عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن فتمیرات الحدیث قال القاری فیہ اشارة الی کمال المبالغة فی تعجیل الفطر۔ وایضا فی روایة البخاری عن عبد اللہ بن ابی اوفٰی قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر وھو صائم فلما غابت الشمس قال لبعض القوم یا فلان قم فاجدح لنا فقال یا رسول اللہ لو اَمْسَیْتَ قال انزل فاجدح قال ان علیک نھارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح لھم فشرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الحدیث)

یہ تینوں روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار قبل الصلوٰۃ پر نص ہیں اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا عمل بھی بیانِ جواز پر محمول ہے کہ بعض اوقات افطار کو مؤخر کر دیتے تھے تاکہ تعجیلِ افطار کے وجوب کا گمان نہ ہونے لگے یہ بات بھی ملا علی قاریؒ نے ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

اما ماصح ان عمر وعثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کانا برمضان یصلیان المغرب (الحدیث)۔ فھو لبیان جواز التاخیر لئلا یظن وجوب التعجیل (اوجز المسالک)

اسی طرح زید کے استدلال کا مقدمہ ثانیہ کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۂ طور پڑھی" بھی اس کے دعوے کے لئے مفید و مثبت نہیں۔ تاوقتیکہ مقدمہ مذکورہ کے ساتھ امور ذیل کا ثبوت بہم نہ پہنچے۔

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں "والطور" پوری پڑھی؟

۲: یہ رمضان المبارک میں ہوا۔؟

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دائمی اس پر تھا۔

حالانکہ علمی حیثیت سے امور بالا میں سے کوئی امر بھی ثابت نہیں۔ نماز مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض طویل سورتوں کو پڑھنے کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے ان سورتوں کا کچھ حصہ پڑھا ہو۔

قالہ الکرمانی بحوالہ عینی کذا فی حاشیۃ البخاری (ج۱، ص۱۰۵) والیہ مال الطحاوی۔

تقریر بالا سے زید کے استدلال کی نفی تو ہو گئی۔ اب مسئلہ استحباب تعجیل پر کچھ دلائل تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱: عن سھل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایزال الناس بخیر ماعجلوا الفطر (بخاری)۔

۲: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عزوجل احب عبادی الی اعجلھم فطرا۔ (ترمذی)۔

۳: وہ تین روایتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار قبل الصلوٰۃ کے اثبات میں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان روایات کے علاوہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

عن عمرو بن میمون الاودی قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطارا وابطأھم سحورا۔

نیز صاحب اوجز المسالک نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی، ابن عباس اور ابوبردۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم نماز سے قبل افطار فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی تعجیل افطار کا بخاری وغیرہ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ تعجیل افطار کے استحباب پر اجماع ہے۔ اوجز المسالک میں ہے۔

واستحبابہ مجمع علیہ وقد حکی الاجماع علی ذالک غیر واحد من نقلۃ المذاھب قال الموفق وھو قول اکثر اھل العلم قال ابن عبد البر احادیث تعجیلہ وتاخیر السحور صحاح متواترۃ۔ (اوجز المسالک، ج۵، ص۱۰۵)۔

واضح رہے کہ تعجیل امر اضافی ہے غروب شمس کے بعد جتنی ہی تعجیل ہو گی اتنا ہی استحباب قوی ہو گا۔ اور اس میں جتنی تاخیر ہوتی جائے گی اتنا ہی استحباب میں ضعف اور کمی آتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اشتباک نجوم ہو جائے تو استحباب ختم ہو کر وقت کراہت شروع ہو جائے گا۔

یہی مراد ہے ان فقہی عبارات کی جو بحر وغیرہ سے زید کی طرف سے اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کہ وقت استحباب اشتباک نجوم تک ہے۔ عقلاً بھی تاخیر سحور اور تعجیل افطار مستحسن معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں بندے کی طرف سے ضعف اور کمزوری کا اظہار ہے۔ اور تاخیر افطار میں اپنی جلادت وقوت کا دعوٰی ہے۔ اللہ تعالٰی کو ضعف اور عاجزی کا اظہار محبوب ہے۔ اس لئے تعجیل افطار جہاں تک ہو سکے مستحب ہو گی۔

مذکورہ بالا تفصیل کے ضمن میں آپ کے تمام سوالات کا جواب آ گیا ہے۔ آسانی کے لئے جوابات کا خلاصہ مختصر طور پر نمبروار دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱: جب غلبۂ ظن ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا ہے تو افطار کا وقت مستحب فوراً بلا تاخیر شروع ہو جاتا ہے۔ "اقبال لیل" سے مراد ہے کہ افق مشرق پر رات کا اندھیرا قدرے

محسوس ہونے لگے۔ اور "ادبارِ نہار" سے مراد ہے کہ دن کی روشنی اور سفیدی کم ہونا شروع ہو جائے۔ اور یہ دونوں چیزیں غروبِ شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہیں۔ احساسِ ظلمت اور اضمحلالِ بیاضِ نہار کے ساتھ غروبِ شمس لازم نہیں۔ لیکن غروبِ شمس کے ساتھ اقبالِ لیل اور ادبارِ نہار لازم معلوم ہوتے ہیں۔

۲ : افطار کے لئے وقتِ مستحب کی انتہا اشتباکِ نجوم سے قبل تک ہے۔ لیکن یہ سارا وقت استحباب میں برابر نہیں۔ غروبِ شمس کے بعد جتنی جلدی افطار کیا جائے گا اتنا ہی پسندیدہ ہو گا۔

قال علیہ السلام قال اللہ عز وجل احب عبادی الی اعجلہم فطراً (فی الترمذی ج۱ ص۱۰۲) وتعجیل الافطار افضل فیستحب ان یفطر قبل الصلوٰۃ اھ (عالمگیری)

۳ : اس کا مفصل جواب گزر چکا ہے اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضراتِ شیخین رضؓ کے افطار بعد الصلوٰۃ کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ روزہ افطار تو نماز سے پہلے ہی فرما لیا کرتے تھے لیکن افطاری کا کھانا نماز کے بعد تناول فرماتے تھے جس کو راوی نے "یفطران" سے تعبیر کیا ہے۔

۴ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مغرب میں "والطور" پڑھنا رمضان میں تھا یا غیر رمضان میں؟ روایات سے ہم ایسا کوئی قرینہ معلوم نہیں کر سکے جس سے یہ معلوم کر سکیں کہ یہ واقعہ رمضان المبارک کا ہے یا آپؐ کم از کم اس دن روزہ سے تھے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱/۱۲/۸۷ھ

جس کے رمضان کے روزے رہتے ہوں نفل روزے رکھ سکتا ہے یا نہیں

زید کے رمضان شریف کے روزے رہتے ہیں تو کیا وہ محرم کی دسویں، گیارہویں کا روزہ رکھ سکتا

ہے؟ یا پہلے رمضان کے قضاء کرنے ضروری ہیں؟

المستفتی: سید نصرت علی، نئی روشنی سکول وحدت کالونی، ملتان

الجواب: زید محرم کے روزے رکھ سکتا ہے البتہ قضاءِ رمضان میں بلا عذر اتنی تاخیر مناسب نہیں۔

ولا یکرہ صوم التطوع لمن علیہ قضاء رمضان کذا فی معراج الدرایۃ اھ (عالمگیری ج۱ ص۲۰۱) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۲/۱۴۰۲ھ

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں

ایک مولوی صاحب نے عید کا چاند غروبِ آفتاب سے قبل دیکھ لیا اور روزہ افطار کر لیا اسکو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی افطار کر دیا۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ تو درست نہیں ہوا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ مجھ سے مغالطہ میں ہوا۔ میں نے کئی لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ تو اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں یا فقط قضاء؟ ساٹھ روزوں کی بجائے کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے؟

غلام یٰسین خطیب ریلوے مسجد بھکر میانوالی

الجواب: امام صاحب اور ان کے متبعین مفطرین پر قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کیونکہ رمضان کا روزہ دن کو عمداً افطار کیا گیا ہے اور جہالت کوئی عذر نہیں۔

ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقاً ای سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ ۔ اھ (شامی ج۲ ص۱۳۰) ۔

اگر واقعۃً روزوں کی طاقت نہ ہو تو کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔

فان لم یجد صام شہرین متتابعین فان لم یستطع أطعم ستین مسکیناً ۔ اھ (شامی ج۲ ص۱۵۸) ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۱۱/۱۳۹۷ھ

روزہ دار کے منہ میں زبردستی لید ٹھونس دی

روزہ دار کے منہ میں گدھے کی لید ٹھونس دی اور بری طرح جلوس نکالا آیا اس پر قضاء آئے گی یا کفارہ آئے گا؟

۲ : اسی روزہ دار کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چار سالہ بچی کے ساتھ برا فعل کیا ہے اور مجرم کہتا ہے کہ میں نے یہ گندا کام نہیں کیا۔ صرف ذاتی دشمنی اور مخالفت کی بناء پر میرے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے۔ آیا ایک شریف آدمی کا ایسے جلوس نکالنا شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب اگر لید تر تھی تو ظاہر ہے کہ ٹھونسنے کی صورت میں کچھ پانی وغیرہ بھی حلق سے نیچے اترا ہوگا۔ لہٰذا قضاء ضروری ہے۔ اور خشک ہونے کی صورت میں اگر یقین ہو کہ حلق سے نیچے کچھ نہیں گیا تو قضاء ضروری نہیں ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ قضاء کر لی جائے اور کفارہ بہر صورت نہیں۔

۲ : اگر بغیر کسی جرم اور شرعی ثبوت کے یہ سلوک کیا گیا ہے، تو انتہائی قابلِ مذمت اور نامناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۱۲/۱۳۹۸ھ

کفارے کے روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے

ایک آدمی نے رمضان شریف کا ایک روزہ جان بوجھ کر توڑا۔ اس کا کفارہ اگر ساٹھ روزے رکھے تو کیا یہ ساٹھ روزے لگاتار رکھے یا وقفہ کے ساتھ؟

الجواب کفارے کے روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ کسی عذر سے بھی ایک دن روزہ نہ رکھا تب بھی نئے سرے سے شروع کرکے دوبارہ پورے

کرے۔ فان أفطر ولو بعذر غير الحيض استانف۔ (طحطاوی ص۳۶۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

شیخ فانی سردیوں میں روزہ رکھ سکے تو روزہ کی قضاء کرے فدیہ نہ دے

والد صاحب بوجہ ضعف اور عمر رسیدگی رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ سکتے۔ ادھر رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ اگر قبل از رمضان المبارک سارے ماہِ صیام کے روزوں کا فدیہ والد صاحب کی طرف سے ادا کر دیا جائے تو کیا ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر ادا ہو جائے گا تو کس حساب سے پورے ماہ رمضان کے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے۔ جبکہ وہ بعض اوقات جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور روزہ رکھ لیتے ہیں۔ لیکن اب کمزوری بہت زیادہ ہے اس مرتبہ شاید وہ کوئی روزہ بھی نہ رکھ سکیں۔ اس بارے میں مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتی: سیف اللہ خالد قادری، ۲۵۳/بی شاہجمال ٹاؤن لاہور ۵۴۷۷۰

الجواب اگر آئندہ چل کر سردیوں کے چھوٹے دنوں میں بھی روزہ رکھ سکنے کی توقع نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر کے برابر فدیہ دے دیں سارے مہینے کا فدیہ شروع رمضان میں اکٹھا بھی دے سکتے ہیں مگر رمضان شروع ہونے سے پہلے دینا مناسب نہیں۔

وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا ولو فى اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرا والا فيستغفر الله اه (درمختار)۔ وفى الشامية (قوله العاجز عن الصوم) أى عجزا مستمرا كما يأتى أما لو لم يقدر عليه لشدة الحر كان له أن يفطر ويقضيه فى الشتاء (ج۲، ص۱۳۰)

فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۳/۸/۱۴۰۷ھ

(قضاءِ رمضان کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے)

ایک شخص کے ذمہ رمضان کے چند روزوں کی قضاء باقی ہے ان کے ادا کئے بغیر پہلے نفلی روزے رکھتا ہے۔ آیا اس کے وہ نفلی روزے ہوں گے یا رمضان شریف کی قضاء کے شمار ہوں گے۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نفلی روزے ہوں گے۔ کیونکہ قضاء روزوں کے لئے تعیین شرط ہے۔ ہندیہ میں ہے۔ وشرط القضاء والکفارات ان یبیت ویعین۔ (ج ۱ ص ۱۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ، ملتان

جھوٹ بولنے کے بعد روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ توڑا۔ اور روزہ توڑنے کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ تو میں نے گمان کیا کہ جھوٹ بولنے سے روزہ نہیں رہتا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولے اس کا روزہ باقی نہیں رہتا۔ اب یہ فرمائیں کہ اس پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب شخص مذکور پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

ولو اغتاب انسانا فظن ان ذالک یفطرہ ثم اکل بعد ذالک متعمدا فعلیہ الکفارۃ وان استفتی فقیہا او تأول حدیثا کذا فی البدائع وبہ قال عامۃ العلماء کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری، ج ۱ ص ۱۰۵)۔

اور حدیث میں یہ نہیں آتا کہ جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ رواہ البخاری، مشکوۃ ج ۱ ص ۱۷۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بخار کی شدت کی وجہ سے رمضان کا روزہ توڑا تو صرف قضاء آئیگی

زید نے رمضان شریف میں روزہ رکھا لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے توڑ دیا۔ کیا اس کا کفارہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر مرض اور بخار کی زیادتی کا قوی اندیشہ تھا یا کسی طبیب نے ایسا کہا تھا اس بنا پر روزہ افطار کیا گیا ہے تو کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہوگی۔

اذا احدث المرض فی نہار رمضان ویظن بالصوم الزیادۃ علی المرض یباح لہ الافطار اھ (رسائل الارکان) کذا فی مجموعۃ الفتاوی، ج ۱ ص ۳۸۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۸ / ۱۴۰۰ھ

دواء موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا

ایک آدمی کو خارش کی سخت بیماری ہے اگر وہ دوا رکو انگلی پر لگا کر مقعد میں داخل کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر یہ دوا موضع حقنہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر اس سے پیچھے رہی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

أو أدخل اصبعہ الیابسۃ فیہ أی دبرہ أو فرجہا ولو مبتلۃ فسد اھ (درمختار)۔ وھذا لو ادخل الاصبع الخ

موضع الحقنة۔ اھ۔ (شامی، ج ۲، ص ۹۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۹/۱۴۰۱ھ

استمناء بالید میں قضاء ہے کفارہ نہیں

ایک شخص نے لواطت بالید کر کے کئی روزے افطار کر دیئے۔ کسی کے بتلانے پر اس نے بطور کفارہ دو ماہ کے روزے بھی رکھے۔ رات کو غلبۂ شہوت کی وجہ سے پھر اخراج منی کیا کیا شخص مذکور کا کفارہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب شخص مذکور پر کفارہ واجب ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنے روزے اس عمل سے توڑے ہیں اتنے روزوں کی صرف قضاء واجب ہے۔

وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اھ (درمختار) وفی رد المحتار قولہ وکذا الاستمناء بالکف أی کونہ لا یفسد لکن ھذا اذا لم ینزل أما اذا أنزل فعلیہ القضاء اھ (شامی ج ۲ ص ۱۳۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۶-۷-۱۳۷۶ھ

احتلام ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اگر رمضان میں حالتِ روزہ میں نیند کی حالت میں احتلام ہو جائے تو روزہ پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ فی التنویر اذا اکل الصائم اوشرب اوجامع ناسیا الخ اوقبل اواحتلم الخ لم یفطر اھ (شامی ج ۲ ص ۹۵) وھکذا فی الھندیۃ ج ۱ ص ۲۰۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

استنجاء کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں جو روزہ دار ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ پاخانہ کرنے کے بعد استنجاء کرتے وقت پاخانہ والی جگہ کو استنجاء کرنے کے بعد انگلیوں سے بالکل خشک کر دے۔ اگر ہو سکے تو اس کے بعد کپڑا مار دے تاکہ کوئی قطرہ پانی کا وہاں نہ لگا رہے۔ اگر انگلیوں سے اچھی طرح صاف نہ کرے گا اور فوراً بعد اٹھ کھڑا ہو گا تو جو قطرات وہاں لگے ہوں گے وہ اوپر چڑھ جائیں گے اور روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح عورت اندام نہانی میں یہی عمل کرے۔ آپ اصل مسئلہ تحریر فرمائیں؟

الجواب والصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنة یفسد صومه ھکذا فی البحر الرائق۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۰۵) قال فی الفتح والحد الذی یتعلق بالوصول الیه الفساد قدر المحقنة۔ اھ (شامی، ج ۲، ص ۱۳۵)۔

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں روزہ ٹوٹنے کے لئے ضروری ہے کہ پانی موضع حقنہ تک پہنچ جائے۔ اور استنجاء میں عادتاً ایسا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ درمختار میں مصرح ہے۔ وھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما[1]۔

پس صورتِ مسئولہ میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۳/۹/۱۳۸۶ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بوس وکنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء واجب ہوگی

۱۔ اگر صائم کو رمضان میں بیوی سے بوس وکنار کرنے سے انزال ہو جائے جب کہ نیت صحبت

[1] درمختار علی الشامیہ، ج ۲، ص ۹۹۔ طبع بیروت۔ ۱۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کی نہ ہو۔

۲ : اگر نیت صحبت کی ہو۔ اور صرف بوس وکنار سے انزال ہوجائے۔

۳ : اگر صائم کو رمضان میں مشت زنی سے انزال ہوجائے۔ تو مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں صرف روزہ کی قضاء لازم آئے گی یا کفارہ بھی ؟ بینوا توجروا۔

الجواب مذکورہ تینوں صورتوں میں صرف قضاء لازم آئے گی۔ کفارہ واجب نہیں۔ اوقبل و لوقبلة فاحشة الخ اولمس فانزل ولو بحائل لایمنع الحرارة اواستمنی بکفه الخ قضی فی الصور کلها فقط۔ اھ (درمختار) وفی الشامیة تحت قوله فقط ای بدون کفارة اھ (ج۲ ...)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۹/۱۴۰۳ھ

بغلگیری سے انزال ہوجائے تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں

ایک آدمی اپنی منکوحہ بیوی سے بحالتِ شہوت بوس وکنار کرتا ہے۔ درحالتِ بغلگیری کو انزال ہوجاتا ہے تو کیا اس کا روزہ باقی ہے یا ختم ہوگیا ؟ اگر ختم ہوگیا تو کیا وہ دن کو کچھ کھا سکتا ہے ؟ نیز مشت زنی کرنے یا بے ریش لڑکے کو بغلگیر کرنے سے انزال ہوجائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

الجواب فی التنویر قبل او لمس فانزل قید للکل — قضی فقط وفی الشامیة قوله اولمس ای لمس آدمیا لما مرّ انه لو مس فرج بهیمة فانزل لا یفسد صومه اھ۔ (شامیہ ج۲ ص۱۳۳)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں میں شخص مذکور کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کرنا ضروری ہے (جس شخص کا روزہ ٹوٹ جائے اس کو کھانے پینے کی اجازت نہیں۔) فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۹/۱۳۹۶ھ

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر عالم کے کہنے سے روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

تیس روزے پورے ہونے پر عید کا چاند دن ہی کو دیکھ لیا جائے تو روزہ افطار کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر افطار نہیں کرسکتے تو ایک بے خبر شخص نے ایک عالم معتبر کے کہنے سے روزہ افطار کردیا تو اس بے خبر انسان کا کیا حکم ہے ؟ اس پر قضاء واجب ہے یا کفارہ ؟ کیونکہ اس نے ایک معتبر عالم کے کہنے سے روزہ افطار کیا ہے ؟

الجواب فی البدائع فان احتجم فظن ان ذالك یفطره فاکل بعد ذالك متعمدا ان استفتی فقیها فافتاه بانه قد أفطر فلا کفارة علیه لان العامی یلزمه تقلید العالم فکانت الشبهة مستندة الی صورة دلیل اھ بدائع الصنائع (ج ۲، ص ...)۔

تفصیلِ مذکورہ سے عامی کے لئے معتبر عالم کا قول حجت اور موجب شبہ ہونا معلوم ہوا۔ پس صورتِ مسئولہ میں بقولِ سائل جب کہ معتبر عالم کے کہنے پر روزہ افطار کیا ہے تو اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضاء واجب ہوگی۔

نوٹ :۔ بعض صورتوں میں فتوئ فقیہ کے باوجود روزہ توڑنے میں وجوبِ کفارہ لکھا ہے لہٰذا احتیاطاً اگر کفارہ ادا کردیا جائے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳/۱۱/۱۳۹۴ھ

(کتنی عمر کے بچے سے روزہ رکھوایا جائے)

رمضان شریف میں جب سحری کھانے کے لئے اٹھتے ہیں تو گھر کے نابالغ بچے دس بارہ سال کے بھی اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں گے اب ہم انہیں منع بھی نہیں کرسکتے مگر ظاہر ہے کہ گرمیوں میں انہیں روزہ رکھنے سے تکلیف بھی ہوتی ہے تو شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے اگر وہ روزہ رکھ کر دوپہر کو توڑ دیں تو ان پر کوئی کفارہ تو نہیں ؟

الجواب (جب بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہوجائے تو اسے روزہ رکھوانا چاہیے تاکہ ابھی سے اسے عادت ہو اور روزہ معمول بن جائے۔ البتہ طاقت کے لئے کوئی خاص عمر متعین نہیں۔ کیونکہ یہ بنیادی صحت علاقہ اور موسم کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔ البتہ دس سال کی عمر میں سختی سے روزہ رکھوایا جائے۔ معہذا اگر وہ رکھنے کے بعد توڑ دیں گے تو ان پر قضاء واجب نہ ہوگی۔)

ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاقه ویضرب علیه ابن عشر کالصلوٰة فی الاصح اھ (درمختار) (قوله اذا أطاقه) وقدر بسبع والمشاهد فی صبیان زماننا عدم اطاقتهم الصوم فی هذا السن۔ اھ قلت یختلف ذالك باختلاف الجسم واختلاف الوقت صیفا وشتاء والظاهر انه یؤمر بقدر الاطاقة اذا لم یطق جمیع الشهر اھ الصبی اذا افسد صومه لایقضی لانه یلحقه فی ذلك مشقة اھ (شامی ج ۲ ص ۱۰۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۹/۱۴۰۹ھ

حکومت کے اعلان کے باوجود کسی عالم کے یہ کہنے سے کہ چاند نہیں ہوا، روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

رمضان کے چاند کا اعلان بذریعہ ریڈیو، ٹی۔وی گیارہ بجے رات ہوا جس پر ہم سب لوگوں نے روزہ رکھا۔ لیکن صبح آٹھ بجے خانقاہ سراجیہ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ سے رابطہ قائم کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے مکمل تحقیق کی ہے۔ چاند کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لئے بعض لوگوں نے روزہ توڑ دیا۔ جس پر علاقہ کے علماء نے کہا کہ اس کی قضاء اور کفارہ آئے گا۔ کیونکہ رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ ہمارے لئے واجب العمل تھا۔ تو کیا صرف قضاء آئے گی یا کفارہ بھی؟

الجواب صورت مسئولہ میں صرف قضاء واجب ہے کفارہ شُبہ کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے۔ مراقی میں ہے واذا استفتی فقیھًا فافطر فلا

کفارة علیه وان اخطأ الفقیه - (ج ۱، ص ۳۹۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

گدھے کیساتھ وطی کرنے سے قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں

ایک شخص روزہ رکھ کر کے ایک جانور یعنی گدھے کے ساتھ وطی کرتا ہے۔ پھر بغیر غسل کے نماز بھی ادا کرتا ہے اور اسی حالت میں دوسرے دن پھر روزہ رکھ کے گدھے کے ساتھ وطی کرتا ہے تو اب اس صورت میں اس پر روزہ توڑنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب فی العالمگیریة (ج ۱، ص ۲۰۵) واذا جامع بهیمة الی ان قال کان علیه القضاء دون الکفارة - اھ

اس سے معلوم ہوا کہ وطی صبح صادق کے بعد کی ہے تو اس شخص پر قضاء واجب ہے کفارہ نہیں حالت جنابت میں بھی روزہ ہوجاتا ہے۔

وفی العالمگیریة ومن اصبح جنبا او احتلم فی النهار لم یضره اھ البتہ جتنی نمازیں حالت جنابت میں پڑھی ہیں ان کی قضاء ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ ۹/۱۱/۱۳۷۵ھ	معین مفتی خیر المدارس ملتان

صرف نظر وفکر سے انزال ہوجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا

زید نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے گھر ایک غیر محرم عورت مہمان ٹھہری ہوئی تھی وہ اس کی طرف بار بار شہوت سے دیکھتا رہا اور اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اور اسی دوران اس کو انتشار ہوکر انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟

سید ممتاز احمد گجر، کھڈہ ملتان

الجواب صرف نظر و فکر سے انزال ہوا ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

و اذا نظر الی امرأۃ بشھوۃ فی وجھھا او فرجھا کرر النظر او لا لا یفطر اذا أنزل کذا فی فتح القدیر وکذا لا یفطر بالفکر اذا امنی اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۱۰۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۱۰/۱۴۰۸ھ

روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے اطعام سے کفارہ جائز نہیں

۱: ایک آدمی نے جبراً حالتِ صوم میں رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ تو کفارہ مرد پر ہوگا یا دونوں پر؟

۲: روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا؟

الجواب ۱: خاوند پر کفارہ لازم ہے۔ بیوی نے اگر بخوشی موافقت کی ہے تو اس پر بھی کفارہ ہے۔

۲: روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے اطعام سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔

فان جامع المکلف أو اکل أو شرب غذاء او دواء عمداً الی قولہ قضی وکفر ککفارۃ المظاھر اھ (تنویر الابصار) وفی الشامیۃ فیعتق أولا فان لم یجد صام شھرین متتابعین فان لم یستطع أطعم ستین مسکینا۔ اھ (ج ۲ ص ۱۰۵)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۱۱/۱۳۹۹ھ

عمداً منہ بھر کر قے کی تو قضاء واجب ہوگی

ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا۔ اور بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ قے پر مجبور ہوا چنانچہ

عمداً منہ بھر کے قے کی اور پھر دوا وغیرہ لی۔ اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں آئے گا۔

وان استقاء أی طلب القیء عامدا أی متذکرا لصومہ ان کان ملء الفم فسد بالاجماع مطلقاً اھ (درمختار علی الشامیۃ، ج ۲، ص ۱۵۲)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

عورت نصف قامت پانی سے گزر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا

ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت جاری پانی سے گزر جائے اور وہ پانی گہرائی کے لحاظ سے اتنا ہو کہ عورت کی ناف تک ہو کر گزرے تو اس عورت کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اگلے راستے میں پانی رسائی کر جاتا ہے۔

الجواب جب تک پانی اندر پہنچ جانے کا یقین نہ ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

والصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنۃ یفسد صومہ ھکذا فی البحر الرائق (ج ۱ ص ۲۰۸)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ	بندہ اصغر علی غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

نفلی روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا

زید نے شبِ برأت کے دن باقاعدہ سحری کھائی اور نفلی روزہ کی نیت کی مگر فجر کی نماز سے تھوڑی دیر بعد طلوعِ آفتاب سے قبل اپنی عورت سے صحبت کر بیٹھا۔ حالانکہ اسے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا روزہ ہے۔ کیا اسے کفارہ دینا پڑے گا؟

الجواب: رمضان کے مہینے میں روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کوئی بھی روزہ توڑا جائے تو اس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا[1] پس صورتِ مسئولہ میں زید پر کفارہ واجب نہیں۔ صرف ایک روزہ قضاء کرنا پڑے گا۔ البتہ توبہ و استغفار بھی کرتے رہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ / ۹ / ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کے باوجود روزہ نہ رکھنے والے اس روزہ کی قضاء کریں

رات بارہ بجے کے بعد رؤیتِ ہلال کمیٹی نے اعلان رؤیتِ ہلال کر دیا۔ کیا شریعت کی روشنی میں جن حضرات نے روزہ رکھا ہے ان کا روزہ ہو گیا ؟

الجواب: ظاہر یہی ہے کہ رؤیتِ ہلال کمیٹی نے شرعی ثبوت پر ہی اعلان کیا ہے لہٰذا جنہوں نے اس دن روزہ نہیں رکھا وہ ایک روزہ قضاء کریں۔
فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۹/۱۴۰۷ھ

اگربتی کا دھواں مفسدِ صوم ہے

اگر کوئی شخص اگربتی جان بوجھ کر سونگھے تو اس کا روزہ فاسد ہوگا یا نہیں ؟

[1] لأن الكفارة انما وجبت لهتك حرمة شهر رمضان فلا تجب بافساد قضائه ولا بافساد صوم غيره اھ (شامی ج ۲، ص ۱۳۷)۔
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

الجواب: روزہ یاد ہوتے ہوئے دھواں قصداً حلق سے نیچے لے جانے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لو أدخل حلقه الدخان أي بأي صورة كان الادخال حتى لو تبخر ببخور فآواه الى نفسه واشتمه ذاكرا لصومه أفطر لامكان التحرز عنه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس اھ۔ (شامی ج ۲، ص ۱۰۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۹/۱۳۹۷ھ

حائضہ سحری سے پہلے پاک ہوگئی تو روزہ رکھ لے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت رمضان المبارک میں سحری کے وقت حیض سے پاک ہو گئی۔ غسل نہیں کیا۔ کیا یہ عورت بغیر غسل کے روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب: باسمہٖ تعالیٰ۔ اگر منتہائے سحری سے کچھ دیر قبل پاک ہو گئی ہے تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہو گیا ہے۔

فلو انقطع قبل الصبح فی رمضان بقدر ما يسع الغسل فقط لزمها صوم ذلك اليوم...... وأما في حق بقية الاحكام فلا يشترط الغسل ففي مثل الصلاة أو الصوم يجب عليها وان لم تغتسل. (شامی ص ۲۱۷/ ج ۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحٰق عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ٹیلی فون کی خبر واجب العمل نہیں

دیہات میں چند آدمیوں نے چاند دیکھا یہ دیہات شہر سے بارہ میل دور ہے، وہ فو...
پر مفتی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں۔ تو کیا اس شہادت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

الجواب شہادت شرعیہ فون پر معتبر نہیں ہے کسی مفتی کو اگر صرف ٹیلی فون کے ذر...
خبر ملی ہے۔ تو اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ قال الزیلعی ولو...
سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیر...
اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ.. (تبیین ص ۲۱۴ ج ۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۱۷ / ۱۰ / ۱۳۸۶ھ

صبح صادق کے بعد کھانے پینے کے جواز کے بارے میں تفہیم القرآن کی غلطی کی نشا...

اس بارے میں بھی لوگ ابتداءً غلط فہمی میں تھے۔ کسی کا خیال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ...
کے بعد سے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، اور کوئی یہ سمجھتا تھا کہ رات کو جب تک جاگ رہا ہو...
پی سکتا ہے۔ جہاں سو گیا پھر دوبارہ اٹھ کر وہ کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ یہ احکام لوگوں نے خو...
اپنے ذہن میں سمجھ رکھے تھے۔ اور اسکی وجہ سے بسا اوقات بڑی تکلیفیں اٹھاتے تھ...
اس آیت میں ان ہی غلطیوں کو رفع کیا گیا ہے (تفہیم القرآن حاشیہ نمبر ۱۹۲ ج ۱) کیا واقع...
صحابہ کو غلط فہمیاں تھیں اور اُن کے ازالہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی یا حقیقت کچھ اور ہے...
۲۔ آج کل لوگ سحری اور افطاری دونوں کے معاملے میں شدتِ احتیاط کی بناء پر کچھ بے جا...
تشدد برتنے لگے ہیں۔ مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی حد بندی نہیں کی ہے۔ جس...
سے چند سیکنڈ یا چند منٹ اِدھر اُدھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہو۔ سحر
میں سیاہیٔ شب سے سپیدۂ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے۔
اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوعِ فجر کے وقت اسکی آنکھ کھلی

ہو۔ تو وہ جلدی سے اُٹھ کر کچھ کھا پی لے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آ جائے تو فوراً چھوڑ نہ دے، بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔ (تفہیم القرآن حاشیہ ص ۱۹۴ ج ۱) فلہذا طلوعِ فجر کے بعد عمداً اکل وشرب کے بارے میں اور حدیث کا اصل مقصد بیان فرما کر ماجور و مشکور ہوں۔

الجواب: ۱۔ مذکورہ بالا قصہ من گھڑت ہے مودودی صاحب کی غلط فہمی یا کج فہمی ہے۔ نعوذ باللہ حضرات صحابہ کرام کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوئے تھے بلکہ ابتداءً حکم شرعی یہی تھا۔ کہ افطار کے بعد کھانے پینے اور جماع کی اسوقت تک اجازت تھی، جب تک انسان سوئے نہ، سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بروایت براء بن عازب مصرح ہے۔ (معارف القرآن ص ۴۵۳ ج ۱)

۲۔ جب صبح صادق کے وقت طلوع ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ اس کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا حرام اور روزے کے لئے مفسد ہے، اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو (معارف القرآن ص ۴۵۲ ج ۱ مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں۔ لفظ خیط کے لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہو جائے تو کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ (معارف ص ۲۹۱ ج ۱)

مودودی صاحب نے حدیثِ پاک کو نا تمام اسلئے نقل کر دیا تا کہ اپنی رائے کے لئے کوئی تائید و سہارا مہیّا ہو سکے۔ پوری حدیث اسطرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے مانع نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات کو اذان دیدیتے ہیں، اسلئے تم بلال کی اذان سن کر بھی اس وقت تک کھاتے پیتے رہو۔ جب تک ابنِ ام مکتوم کی اذان نہ سنو۔ کیونکہ وہ ٹھیک طلوع صبح صادق پر اذان دیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)۔ حضرت مفتی صاحب اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے نا تمام نقل کرنے سے بعض معاصرین کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ اذانِ فجر کے بعد بھی کچھ کھا یا پیا جائے، تو مضائقہ نہیں۔ (ص ۴۵۵ ج ۱)

الحاصل (طلوع صبح صادق کے تیقن کے بعد کھانے پینے کی قطعاً گنجائش نہیں
روزہ نہ ہوگا) فقط، واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۶ / ۹ / ۱۴۰۷ ھ

رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان پورے ملک کے لئے قابلِ عمل ہے

کیا رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر پاکستان والے عید کر سکتے ہیں؟ یا شہر
لوگوں کو اپنے اپنے شہر کی شہادت حاصل کرنا ضروری ہے؟ اور ہلال کمیٹی کا اعتبار نہ
جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ پاکستان کے ہر شہر کے لئے قابلِ عمل
مزید توثیق کے لئے اپنے طور پر بھی شہادتیں لینے کا انتظام کر لیا جاوے
بہتر ہے۔ فقط، واللہ اعلم۔

۶ / ۹ / ۱۳۹۹ ھ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

روزہ کی پختہ نیت نہ کرنے سے روزہ نہیں ہوگا

ایک آدمی سفر میں تھا رمضان کا مہینہ آگیا، چاند کا ہونا مشتبہ ہوگیا۔ بعض
لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اس نے بھی اس نیت سے سحری کھالی کہ اگر کل رمضان
کا روزہ ہوا تو میرا بھی روزہ ہے اور اگر رمضان کا روزہ نہ ہوا تو میرا روزہ نہیں سحری
کے بعد سفر شروع کیا دس بجے اپنے علاقہ میں پہنچ گیا، وہاں روزہ نہیں تھا، اس
نے بھی افطار کر لیا تو کیا اس پر قضاء وکفارہ ہوگا؟

الجواب اگر اس دن واقعۃً رمضان کی پہلی تھی تو اس دن کے روزہ کی قضا
اس کے ذمہ لازم ہے اور اگر وہ دن رمضان کا نہ تھا تو کچھ قضاء وکفارہ

واجب نہیں کیونکہ اس طرح کی نیت سے آدمی روزہ دار نہیں ہوتا،
وان نوی ان یفطر غدا ان دعی الی دعوۃ وان لم یدع
یصوم لا یصیر صائما بھذہ النیۃ فان اصبح فی رمضان
لا ینوی صوما ولا فطرا وھو یعلم انہ عن رمضان ذکر شمس
الائمۃ الحلوانی عن الفقیہ ابی جعفر عن اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ
فی صیرورتہ صائما روایتین والاظھر انہ لا یصیر صائما
کذا فی المحیط۔ (ہندیہ ص ۱۹۵ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نسوار کا استعمال مُفسدِ صوم ہے۔

ایک شخص کو برڑہ استعمال کرنے کی عادت ہے اور سبز برڑہ استعمال کرتا ہے۔
ا۔ وقتِ استعمال اتنی احتیاط کرتا ہے کہ لعاب اندر نہیں جاتا (ب) اگر کچھ جائے تو صرف
کڑوا پن اور بہت معمولی (ج) دانتوں میں رکھا جاتا ہے زبان کے نیچے نہیں (د) معمولی مقدار
میں تھوک خارج ہوتی ہے منہ میں زیادہ خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ چونکہ اب رمضان ہے
سارا دن نہ دے تو طبیعت خراب رہتی ہے برداشت سے معاملہ باہر ہو جاتا ہے۔ بوجہ ضرورت
استعمال کر لیتا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہ اگر فاسد ہو جاتا ہے تو کیوں جبکہ یہ
چیزیں نہ غذا ہیں نہ دوا، تمباکو غذائیت اور دوائیت سے بالکل خالی ہے؟

الجواب روزہ رکھ کر برڑہ استعمال کرنا ہر گز درست نہیں احتمال غالب ہے کہ
کچھ نہ کچھ ذائقہ اس کا حلق کے اندر ضرور چلا جاتا ہے۔ جو یقیناً
مفسدِ صوم ہے لہذا اس سے قطعاً احتراز کرنا چاہیئے۔ فقط، واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
۱۰ / ۹ / ۷۹ ء

وَرِیدی انجکشن مُفسدِ صوم نہیں؟

کیا وریدی انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ؟

الجواب مفسدِ صوم وہ چیز ہے جو جوف معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے اور وَریدی انجکشن کے ذریعے جو دوا پہنچائی جاتی ہے ۔ وہ رگوں کے اندر رہتی ہے جوف معدہ یا دِماغ تک نہیں پہنچتی اور اسکو ناک یا مُنہ میں ڈالی جانے والی دوا پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں ڈالی جانے والی دوا براہِ راست جوف تک پہنچ جاتی ہے

أو ادهن او اكتحل أو احتجم وان وجد طعمه فى حلقه وفى الشامية أى طعم الكحل أو الدهن كما فى السراج وكذا لو بزق فوجد لونه فى الاصح بحر قال فى النهر لان الموجود فى حلقه اثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن و المفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على ان من اغتسل فى ماء فوجد برده فى باطنه انه لا يفطر اهـ (ردالمحتار ص۹۸ ج۲ مطبوعہ بیروت) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار
مفتی خیر المدارس ۔ ملتان

محمد انور نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۴/۹/۹۸ھ

مُشقّت نہ ہو تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے

اگر کوئی آدمی رمضان المبارک میں سفر کی حالت میں ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھے اور جب سفر سے واپس آجائے تو گھر میں روزہ رکھے لیکن اگر کوئی آدمی سفر کی حالت میں روزہ رکھ لے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ جبکہ ٹی وی میں بتایا ہے کہ روزہ نہ رکھے ۔ اگر رکھ لے تو وہ گنہگار ہوگا ۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی چھوٹ کے خلاف کیا ہے ۔ برائے مہربانی جواب دلائل کے ساتھ نوازیں ۔ سائل مولانا عبد الرحمٰن چوک وہاڑی ملتان

الجواب سفر کی حالت میں روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے احکام القرآن میں ہے ۔ واتفقت الصحابة ومن بعدهم من التابعين وفقهاء الامصار على جواز صوم المسافر (ص۲۱۲ ج۱)

سفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ رکھنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے ۔ چنانچہ امام ابوبکر الجصاص رح فرماتے ہیں ۔ وقد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم بالخبر المستفيض الموجب للعلم بانه صام فى السفر (ص۲۱۲ ج۱)

اللہ پاک کے فرمان وان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون اور متعدد احادیث سے حالتِ سفر میں روزہ کا استحباب معلوم ہوتا ہے ۔ وقد روى عثمان بن ابى العاص الثقفى وانس بن مالك ان الصوم فى السفر افضل من الافطار (احکام القرآن ص۲۱۶ ج۱)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ٹی وی کا فتویٰ غلط اور ٹی بی زدہ ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح ،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۴/۹/۱۴۱۱ھ

ساٹھ سالہ مریضہ فدیہ دے سکتی ہے

کیا فرماتے ہیں ، مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مریضہ جسے ٹی بی کا مرض لاحق ہے اور عمر بھی تقریباً ساٹھ سال ہے اور نہایت کمزور ہے ۔ صحت کے آثار نظر نہیں آتے ۔ ڈاکٹروں نے بھی سختی سے منع کیا ہے ، کہ روزہ نہ رکھیں اور اگر روزہ رکھیں گی تو پھیپھڑوں پر برا اثر ہوگا ۔ ان حالات میں مریضہ بہت پریشان ہے کہ کیا کروں ؟ اگر فدیہ وغیرہ دینا ہو تو کیسے ادا کیا جائے ۔ اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سال بھر صحت کا موقع دیں ۔ تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا ؟

محمد جمیل ولد خیر دین ساکن موضع زنگیل پور ۔ ملتان

الجواب اگر آئندہ زمانہ میں بھی تندرستی کے امکانات مستنظر نہیں آتے تو فدیہ دینے کی شرعاً اجازت ہے۔ لقولہ تعالیٰ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم۔

(ایک روزے کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہے۔)

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح

بندہ عبدالستار رئیس دارالافتاء، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

روزے کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے کا حکم

ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ رکھا اور اسکے کان میں تقریباً رات سے درد تھا نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر شدتِ درد کی وجہ سے بھول کر دوا ڈالتا ہے بعد میں دیگر شخص کے یاد کرانے سے فوری نیچے گرا دیتا ہے اور روئی وغیرہ سے صاف کر لیتا ہے تو آیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے یا کہ باقی ہے بصورت اوّل صرف قضاء ہوگی یا کفارہ بھی واجب ہوگا؟ (فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صحتِ واقعہ شخص مذکور کا روزہ فاسد نہیں ہوا۔ ادا ہوگیا ہے اس لئے اس پر اس روزہ کی قضاء ہے نہ کفارہ۔ فقط،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، الجواب صحیح، عبداللہ غفرلہ

۱۰/۶/ ۱۳۷۷ھ

روزہ کی حالت میں دانتوں پر دواء ملنے کا حکم

رمضان شریف میں روزہ کی حالت میں دانتوں کے ڈاکٹر سے دانتوں کی سکیلنگ اور فلنگ کے ساتھ ساتھ دانتوں پر مختلف قسموں کی دوائی لگانے سے کیا روزہ برقرار رہتا ہے۔ یا اس کی قضاء لازم ہے اور کیا اس کا کفارہ بھی آئے گا۔

مزید براں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نمک والے پانی سے ۴، ۵ دفعہ غرارے بھی کرنے ہیں کیونکہ رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ کیا اس بات پر بھی روزہ کی حالت میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں۔

سائل محمد ظفر محمود ملتان پاکستان

الجواب رمضان شریف میں دن کو دانتوں پر دوائی لگانے سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

روزہ نہیں ٹوٹتا اگر دوائی حلق کے اندر نہ گئی ہو، والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴/ ۱۰/ ۱۴۱۰ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے سال روزے رکھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے سال روزے رکھے ہیں؟

الجواب رمضان کی فرضیت ۲ھ میں ہوئی اور دس ہجری تک، ہر رمضان کے روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں اور گیارہ ہجری ربیع الاول میں آپکی وفات شریفہ ہوئی تو اس طرح سے نو برس ہر رمضان کے روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۲/ ۹ / ۱۴۰۰ھ

حاملہ طبی معائنہ کرلے تو روزہ کا حکم

روزہ دار حاملہ عورت کا دائی معائنہ کرتی ہے جیسا کہ ان کا طریقہ کار ہے یعنی فرج کے اندر ہاتھ داخل کرنا وغیرہ اس صورت میں روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ قضاء

لازم ہے یا کفارہ ؟

الجواب: روزہ میں اس سے احتیاط کی جائے اور اگر انگلی کو پانی یا تیل لگ... روزہ فاسد ہو جائے گا۔ شامی میں ہے۔ ولو ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجہا ولو مبتلۃ فسد اھ (درمختار علی الشامیۃ ص ۹۹ / ج ۲)

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

خیر المدارس ۔ ملتان ۹ / ۹ / ۱۴۱۲ھ

افطار کی دعاء پہلے پڑھی جائے یا بعد میں ؟

روزہ افطار کرنے کی دُعا پہلے پڑھی جائے یا افطار کرنے کے بعد، اس کا کیا حُکم ہے ؟

الجواب: افطار کرتے وقت قبل از افطار دعاء افطار پڑھ کر روزہ کھولا جائے۔ فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہٗ ۲۹ / ۸ / ۱۴۱۵ھ

اپنے اختیار سے کھانے کو معدے میں واپس کیا تو روزے کا حکم

ایک شخص کا اللہ تعالیٰ نے عجیب نظام ہضم بنایا ہے کہ جب وہ کھانا کھاتا ہے تو تھوڑا تھوڑا کھانا معدہ سے منہ کو آتا ہے اور بہائم کی طرح جگالی کرتا رہتا ہے جب اس کا کھانا ہضم ہوتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ اس کا ایسا کرنا اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے بلکہ از خود معدہ سے منہ کو کھانا آتا ہے اور بہائم کی طرح جگالی کرتے کرتے ہضم ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کے روزے کے بارے میں کیا حکم ہے کہ وہ شخص روزہ کیسے رکھے ؟ کیا ایسا ہو جانے سے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا یعنی معدہ سے کھانا آنے کے بعد دوبارہ معدہ میں جانے سے روزہ باقی رہ جائے گا۔ اگر روزہ ٹوٹ جائے تو ایسا شخص کیا کرے کیا یہ شخص روزہ کے

بارے میں معذور سمجھا جائے گا کیا صورت ہوگی ؟

الجواب: ایسے شخص کو چاہیئے کہ جب کھانا معدے سے منہ میں واپس آئے تو اسے باہر پھینک دے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر اپنے اختیار سے کھانا معدے میں لوٹا دیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقط، واللہ اعلم ،

بندہ عبد الستار عفی عنہٗ

۲۸ / ۸ / ۱۴۱۴ھ

مریض خود روزہ نہ رکھ سکے تو کسی سے رکھوانے کا حکم

محترمی مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ۔ ملتان

السلام علیکم ، مزاجِ گرامی ۔ بندہ نے اگست ۱۹۵۳ء میں اپریشن کروایا تھا اور اب تک دوائی کھا رہا ہوں ۔ کیونکہ مذکورہ مرض کے خاتمے کے متعلق دِل کو پُورا اطمینان نہیں ہوا ڈاکٹروں کا فرمان ہے کہ بھوک پیاس کمزوری اس مرض کو دوبارہ لانے کا باعث بنتی ہے ویسے بھی بندہ کا ذاتی تجربہ ہے کہ جب بھوک اور پیاس لگتی ہے تو کھانسی شروع ہو جاتی ہے ۔ پچھلے رمضان المبارک کے روزے کسی سے رکھوائے تھے، تراویح بھی نہیں پڑھی ۔ اس دفعہ روزے تو کسی سے رکھواتا ہوں لیکن تراویح پڑھنے کے لائق ہو گیا ہوں واللہ اعلم کہ کتنے سال تک روزے نہ رکھ سکوں، اتنے سالوں کے روزے کی قضاء کے متعلق دل کو بڑی پریشانی ہو رہی ہے ؟

الجواب: کسی بیمار کا دوسرے سے روزے رکھوانا جائز نہیں بلکہ اگر صحت کی جلد توقع ہو تو بعد از صحت خود قضاء کرے ۔ اگر بیماری ممتد ہو اور صحت کی جلد توقع نہ ہو تو ہر روزے کے بدلہ میں ایک فطرانہ یعنی پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دیتا رہے لیکن اس صورت میں بھی جب تندرست ہو جائے گا ۔ تو قضاء لازم ہوگی ۔ فقط واللہ اعلم ، بندہ عبد اللہ غفر لہ خادم دار الافتاء خیر المدارس

۲۰ ر رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

افطار کی وجہ سے جماعت میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے

رمضان شریف میں لوگ گھر میں روزہ افطار کرتے ہیں پھر نماز مغرب کی جماعت میں شریک ہوتے ہیں آیا ان کے لئے کچھ انتظار کرنی چاہیئے یا نہ اگر انتظار کریں تو زیادہ سے زیادہ کتنی ؟ اگر آفتاب غروب ہوتے ہی اذان کہہ دی جائے تو پھر زیادہ سے زیادہ کتنی انتظار کی جائے آفتاب غروب ہونے پر اذان کہی جائے یا ٹھہر کر اذان کہی جائے ... فوراً جماعت کھڑی ہو ؟

الجواب جو لوگ گھر میں روزہ افطار کرکے مسجد میں آتے ہیں ان کے لئے پانچ چھ منٹ اذان کے بعد انتظار کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ ۲، رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بندہ اصغر علی معین مفتی خیر المدارس

بہت سے روزے ذمہ ہوں تو ان کی قضا کا طریقہ

ایک شخص نے گزشتہ پانچ رمضان میں کچھ روزے رکھے ہیں یاد نہیں کہ ہر رمضان میں کتنے روزے رکھے ہیں اب وہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا چاہتا ہے تو کیسے ... کرے اور نیت کس طرح کرے ؟

۲۔ اس شخص نے گزشتہ پانچ رمضانوں میں کچھ روزے رکھ کر توڑ دیئے ہیں مگر یاد نہیں کہ ہر رمضان میں کتنے روزے توڑے اب اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اب کفارہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے۔ ایک کفارہ ہوگا یا کئی کفارے ؟

الجواب (۱۔ کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کریں کہ کتنے روزے رکھے ہوں گے اور کتنے رہ گئے ہوں گے ... ؟ جتنے روزوں کے بارے میں یقین غالب ہو کہ اتنے روزے رہ گئے ہیں، وہ قضا کریں اور مقدار مقرر کرلیں۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں مثلاً سو یا پچاس، پھر قضا شروع کریں اور نیت کرتے جائیں کہ

میرے ذمہ جتنے روزے ہیں ان میں سے پہلا قضا کرتا ہوں۔

۲۔ روزہ توڑنے کی مختلف صورتیں ہیں بعض میں قضا، بعض میں کفارہ، لہذا توڑنے کا سبب بیان کریں تو جواب دیا جائے گا۔ فقط، بندہ محمد صدیق

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفی عنہ،

۶ / ۴ / ۱۶ ھ

کفارے کے روزوں میں نیابت درست نہیں

ایک بیچارہ ضعیف آدمی رمضان کے روزے رکھتے رکھتے بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ رمضان کے بعد جب کفارے کے روزے شروع کئے تو دوبارہ بیوی سے صحبت کرلی۔ پھر دوسرے رمضان میں بھی روزے کی حالت میں ہمبستری کرلی اب اسے کفارے کے کتنے روزے رکھنے پڑیں گے۔ کیا کوئی اور بھی اسکی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے اگر کفارے کے روزے رکھتے ہوئے بیمار ہو جائیں یا حیض یا ج کے ایام آجائیں تو کیا کریں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں ایک ہی کفارہ کافی ہے کہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، مراقی میں ہے۔ وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل عمداً متعدد فی ایام کثیرۃ ولم یتخلله ای الجماع او الاکل عمداً تکفیر لان الکفارۃ للزجر و لواحدۃ یحصل ولو کانت الایام من رمضانین علی الصحیح للتداخل (ص ۳۶۷) حیض کے علاوہ کسی بھی عذر سے اگر ناغہ کر دیا۔ تو نئے سرے سے روزے رکھے۔ طحطاوی میں ہے۔

فان افطر ولو بعذر غیر الحیض استأنف ویلزمها الوصل بعد طهرها من الحیض حتی لو لم تصل تستانف ذکرہ السید ص ۳۶۶ عبادت بدنیہ میں نیابت درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

رجب کی پہلی جمعرات کے روزے کا حکم

کیا رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھنا سُنّت ہے اور اس روزہ کو نمازِ عشاء تک افطار نہیں کرنا چاہیئے؟

الجواب: رجب کی پہلی جمعرات کے روزہ کو حضرات فقہاء نے مسنون یا مستحب نہیں فرمایا ہے پس یہ روزہ محض نفل ہوگا۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۴ / ۲ / ۸۷ ھ

(حضرات فقہاء نے جن روزوں کو مسنون یا مستحب فرمایا ہے رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ ان میں سے نہیں ہے)

(وھو) اقسام ثمانیۃ (فرض) وھو نوعان معین (کصوم رمضان اداء و) غیر معین کصومہ (قضاء و) صوم (الکفارات) (وواجب وھو نوعان معین (کالنذر المعین و) غیر معین کالمنذر المطلق (ونفل کغیرھا) یعم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع والمندوب کأیام البیض من کل شھر ویوم الجمعۃ ولو منفردا وعرفۃ ولو لحاج لم یضعفہ والمکروہ تحریما کالعیدین وتنزیھا کعاشوراء وحدہ وسبت وحدہ ونیروز ومھرجان۔

فقط واللہ اعلم (در مختار علی رد المحتار ص ۸۹ ج ۲ مطبوعہ کوئٹہ)
الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۴/۲/۸۷ ھ

جان جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ کھولنے کا حکم

میں نے معدے میں دَرد اور قے کے مرض کے باوجود سحری کھا کر روزہ رکھ لیا۔ سحری کے وقت مجھے قے ہوئی نہ معدے میں دَرد لیکن سحری کے بعد مجھے قے ہوگئی اور معدے میں دَرد بھی۔ میں نے اسے معمولی سمجھ کر روزہ کی نیت کر لی لیکن بعد میں مرض

شدت اختیار کر گیا اور میں نے نقصان کے خوف سے دوا کھالی۔ مہربانی فرما کر مجھے یہ بتائیے کہ اب صرف قضا روزہ رکھوں یا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

الجواب: اگر درد شدید تھا نقصان کا شدید خطرہ تھا تو اس صورت میں صرف قضا واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں۔ لمن خاف زیادۃ المرض اوخاف بطء البرء بالصوم جاز لہ الفطر لانہ قد یفضی الی الھلاک۔ (مراقی ص ۳۷۳)۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ ۴/۹/۱۴۱۳ھ

اذان پر افطار کیا جائے یا اعلان پر؟

ہمارے علاقے کی مسجد میں اس سال جو حافظ مولوی صاحب مُقرر ہوئے ہیں۔ وہ روزہ افطار کرتے وقت بجائے اذان کے سپیکر پر اعلان کر دیتے ہیں کہ روزے دار روزہ افطار کر لو اس سے محلہ کے لوگوں میں جھگڑا ہو گیا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اذان ہونی چاہیئے اعلان کے چند منٹ بعد اذان کہہ کر جماعت فوراً کرا دیتے ہیں۔ جس سے کافی لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں ورنہ پہلی رکعت تو ضرور چلی جاتی ہے کیونکہ لوگوں کی عادت اذان پر روزہ کھولنے کی ہے اگر یہ کہا جاوے کہ پہلے زمانہ میں نقارہ بجا کر سحری اور افطاری کا اعلان کیا جاتا تھا تو جواب یہ بھی ہو سکتا ہے سپیکر نہ ہونے کی وجہ سے اذان کی آواز لوگوں تک نہیں جاتی تھی اسلئے نقارہ وغیرہ سے اعلان ہوتا تھا اب اذان کے علاوہ دُوسرا طریقہ خلاف شرع معلوم ہوتا ہے اب آپ فرماویں کہ یہ طریقہ شرعاً دُرست ہے یا نہیں؟

الجواب: خیر المدارس اور بہت سی دیگر مساجد میں افطار کا اعلان پہلے ہو جاتا ہے اور چند منٹ کے وقفے سے اذان ہوتی ہے اس کے متصل بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے افطار کا وقت ہو جانے کے بعد اذان کی انتظار میں روزہ کھولنے میں تاخیر کرنا درست نہیں وقت ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی مطلوب

ہے عن سہل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر متفق علیہ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الیّ اعجلھم فطراً۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۱۷۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۵/۹/۱۴۰۹ھ

افطار کے وقت سے ۵ پانچ منٹ پہلے روزہ کھول لیا تو قضا لازم ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر ہم نے روزہ رکھا اور افطاری کے وقت سے ۵ یا ۶ منٹ پہلے سائرن ہوا اور اذان ہوئی اور ہم نے روزہ کھول لیا تو اس کا کفارہ کیا ہوگا۔؟

الجواب جن لوگوں نے افطاری کے صحیح وقت سے ۵، ۶ منٹ پہلے بجنے والے سائرن کی وجہ سے روزہ افطار کرلیا ہے۔ وہ اس روزہ کی قضاء کرلیں روزہ نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸/۹/۱۴۱۵ھ

چھلکے سمیت سالم انڈہ نگلنے سے قضا واجب ہوگی

جو چیز غذا نہیں یا غذا تو ہے مگر غذا کے طور پر استعمال نہیں کی گئی (عمداً) اس سے روزہ ٹوٹتا ہے کہ نہیں۔ اگر کسی نے مرغی کا انڈہ چھلکے سمیت کھالیا، مگر غذا یا دوا کے طور پر نہیں کھایا۔ تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے اور قضاء لازم ہے یا کفارہ؟

الجواب اگر انڈہ سالم نگل لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن کفارہ نہیں آئے گا۔

کما فی الشامیۃ فلا تجب فی ابتلاع الجوزۃ او اللوزۃ الصحیحۃ الیابسۃ لوجود الاکل صورۃ لا معنی لانہ لا یعتاد اُکلہُ فصار کالحصاۃ والنواۃ ولا فی اکل عجین او دقیق لانہ لا یقصد بہ التغذی والتداوی (ص ۴۲۰ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفی عنہ — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

۲۲/۱۲/۱۴۰۹ھ

بے اختیار مکھی یا مچھر حلق میں چلا جائے تو روزہ کا حکم

چلتے چلتے مکھی منہ میں داخل ہوگئی، وہ نکالنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن نکل نہیں سکتی۔ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب اچانک مکھی یا مچھر پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، عالمگیریہ میں ہے۔ وما لیس بمقصود بالاکل ولا یمکن الاحتراز عنہ کالذباب اذا وصل الی جوف الصائم لم یفطرہ کذا فی ایضاح الکرمانی۔ (ص ۲۰۳ ج ۱)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

(بغیر شہادت شرعیہ کے چاند کا اعلان کرانے والا قابلِ تعزیر ہے)

زید ایک شہر میں مجسٹریٹ لگا ہوا ہے اور عالم بھی نہیں دوسرے شہر میں جہاں اس کا وطن بھی نہیں ہے بغیر علماء اور مفتیان وقت کے فیصلے کے رؤیت ہلال کا اعلان کرا سکتا ہے یا نہ اگر جبراً کرائے تو شرعاً اسکی کیا سزا ہے؟

الجواب بغیر شہادت شرعیہ رؤیت ہلال کا اعلان کرانے والا سخت گناہگار ہوگا جتنے روزے اس کے اعلان کی وجہ سے ضائع ہوں گے سب کا گناہ اس پر

ہوگا اور اس جرم کی سزا شرع میں مقرر نہیں ہے بلکہ تعزیری طور پر حاکم اعلیٰ مناسب سزا دے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح، خیر محمد ۲۴ شوال المبارک

بندہ محمد صدیق عفرلہ،
۲۳/ شوال سنہ ۸۷ھ

سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں ہوجانے سے غروب متحقق نہ ہوگا

کہیں زمین کی سطح ہموار ہوتی ہے۔ سورج زمین سے نکلتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے اور کہیں زمین کی سطح ہموار نہیں ہوتی۔ سورج زمین سے اچھی طرح نکلتا اور غروب ہوتا نظر نہ آتا ہو اُونچے پہاڑ ہوتے ہیں جیسے کوہ سلیمان، کیا جب سورج پہاڑ سے پیچھے ہوجائے، سورج کو غروب سمجھ کر روزہ افطار کر سکتے ہیں یا نہیں، ایسی صورت میں شرعی طریقے سے سورج کے غروب ہونے کا کیسے علم ہوگا، تاکہ اطمینان سے روزہ افطار کریں، اگر کوئی آدمی پہاڑ کے پیچھے سورج کو غروب سمجھ کر روزہ افطار کرلے تو اس کے روزہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا، تاوقتیکہ مشرق کی جانب اندھیرا نہ ہو پس اس سے پہلے روزہ افطار کرنا جائز نہ ہوگا۔ غروب شمس کی تعریف علامہ طحطاوی نے یہ نقل کی ہے
هو اول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة المشرق وفى البخارى عنه صلى الله عليه وسلم اذا اقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم أى اذا وجدت الظلمة حساً فى جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر الخ (ص ۳۴۶ / ج ۱)

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۱۰/ ۱۰/ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۶/ ۱۰/ ۱۳۹۲ھ

تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے کا حکم

کیا جمعہ کے دن روزہ رکھنا افضل ہے خدام الدین میں مندرجہ ذیل احادیث درج ہیں جن کی وجہ سے جمعہ کا روزہ رکھنا منع معلوم ہوتا ہے۔
عن ابى هريرة رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يصومن احدكم يوم الجمعة الا يوماً قبله او بعده ۔ (بخاری ومسلم)۔
وعن محمد بن عباد قال سألت جابراً رضى الله عنه نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن صوم الجمعة قال نعم۔
مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم ومغفور (نور اللہ مرقدہ) نے رسالہ تعلیم الاسلام میں جمعہ کے روزہ کو افضل قرار دیا ہے۔
نو ذوالحجہ کو جمعہ آجائے تو مندرجہ بالا احادیث کی رُو سے روزہ رکھنا منع ہوگا؟

الجواب (۱) ۔ صرف ایک روزہ جمعہ کے دن کا رکھنا جائز ہے اور مذکورہ بالا احادیث میں نہی عن افراد الصوم یوم الجمعة تنزیہی ہے۔
کما فی فتح الملهم (ص ۱۵۵ / ج ۳) وذهب الجمهور الى ان النهى فيه للتنزيه وعن مالك و ابو حنيفه لايكره۔ البتہ احتیاط اسمیں ہے کہ دو روزے رکھے جائیں۔ کما فی التجنيس عن ابى يوسف فكان الاحتياطات يضم اليه يوماً آخر۔ (فتح الملهم ص ۱۵۵ / ج ۳)
(۲) یوم الجمعہ اگر اتفاقاً یوم عرفہ بھی ہو تو ان احادیث کی رُو سے غیر حاجی کے لئے ممنوع یا مکروہ کہنا صحیح نہیں بلکہ اس دن بلا کراہت تنزیہہ روزہ رکھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
خیر محمد عفرلہ،

بندہ محمد اسحاق عفرلہ،
۲۷/ ۶/ ۸۶ھ

سحری کھاتے وقت نیّت نہیں تھی تو روزہ کا حکم

رمضان میں سحری تیار ہونے پر زید کو اُٹھایا گیا اُس نے اُٹھ کر سحری کھائی اور پھر سو گیا اس وقت اس کے ذہن میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں کچھ نہ تھا تو کیا وہ دن کو روزہ رکھ سکتا ہے ؟

الجواب اگر روزہ نہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا تو یہ سحری کھانا ہی نیّت ہے، اور روزہ دُرست ہوجائے گا۔

والتسحر فی رمضان نیۃٌ ذکرہ نجم الدین النسفی وکذا اذا تسحر لصوم آخر وان تسحر علی أنہ لا یصبح صائماً لا یکون نیۃً اھ (عالمگیری ص ۱۹۵ ج ۱)

فقط واللہ اعلم ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

اگر آدمی ایسے علاقے میں جہاں لوگ روزہ رکھے ہوتے ہیں اور اس کے علاقہ میں روزہ نہیں تو یہ کیا کرے؟

ایک آدمی کو سفر میں رمضان کا مہینہ آگیا، دن بھی شک کا ہے۔ بعض علاقے والے لوگ روزہ رکھتے ہیں اور بعض علاقے والے نہیں رکھتے یہ مسافر ایک ایسے علاقے میں ہے کہ وہاں کے لوگ روزہ رکھتے ہیں اس مسافر نے بھی سحری کی نیّت سے سحری کھالی اور نیّت یہ کرلی اگر کل رمضان کا روزہ ہوا تو میرا بھی روزہ ہے ورنہ نہیں۔ اب سحری کے بعد اس نے سفر شروع کیا اور دس بجے اپنے علاقے میں آگیا جہاں لوگوں کا روزہ نہیں تھا تو اس مسافر نے بھی افطار کرلیا۔ کیا اس مسافر پر قضا یا کفارہ لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر وہ دن واقعتاً روزہ کا تھا تو وہ روزہ اُس کے ذمہ باقی ہے اور مذکورہ نیّت سے آدمی صائم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ رمضان کا روزہ تھا تو افطار کی وجہ سے قضاء اور کفّارہ لازم نہ ہوگا۔

وان ضجع فی أصل النیۃ بأن ینوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان ولا یصوم ان کان من شعبان ففی ھٰذہ الوجہ لا یصیر صائماً اھ (عالمگیری ص ۲۰۰ ج ۱) فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور
غرہ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

روزوں کا فدیہ رمضان سے پہلے دینا

ایک شخص جو بوجہ ضعف اور عمر رسیدگی کے روزہ نہیں رکھ سکتا، کیا وہ

۱۔ رمضان آنے سے قبل فدیہ دے سکتا ہے ؟

۲۔ یا وہ رمضان المبارک میں فدیہ دے یا

۳۔ رمضان المبارک گزرنے کے بعد فدیہ دے ؟

اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب اگر واقعۃً وہ اس حالت کو پہنچ گیا ہو کہ روزہ کے بجائے فدیہ دینا اس کے لئے جائز ہو تو رمضان آنے سے پہلے تو فدیہ نہیں دے سکتا کیونکہ ابھی اس کا وجوب ہی نہیں ہوا۔ اور قبل الوجوب ادا صحیح نہیں ہاں رمضان آنے کے بعد چاہے شروع میں دے دے چاہے آخر میں۔ (قولہ ولو فی أوّل شھر) أی یخیر بین دفعھا فی أوّلہ أو آخرہ کما فی البحر۔ (شامیہ ص ۱۳۰ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

سابقہ تجربہ کی بناء پر یا دیندار طبیب کی رائے کی وجہ سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے

کسی کو بلغمی دمہ کی بیماری ہو اور اسکی حالت یہاں تک پہنچے کہ بغیر دوائی کے گزارہ نہ ہو۔ ضرورت کے وقت وہ چل پھر نہیں سکتا۔ نماز کے لئے وضوء کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیا ایسی حالت میں وہ رمضان شریف کا روزہ رکھا کرے یا نہیں کیونکہ روزے کی حالت میں وہ دوائی نہیں کھا سکتا، جس سے آرام مل سکے؟

الجواب بیماری کی وجہ سے شرعاً روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے جبکہ بیماری کے بڑھنے یا لمبا ہونے کا اندیشہ ہو۔ خیال محض کا اعتبار نہیں بلکہ ماہر مسلمان دیندار طبیب یا تجربہ کامل کی شہادت ضروری ہے۔ مراقی میں ہے۔

والخوف المعتبر لاباحة الفطر طريق معرفته امران احدهما ما كان مستندًا فيه لغلبة الظن فانهما بمنزلة اليقين بتجربة سابقة والثانى قوله او اخبار طبيب مسلم حاذق عدل بداء۔ ص ۳۷۴۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۲/۹/۱۴۰۹ھ

کسی بھی نیت کے بغیر سارا دن کھانے پینے سے روزہ نہیں ہوگا

۱۔ کسی شخص نے روزہ یا عدم روزہ کی نیت کے بغیر تمام دن کھانے پینے وغیرہ سے رکے ہوئے گزار دیا، کیا اس کا روزہ ہوگیا؟

۲۔ رمضان کے روزے کی نیت زیادہ سے زیادہ کب تک ہو سکتی ہے؟

۳۔ کوئی شخص کافی زیادہ کھانے کے بعد کھانے یا پانی کو منہ تک واپس لا سکتا ہے۔ یا کبھی بلا اختیار بھی آ سکتا ہے۔ تو کیا اسطرح کھانے یا پانی کے منہ تک آنے اور واپس کر دینے یا باہر پھینک دینے سے روزہ میں کوئی نقص تو نہیں۔ (بلا متلی)

۴۔ دیدہ دانستہ بحالت روزہ منہ کے علاوہ کان ناک کے ذریعہ پانی پہنچانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں اگر ٹوٹتا ہے تو کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

الجواب اگر کسی نے بغیر روزہ یا عدم روزہ کی نیت کے سارا دن بھوکے پیاسے گزار دیا تو اس کا روزہ نہیں۔

کما فی عالمگیریۃ فان أصبح فی رمضان لا ینوی صوماً ولا فطراً وهو يعلم أنه عن رمضان ذكر شمس الائمة الحلوانی عن الفقيه أبی جعفر عن أصحابنا رحمهم الله تعالى فی صيرورته صائماً روايتين والاظهر انه لا يصير صائماً كذا فی المحيط۔
(ص ۱۹۵ / ج ۱ کتاب الصوم)

۲۔ رمضان کے روزے کی نیت سورج غروب ہونے کے بعد سے لے کر اگلے دن ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے کر سکتا ہے۔ اسکی تفصیل عالمگیری میں موجود ہے۔

۳۔ بہشتی زیور تیسرا حصہ ص۱۳ مسئلہ نمبر ۱۵ میں ہے "آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا۔ چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو۔ یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی ہو اور منہ بھر کے قے ہو تو روزہ جاتا رہا، اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔ مسئلہ نمبر ۱۶، تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیتی تو روزہ جاتا رہتا۔

۴۔ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ناک میں اگر اتنا پانی چڑھا دیا کہ پانی حلق میں پہنچ گیا۔ تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ اصغر علی،
معین مفتی جامعہ خیر المدارس

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
۲۴/۹/۱۳۷۳ھ

بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو موت کے وقت وصیت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے پندرہ سال کے پندرہ مہینے روزے نہیں رکھے۔ بیماری کی وجہ سے۔ اور ارادہ تھا کہ صحت کے بعد رکھوں گی۔ لیکن بیماری اور زیادہ لاحق ہوئی، جس کی بنا پر وہ آئندہ کبھی بھی روزے نہیں رکھ سکے گی۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس کا کفارہ کتنا ادا کرے، رقم کی بناء پر اور یہ رقم کس کو دیں۔ رقم کی مقدار اور مصرف مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا درست ہے اور صحت آجانے کے بعد اسکی قضاء لازم ہے اور اگر اس بیماری میں مریض فوت ہوجائے تو بیماری کی وجہ سے جو روزے قضاء کر چکی ہے، ان روزوں کی نہ اس پر قضاء ہے اور نہ ہی اس پر ان روزوں کا فدیہ ادا کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے۔

فان ماتوافیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من ایام أخر وفی موضع اخر منہ وقضوا لزوما ماقدروا بلا فدیۃ۔ درمختار علی الشامیۃ ج ۲ ص ۱۲۷ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ ۱۸/۵/۱۴۱۵ھ

(اگر بیماری کے بعد روزے رکھنے کی قوت حاصل نہیں ہوئی صحت کی بجائے بیماری بڑھتی چلی گئی تو ایسی صورت میں نہ قضاء واجب ہے نہ فدیہ)۔ الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جماع بالخرقہ بھی موجب کفارہ ہے

ایک آدمی عاقل بالغ مسلمان ہے، اس کا پیشہ زمینداری ہے، ایک دن وہ کام کر کے تھکا ماندہ گھر آیا اور چارپائی پر لیٹ گیا اور اپنی بیوی کو کہا ذرا میرے پاؤں دباؤ بیوی نے پاؤں دبانے شروع کئے اور تھوڑی دیر بعد مرد کو شہوت کا اثر ہوا۔ مرد اور عورت دونوں نے تمام کپڑے پہنے ہوئے تھے، مرد سیدھا چت لیٹا تھا، اور شہوت کے اثر سے اس کا عضو تناسل کھڑا تھا، اور بیوی نے قصد کیا کہ عضو تناسل کے اوپر بیٹھ جاؤں۔ اور مرد کے دل میں یہ بات تھی کہ مع کپڑوں کے دخول ہی نہیں ہوگا۔ دوسری یہ وجہ دل میں تھی کہ جس طرح حیض کی حالت میں مرد اکٹھے سو سکتے ہے، اسی طرح شاید روزہ کی حالت میں بھی سو سکتا ہے، اس مغالطہ میں آکر عورت کو منع نہیں کیا۔ اور عورت جب اوپر بیٹھ گئی تو بالکل دخول ہوگیا۔ لیکن دونوں میں سے کپڑا کسی نے نہیں اتارا بلکہ جسم کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوا، اب جو کچھ شریعت فرمائے گی عمل ہوگا، باقی مرد کو انزال بھی ہوگیا تھا۔

الجواب صورت مسئولہ میں اگر انزال ہوگیا ہو یا زوجین نے لذت محسوس کی ہو تو جماع متحقق ہوگیا۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہیں، کیونکہ جماع بالخرقہ موجب تحلیل ہے قیاساً علیہ لقول انہ یکون موجباً للکفارۃ، بحر الرائق میں ہے ص ۶۱ ج ۴ وأشار بالوطیٔ الی ان شرط الایلاج بشرط کونہ عن قوۃ نفسہ وان کان ملفوفاً بخرقۃ اذا کان یجد لذۃ حرارۃ المحل فی فصل ما تحل بہ المطلقۃ۔ علاوہ ازیں احتیاط بھی کفارہ میں ہے۔

فقط واللہ اعلم، محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ ۱۳/۲/۱۳۷۴ھ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

خیالات پر انزال ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

ا۔ جو رمضان المبارک مہینہ گزر گیا ہے اس میں مجھ سے پانچ روزے ٹوٹ گئے جس میں چار روزے اسطرح کہ میرے ذہن میں بہت گندے گندے خیالات آجاتے تو میں

کوشش کرتا کہ ایسا نہ ہو لیکن قابو نہ کر پاتا اور خود بخود ہی انزال ہو جاتا اس کے ا[illegible]
میں سب سے چوری چھپے کھانا پینا شروع کر دیتا اور جب افطار کا وقت ہوتا تو میں [illegible]
اس میں شامل ہو جاتا۔

۲۔ پانچواں روزہ بھی اسی طرح ٹوٹا، باتھ روم چلا گیا اور میں نے خود جان بوجھ کر مجبور
ہو کر اپنے ہی ہاتھوں سے انزال کر کے روزہ توڑ دیا۔ اور پھر کھانا پینا شروع کر
دیا اس کا کیا علاج ہے؟

الجواب خیالات پر انزال ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عالمگیری میں ہے
واذا نظر الی امرأۃ بشہوۃ فی وجہہا أو فرجہا کرر
النظر او لا لا یفطر اذا انزل الی ان قال وکذا لا یفطر بالفکر اذا أمنیٰ[illegible]
اور اگر مسئلہ کا علم نہ تھا کہ ایسے انزال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور پھر قصداً
بعد میں کچھ کھا پی لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء لازم ہے کذا فی فتح القدیر
واذا احتلم فظن أن ذلک فطرہٗ فاکل بعد ذلک متعمداً
لا کفارۃ علیہ ھکذا فی المحیط وان علم حکم الاحتلام
کفر کذا فی الظہیریۃ۔ (ہندیہ ص۲۰۶ ج۱)

۲۔ الصائم اذا عالج ذکرہٗ حتیٰ أمنیٰ فعلیہ القضاء وھو
المختار (ہندیہ ص۲۰۵ ج۱)۔

اس صورت میں قضاء واجب ہے کفارہ نہیں ہے۔ الحاصل۔ ان پانچ
روزوں کی قضاء لازم ہے۔ کفارہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

کفارہ صوم کی رقم ایک ہی مسکین کو ایک دفعہ دینا جائز نہیں ہے

بکر نے رمضان المبارک کا روزہ بغیر شرعی مجبوری کے جان کر توڑ دیا۔ اب بکر ساٹھ
روزے تو رکھ نہیں سکتا ساٹھ روزوں کا جو فدیہ بنتا ہے اسکی رقم زید کو دے دی

اور اکھٹی رقم دے دی اور زید خود بھی غریب ہے آیا زید اس رقم میں سے ہر روز
ایک فدیہ کی رقم خود لیتا ہے ساٹھ روز تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر بکر نے زید کو کفارہ کی رقم فقیر ہونے کی وجہ سے دیدی ہے کہ
وہ اپنی ضروریات میں جہاں چاہے خرچ کرے تو اس صورت میں
بکر کا کفارہ ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک فقیر کو پورے کفارہ کی رقم دینے کی اجازت نہیں
ہندیہ میں ہے۔ ولو دفع جملۃ الی فقیر واحد جاز بخلاف کفارۃ
الیمین وکفارۃ الظہار وکفارۃ الافطار (ص۹۵ ج۱)

اور اگر زید صرف وکیل تھا تو اس صورت میں محتاج
نہ ہے خود نہیں رکھ سکتا۔ ساٹھ دن ۶۰ ساٹھ مسکینوں پر پورے
میں ہے، والوکیل اذا اعطی ولدہ الکبیر
أنہ وھم محاویج جاز ولا یمسک شیاء کذا
فی الخلاصۃ (ص۹۷ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۹/۷/۱۴۰۷ھ

رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزے رکھے جائیں

سیدی جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! اُمید ہے حضرت کے مزاج بخیر ہوں گے
حضرت والا ایک نئی صورت حال پیش آئی ہے۔ حضرت کے محققانہ جواب کی ضرورت ہے
۱۔ میں ملازمت کے سلسلہ میں ۱۰ ماہ سے زائد پشاور میں رہ رہا ہوں۔ یہاں پر ۲۹ شعبان
کی شب لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ آٹھ آدمیوں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ اسی ضمن میں پشاور
کے علماء نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ کل ماہِ مبارک کا پہلا روزہ ہوگا۔ بحیثیت وہاں کے شہری

ہونے کے اُن علماء کرام کی اتباع میں روزہ رکھ لیا جبکہ حساب سے اس دن ۲۹ شعبان
ہی تھی ، اگلی رات مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا کراچی میں اجلاس ہوا ، وہاں کے
اعلان کے مطابق چونکہ کہیں سے گواہی موصول نہیں ہوئی لہذا بروز منگل کو ۳۰ شعبان
ہوگی اور پہلا روزہ بروز بدھ ہوگا ۔ جبکہ یہاں پشاور کے مقامی علماء کے فیصلہ کی رو سے
بدھ کو ہمارا تیسرا روزہ ہوگیا ، اس صورت حال کے بعد دریافت طلب امور درج
(ا) کیا مذکورہ صورت میں مقامی علماء کرام کا فیصلہ نافذ العمل ہو سکتا ہے جبکہ ملک میں
مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا وجود بھی ہو اور انھوں نے فی الحال کوئی فیصلہ بھی نہ دیا
ہو تو کیا روزہ ۲۹ شعبان کو رکھنا چاہیئے تھا یا نہیں ؟
(ب) ۳۰ شعبان کی شب مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی بات کو ترجیح دیتے اور ۳۰ شعبان کا
روزہ چھوڑ دیتے جبکہ ۲۹ شعبان کا رکھ چکے تھے ۔
(ج) مرکزی فیصلے کی رو سے اب تو ہمارے دو روزے زائد ہوگئے یہ نفلی ہوئے یا
فرض ۔ نیت فرض کی کرتے تو ڈرتے تھے کہ مرکزی فیصلے کے مطابق ابھی شعبان
ہے نفلی روزوں میں نیت فرض کی کیسے کریں ، اگر نفل کی کرتے تو خیال آتا کہ جب
پشاور کے علماء نے فیصلہ دے دیا ہے تو اب شرعی طور پر یہ فیصلہ نافذ العمل ہو کر
روزے شروع ہوگئے ۔
(د) حضرت میں چونکہ عید پر ڈیرہ اسماعیل خان جاؤں گا تو اپنے شہر میں کم از کم ۲۹ روزے
تو ضرور ہی ہوں گے اور دو روزے میں نے اِدھر زائد رکھ لئے ہوں گے تو کل
۳۱ یا پھر ۳۰ روزے ہوئے تو میرے ۳۲ روزے ہو جائیں گے تو کیا ۳۰ روزے
فرض باقی نفل یا سب فرض ہو جائیں گے ۔ کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے آیا ۳۰ روزوں
کے بعد رکھنا ضروری نہیں ہوگا ؟ جبکہ ڈیرہ اسماعیل خان میں فی الحال روزے رکھے
جا رہے ہوں گے ؟
(ھ) پشاور کے جن احباب نے مقامی علماء کی بات تسلیم نہیں کی اور مرکزی کمیٹی کے فیصلہ
کے مطابق ہی روزے شروع کئے ۔ کیا ان پر کوئی ملامت ہوگی ۔ کیا جو دو روزے

زائد رکھ لئے گئے ان کی قضا نہیں رکھنا ہوگی یا نہیں ؟
(ح) بعض احباب نے پشاور کے علماء کی بات تسلیم نہیں کی اور ۲۹ شعبان کو روزہ نہیں رکھا
اور اگلے دن ۳۰ شعبان کو رکھ لیا جبکہ مرکزی کمیٹی والے فیصلہ بھی دے چکے تھے کہ چاند
نظر نہیں آیا ۔ ایسے لوگوں کا شرعی حکم کیا ہے ۔ کیونکہ مرکز کے فیصلے کے مطابق اب
بھی روزہ نہ رکھتے جبکہ پشاور کے حساب سے ایک روزہ چھوڑ بیٹھے تھے ۔

فقط والسلام ، محمد راشد ،

الجواب آپ رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق روزے پورے کریں ۔

فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفی عنہ ،

رئیس دار الافتاء بجامعہ خیر المدارس ، ملتان

دل کے مریض کے لئے روزے کا حکم

گزارش ہے کہ میں مسمّی محمد صابر عرصہ ایک سال (عمر ۴۵ سال) سے دل کا مریض
ہوں ، تین وقت دوائی کھانی پڑتی ہے ۔ اگر ایک وقت دوائی نہ کھائیں تو طبیعت
خراب ہو جاتی ہے ۔ اور کسی چیز کی کوئی عادت یا نشہ وغیرہ نہ ہے بوجہ بیماری روزہ رکھنے
سے بیماری بڑھتی ہے ۔ اب آپ بتائیں کہ میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے ، نیز ڈاکٹر کے کہنے
کے مطابق دوائی زندگی بھر کھانی پڑے گی ۔

(محمد صابر بستی میرک والا نز د جنرل بس سٹینڈ ملتان)

الجواب ۔ بر تقدیر صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں اگر ماہر دیندار ڈاکٹر یہ رائے
دے کہ واقعی اس مریض کو روزہ رکھنے سے تکلیف زیادہ ہو جائے گی یا
تکلیف زیادہ عرصہ تک بڑھ جائے گی تو افطار کی گنجائش ہے اور صحت یاب ہونے
کے بعد اس پر قضا لازم ہے ۔ المریض اذا خاف علی نفسہ التلف أو ذھاب

عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة و امتدادہ فکذلك عند نا وعلیه القضاء اذا أفطر کذا فی المحیط، ثم معرفة ذلك باجتہاد المریض أو باخبار طبیب مسلم غیر ظاھر الفسق کذا فی الفتح القدیر (ہندیہ ج ۱ ص ۲۰۷)، اور اگر صحت یابی کی بالکل امید نہ ہو تو صدقہ فطر کے بقدر ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ کسی مستحق کو دے دیں، فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر لہ

۱۷ / ۸ / ۱۴۱۶ ھ

گلے کی نالیوں کے لئے گیس پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص دمہ کا مریض ہے رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے، ایک پمپ جس کا نام انہیلر ہے جس میں گیس جیسی چیز ہوتی ہے، اسے منہ میں رکھ کر دباتے ہیں جس سے سانس کی نالیاں کھل جاتی ہیں اور تقریباً چھ گھنٹے تک آرام ہو جاتا ہے، اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہ نیز اگر ٹوٹ جاتا ہے تو ان روزوں کا فدیہ دیا جا سکتا ہے یا قضا رکھنے پڑیں گے جبکہ ایسا مریض دائمی ہے پوری وضاحت سے تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب انہیلر پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فی الدر المختار أو دخل حلقه غبار أو ذباب او دخان ولو ذاکراً استحساناً لعدم امکان التحرز عنه وفی رد المحتار وھذا یفید أنه اذا وجد بدًّا من تعاطی ما یدخل غبارہ فی حلقه أفسد لو فعل شرنبلالیه۔ وفی الدر ومفادہ أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أی دخان کان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاکراً لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما

بسطه الشرنبلالی وفی رد المحتار ومفادہ أی مفاد قوله دخل أی بنفسه بلاصنع منه قوله أنه لو ادخل حلقه الدخان أی بأی صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور و آواہ الی نفسه واشتمه ذاکراً لصومه أفطر لامکان التحرز عنه وھذا مما یغفل عنه کثیر من الناس ولا یتوھم أنه کشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسك وشبهه وبین جوھر دخان وصل الی جوفه بفعله الخ (ج ۲ ص ۱۰۶) اگر دوسرے ایام میں روزہ رکھ سکے تو قضا کرے اگر نہ رکھ سکے، تو فدیہ دے، فان عجز عن الصوم لا یرجی برءہ أو کبر أطعم أی ملك۔

(الدر المختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۲)، فقط واللہ اعلم،

محمد انور

شیخ فانی کے لئے روزے کا فدیہ کتنا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ان مسائل کے بارے میں:

۱۔ میرے والد صاحب حاجی بشیر احمد قریشی جن کی عمر اسوقت ۸۵ سال ہے وہ پیشاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں، اس سلسلے میں ان کا اپریشن بھی کروایا گیا تھا، مگر اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا، انہیں ڈاکٹروں نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، مگر وہ روزہ رکھنے پر مصر ہیں، اس صورت میں انکے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۲۔ روزہ کا فدیہ کتنا ہوگا؟

۳۔ اس کے علاوہ انہیں پیشاب کا عارضہ بھی ہے۔ وضو کر کے اٹھتے وقت قطرہ خارج ہو جاتا ہے، نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جاتے وقت بھی قطرہ خارج ہوتا ہے اس سے کپڑے بھی ناپاک ہو جاتے ہیں، اس حالت میں نماز اور تلاوت کے لئے وضو کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۴۔ نیز یہ کہ کیا وہ مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں ؟
ان سوالات کا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔
(المستفتی، سعید احمد قریشی المدینہ ٹاؤن۔ اولڈ شجاع آباد روڈ ملتان)

الجواب ۱۔ ایسے مریض کو رمضان شریف میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پھر جب تندرست ہو جائے اور قابل روزہ رکھنے کے ہو جائے اس وقت قضاء کرے۔ فدیہ دینا اسکو کافی نہیں ہے۔ البتہ ایسے مریض کو جس کا مرض دائمی ہو جائے اور صحت سے ناامیدی ہو، فدیہ دینا جائز ہے۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار میں ہے۔ مریض خاف الزیادۃ لمرضہ وصحیح خاف المرض الفطر وقضوا لزوماً ما قدروا بلا فدیۃ وبلا ولاء شامی $\frac{159}{2}$)
المریض اذا تحقق الیاس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض۔ ردالمحتار ص $\frac{130}{2}$

۲۔ فی روزہ دو سیر گندم یا اسکی قیمت محتاج کو دے دیں درمختار میں ہے :
ولا یجزئ غیر المراھق (بدائع) کالفطرۃ قدراً ومصرفاً أو قیمۃ ذلک وفی ردالمحتار قولہ کالفطرۃ قدراً أی نصف صاع من بر او صاع من تمر أو شعیر ودقیق الی قولہ أو القیمۃ فیھما الخ الشامیۃ ج $\frac{132}{2}$

۳۔ معذور شرعی ابتداءً اسوقت ہوتا ہے کہ تمام وقت نماز میں کوئی وقت ایسا اسکو نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز بدوں اس عذر کے اداء کر سکے۔
بان لا یجد فی جمیع وقتھا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا من الحدث وھذا شرط العذر فی حق الابتداء وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ۔
پس اگر ایک دفعہ بھی تعریف مذکور اس پر صادق آگئی تو وہ معذور ہو گیا پھر اس وقت تک معذور ہی رہے گا، جب تک وہ عذر منقطع نہ ہو جائے۔ ایسے معذور کو وقت میں ایک دفعہ وضوء کر لینا کافی ہے، تمام وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ پھر خروج وقت سے وہ وضوء باطل ہو جاتا ہے۔ وقت کے

اندر اندر اس وضوء سے تلاوت اور نوافل وغیرہ ادا کرنا درست ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ بیٹھے بیٹھے وضو کر کے بیٹھ کر باوضو اشارے سے بھی نماز ادا نہ کر سکتے ہوں۔ اگر ایسی صورت میں قطرہ نہیں نکلتا تو وہ ایسے ہی نماز پڑھیں
فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۵/۹/۱۴۱۰ھ

نوٹ: بہتر ہے کہ قطرہ خارج ہونے کے مسئلہ کو زبانی سمجھ لیا جائے۔

تیس۳۰ سال کے روزوں کی قضاء کیسے کریں ؟

زید نے تیس سال تک فرض روزے کبھی رکھے اور کبھی نہ رکھے، اور کبھی رکھ بھی لئے تو گاہے خوراک سے گاہے جوانی کے اندھے پن سے توڑ دیئے۔
مندرجہ بالا صورتوں میں تیس۳۰ سالہ روزوں کا کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہوئے یا نہ۔ روزوں کی مجموعی تعداد کیا ہوگی ؟ ۲۔ زید مسلسل روزے قضاء نہیں رکھ سکتا۔ اس صورت میں وہ کیا طریقہ اختیار کرے ؟ ۳۔ تیس۳۰ سالہ روزوں کا کفارہ کیا ہوگا اور اسکی ادائیگی کس طرح ہوگی۔ یعنی یہ رقم ایک حق دار کو کتنی دیجا سکتی ہے کیونکہ زید کہتا ہے کہ روز، روز کے حساب سے دشواری بھی ہے اور رقم خرچ ہونے کا خطرہ بھی ہے ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف ایک ہی کفارہ واجب ہے، ساٹھ مساکین کو دو مرتبہ صبح شام کھانا کھلایا جائے (شام کو وہی فقراء ہونے چاہئیں جن کو صبح کھانا کھلایا تھا ورنہ ادائیگی درست نہیں ہوگی) یا دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہر ہر فقیر کو دے دیں۔ مذکورہ کفارہ کی رقم ایک شخص کو دینے کی اجازت نہیں، مراقی میں ہے۔ وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل عمداً متعدد فی ایام لم یتخللہ تکفیر ولو کانت الایام من رمضانین علی الصحیح الخ ص ۳۶۷
سابقہ روزوں کی حسب استطاعت قضاء شروع کریں اور یہ عزم ہو کہ انشاء اللہ سب

روزوں کی قضاء کروں گا اور سابقہ کوتاہی اور غلطی سے توبہ کریں اگر پھر بھی روزے رہ گئے تو انکی وصیت کردی جائے ایک روزے کا فدیہ ۲ سیر گندم یا اسکی قیمت ہے فدیہ کی رقم ایک فقیر کو بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن اتنی رقم ایک فقیر کو دے دینا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرکے غنی شمار ہونے لگے یہ اچھا نہیں۔ درمختار میں ہے۔

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی أوّل الشهر وبلا تعدد فقیر الخ (شامیہ ص ۱۱۹ ج ۲)

فقط، واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

متعدد روزے توڑے تو کفارہ میں تداخل کا حکم

ایک شخص نے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں عورت سے جماع کیا اسکا کفارہ ادا نہ کیا تھا کہ دوسرے رمضان میں پھر جماع کیا۔ کیا اس پر علیحدہ علیحدہ کفارہ ہوگا یا ایک کافی ہوگا؟

الجواب شخص مذکور کو ۲ کفارے دینا پڑیں گے، ان دونوں جنایتوں سے ایک کفارہ کافی نہیں ہے (کما فی الشامیہ ص ۱۵۱ ج ۲)

أی وان کان الفطر المتکرر فی یومین بجماع لا تتداخل الکفارة وان لم یکفر للاوّل لعظم الجنایة الخ (رد المحتار ص ۱۲۰ ج ۲) مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۱۹ / ۵ / ۷۸ جو

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۹ / ۵ / ۷۸ جو

متعدد روزے توڑنے سے کفاروں میں تداخل ہوگا یا نہیں

گزارش ہے کہ متعدد رمضانوں کے متعدد روزے توڑنے کی صورت میں کفارہ کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاروں میں تداخل ہوگا اور ایک ہی کفارہ کافی ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاروں میں تداخل نہیں ہوگا اور ایک کفارہ کافی نہیں ہے اس الجھن کا شافی جواب عنایت فرمائیں یہ اشکال آپ ہی کے دار الافتاء سے لئے گئے ۲ فتووں کی بناء پر پیدا ہوا۔

المحمد طاہر بلوچستانی (معاون ترتیب خیر الفتاوی)

الجواب اگر جماع سے متعدد رمضانوں میں روزے توڑے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا یا متعدد کفارے واجب ہوں گے اس کے بارے میں تصحیح کا اختلاف ہے، اگر ایسے روزوں کی مقدار کم ہے تو احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر روزے کا کفارہ الگ الگ دینا مناسب ہے اور اگر اس طرح سے توڑے ہوئے روزوں کی تعداد زیادہ ہے تو دوسری تصحیح پر عمل کرنے کی گنجائش ہے یعنی سب کی طرف سے ایک ہی کفارہ دے دیا جائے۔ ظاہر یہ ہے کہ احوط پہلا قول ہے اور اسہل دوسرا قول ہے اس دوسرے قول کے مطابق بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،



رؤیت ہلال کے متعلق علماء کا متفقہ فیصلہ

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ہر سال عجیب حال ہو جاتا ہے۔ علماءِ کرام اس اجتماعی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے جامعہ قاسم العلوم میں جمع ہوئے اس اجلاس کی صدارت جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہٗ نے فرمائی اس میں جو مسائل متفقہ طور پر طے ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

سالہا سال سے دیکھا جا رہا ہے۔ کہ عید و رمضان میں عامۃ المسلمین میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔ ایک ہی شہر میں بعض روزے سے ہوتے ہیں اور بعض عید مناتے ہیں۔ پھر اس پر بس نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک اپنے مخالف فریق پر طعن و تشنیع کرنے میں پوری ہمت صرف کرتا ہے۔ سب سے زیادہ اختلاف کا موجب ریڈیو پر نشر شدہ خبریں ہوتی ہیں۔ ریڈیو کے ذریعہ جب کسی شہر میں خبر پہونچتی ہے تو بعض حضرات بغیر تحقیق کے اس پر عمل کرنے لگتے ہیں اور بعض اس کی شرعی خامیوں کو دیکھ کر مجتنب رہتے ہیں۔ اس شدید انتشار کے پیش نظر مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اس خالص علمی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قدم اٹھایا۔ اور اطراف پاک و ہند میں اس بارہ میں سوالات بھیجے۔ جوابات آنے پر چونکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس کو رفع کرنے کے لئے ۲۶ ستمبر ۵۴ء کو مدرسہ قاسم العلوم ہی میں مفتیان پاکستان کا ایک اجتماع کرایا۔ دو دن مکمل بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا۔ اس کو ہندوستان کے مشہور مدارس میں نیز پاکستان کے ان علماء کی خدمت میں جو اجتماع میں بوجہ اعذار کے تشریف نہ لاسکے تھے۔ بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا۔ سب کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی

خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

نیز حکومت سے بھی گذارش ہے۔ کہ وہ متدین علماءِ دین کی جماعت کے فیصلہ کے بعد ہی اس کو نافذ کرنے کے لئے بذریعہ ریڈیو اعلان کرے۔ اور محکمہ اطلاعات کو پابند کرے۔ کہ وہ رؤیت کے بارے میں بغیر رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے کوئی خبر نشر نہ کرے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے فریضہ میں کوئی نقصان نہ آئے۔

(نوٹ:۔ حکومت سے اس بارہ میں گفتگو کی جا رہی ہے۔)

حامداً ومصلیاً

اجتماعِ علماء منعقدہ ملتان مورخہ ۲۶ ستمبر ۵۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی دعوت پر مسائل پیش آمدہ رؤیت ہلال پر غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد جو متفقہ مسائل طے ہوئے وہ بغیر اعادہ سوالات کے حسب ذیل ہیں۔ اس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کہ متون معروفہ و مشہورہ کی مفتیٰ بہ روایات کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ اور اختلاف و خود رائی کی جو وباء عام پھیلی ہوتی ہے۔ اس کا انسداد ہو سکے۔ ان جوابات اور طے شدہ مسائل کی ایک ایک کاپی تمام اطراف و اکناف کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اور اتفاق و تصدیق کے بعد جو بات حکومت سے متعلق ہے۔ اس کی منظوری کی استدعا حکومت سے کی جائے گی۔

وَبِاللّٰہِ التوفیق۔

۱:۔ ہلال رمضان بحالت علت خبر واحد سے خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں شہادت شرط نہیں۔ البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو

دیندار ہوں۔ اور شہر سے حاکم یا جماعت مجاز کے سامنے باقاعدہ شہادت ادا کریں بحالتِ صحو دونوں ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں ضروری ہونگے۔ اور ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اگر ہلال رمضان میں بستی سے باہر آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے۔ تو اس پر حکم دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ ریڈیو ٹیلیفون تار برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں ۔ البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب و عدالتہ اور ریڈیو و ٹیلیفون بشرط معرفۃ صاحب الصوت و عدالتہ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے شہادت میں نہیں ہوں گے۔

۳۔ مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے۔ کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کیطرف سے ہو۔ تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اسپر عمل کرنا لازم ہوگا۔

ے حاشیہ :۔ (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی رائے)
یعنی جس علاقہ کے ریڈیو سے وہاں کے علماء کے فیصلے کے مطابق اعلان ہو۔ وہ اس علاقہ کے حدود میں واجب التعمیل ہوگا دوسرے علاقوں میں جب تک شرعی ثبوت کے ذریعہ وہاں کے علماء فیصلہ نہ دیں یہ اعلان اثر انداز نہ ہوگا۔ مثلاً کراچی ریڈیو کا اعلان صرف سندھ بلوچستان پر اور لاہور ریڈیو کا اعلان صوبہ پنجاب پر اور راولپنڈی ریڈیو کا اعلان راولپنڈی ڈویژن پر اور آزاد کشمیر ریڈیو کا اعلان صرف آزاد کشمیر پر اور پشاور ریڈیو کا اعلان صوبہ سرحد آزاد قبائل پر اور ڈھاکہ ریڈیو کا اعلان پورے مشرقی پاکستان پر اثر انداز اور واجب التعمیل ہوگا۔ ایک علاقہ کا اعلان دوسرے علاقہ کے لئے موثر نہ ہوگا۔

۴۔ ہلالِ صوم یا ہلال فطر دونوں میں دیہات و رساتیق کے لوگوں کو جہاں علماء یا قضاۃ نہیں ہیں صرف افواہوں پر اعتماد کر کے روزہ اور عید جائز نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ عادل اور ثقہ ذمہ داری کے ساتھ یہ بیان دے کہ فلاں جگہ میں نے علماء کا فیصلہ سنا ہے۔ یا وہاں متفقہ طور پر عید ہوئی۔ اور میں خود پڑھ کر آیا ہوں۔ یا میں نے مشاہدہ کیا ہے یا میں نے منادی سنی

ہے۔ اور اس کے ایسے بیان پر اہل قریہ کو غلبۂ ظن بھی حاصل ہو اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

۵:۔ رؤیت ہلال میں جہاں جہاں استفاضہ کا لفظ آیا ہے اس میں بھی بے سرو پا افواہوں یا مبہم اور غیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز (یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ) کے پاس متعدد خبر دینے والے خبر رؤیت ہلال کو بالشرائط المرقومہ فی الجواب السابق بیان کریں۔ اور اس سے مخبر الیہ کو طمانینت قلب اور غلبۂ ظن حاصل ہو جائے تو اس صورت میں یہ طریق موجب عمل قرار دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینت قلب ہو سکے۔

۶:۔ اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل یا خط وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دیدیا گیا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی رؤیت ہلال نہ ہوئی تو بحالت صحو عید کرنی جائز نہیں۔ اور بحالت علّت عید کرنی جائز ہے۔

۷۔ اگر کسی جگہ حاکم وقت یا اس کے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) نے رؤیت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبہ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دیدیا تو نتیجۃً وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائیگا۔ لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

۸:۔ اختلاف مطالع صوم و فطر میں بشرطیکہ دوسری جگہ ثبوت رؤیت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا۔ ۱۸ محرم الحرام ۷۴ھ

۱۔ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۔ محمد شفیع غفرلہ، مہتمم قاسم العلوم ملتان
۳۔ محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان۔ مورخہ ۱۸ محرم ۷۴ھ
۴۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان۔
۵۔ محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظم امور مذہبیہ بہاولپور
۶۔ محمد ناظم ندوی۔ شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور

۷۔ محمود الحسن عفی عنہ، خطیب جامع مسجد مظفر گڑھ۔

۸۔ عبدالرحمٰن عفی عنہ، مفتی دار الافتاء محکمہ امور مذہبیہ، بہاولپور

۹۔ محمد چراغ عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ

۱۰۔ احمد علی عفی عنہ مدرس جامعہ دینیہ دار الہدیٰ ٹھیڑی ریاست خیرپور میرس سندھ۔

۱۱۔ ۲ و ۳ جواب ہذا میں مجھے ابھی تک شرح صدر نہیں تحقیق کروں گا۔ باقی نمبرات میں متفق ہوں۔ مولانا عطا محمد

۱۲۔ محمد برکت کشمیری مدرس خیر المدارس ملتان خیر

۱۳۔ جمال الدین عفی عنہ، مردانی۔

۱۴۔ بشرح صدر مولنا عطا محمد صاحب ۲ و ۳ میں خلجان ہے باقی سے متفق ہوں فقیر محمد شمس الدین ہزاروی

۱۵۔ الاجوبۃ صحیحۃ عندی واللہ تعالیٰ اعلم، ظفر احمد عثمانی تھانوی عفا اللہ عنہ ۲۳ رجب ۱۳۸۳ھ

۱۶۔ محمد امیر بقلم خود عفی عنہ اجھوک دمیں۔

۱۷۔ علی محمد عفی عنہ مدرس قاسم العلوم ملتان)

۱۸۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ، (لاہور)

۱۹ عبدالحق عفی عنہ (مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۰۔ محمد یوسف عفی عنہ (مفتی مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۱۔ مجھے جوابات بالا سے اتفاق ہے۔ محمد اشفاق الرحمٰن مفتی دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ

۲۲۔ سعید احمد عفی عنہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۳۔ مظفر حسین مظاہری معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۴۔ محمد عجب عفی عنہ (مہتمم وشیخ الحدیث) معراج العلوم بنوں۔

۲۵۔ محمد سراج الدین کاکاخیل مفتی مدرسہ اشاعت العلوم، لائل پور۔

۲۶۔ سعید احمد مفتی سراج العلوم سرگودہا

۲۷۔ صالح محمد مدرس سراج العلوم سرگودھا۔

۲۸۔ محمد عفا اللہ عنہ انوری مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور۔

۲۹ عبد السمیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودہا

۳۰۔ مسعود احمد نائب مفتی دار العلوم دیوبند

۳۱۔ سعید احمد سعید دار العلوم دیوبند۔

۳۲ عزیز الرحمٰن بجنوری دار العلوم دیوبند

(محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) نے باقی جوابات سے اتفاق فرمایا ہے جزن اختلاف مطالع کے عدم اعتبار میں خلجان کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے ریڈیو کے اعلان سے متعلق جواب ۱۲ میں وہ الفاظ تحریر فرمائے جو صفحہ ۳ کے حاشیہ پر درج ہیں۔ نیز شہادت فاسق کے بارے میں ذیل کی تحریر ارسال فرمائی۔ جو بلفظہ درج ہے۔

فیصلہ ۵ میں یہ الفاظ کہ (لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے) محل تامل ہے۔ کیونکہ جب شرعاً غلبہ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ فی نفسہ بھی محل نظر ہے۔ اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید ناقابل عمل ہو جائے۔ کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کیلئے غلبۂ ظن بصدق مخبر ضروری ہے جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کیجائے گی۔ ورنہ قبول کرنا چاہیئے۔ تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں۔ معین الحکام باب الثانی والعشرین میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کرکے اس کو ترجیح دی ہے۔

مسئلہ ۶ قال القرافی فی باب السیاسۃ نص بعض العلماء علی انا اذا لم نجد فی جہۃ الا غیر العدول اقمنا اصلحہم واقلہم فجوراً للشہادۃ علیہم ویلزم ذلک فی القضاۃ وغیرہم لئلا تضیع المصالح قال وما اظن احدا یخالف فی ہذا فان التکلیف شرط فی الامکان وہذا کلہ للضرورۃ لئلا تہدر الاموال وتضیع الحقوق۔ قال بعضہم واذا کان الناس فساقاً الا القلیل النادر قبلت شہادۃ بعضہم علی بعض ویحکم بشہادۃ الامثل فالامثل من الفساق ہذا ہو الصواب الذی علیہ العمل وان انکرہ کثیر من الفقہاء۔ بالسنتہم کما ان العمل علی صحۃ ولایۃ الفاسق ونفوذ احکامہ وان انکروہ بالسنتہم

وکذلک العمل علی صحۃ کون الفاسق ولیًّا فی النکاح ووصیًّا فی المال وھذا یؤید مانقلہ القرافی۔ واذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شہادتہ وحکم بھا واللہ تعالیٰ لم یأمر برد خبر الفاسق فلا یجوز ردّہ مطلقًا بل یتثبت فیہ حتی یتبین صدقہ من کذبہ فیعمل علی ماتبین وفسقہ علیہ۔

محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی نقطۂ اختلاف مطالع میں فیصلۂ علماء سے اختلاف فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر بھی بلفظہ درج ذیل ہے۔

گرامی قدر محترم مفتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فتاوٰی متفقہ کو دیکھا۔ مجھے حسب ذیل امور میں اختلاف ہے۔

۲ریڈیو میں صاحب الصوت کی معرفت وعدالت کی قید درست نہیں خصوصاً جبکہ وہ کسی اسلامی حکومت کا ریڈیو ہو۔ اور وہاں وکالۃً علماء یا جماعت علماء کی خبر وفیصلہ کو نشر کرتا ہو۔ ۳ ۔ ۳ میں حدود ولایت میں عمل کرنے کا کلیہ صحیح نہیں بعض اوقات بلاد میں بُعد اتنا ہوتا ہے۔ کہ حقیقۃً مطلع مختلف ہوسکتا ہے جیسے پشاور ڈھاکہ۔ اس لئے اس میں یہ قید بڑھانا چاہیے۔ بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا فاصلہ ہو جہاں اختلاف مطلع حقیقۃً ہوسکتا ہو۔

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مسئلۂ اجماعی ہے۔ کما صرح بہ ابن عبد البر وغیرہ بدایۃ المجتہد لابن رُشد۔ فتح الباری لابن حجر ملاحظہ ہوں۔ حنفیہ کے ہاں بھی بلاد بعیدہ میں معتبر ہونا متعین ہے۔ راجعوا البدائع والاختیار شرح المختار وتبیین الحقائق للزیلعی۔ اور جب اجماع ثابت ہوجاتا ہے۔ دوسرا مرجوح قول خود بخود ختم ہوجاتا ہے ائمہ کا قول لاعبرۃ لاختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ تھا جہاں وسط شہر یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہوسکتی تھی۔ متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کردی ہے۔ نہ ائمہ کی مراد ہے نہ حقیقۃً صحیح ہے۔ تفصیل کی اسوقت ہمت نہیں۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفی اللہ عنہ

مولانا عطا محمد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) اور مولانا شمس الدین صاحب ہزاروی نے ۳ میں اختلاف فرمایا ہے۔ وہ بھی ریڈیو کے اعلان کو پورے ملک میں نافذ ہونے کے مخالف ہیں۔

(بقیہ دستخط علمائے کرام تصدیق کنندگان فیصلہ مذکور

۳۳۔ سید مسعود علی قادری۔ مفتی ومدرس مدرسہ انوار العلوم بشہر ملتان۔

۳۴۔ ہذہ الصور صحیح۔ احمد یار خان خطیب جامع چوک پاکستان گجرات۔

۳۵۔ اصاب من اجاب۔ ابو الحسنات قادری۔

۳۶۔ خادم حسین بقلم خود، صدر انجمن غلامان محمدؐ۔ مزنگ لاہور۔

۳۷۔ غلام محمد ترنم صدر جمعیۃ العلماء پاکستان صوبہ پنجاب، لاہور۔

۳۸۔ صح الجواب۔ محمد عبد المصطفیٰ الازہری غفرلہٗ۔

۳۹۔ اصاب من اجاب۔ فقیر عبد القادر غفرلہ خطیب جامع مسجد خانیوال۔ ومہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن جامع العلوم خانیوال بقلم خود

۴۰۔ من اجاب فقد اصاب کتبہ نور احمد انور خطیب جامع مسجد مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کچہری روڈ۔

۴۱۔ الجواب صحیح۔ فقیر محمد قاسم بقلم خود

۴۲۔ الجواب صحیح۔ کتبہ: خدا بخش فیضی فریدی خطیب جامع مسجد حکم داد والی جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان



رسالہ زبدۃ المقال فی رؤیۃ الہلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوبنا بعلم الیقین۔ وشرح صدورنا لقبول الحق المبین۔ و امرنا بالاعتصام بالحبل المتین۔ وجعل الہلال غرۃ للمستہلین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الصائمین والمفطرین۔ الذی بعث مردا لخصام المتنازعین۔ وجعل بدا امیز المط... وعلی آلہ واصحابہ الذین ہم مصابیح المہتدین۔ صلوٰۃ وسلاماً دائمین ما نبتت نجو... الارضین۔ وکانت النجوم فی السماء ساجین۔

اما بعد فیقول العبد الضعیف المدعو بمحمود عفا عنہ ربہ الودود ووقاہ من شر... الیوم الموعود۔ واعاذہ من شر الظلوم الحسود۔ لما اشتد اختلاف اہل الزمان فی ہلالی رمضان وشوال وکثر فیہما النزاع والجدال۔ وان العلماء منہم من یفرطون فیحکمون بلا حجۃ شرعیۃ لا یراعون الشروط التی اشترطہا الفقہاء فی شہادۃ الشاہدین ولا ینظرون فی الاخبار الی اوصاف المخبرین۔ ومنہم من یتوغلون فی ہذا الامر و... المتعمقین حتی لا تطمئن نفوسہم دون الثلثین حتی ان عامۃ المسلمین کانوا فی اکثر البلاد والقری متشتتین اضطربت الامۃ المسلمۃ الی حل ہذہ العقدۃ وکشف ہذہ الغمۃ فانتہض لہذا مدیر المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم الواقعۃ فی بلدۃ ملتان۔ ورتب الاسئلۃ التی تتعلق بالرؤیۃ وارسلہا الی المفتیین فی نواحی باکستان والہند لیرتبوا الاجوبۃ عنہا ثم بعد وصول الاجوبۃ جمع مدیر المدرسۃ المذکورۃ اکثرہم ہہنا۔ لیرتفع الخلاف من البین۔ فبحثوا عن تحقیق المسئلۃ یومین۔ واتفقوا علی امر فصل۔ وللہ الحمد وہو الذی جعلہ ہدیتکم قبل ہذہ الرسالۃ۔ وقد کنت کتبت فی جواب تلک المسئلۃ اوراقاً عدیدۃ۔ فاردت ان اہدیہا للناظرین۔ لعل اللہ ینفع بہا المنصفین ویجعلہا وسیلتی یوم الدین۔ وہو الموفق والمعین۔

ا۔ یکفی فی الصوم فی حالۃ الغیم وغیرہ من العلۃ خبر واحد عدل او مستور علی الاصح ولا یشترط فیہ شروط الشہادۃ من لفظۃ الشہادۃ ومجلس قضاء وعدد وحریۃ وغیرہا ۔۔۔! لما فی الدر المختار وقبل بلا دعویٰ وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صحح البزازی (کتاب الصوم)۔

واما فی الفطر والحالۃ ہذہ فیشترط لہ ما یشترط لثبوت المال من العدد والعدالۃ ولفظۃ الشہادۃ وغیرہا من الشروط لما فی رد المحتار ج ۲ صفحہ ۹۹ للعلامۃ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد۔ واذا کان یوم صحو فیشترط لہا اخبار جمع عظیم یطمئن الیہ القلب ویسکن بہ البال۔ ولا یشترط ان یکون احادہا موصوفین بالعدالۃ والاسلام والحریۃ وسائر شروط اہلیۃ الشہادۃ ہکذا فی عامۃ الکتب۔ لکن قال العلامۃ الشامی وفی عدم اشتراط الاسلام نظر۔ لانہ لیس المراد ہہنا بالجمع العظیم ما یبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعی حتی لا یشترط لہ ذلک بل ما یوجب غلبۃ الظن رد المحتار ج ۲ صفحہ ۱۰۱ (کتاب الصوم)۔

قلت فعلیکم بالاحتیاط مرۃ وبالتوسع اخری وذلک بحسب اختلاف المواقع۔ واما العدد الخاص فی الجمع العظیم فلم ارہ وینبغی ان یکون موکولاً الی الحاکم۔ قال العلامۃ ابن عابدین الشامی فی رد المحتار ج ۲ صفحہ ۱۰۱۔ والصحیح من ہذا کلہ انہ مفوض الی رائی الامام ان وقع فی قلبہ صحۃ ما شہدوا بہ وکثرت الشہود الخ ولکن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی حالۃ الصوم والفطر الکفایۃ بخبر عدلین کما قال العلامۃ ابن نجیم صاحب البحر وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ یقبل فیہ شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان بالسماء علۃ او لم یکن کما روی عنہ فی ہلال رمضان کذا فی البدائع آہ لکن ینبغی ان لا یعدل فی العمل عن ظاہر الروایۃ وہو اشتراط الجمع العظیم فی الفطر۔ واما فی الصوم فہذہ الروایۃ ہی المعینۃ للفتویٰ کیف لا وقد قال صاحب الدر وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر قال الشامی (واختارہ فی البحر) حیث قال وینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاہلۃ (الی ان قال العلامۃ) اقول انت خبیر بان کثیراً من الاحکام تغیرت لتغیر الازمان ولو اشترط فی زماننا الجمع

العظیم لزم ان لا یصوم الناس الا بعد لیلتین او ثلث لما ہو مشاہد من تکاسل الناس بل کثیرا ما
یشتمون من یشہد بالشہر ویؤذونہ وحینئذ فلیس فی شہادۃ الاثنین تفرد من بین الجمع الغفیر حتی
یظہر غلطہا شابہ۔ فانتفت علۃ ظاہر الروایۃ فتعین الافتاء بالروایۃ الاخری آہ رد المحتار ج ۲ صفحہ
انا۔ فانظروا الی التعلیل المذکور للعمل بہذہ الروایۃ یتبین لکم ان العلۃ وہو التکاسل عن امر الہلال
لم توجد فی الفطر بل یتوغلون فی ترائی ہذا الہلال حتی ان الفساق الذین لا یؤدون فریضۃ
الصوم والعیاذ باللہ یتہیأون من نصف النہار الی الغروب لرؤیۃ ہلال الفطر ویتشوقون الیہ
کل التشوق فلما انتفت علۃ الافتاء بروایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ فالعمل بظاہر الروایۃ ہو الواجب
کما لا یخفی۔ وینبغی ان یعلم انہ یجوز العمل فی ہلال الصوم بخبر واحد عدل جاء عن خارج العامرۃ او
رای علی مکان عال مرتفع وہو روایۃ عن الامام بل نقل العلامۃ الشامی فی رد المحتار عند قول
المتن (وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین)
انہا ایضا ظاہر الروایۃ وانہا قول ائمتنا الثلثۃ ثم وفق بین الروایتین الظاہرتین بان روایۃ اشتراط
الجمع العظیم التی علیہا اصحاب المتون محمولۃ علی ما اذا کان الشاہد من المصر فی مکان غیر مرتفع۔ ورو ایۃ الاکتفاء بخبر الواحد
علی ما اذا جاء من خارج البلد او رای علی مکان مرتفع من شاء مزید التفصیل فلیرجع الی رد المحتار۔
۱۲- واما الحکام المسلمون فی دیارنا دیار باکستان فکونہم فی حکم القضاۃ وکون حکمہم مما یلزم المسلمین
ام لا موقوف علی النظر فی الامور الثلثۃ فبعد ذلک ینکشف الغطاء عن وجہ المسئلۃ ویتضح الامر
(الاول) ہل المتغلب القاہر الذی ما ارتضاہ ارباب الحل والعقد تصح سلطنتہ ویجوز
التقلد منہ۔

(الثانی) ہل الفاسق من اہل القضاء
(الثالث) ہل الجہل بالاحکام الشرعیۃ یفوت علی المرء اہلیۃ القضاء

اما الامر الاول فالاحادیث الکثیرۃ وعبارات الفقہاء رحمہم اللہ تدل علی ان الاصل
ان کان فی الامارۃ ان تکون بمشاورۃ ارباب الحل والعقد لکن مع ہذا لو استولی احد وتولی
امور المسلمین بلا مبایعۃ احد من ذوی علم ورأی یجب علی المسلمین ان یطیعوہ ما لم یروا
فیہ کفرا بواحا لہم علیہ برہان ویتقلدوا منہ الاعمال والولایات۔ قال العلامۃ الشامی فی

رد المحتار ج ۱ باب الامامۃ (وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ) ای من تولی بالقہر والغلبۃ
بلا مبایعۃ اہل الحل والعقد۔ وقال صاحب الہدایۃ ویجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز
من العادل۔ وقال صاحب الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا
علی ہامش الشامی صفحہ ۳۲۲ ج ۴۔ والشاہد علی ہذا ان سادۃ الامۃ من الصحابۃ والتابعین۔
تقلدوا العمالات من ملوک بنی امیۃ وحالہم لا یخفی علی من طالع کتب التاریخ۔ فان بعد الخلافۃ
الراشدۃ قلما فاز المسلمون بامام عادل ومع ہذا لم یجوز احد منہم الخروج علی اولئک الملوک واطاعوہم
ما استطاعوا فی معروف۔

لکن ینبغی ان یعلم ان حکمہم واجب الامتثال علی العامۃ ما لم یکن مخالفا للشرع وتقلد القضاء
منہم جائز اذا امکنوا القضاۃ من القضاء بحق واما اذا لم یخلوہم وانفسہم فی انفاذ الحق المبین فحاشا
من الطاعۃ۔ فانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ قال صاحب الاشباہ امر السلطان ینفذ
اذا وافق الشرع وقال صاحب الہدایۃ الا اذا کان لا یمکنہ من القضاء بحق۔ قال فی الفتح فی
شرح ہذہ العبارۃ استثناء من قولہ یجوز التقلد من السلطان الجائر لان المقصود لا یحصل من التقلد
وہو ظاہر (کتاب القضاء) والآن فی مملکتنا ان تولی الحکام المسلمون بعضا من المسائل و
حصل لہم التمکن من ان یحکموا فیہا بقوانین الشریعۃ الغراء فحکمہم ہذا یصح وینفذ۔ فان القضاء
یتخصص۔ قال صاحب الدر المختار ان تولیۃ القضاء تتخصص بالزمان والمکان والشخص (الی ان
قال) ولو نہاہ عن سماع بعض المسائل لم ینفذ حکمہ فیہا۔ (شامی قبیل کتاب الطہارۃ ج ۱ صفحہ ۵۶)
واما الامر الثانی فعبارات الفقہاء الاحناف دالۃ علی ان العدالۃ فی القضاء شرط الاولویۃ
لا شرط الجواز وقال العلامۃ الشامی بعد ان نقل قول من قال ان الفاسق لیس باہل للقضاء)
اقول لو اعتبر ہذا لانسد باب القضاء خصوصا فی زماننا فلذا کان ما جری علیہ المصنف ہو الاصح
کما فی الخلاصۃ وہو اصح الاقاویل کما فی العمادیۃ نہر وفی الفتح والوجہ تنفیذ قضاء کل من ولاہ
سلطان ذو شوکۃ وان کان جاہلا فاسقا وہو ظاہر المذہب عندنا۔ وحینئذ فیحکم بفتوی غیرہ
شامی ج ۴ کتاب القضاء صفحہ ۲۲۳۔

واما الامر الثالث فعبارة الفتح المارة آنفا تدل صريحا على ان الجاهل يصح قضاؤه وينفذ
وهو ظاهر المذهب فى الدر المختار. وينبغى ان يكون موثوقا به فى عفافه وعقله وصلاحه وفهمه وعلمه
بالسنة والآثار ووجوه الفقه والاجتهاد وشرط الاولوية لتعذره على انه يجوز خلو الزمن عنه عند
الاكثر فتح تولية العامى ويحكم بفتوى غيره . فبعد اتضاح الامور الثلثة تبين ان الحكام البلكستانيين
وان كانوا جاهلين بالاحكام الشرعية وكانوا غير عدول فحكمهم نافذ اذا حكموا بفتوى العالم الثقة فى
ثبوت رؤية الهلال وراعوا فيه شروط الشهادة فى موضعها وصفات الشاهد والمخبر. واذا تركوا
بغير مشورة العلماء الثقات فلم ينفذ حكمهم لانه لا يمكن لهم ان يراعوا فى الشهادة والاخبار
جميع الشرائط لجهلهم ولو سلّم علمهم بشروط الشهادة فبقلة مبالاتهم بحقوق الشرع وفقد عدالتهم
لا يسلكون مسلك الاحتياط ولا يؤدون ما فرض الله عليهم من التثبت فى امر الدين. كما هو مشاهد
من حالتهم. والعالم الثقة من يعلم الاحكام الشرعية وبلغ فى ذلك مبلغا يعتمد علماء العصر بفتواه
وكان متيقظا غير غافل عن عرف اهل زمانه وتفقه على استاذ ماهر.

(٢) ـ اما الخبر التلغرافى فغير معتبر لانه لا يمكن معرفة المخبر فيه ولا ان يعلم ان الذى اظهر نفسه مرسلا
هو هو فاذا لم يعلم شخص المرسل فكيف بعدالته وفسقه، والخبر المقبول يجب ان لا يكون من الفاسق
وكذلك الخبر المكتوب فى الجرائد فان مدير الجرائد كثيرا ما يحتاج الى تصحيح الاغلاط الشائعة ومعرفة الكاتب
ايضا ليست بسهلة الحصول ههنا حتى يجزم بعدالته ولكن لو كثرت الاخبار التلغرافية او ايات الجرائد
المختلفة واطمئن اليها القلب وحصل الظن بصدقها فحينئذ يجوز الحكم بها وتكون فى حكم الاستفاضة
والعدالة ليست بشروطة فيها حتى يحتاج الى معرفة المخبر.

واما العمل بالخط وخبر الراديو والتلفون ففى موضع تكون الشهادة شرطا فيه فغير صحيح لان الشاهد
يجب ان يكون بحضور القاضى بلا حائل كاشفا عن وجهه كما هو مصرح فى موضعه. واما المواقع التى
يكفى فيها مجرد الاخبار بدون الشهادة فالعمل بالمذكور جائز صحيح فى المعاملات والديانات كلها بشرط

له المراد منه نفس الخبر لا انشاء حكم الحاكم كما سيأتى.

معرفة خط الكاتب وعدالته فى الخط. وصوت المخبر وعدالته فى خبر الراديو والتلفون. والدليل
عليه ما فى الدر المختار ولا يعمل بالخط الا فى مسئلة كتاب الامان ويلحق به البراءات ودفتر بياع وصراف
وسمسار وجوزه محمد لراو وقاض وشاهد ان تيقن به وبه يفتى. قال الشامى (ان تيقن به) اى بانه خط من
يروى عنه فى الاول وبانه خط نفسه فى الاخيرين (قيل وبه يفتى) قال فى خزانة الاكمل اجاز ابو يوسف
ومحمد العمل بالخط فى الشاهد والقاضى والراوى اذا رأى خطه ولم يتذكر الحادثة. قال فى العيون
والفتوى على قولهما اذا تيقن انه خطه سواء كان فى القضاء او الرواية او الشهادة على الصك وان
لم يكن الصك فى يد الشاهد لان الغلط نادر واثر التغيير يمكن الاطلاع عليه وقلما يشتبه الخط من
كل وجه فاذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس صفحہ ۳۹۳/ج۴ . وقال الشامى تحت قول الدر
(ودفتر بياع وصراف وسمسار) فقد قال فى الفتح من الشهادات ان خط السمسار والصراف
حجة للعرف الجارى به قال البيرى هذا الذى فى غالب الكتب حتى المجتبى فقال فى الاقرار واما خط
البياع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم يكن مصدرا معنونا يعرف ظاهرا بين الناس وكذلك
ما يكتب الناس فيما بينهم يجب ان يكون حجة للعرف الخ صفحہ ۳۹۲/ج۴ ـ

واعلم ان نقل الحديث وروايته من الدين وهو بالكتابة والرسالة جائز باجماع المحدثين و
يقال لهذا التحمل المكاتبة فى عرفهم. قال فى مقدمة فتح الملهم صفحہ ۷۶ ومن اقسام التحمل المكاتبة،
بان يكتب مثلا حدثنى فلان فاذا بلغك كتابى هذا فحدث به عنى بهذا الاسناد قال ابن الهمام وهما اى
الكتابة والرسالة كالخطاب شرعا لتبليغه عليه الصلوة والسلام بهما وعرفا ويكفى معرفة خط الكاتب وظن
صدق الرسول فى حل رواية المكتوب اليه والمرسل اليه عن الكاتب والمرسل كما عليه عامة اهل الحديث
فاذا جاز الاعتماد على الخط فى رواية الحديث مع ان تاكد الصدق فيه مطلوب شرعا فوق ما يكون
فى خبر رؤية هلال الصوم بدليل ان ثبوت الصوم يكفى فيه خبر مستور الحال على القول المصحح كما مر
سابقا وفى نقل الحديث المذهب الصحيح ان خبر المستور ليس بمقبول اصلا. قال صاحب
الكشف شارحا لما قال الامام فخر الاسلام خبر الفاسق فى الدين اى نقله للحديث غير مقبول اصلا
سواء وقع فى قلب السامع صدقه ام لا. نقلا من مقدمة فتح الملهم صفحہ ۱۴ ـ ثم قال فى صفحہ ۱۵ ـ

قال فی التحریر وشرحہ ومثلہ (ای الفاسق) المستور وھو من لم تعرف عدالتہ ولا فسقہ فی القول
فلا یکون خبرہ حجۃ حتی تظھر عدالتہ انتھیٰ فکیف لا یجوز العمل بالخط فی ثبوت الصوم بالشرط
وعلیٰ ھذا القیاس خبر الرادیو والتلفون ۔

۳:۔ والبلدۃ التی لا والی فیھا ولا حاکم او کان ولا یحکم بحکم الشرع ولا یبالی بہ کما ھو
فی زماننا۔ فالعالم الثقۃ الذی یعتمدہ المسلمون ھناک بمنزلۃ القاضی قال الشامی وفی الفتح اذا لم
یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیھم الکفار کقرطبۃ الآن یجب
علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منھم انتھیٰ شامی ص ۳۲۳ ج ۴۔ فما لم یکن تنظم المملکۃ بحسب
الشرع فی مسئلۃ رؤیۃ الھلال یؤخذ بقول عالم ثقۃ معتمد مرجع للعامۃ فی عامۃ المسائل
مولانا عبد الحی اللکھنوی فی عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیھا
مقامہ صفحہ ۳۰۹ ج ۱ ۔

۴:۔ اذا ثبت الصوم او الفطر عند حاکم تحت قواعد الشرع بفتوی العلماء او عند واحد
من العلماء الثقات ولاہم رئیس المملکۃ امر رؤیۃ الھلال وحکموا بالصوم او الفطر ونشروا حکمھم
فی ریڈیو یلزم علی من سمعھا من المسلمین العمل بہ فی حدود ولایتھم
واما فیما وراء حدود ولایتھم فلا بد من الثبوت عند حاکم تلک الولایۃ بشھادۃ شاھدین
علی الرؤیۃ او علی الشھادۃ او علی حکم الحاکم او جاء الخبر مستفیضاً لان حکم الحاکم نافذ فی
ولایتہ دون ما وراءھا۔ ولھذا وجب العمل علی اھل الرساتیق الملحقۃ بالمصر اذا بلغ الیھم خبر ثبوت
الشھر فی المصر بطریق موثوق بہ کان بلغھم نداء مناد من قبل المحکمۃ او جاء الیھم رجل عدل حتی لو سمع
صوت المدافع او ضرب الطبول وغیر ذلک من الامارات الموجبۃ لغلبۃ الظن لزمھم العمل فی الصوم
والفطر بخبر الرادیو لان حکم الحاکم لا یکون اقل من ھذہ الامارات بحال وھو فی الحقیقۃ نداء مناد من
جانب الحاکم وھو معتبر ولما لم یکن فی الزمان السابق ایجاد مثل الرادیو لیکون وسیلۃ الی
حکم الحاکم فی ولایتہ اقتصروا فی بیان ھذہ المسئلۃ علی الذرائع التی قد کانت ھناک حتی قال
الشامی فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق ما نصہ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاھرۃ الدالۃ

علی ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا۔ والظاھر وجوب العمل بھا علی من سمعھا ممن کان غائباً
عن اھل المصر کاھل القریٰ ونحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ
الشھود۔ وقد ذکر ھذا الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالامارۃ الظاھرۃ الدالۃ التی
لا تتخلف عادۃ کرؤیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنائر قال ومخالفۃ جمع فی ذلک غیر صحیحۃ۔ صفحہ ۲۷۰
علی حاشیۃ البحر الرائق کتاب الصوم۔

وقال رحمہ اللہ فی رد المحتار علی الدر المختار قلت والظاھر انہ یلزم اھل القریٰ الصوم بسماع
المدافع او رؤیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما
صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک الا لثبوت
رمضان. (کتاب الصوم من رد المحتار)

ولا یختلج فی قلبک ان عبارۃ رد المحتار صریحۃ فی الصوم فیختص ھذا الحکم لان العلۃ التی علل
ھذا الحکم بھا ھی غلبۃ الظن وغلبۃ الظن ھی التی علیھا مدار الحکم کما قال صاحب الدر وقبل بلا علۃ جمع
عظیم یقع العلم الشرعی وھو غلبۃ الظن بخبرھم وایضاً قال العلامۃ الشامی فی باب القضاء والکفارۃ۔ انہ
لو افطر اھل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلاثین ظانین انہ یوم العید وھو لغیرہ لم یکفروا۔ وانت تعلم
ان سقوط الکفارۃ یکون بعذر غلبۃ الظن بالعید فی ھذا المقام لا بالشک فقط۔ قال صاحب الدر او
تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلاً والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لغت
ونشر ویکفی الشک فی الاول دون الثانی عملاً بالاصل فیھما۔ وقال الشامی نقلاً عن الفتح ان مختار
لزوم الکفارۃ عند الشک لان الثابت حال غلبۃ الظن بالغروب شبھۃ الاباحۃ لا حقیقتھا ففی حال
الشک دون ذلک وھو شبھۃ الشبھۃ وھی لا تسقط العقوبات صفحہ ۱۱۴ الخ۔ وقال فی بحث سقوط
الکفارات صفحہ ۱۱۵ ج ۲ تتمہ۔ فی تعبیر المصنف کغیرہ بالظن اشارۃ الی جواز التسحر والافطار بالتحری۔
فخلاصۃ ھذہ العبارات ان سقوط الکفارۃ من اھل الرستاق الذین افطروا بصوت الطبل ظانین انہ
یوم العید وھو لغیرہ انما یکون بغلبۃ ظنھم بالعید لا بالشک فقط۔ فعلم من ھذا ان صوت الطبل وکذلک الامارات
الاخر تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن ھی الحجۃ فی الفطر ایضاً۔ کما علمت فتخصیص ھذہ الامارات بالصوم مع

افادتها غلبۃ الظن تخصیص بلا دلیل وایقاع الناس فی الحرج فانہ لایتیسر لکل واحد وجود الشہادۃ عندہ علی الرؤیۃ او علی الشہادۃ او علی حکم الحاکم ولا یمکن للحاکم ان یبعث فی اطراف ولایۃ لتنفیذ حکمہ العام شاہدین یشہران علی حکمہ فان لم یعتبر ہذہ الامارات او نداء المنادی من الحکومۃ ومن خبر الرادیو لادّی ذلک الی حرج عظیم وتخطیۃ عبارات الفقہاء وایضاً قال مولانا عبد الحی المرحوم اللکھنوی فی جواب مثل ہذا السؤال فی اللغۃ الاردیۃ ما ترجمۃ ان الافطار بہذہ الامارات یصح لان صوت المدافع بحسب العادۃ الشائعۃ یوجب غلبۃ الظن بالعید وغلبۃ الظن یکفی للعمل و لہذا یلزم الصوم بہذہ العلامات کما فی رد المحتار۔ قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الخ من مجموعۃ الفتاوی۔ ولا یظن ان الناشر والمخبر بالرادیو مستور الحال بل الغالب انہ یکون فاسقاً کما ہو الشاہد فی ارباب الحکومت فکیف یکون خبرہ معتبراً لان ناشر حکم القاضی لایشترط فیہ العدالۃ فیجوز ان یکون المعلن والمنادی والناشر لحکم القاضی والوالی فاسقاً ویجب علی الناس اطاعتہ اعلانہ وندائہ قال العلامۃ الشامی صفحہ $\frac{115}{27}$ وقد یقال ان المدافع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضاربہ فاسقاً لان العادۃ ان الموقت یذہب الی دار الحکم آخر النہار فیعین لہ وقت ضربہ ویعینہ ایضاً للوزیر وغیرہ واذا ضربہ یکون ذالک بمراقبۃ الوزیر واعوانہ للوقت المعین فیغلب علی الظن بہذہ القرائن عدم الخطاء وعدم قصد الافساد والا لزم تاثیم الناس وایجاب قضاء الشہر بتمامہ علیہم فان غالبہم یفطر بمجرد سماع المدافع من غیر تحرٍ ولا غلبۃ ظن۔ وہذہ العبارۃ وان کانت مسوقۃ للافطار الیومی لکن تدل علی ان الظن اذا کان ناشراً او منادیاً لحکم الحاکم وعاملاً بامرہ فیفید خبرہ غلبۃ الظن۔ وغلبۃ الظن ہی الموجبۃ للعمل فی الافطار الیومی والعید کلیہما کما علمت ومن ادعی الفرق فعلیہ البیان۔

۵:۔ واعلم ان اختلاف المطالع واقع محسوس لاینکرہ من لہ ادنی تعلق بعلم الہیئۃ کما قال العلامۃ الشامی فی رسالۃ تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان ما نصہ۔ اعلم ان المطالع تختلف باختلاف الاقطار والبلدان فقد یری الہلال فی بلد دون آخر کما ان مطالع الشمس تختلف فان الشمس قد تطلع ببلد ویکون اللیل باقیاً فی بلد آخر وذلک مبرہن علیہ فی کتب الہیئۃ وہو واقع مشاہد اہ۔ لکن مع ذلک فنی اعتبارہ فی الصوم والفطر اختلاف

قال المحقق الشیخ کمال الدین بن الہمام فی فتح القدیر واذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب فی ظاہر المذہب وقیل یختلف باختلاف المطالع لان السبب الشہر وانعقادہ فی حق قوم لرؤیۃ لایستلزم انعقادہ فی حق آخرین مع اختلاف المطالع الخ وقال ابن عابدین فی ہذہ الرسالۃ لکن المعتمد الراجح عندنا۔ انہ لا اعتبار بہ وہو ظاہر الروایۃ وعلیہ المتون کالکنز وغیرہ وہو الصحیح عند الحنابلۃ۔ کما فی الانصاف وکذا ہو مذہب المالکیۃ انتہی۔ فعلم ان ظاہر مذہب الاحناف ومذہب المالکیۃ والحنابلۃ ہو عدم الاعتبار واما مذہب الشافعیۃ فالمعتمد عندہم ہو الاعتبار علی ما صححہ النووی فی المنہاج۔

وقال العلامۃ ابن عابدین فی رسالۃ ہذہ نقلاً عن فتح القدیر والاخذ بظاہر المذہب احوط قال فی التتارخانیۃ وعلیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی الامام الحلوانی وکان یقول لو رآہ اہل المغرب یجب الصوم علی اہل المشرق انتہی وفی الخلاصۃ وہو ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی صفحہ $\frac{252}{\text{مجموعہ رسائل ابن عابدین}}$.قال الحافظ ابن حجر فی الفتح (فلا تصوموا حتی تروہ الحدیث). لیس المراد تعلیق الصوم بالرؤیۃ فی حق کل احد بل المراد بذلک رؤیۃ بعضہم (الی ان قال). وقد تمسک بتعلیق الصوم بالرؤیۃ من ذہب الی الزام اہل البلد برؤیۃ اہل بلاد غیرہا۔ ومن لم یذہب الی ذلک قال لان قولہ علیہ السلام حتی تروہ خطاب لاناس مخصوصین فلا یلزم غیرہم ولکنہ مصروف عن ظاہرہ فلا یتوقف الحال عن رؤیۃ کل واحد فلا یتقید بالبلد (انتہی) فتح الباری صفحہ $\frac{98}{\text{ج۴}}$۔ وقال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار ج ۴ صفحہ والذی ینبغی اعتمادہ ہو ما ذہب الیہ المالکیۃ وجماعۃ من الزیدیۃ واختارہ المہدی منہم وحکاہ القرطبی عن شیوخہ انہ اذا رآہ اہل بلد لزم اہل البلاد کلہا ولا یلتفت الی ما قالہ ابن عبد اللہ من ان ہذا القول خلاف الاجماع۔ قال لانہم قد اجمعوا علی انہ لا تراعی الرؤیۃ فیما بعد من البلدان کخراسان والاندلس وذلک لان الاجماع لایتم والمخالف مثل ہؤلاء الجماعۃ (انتہی)

وقال الشامی فی رد المحتار وظاہر الروایۃ الثانی (عدم الاعتبار) وہو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ بخلاف اوقات

الصلوة انتہی ۔

۶:۔ اذا ثبت الفطر او الصوم فی بلدة عند حاکمها او عالم ثقة قائم مقامه وحکم والزم اهل البلدة حکمه فانتقل هذا الخبر الی بلدة اخریٰ فلا یخلوا اما ان تکون فی حدود ولایته اولا. فعلی الاول یلزم اهلها العمل بهذا الخبر اذا کان موجباً لغلبة الظن لان الشهادة هنا لیست بشرط کما علمت فی جواب السوال الرابع بالتفصیل وعلی الثانی فلا یجوز العمل بهذا الخبر ولا الحکم العام لقاضی هذه البلدة حتی یشهد عنده شاهدان علی الشهادة بالطریق المعروف فی تحمیل الشهادة او علیٰ حکم حاکم البلدة . الاولیٰ قال فی فتح القدیر ثم انما یلزم متاخری الرؤیة اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب حتی لو شهد جماعة ان اهل بلد کذا رأوا هلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وهذا الیوم ثلثون بحسابهم ولم یر هؤلاء الهلال لا یباح فطر غد ولا تترک التراویح هذه اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهدوا بالرؤیة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رؤیة غیرهم ولو شهدوا ان قاضی بلدة کذا شهد عنده اثنان برؤیة الهلال فی لیلة کذا وقضی بشهادتهما جاز لهذا القاضی ان یحکم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به انتهیٰ ۔ فتبیّن ان نفس الحکایة لا تکفی ههنا ما لم یکن خبراً مستفیضاً کما سیاتی.

۷:۔ مما یوجب العمل استفاضة الخبر من بلد الی بلد ففی صورة الاستفاضة یکفی الحکایة ولا یشترط علی المخبرین فیها ان یشهدوا علی الشهادة او علی حکم الحاکم ۔

قال العلامة الشامی فی رسالة تنبیه الغافل والوسنان بعد نقل العبارة المذکورة فی الجواب السادس من الفتح مانصه . قلت لکن قال فی الذخیرة البرهانیة مانصه قال شمس الائمة الحلوانی رحمه الله الصحیح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل البلدة الاخریٰ یلزمهم حکم هذه البلدة (انتهی) ونقل مثله الشیخ حسن الشرنبلالی فی حاشیة الدرر عن المنتقی وعزاه فی الدر المختار للمجتبیٰ وغیره مع ان هذه الاستفاضة لیس فیها حکم ولا شهادة . لکن لما کانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فیها حاکم شرعی کما هو العادة فی

البلاد الاسلامیة فلا بد ان یکون صومهم مبنیاً علیٰ حکم حاکمهم الشرعی فکانت تلک الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور وهی اقویٰ من الشهادة بان اهل تلک البلدة رأوا الهلال یوم کذا وصاموا یوم کذا. فانها مجرد شهادة لا تفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا شهدت علی الحکم او علی شهادة غیرهم لتکون شهادة معتبرة شرعاً والا فهی مجرد اخبار. واما الاستفاضة فانها تفید الیقین کما قلنا . ولذا قالوا اذا استفاض وتحقق الخ فلا ینافی ما تقدم عن فتح القدیر ولو سلّم وجود المنافاة فالعمل علی ما صرحوا بتصحیحه والامام الحلوانی من اجلّ مشائخ المذهب وقد صرح بانه الصحیح من مذهب اصحابنا وکتبت فیما علقته علی البحر ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من تلک البلدة الی البلدة الاخریٰ لا مجرد الاستفاضة لانها قد تکون مبنیةً علی اخبار رجل واحد فیشیع الخبر عنه ولا شک ان هذا لا یکفی بدلیل قولهم اذا استفاض وتحقق الخبر فان التحقق لا یکون الا بما ذکرنا . والله تعالیٰ اعلم (انتهی)

فانظر فی هذه العبارة بنظر عمیق یظهر لک ان العلامة الشامی استدرک اولاً علی ما فی الفتح من عدم الکفایة بشهادة جماعة علی طریق الحکایة واورد قول شمس الائمة الحلوانی وغیره من الفقهاء دلیلاً علی ان الاستفاضة لیس فیها نقل الحکم ولا الشهادة ثم وفق بین ما فی الفتح وقول شمس الائمة بان الاستفاضة وان کانت فی الحقیقة بطریق الحکایة لا تکون فیها شهادة علی الشهادة ولا علی الحکم لکن لما کان صوم تلک البلدة مبنیاً علی حکم الحاکم اذ هی العادة فی البلاد الاسلامیة فهذه الحکایة بمعنی نقل حکم الحاکم فلا منافاة فوضح کل الوضوح ان نقل الحکم حقیقةً لیس بشرط فی الاستفاضة عند احد ثم قال رحمه الله ولو سلّم وجود المنافاة بین القولین . ولم یوجد فی الاستفاضة نقل الحکم حقیقةً ولا حکماً . او کان مراد صاحب الفتح نقل الحکم حقیقةً فالعمل بما قال شمس الائمة الحلوانی فانه هو الصحیح من مذهب اصحابنا. ثم قال رحمه الله انه ان جاء واحد من البلدة الاولیٰ و شاع خبره فی هذه البلدة فلیس هذا من الاستفاضة فی شیٔ بل یشترط ان تأتی جماعة من بلدة الرؤیة فتکون استفاضة موجبة للعمل ۔

ثم اعلم ان الاستفاضة لیست بخبر متواتر بل هی من اخبار الآحاد کما قال فی نخبة الفکر

والثانی وهو اول اقسام الآحاد ماله طرق محصورة باکثر من اثنین وهو المشهور عند المحدثین سمّی بذلک لوضوحه وهو المستفیض علی رأی جماعة من ائمة الفقهاء انتهی ۔ وقال صدر الشریعة فی التوضیح (ویفید) الثانی (ای المشهور) علم طمانینة وهو علم تطمئن به النفس وتظنه یقیناً لکن لو تامل حق التامل علم انه لیس بیقین.

وقال العلامة التفتازانی فی التلویح فی شرح هذه العبارة فالطمانینة رجحان جانب الظن بحیث یکاد یدخل فی حد الیقین انتهی فعلم من هذا ان ما قال الشامی فی توفیق کلامی ابن الهمام وشمس الائمة ما نصه واما الاستفاضة فانها تفید الیقین. فالمراد منه الطمانینة المستفادة بالخبر المستفیض المشهور لا الیقین بمعنی الاعتقاد الجازم الراسخ المستفاد من المتواتر لان بین المستفیض والمتواتر فرقاً بیناً فان المستفیض من الاحاد کما علمت. ولهذا قال الشامی فی ضمن ذلک التوفیق ان الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر ولم یقل هی عین المتواتر. ویؤید هذا ان صاحب الدر المختار صرح فی تفسیر الجمع العظیم بانه هو الذی یقع العلم الشرعی ای غلبة الظن بخبرهم وقال الشامی فی شرح هذا المقام بالصراحة انه لیس المراد هنا بالجمع ما یکون خبرهم یفید الیقین کالمتواتر. فاذا علمت ان الخبر المستفیض من الاحاد ولیس من التواتر. فاعلم ان المستفیض یشترط فیه ان یکون رواته ثلثة فصاعداً کما مر من نخبة الفکر بالصراحة ویفهم من کلام المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی الذی صوّبه وصححه استاذ الاستاذ شیخ الهند مولانا محمود حسن قدس سرهما ما نصه وهو الصواب (ای عدم الاعتبار بالخبر التلغرافی) فی الصورة المسئولة الا ان یحصل غلبة الظن بالاخبار الکثیرة فحینئذ یجوز العمل به ولا یجب وعدم اکتفاء الواحد والاثنین اظهر وهکذا احال الکتاب آه الماخوذ من البیان الکافی فی الخبر التلغرافی فما قال بعض الفقهاء کما قال الشامی نقلاً عن الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة الخ صفحه ۱۰۲ شامی ج ۲ ۔ محمول علی زیادة التاکد لا انه شرط جواز العمل. ولو سلم ان لفظ جماعات متعددون هی المنظور الیها ههنا فنقول ان لفظ الجماعة فی اللغة والشرع یطلق علی اثنین فصاعداً. فاذا صارت بصیغة الجمع واقلها ثلث فلفظة جماعات تصدق علی ستة من المخبرین کما لا یخفی. فالاستفاضة تتحقق بالستة ویؤید ذلک

ما فی البیان الکافی فی الخبر التلغرافی من جواب المفتی الاعظم بالدیار الهندیة مولانا محمد کفایت الله وصوبه ایضاً حضرة شیخ الهند قدس سرهما ما نصه. واما اذا تعددت وزادت علی الخمسة وتحقق المرسل الیه انها بخط المرسل نفسه الی ان قال ینبغی ان یعتمد علیها لکن الذی تطمئن الیه النفس هو ان لا یقدر لها عدد معین بل کلما حصل للحاکم. او عالم ثقة الطمانینة جازله الحکم بها.

ومما ینبغی ان یُعلم ان الاستفاضة لا یشترط فیها ان یتباین اماکن المخبرین بل یکفی فیها ان تأتی جماعة من بلدة واحدة رأی فیها الهلال فلاذا لا یشترط هذا فی الخبر المتواتر فکیف فی الاستفاضة وهی دونه.

قال صدر الشریعة فی التوضیح فی بیان المتواتر ان یکون رواته فی کل عهد قوماً لا یحصی عددهم ولا یمکن تواطؤهم علی الکذب لکثرتهم وعدالتهم وتباین اماکنهم انتهی. نقل فی شرحه العلامة فی التلویح وما ذکر العدالة وتباین الاماکن فتاکید لعدم تواطؤهم علی الکذب ولیس بشرط فی التواتر. وایضاً یفهم هذا من عبارة شمس الائمة الحلوانی التی نقلها الشامی کما مر ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین البلدة الاخری یلزم حکم هذه البلدة. وکذا عبارة الرحمتی ان تأتی من تلک البلدة الخ فان هذه وتلک من اسماء الاشارة والموضوع له فیهما خاص کما هو مبین فی موضعه.

۵: سان حکم الحاکم او نائبه من العلماء الثقات بالصوم بقول واحد وبخط. وصام الناس ثلثین یوماً فان کان فی السماء علة جاز الفطر بالاتفاق وان کانت السماء مصحیة فعند الشیخین لا یجوز الافطار. وعند محمد یجوز. قال الشامی ج ۲ صفحه ۱۰۲ (عن الذخیرة ان غم هلال الفطر حل اتفاقاً) استدراک علی ما ذکره المصنف من ان خلاف محمد فیما اذا غم هلال الفطر بان المصرح فی الذخیرة وکذا فی المعراج عن المجتبی ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الهلال فعندهما لا یحل الفطر وعند محمد یحل کما قاله شمس الائمة الحلوانی وتمامه فی الامداد. قال فی غایة البیان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداءً بل بناءً وتبعاً وکم من شیء یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً صفحه ۱۰۳. فالاحتیاط فی الصوم العمل علی قول الشیخین. واما فی الغیم ونحوه فجاز الفطر. فان ثبوت الفطر وان لم یکن بدون شهادة

شاہدین لا یدخل تحت الحکم لکن ہنا لما کان الثبوت ضمناً فیکفی خبر قول الواحد. کما قال العلامۃ
الشامی تحت قول الدر (و یثبت دخول الشہر ضمناً) و نظیرہ ما سنذکرہ فیما لو تم عدد رمضان
ولم یر ہلال الفطر للعلۃ. یحل الفطر و ان ثبت رمضان بشہادۃ واحد لثبوت الفطر ضمناً
ان کان لا یثبت قصداً الا بالعدد و العدالۃ ہذا ما ظہر لی انتہیٰ۔

۹- خبر الفاسق غیر مقبول فی الصوم و الفطر حتی یجب علی القاضی ان لا یقبلہ و ان قبلہ
اثم۔ لکن مع ذلک لو قبلہ و حکم بہ نفذ حکمہ۔ و لزم سائر المسلمین العمل بہ. قال فی الفتاویٰ
الھندیۃ ولو شہد فاسق و قبلہا الامام و امر الناس بالصوم فافطر ہو و واحد من اہل بلدہ
قال عامۃ المشائخ تلزمہ الکفارۃ کذا فی الخلاصۃ۔ ج ۱ باب رؤیۃ الہلال۔ من کتاب
الصوم۔ و فی الدر المختار و بل لہ ان یشہد مع علمہ بفسقہ. قال البزازی نعم لان القاضی ربما
قبلہ (انتہیٰ)

و قال مولانا عبد الحی المرحوم اللکھنوی فی رسائل الارکان و نحن نقول ان شرط العدالۃ
فی امثال ہذا فی زماننا یخل باکثر الاعمال لا سیما فی الصیام فالاحری ان یفتی بما من
الامام ابی یوسف ان الشاہد اذا کان ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ یقبل قولہ لئلا یختل
امر الصائم (انتہیٰ) و قال المفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندی رحمہ اللہ فی فتاواہ فی جواب
السوال ما ترجمتہ. ان تحققت قرائن صدق الشاہد عند القاضی فیسع لہ قبول شہادتہ
و جاز لہ ان یحکم بہ الحکم العالم انتہیٰ. فتبین من ہذہ العبارات ان القاضی وجب علیہ
الاحتیاط البالغ لکن بعد قبول قول الفاسق لا یجوز للمسلمین ان یخالفوا امرہ. و یلزم
علی الناس کلہم. فان من حکم بہذا الحکم ہو ضامن لما حکم۔ و مسؤل عما التزم۔
و اللہ اعلم۔

ہذا ما تبین لی فی الجواب بتوفیق ملہم الصواب و الیہ المرجع
و المآب۔ اللہم تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔

باب الاعتکاف



اعتکاف مسنون کو توڑ دے تو قضاء کا حکم

ایک آدمی رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتا ہے۔ چار پانچ دن کے بعد اس مسجد سے اٹھ کر دو فرلانگ دور ایک اور مسجد میں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے گیا۔ وہاں چار پانچ گھنٹے ٹھہرا رہا، راستہ میں باتیں بھی کیں، پھر اعتکاف والی مسجد میں آ گیا تو کیا اس کا اعتکاف ہوا یا نہیں؟ اگر ٹوٹ گیا تو قضا لازم ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر اعتکاف بیٹھنے سے پہلے نیت کر لی جائے تو درست ہے یا نہیں؟

حافظ عبدالحکیم اندرون لیلی مجنوں گیٹ جھنگ صدر

الجواب صورت مسئولہ میں ایک دن رات کے اعتکاف کی قضاء کر لی جائے۔

کما فصلہ الشامی فی باب الاعتکاف الی ان قال اما علی قول غیر ابی یوسف فیقضی الیوم الذی افسدہ لاستقلال کل یوم بنفسہ۔ (ج ۲ ص ۱۴۰)

۲۔ صرف نیت کرنا کافی نہیں بلکہ زبان سے تصریح کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد اس کام کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے۔ اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

" او شرط (فیہ ایماء الی عدم الاکتفاء بالنیۃ ابو السعود شامی) وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض و صلوٰۃ جنازۃ و حضور مجلس علم جاز ذالک فلیحفظ۔ (شامی، ج ۲، ص ۱۸۴)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نفل اعتکاف بیٹھنے کی نیت کیسے کرے

گرامی قدر جناب مفتی صاحب ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اعتکاف کے بارے میں چند مسائل دریافت کرنے تھے مہربانی فرما کر جلد جواب ...

۱۔ جب جماعتوں کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو جماعت والے کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیں جبکہ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کتنی دیر بیٹھنا ہے اور کب کسی ضرورت کے تحت مسجد سے نکلنا ہوگا ۔ تو کیا اس طرح یہ اعتکاف شمار ہوگا؟

۲۔ عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے تو وہ کتنی جگہ کو اعتکاف کی جگہ شمار کرے مثلاً پورا کمرہ پورا برآمدہ یا صحن وغیرہ اس سلسلہ میں کبھی تشفی نہیں ہوئی ؟

۳۔ عورت کو نفل اعتکاف کے لئے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے ؟

الجواب اس طرح اعتکاف درست ہے یہ نیت کر لیں کہ میں جب تک نہ نکلوں گا اسوقت تک معتکف ہوں ۔

ولیس لاقلہ تقدیر علی الظاہر حتی لو دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی أن یخرج منہ صح ھکذا فی التبیین اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

۲۔ گھر کے کسی مناسب کشادہ حصّہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالے پھر اسی میں اعتکاف بیٹھ جائے اس جگہ سے نہ نکلے ۔ ولو لم یکن فی بیتہا مسجد تجعل موضعاً منہ مسجداً فتعتکف فیہ اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

۳۔ خاوند سے اجازت لے کر اعتکاف بیٹھے ۔ فیصح من المرأۃ والعبد باذن المولی والزوج ان کان لہا زوج کذا فی البدائع اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

فقط واللہ اعلم ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے

مہینہ بھر کے اعتکاف کی منت مانی تھی تو ادائیگی شروع کی اور پورا مہینہ اعتکاف بیٹھا رہا ۔ لیکن در حالتِ اعتکاف منذور ایک دو روزے بلا قصد ٹوٹ گئے ۔ تو کیا اعتکاف ادا ہوگیا یا دوبارہ ادا کرنا پڑے گا ۔ جبکہ بعد میں وہ روزے قضاء رکھ لئے ؟

الجواب اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے ۔ کمافی الدر المختار وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقاً اھ شامی (ج ۲ ص ۱۲۷) ۔

پس صورت مسئولہ میں جس دن کا روزہ ٹوٹ گیا ہے اس دن کا اعتکاف بھی صحیح نہیں ہوا بلکہ اس روز کا اعتکاف فاسد ہوگیا ۔ فسادِ اعتکاف کی صورت میں اگر غیر معین مہینے کی نذر اعتکاف مانی ہوئی تھی تو مہینہ بھر کا اعتکاف از سر نو کرنا ہوگا ۔ صرف اتنے دن کے روزے قضاء کر لینا کافی نہیں ۔ البتہ اگر نذر کسی معین مہینے کی مانی تھی ۔ مثلاً رجب وغیرہ کی تو صرف اتنے دن کا اعتکاف مع روزہ کے قضاء کرنا لازم ہوگا جتنے دن میں دورانِ اعتکاف روزہ نہیں رکھ سکا ۔

قال فی الھندیۃ واذا فسد الاعتکاف الواجب وجب قضاءہ فان کان اعتکاف شھر بعینہ اذا افطر یوماً یقضی ذلک الیوم وان کان اعتکاف شھر بغیر عینہ یلزمہ الاستقبال ۔ اھ (ج ۱ ص ۱۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۳ ر ۴ ر ۱۳۸۷ھ

جنازہ کیلئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا

۱ : اعتکاف کی حالت میں داڑھی یا سر کو مہندی یا خضاب مسجد میں بیٹھ کر لگا سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ : مہندی اتارنے اور غسل کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں ؟

۳ : کسی خاص عزیز مثلاً بیٹا یا باپ یا بھائی کے فوت ہو جانے کی صورت میں معتکف نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱ : مسجد سے سر باہر نکال کر مہندی یا خضاب لگالے ۔

۲ : جائز نہیں اعتکاف فاسد ہو جائے گا ۔

۳ : جنازہ پڑھنے کے لئے بھی معتکف مسجد سے باہر نہ جائے اور اگر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ۔

کمافی العالمگیریۃ ولو خرج لجنازۃ یفسد اعتکافہ وکذا لصلوتہا

ولو تعینت علیہ اھ (ج ۱۲، ص ۱۰۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۱۰/ رمضان ۱۳۸۴ھ

آخری عشرہ کا اعتکاف فاسد کر دیا تو ایک دن قضاء کر لے

ایک شخص آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف بیٹھا۔ بیماری کے عذر ... فاسد کر دیا، قضاء لازم ہوگی یا نہیں ؟

الجواب والحاصل ان الوجہ یقتضی لزوم کل یوم شرع فیہ عندھما بناء علی لزوم صومہ بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلۃ شفع من النافلۃ الرباعیۃ وان کان المسنون ھو اعتکاف العشر بتمامہ اھ

(شامی ج ۲، ص ۱۸۰)

عبارت ہذا سے معلوم ہوا کہ طرفین کے نزدیک ایک دن رات کا اعتکاف قضاء کرے گا۔ اور اس دن روزہ بھی رکھے ... آئندہ رمضان میں بھی قضاء درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۴/ ۱۲/ ۱۳۹۴ھ

معتکف موئے زیر ناف صاف کرنے کیلئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں

ایک آدمی اعتکاف واجب تین ماہ کے لئے بیٹھا ہے اگر وہ اتنے طویل عرصہ میں زیرِ ناف کے بال بغل کے بال اور ناخن وغیرہ نکالے تو یہ جرم تو نہیں ؟ اگر ہے تو اب وہ شخص کیا کرے ؟

غلام مصطفیٰ : مرکزی مسجد اہل حدیث، جھنگ

الجواب روی مسلم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت لنا فی تقلیم الاظفار وقص الشارب ونتف الابط ان لا نترک اکثر من اربعین لیلۃ نقلہ فی الشامیۃ وفی الدر المختار وکرہ ترکہ (ای تحریمًا) وراء الاربعین اھ

(شامیۃ، ج ۵، ص ۲۶۹)

حدیث ہذا اور فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ چالیس دن کے اندر اندر ناخن لینا اور بال وغیرہ بنانا ضروری ہے۔ پس ضرورتِ

شرعیہ لازمہ ہوا۔ اور ایسی ضرورت جو مسجد میں ادا نہ کی جاسکے اس کے لئے خروج جائز ہے۔ پس معتکف اگر موئے زیرِ ناف صاف کرنے کے لئے مسجد سے باہر آئے تو اجازت ہوگی۔ باقی ناخن اور دیگر بال وغیرہ مسجد کے اندر ہی صاف کئے جاسکتے ہیں۔ بال و ناخن کپڑے میں لپیٹ دے اور باہر پھینک دے۔ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ ان بالوں کی صفائی کے لئے مستقل طور پر نہ نکلے بلکہ جب پیشاب یا پاخانہ کے لئے نکلے تو اس کے ضمن میں موئے زیرِ ناف بھی صاف کر لے بلکہ اسی پر عمل کرے اور قصداً اس کے لئے نہ نکلے۔ کیونکہ صریح جزئیہ نہیں مل سکا۔ ضرورتِ طبعیہ کے لئے نکلنے کے بعد عیادت مریض کا جواز۔ "بحر" ج ۲، میں بدائع سے منقول ہے اسی سے یہ حکم ماخوذ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱/ ۹/ ۱۳۸۳ھ

چالیس دن اعتکاف کی نذر مانی تو لگاتار اعتکاف کرے

یہ واجب اعتکاف صرف ایصالِ ثواب کے لئے یعنی غیر مشروط ہے کسی نیت کی وجہ سے نہیں۔ الفاظ یہ تھے کہ اگلے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغرض ثواب چالیس دن اعتکاف کروں گا اور پھر چالیس چالیس یوم کا بغرض ثواب فلاں فلاں کو۔ اب میں چاہتا ہوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہر ماہ کے درمیانی عشرہ میں گھر پر ہی اعتکاف کروں۔ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں ؟

الجواب مسجد میں چالیس روز لگاتار اعتکاف فرمائیں تفریق درست نہیں۔ مراقی میں ہے

" ولزمتہ الایام بنذر اللیالی متتابعۃ وان لم یشترط التتابع فی ظاھر الروایۃ لان مبنی الاعتکاف علی التتابع وتاثیرہ ان ما کان متفرقا فی نفسہ لا یجب الوصل فیہ الا بالتنصیص و ما کان متصل الاجزاء لا یجوز تفریقہ الا بالتنصیص (۳۸۵) و منہ ما لزم بنذر الاعتکاف وھو متتابع وان لم ینص علیہ ص ۳۸۵ مراقی۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

معتکف کا محفل قرآن مجید میں جانا

ایک شخص نے پورے رمضان المبارک کے مہینے کے اعتکاف کی نیت کر لی، چند روز گزرنے کے بعد چند احباب نے اس شخص کو محفل قرآن مجید

میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ اور وہ لوگ اس کی شرکت کو بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض احباب تو کہتے ہیں اگر آپ نہ آئے تو اس سال محفل قرآن نہیں کرائیں گے۔ تو اب اگر وہ شخص اعتکاف کو توڑے تو قضاء تو یقیناً ہوگی لیکن قضاء بھی رمضان میں ضروری ہے یا غیرِ رمضان میں بھی ہو سکتی ہے؟

الجواب اگر یہ اعتکاف نفلی ہے یعنی نذر وغیرہ نہیں مانی تو اس کے قطع سے قضاء لازم نہیں ہوگی جو ہوگیا وہ ہوگیا۔ کیونکہ بربنا بر روایتِ اصل ادنیٰ مدتِ اعتکاف ایک ساعت ہے اور اس کے لئے صوم بھی شرط نہیں۔ بخلاف اعتکاف واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضاء لازم آتی ہے اور صوم بھی اس کے لئے شرط ہے۔

فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضاءه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر من المذهب وما فی بعض المعتبرات انه یلزم بالشروع مفترع علی الضعیف قاله المصنف وغیره ۔ (تنویر مع الدر علی هامش رد المحتار، ج ۲، ص ۱۳۱)۔

نذر مع قسمیہ تنجیز و تعلیق کی زبان سے صراحت نہ کی ہو۔ بصورتِ دیگر یہ واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

معتکف غسلِ تبرید کیلئے نہیں نکل سکتا

زید جو کہ معتکف ہے اپنے جسم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے مسجد کے احاطہ میں غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مذکورہ غسل کے لئے معتکف کا نکلنا درست نہیں اور مسجد سے مراد چھت والا حصہ اور آگے کا صحن ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ معتکف کو غسل کے لئے ان حصوں سے نکلنا درست نہیں۔

" وحرم علیه ای علی المعتکف الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنه الاغتسال فی المسجد اه (شامی، ج ۲، ص ۱۸۰)۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷، ۹، ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

معتکف نے بوقتِ نیت جنازہ وغیرہ کے لئے نکلنے کی تصریح کر لی تو نکلنا جائز ہے

زید رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا ہے کیا وہ دورانِ اعتکاف وعظ و تبلیغ کے لئے دوسری مسجد جا سکتا ہے جب کہ وہ بوقتِ اعتکاف نیت کرلے کہ میں ان کاموں کے لئے جاؤں گا؟

حافظ عبد الحکیم لیلیٰ مجنوں گیٹ جھنگ صدر

الجواب صرف نیت کرنا کافی نہیں بلکہ زبان سے تصریح کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اس کام کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

" لو شرط (فیه ایماء الی عدم الاکتفاء بالنیة ابو السعود شامی) وقت النذر ان یخرج لعیادة مریض وصلوة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ۔ (شامی ج ۲، ص ۱۴۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

بحالتِ اعتکاف برائے غسل نکلنا

اعتکاف کی حالت میں معتکف کا غسلِ جنابت کے علاوہ غسل کے لئے مسجد سے باہر نکل کر غسل خانۂ مسجد یا حمام میں جانا جائز ہے کہ نہیں؟

۲ ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ کتنے دن اعتکاف کیا؟ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل فرمانا بحالتِ اعتکاف ثابت ہے؟ جواز و عدمِ جواز کی صورت میں احادیث و مستند کتب کا حوالہ لکھیں۔

۳ ، زید کہتا ہے کہ معتکف کا مسجد سے باہر نکل کر غسل کرنا حمام میں جائز ہے، عمرو کہتا ہے کہ جائز نہیں۔ آیا کون سچا ہے؟

از کریم الدین خان، مکان نمبر ا، گلی نمبر ۱۳، مجاہد آباد مغلپورہ لاہور

الجواب ۱، غسلِ فرض کے علاوہ کسی اور غسل کے لئے معتکف کا مسجد سے نکلنا درست نہیں۔

" وحرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنه الاغتسال فی المسجد۔ (در مختار علی الشامیة، ج ۲، ص ۱۸۰)۔

۲ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف پابندی سے کرتے تھے اور بیس دن کا اعتکاف بھی ثابت ہے۔) عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه کان یعتکف کل عام عشرا فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض الحدیث (مشکوٰة، ج ۱، ص ۱۸۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶، ۱۲، ۱۳۹۸ھ

معتکف کا درس دینے کیلئے اپنے کمرہ سے دوسرے کمرہ میں جانا

ایک عورت درس قرآن دینے کیلئے اعتکاف والے کمرے سے دوسرے کمرہ میں جاسکتی ہے یانہیں ؟

الجواب اگر اعتکاف بیٹھنے سے پہلے زبانی نیت کی تصریح کرلی جائے تو جانا جائز ہے ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض وصلوۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجوز لہ ذالک کذافی التاتارخانیہ ۔ (عالمگیری کتاب الصوم) فقط واللہ اعلم ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح : محمد شریف جالندھری مہتمم جامعہ ہذا

معتکف پیشی پر حاضر ہوسکتا ہے یانہیں

میرا ارادہ اعتکاف مسنونہ کا ہے اور مجھ پر ایک ناجائز مقدمہ بنا ہوا ہے جس میں میری ضمانت ہوئی ہے ۔ مخالف نے میری ضمانت منسوخ کرانے کی درخواست دے رکھی ہے ۔ جس کی تاریخ عید سے دو روز قبل ہے جہاں حاضری بھی ضروری ہے ۔ صرف ایک گھنٹہ انشاء اللہ صرف ہوگا ۔ بہرحال کیا اعتکاف بیٹھنے کے بعد کچہری میں صرف تاریخ پیشی کے لئے حاضر ہوسکتا ہے کہ نہیں جب کہ اور کسی قسم کی حرکت نہ کرے اور شروع ہی سے اس حاضری کی نیت کرے ؟

الجواب درمختار میں ہے ۔ اما النفل فلہ الخروج لانہ منتہ لہ لا مبطل کما مر ۔ شامی میں ہے ۔ قولہ اما النفل أی الشامل للسنۃ المؤکدۃ ۔ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسنون میں نکلنا اعتکاف کو باطل نہیں کرتا ہے ۔ اگر شروع میں ہی اس کی نیت تاریخ پر حاضری کی ہو تو اتنے ٹائم تک باہر جانا درست ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی ۔

(معتکف اخبار نہ پڑھے)

کیا معتکف اخبار پڑھ سکتا ہے یانہیں ؟

الجواب (اخبار میں تصاویر ہوتی ہیں لہذا اسے مسجد میں لانا جائز نہیں ہرگز مسجد میں نہ لایا جائے ۔ ویسے بھی اکثر اخبار میں فضولیات ہوتی ہیں اس لئے احتراز لازم ہے) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، ۱۳۹۴/۹/۳۰ھ

معتکف وضو اور غسل کیسے کرے

۱ : معتکف وضو کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یانہیں ؟

۲ : کیا معتکف کے مسجد میں باتیں کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جائیگا ۔

۳ : کیا معتکف بوجہ گرمی غسل کیلئے مسجد سے نکل سکتا ہے یانہیں ؟

الجواب ۱،۳ ۔ وضو کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے بلکہ مسجد کے کسی کونے میں اس طرح بیٹھ کر وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے ۔ اور یہی حکم غسل بوجہ گرمی کا ہے ۔

" وحرم علیہ الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد ۔

(درمختار علی الشامیۃ ۔ ج ۲ ۔ ص ۱۸۰) ۔

۲ : (بے فائدہ باتوں سے اعتکاف میں کراہت آجاتی ہے ۔) ویکرہ تحریما صمت وتکلم الا بخیر اھ ۔ (شامیہ ، ص۱۸۵) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۱۵ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتکف بلا ضرورت طبعیہ مسجد سے نہ نکلے

احقر نے " مسائل اعتکاف " کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا ہے اس میں آنجناب کی راہنمائی کا احقر بے انتہا محتاج ہے ۔ ایک استفتاء دارالعلوم دیوبند بھی بھیجا تھا جس کی نقل منسلک ہے واضح رہے کہ آنجناب کی خدمت میں جو استفتاء مرسل ہے اس میں سوال نمبر۳ بدل دیا ہے ۔ دیوبند والے استفتاء میں سوال نمبر۳ کچھ اور ہے ۔ یہ نیا سوال بعد میں ذہن میں آیا ۔ قوی امید ہے کہ ان مسائل میں اس نالائق کی رہبری فرماکر ممنون فرمادیں گے ۔

۱ : رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے والے معتکف کو بحالتِ اعتکاف خاص غسل جمعہ کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یانہیں ؟

۲ : اگر خاص غسل جمعہ کی نیت سے نکلنا جائز نہ ہو تو اگر معتکف کسی طبعی ضرورت جیسے پیشاب و پاخانہ کی غرض سے نکلے اور فراغت کے بعد غسل جمعہ بھی کرتا چلا آئے تو ایسا کرنا جائز ہے یانہیں ؟

۳ : بصورت جواز اس غسل جمعہ میں جلدی جلدی صرف فرائض پر اکتفاء کرنا ضروری ہے یا اطمینان

سے جملہ آداب و سنن کی رعایت کے ساتھ بھی غسل کرنے کی اجازت ہے ۔ (دار العلوم والے استفتاء
میں یہ سوال یوں ہے ۔ کہ اگر معتکف کو وضو کرنے کی ضرورت ہے ۔ اور وہ ہر مرتبہ یا جب جاہے
بجائے وضوء کے غسل کر کے آجایا کرے ، تو آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟)

۴ : اب رمضان المبارک موسم گرما میں آنے لگے ہیں جس کی بنار پر معتکفین کو تبرید کے غسل کی روزانہ کم از کم
ایک بار ضرور حاجت ہوتی ہے ۔ ورنہ بدن میں پسینہ کی بدبو ، گرمی دانوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور جو لوگ
روزانہ کئی بار نہانے کے عادی ہوتے ہیں ان کو اور بھی تکلیف ہوتی ہے تو کیا ایسے حالات میں ٹھنڈک کی
غرض سے نہانے کے لئے رمضان المبارک کے عشرۂ آخیرہ کا اعتکاف کرنے والا مسجد سے نکل سکتا ہے
اس کے لئے نکلنا جائز ہے یا نہیں ، اس سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہو گا ؟

عبدالرؤف سکھروی معین مفتی دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ ۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ ،

الجواب حامداً ومصلیاً ۔

۱ : غسل جمعہ نہ ضروریات طبعیہ میں سے ہے نہ مامورات شرعیہ میں سے ہے ۔ اس لئے معتکف اس کے لئے
مسجد سے نہ نکلے ۔

۲ : صراحۃً تو یہ مسئلہ کتب فقہ میں نہیں دیکھا لیکن ضرورت طبعیہ کے لئے نکلنے کی صورت میں عیادت
مریض وصلوٰۃ جنازہ وغیرہ امور کی اجازت ہے غسل جمعہ کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔

۳ ، جب گنجائش ہی تبعاً دی گئی ہے تو اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے ۔ یہ غسل مسنون سنت کے
مطابق کرے زوائد کو ترک کر دے ۔

۴ ، غسل تبرید کے لئے بھی مستقل نہ نکلے ، ضرورت طبعیہ کے لئے نکلنا ہو تو بالتبع غسل تبرید بھی جلدی
کر لے ہاں اگر گرمی کی وجہ سے دانے نکل آئیں اور بے چینی کی وجہ سے صبر دشوار ہو گیا ہو تو پھر اس کے لئے نکلنا
درست ہو جائے گا ۔ محض ٹھنڈک تو پنکھے وغیرہ سے مسجد میں بھی حاصل کی جا سکتی ہے ۔ اور پنکھے
پر پانی ڈال کر ہوا کرنے سے مزید راحت ملتی ہے ۔ غرض جب تک مسجد میں رہتے ہوئے کام چل
سکے باہر نہ نکلے ۔ اعتکاف میں بڑا مقصود مالوفات کا ترک بھی ہے ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

۲۷ : ۲ : ۱۴۰۱ھ

الجواب (۱) جائز نہیں ۔

۳:۲ ، صراحۃً تو ملا نہیں البتہ اگر ضرورت طبعیہ کے لئے نکلے تو بعجلت غسل کر لینے
کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔ جیسے کہ ایسے نکلنے والے کے لئے عیادت مریض یا نماز جنازہ کی اجازت
ہے ۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک غسل جمعہ کے لئے نکلنا جائز ہے ۔ کما فی الاوجز

۴ ، غسل تبرید کے لئے اس تدبیر بالا سے بھی ٹھہرنے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی ۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کے
لئے تولیہ بھگو کر استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ بدبو بھی پیدا نہ ہو گی ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳ / ۹ / ۱۴۰۱ھ

نوٹ : عیادت مریض کی مذکورہ بالا اجازت اس شرط سے مقید ہے کہ اس کے لئے ٹھہرے نہیں ۔
: بلکہ چلتے چلتے حال دریافت کر لے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موقوفاً
و مرفوعاً مروی ہے ۔ کانت اذا اعتکفت لا تسئل عن المریض الا وھی تمشی ولا
تقف (موطا امام مالک) ۔ وقالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمر بالمریض
وھو معتکف فیمر کما ھو ولا یعرج یسأل عنہ ۔ (ابو داؤد) ۔ باب المعتکف یعود المریض ص ۳۳۵
اس سے معلوم ہوا کہ حاجت طبعیہ کے لئے نکلنے کے بعد بھی اپنے راستے سے ہٹ کر بقصد عیادت
نہ جائے ۔ بس راستے میں مل جائے تو عیادت کر لے ۔ نماز جنازہ کے لئے بھی مالکیہ کے ہاں یہی شرط لکھی ہے کہ
راستے میں بلا انتظار جنازہ کی نماز میں شامل ہو جائے تو گنجائش ہے ۔ (اوجز) حنفیہ کے ہاں بھی یہ تفصیل
ملحوظ رکھنی چاہئے ۔

پیسے دے کر اعتکاف بٹھانا :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ محلہ کی مسجد میں کوئی آدمی اعتکاف میں بیٹھا ایک باہر
کا غیر متعلقہ آدمی تھا ۔ مسجد کے متعلقہ آدمیوں نے یہ کہہ کر اس کو اعتکاف میں بٹھا دیا
کہ ہم تیری خدمت کریں گے ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور مدت اعتکاف کے مکمل ہونے پر اس
کو ایک صد روپے بطور خدمت دیدیئے اب سوال یہ ہے کہ اس غیر متعلقہ آدمی کا اعتکاف
محلہ والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا ۔ نیز اس کو جو رقم بطور خدمت دی گئی وہ مسجد
کے فنڈ سے دی گئی ہے کیا یہ درست ہے نیز یہ واضح فرمائیں کہ اجرت دے کر اعتکاف

میں بٹھانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب اُجرت لے کر اعتکاف بیٹھنے سے نہ معتکف کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ بٹھانے والوں کو جنہوں نے مسجد کے مملوکہ فنڈ سے سَو روپیہ دیا ہے ان پر لازم ہے۔ کہ وہ سو روپیہ مسجد کے فنڈ میں اپنی گرہ سے جمع کرائیں۔

قال العلامة النسفی النیابة تجری فی العبادات المالیة عند العجز والقدرة ولم تجر فی البدنیة بحال وفی المرکب منہ اتجری عند العجز فقط. قال ابن نجیم رحمہ اللہ. بیان لانقسام العبادة (الی قولہ) وبدنیة محضة کالصلاة والصوم والاعتکاف والاذکار والجہاد ومرکبة من البدن والمال کالحج والاصل فیہ ان المقصود من التکالیف الابتلاء والمشقة وھی فی البدنیة باتعاب النفس والجوارح بالافعال المخصوصة وبفعل نائبہ لا تتحقق المشقة علی نفسہ فلم تجز النیابة مطلقا لا عند العجز ولا عند القدرة اھ (بحر الرائق ص ۶۵ ج ۳) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم،

محمد انور غفرلہ،

۱۵ / ۱۰ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،۔

اعتکاف مسنون میں روزہ ضروری ہے

رمضان المبارک میں معتکف بیمار ہونے کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔؟ اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں ؟

۲۔ معتکف جب حاجت کے لئے گھر جاتا ہے تو چلتے ہوئے گھر اور راستے میں کسی سے بات کر سکتا ہے، یا جواب دے سکتا ہے ؟

الجواب شامی ص ۱۴۱ ج ۲ میں ہے کہ اعتکاف مسنون (یعنی رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ لہذا اگر روزہ چھوڑے گا تو اعتکاف

باقی نہ رہے گا۔) "قلت ومقتضی ذلک ان الصوم شرط ایضاً فی الاعتکاف المسنون لانہ مقدر بالعشر الاخیر حتی لو اعتکفہ بلا صوم لمرض او سفر ینبغی ان لا یصح عنہ بل یکون نفلاً فلا تحصل بہ اقامة سنة الکفایة اھ

۲۔ راہ چلتے ہوئے بات چیت کی جا سکتی ہے، ایسے ہی گھر جاکر، مگر رُکے نہیں رواں رہے۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور

۱۷ / ۱۱ / ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

معتکف کے لئے اذان دینے کا حکم

زید اور خالد دونوں علم دین ہیں اور دونوں معتکف ہیں دوران اعتکاف (ان دونوں کا کئی مسئلوں میں اختلاف ہے) زید کہتا ہے کہ معتکف کو اذان کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ باہر سے آدمیوں کو بلانا ہے اور معتکف خارج از مسجد آدمی سے بات نہیں کر سکتا ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا جبکہ اذان کی جگہ مسجد کے اندر بھی ہے خالد ہر بات اس کے خلاف کہتا ہے خالد معتکف جب وضوء کرتا ہے تو مسجد کے صحن میں بیٹھ کر وضوء کرتا ہے ٹونٹیوں پر وضوء نہیں کرتا کہتا ہے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور جمعہ کا غسل بھی مسجد میں کرتا ہے۔ لہذا ان میں نزاع ختم کرنے کے لئے ان کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب اعتکاف میں اختلافی بحثوں سے اجتناب چاہیئے۔ معتکف کے لئے اذان دینا بالکل جائز ہے خصوصاً جبکہ اذان کی جگہ مسجد کے اندر ہو (شامیہ) (عالمگیری) قاضی خاں) معتکف غیر معتکف سے جائز دینی باتیں کر سکتا ہے۔ اسکی ممانعت نہیں ہے۔

۲۔ خالد کی بات درست ہے اگر مسجد کے اندر وضو کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں فرض وضوء کے لئے معتکف کو نکلنے کی اجازت ہے۔

فقط واللہ اعلم،

عبدالستار عفا اللہ عنہ،

اعتکافِ نفل میں نہانے کے لئے نکلنے کا حکم

زید پورے رمضان کا اعتکاف بایں صورت

کرتا ہے دس یا پندرہ دن کے بعد باہر آکر غسل وصفائی کر کے دوبارہ اعتکاف شروع کر دیتا ہے، کیا یہ صورت صحیح ہے اور اس صورت میں پورے ماہ کے اعتکاف کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟

الجواب اگر ابتدائی بیس روز کا اعتکاف نفلی ہے تو غسل وغیرہ کے لئے نکلنا جائز ہے البتہ اگر اعتکاف واجب ہے تو پھر درمیان میں نکلنا جائز نہیں۔ من نذر باعتکاف رمضان صح نذره فان صام رمضان ولم یعتکف کان علیه ان یقضی اعتکاف شهر آخر متتابعاً ویصوم فیه (ہدایہ ص ۲۱۱/ج ۱)۔ صورت مسئولہ میں اعتکاف درست ہے اور پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کے ثواب کی امید رکھی جائے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۳ / ۱۰ / ۱۴۱۲ھ

معتکف دوسری مسجد میں تراویح پڑھانے جا سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جس مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے اسکی رہائش بھی وہیں ہے لیکن وہ تراویح دوسری مسجد میں پڑھاتا ہے اور ظاہر ہے ختم شریف بھی ہوگا اور اس میں زید کی حاضری لازمی ہے۔

اب آپ ہمیں قرآن وسنت وحدیث وفقہ کی روشنی میں بتائیں کہ وہ کون سے افعال ہیں جن سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور وہ کون سے افعال ہیں جن کے کرنے سے اعتکاف پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور تفصیل سے بتائیں کہ زید کو کیا کرنا چاہیئے جس سے

قرآن شریف کا ختم بھی ہو جائے اور زید کے اعتکاف پر بھی کچھ اثر نہ ہو۔ جبکہ ختم شریف میں بھی حاضری لازمی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعتکاف بیٹھتے وقت یوں نیت کریں: میں اللہ تعالیٰ کے لئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں البتہ تراویح میں قرآن سنانے کے لئے جایا کروں گا" پھر تراویح کے وقت کے بالکل قریب جایا کریں اور فارغ ہوتے ہی اعتکاف والی مسجد میں آجایا کریں۔ راستہ میں آتے جاتے کسی جگہ کھڑے نہ ہوں۔

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلك كذا فی التاتارخانیة اھ (عالمگیری ص ۱۹۹/ج ۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۷ / ۹ / ۱۴۱۷ھ

معتکف ووٹ ڈالنے جا سکتا ہے

معتکف ووٹ ڈالنے کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اعتکاف مسنون میں معتکف کے لئے ایسے کاموں کے لئے نکلنے کی اجازت باوجود تتبع کے نہیں ملی البتہ اگر اعتکاف منذور میں ابتداءً بوقت نذر کسی امر کے لئے نکلنے کی تصریح کر لی جائے تو اس کا جواز موجود ہے،

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلك كذا فی التاتارخانیة

(عالمگیری ۱/۱۹۹)

چونکہ اعتکاف مسنون بھی منذور ہی کی طرح ہے کہ اس میں التزام فعلاً ہوتا ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ووٹ ڈالنے کے لئے نکلنا ہو وہ اعتکاف بیٹھتے وقت

یہ تصریح کر لیں۔ بیں اللہ تعالیٰ کے لئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں البتہ انتخاب والے دن ووٹ ڈالنے کے لئے پولنگ اسٹیشن پر جاؤں گا۔ پھر ایسے وقت نکلیں کہ جاتے ہی ووٹ ڈال سکیں اور پھر فارغ ہوتے ہی مسجد آجائیں اور اعتکاف پورا کریں۔ عورتیں اعتکاف بیٹھی ہوں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
رئیس دارالافتاء خیر المدارس۔ ملتان

۱۳ / ۹ / ۱۴۱۷ھ

معتکف کھانا لینے جائے تو راستہ میں کوئی چیز خریدنے کا حکم

ایک شخص حالتِ اعتکاف میں مسجد سے گھر کو رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں سے برف کا ٹکڑا خرید کر لے گیا، یا سحری کے وقت رفع حاجت کے لئے گیا۔ ضمناً کھانا کسی روزہ دار کو دے دیا اور اپنا کھانا لا کر مسجد میں کھایا۔ ان دونوں صورتوں میں اعتکاف تو فاسد نہیں ہوا اگر فاسد ہو گیا تو قضاء لازم ہے۔؟

الجواب اگر ان دونوں صورتوں میں معتدبہ توقف کرنے کی نوبت نہیں آئی (جس سے کہ کوئی دوسرا شخص دیکھنے والا غیر معتکف کا کام نہ سمجھے) بلکہ چلتے چلتے یہ کام کیے گئے تو پھر اعتکاف فاسد نہیں ہوا۔ ورنہ فاسد ہوا اور قضاء لازم ہو گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ

۱۰ / ۱۰ / ۱۳۷۴ھ

عورت اعتکاف کیلئے جگہ متعین کر کے پھر اسے بدل نہیں سکتی

امام صاحب کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہو اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو تو سوال یہ ہے کہ بعض مساجد ایسی ہیں کہ جن میں جماعت نہیں ہوتی۔ لوگ نماز پڑھتے ہیں

تو اس صورت میں فتویٰ کس مسجد پر ہے صرف مسجد یا جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو۔

۲۔ کیا ہر گھر میں عورت کو اعتکاف بیٹھنا چاہیے یا محلہ میں ایک عورت اعتکاف بیٹھ جائے؟

۳۔ عورت گھر میں جگہ کا تعین کیسے کرے اگر اندر کرے تو رات کے وقت حبس اور گرمی ہوتی ہے اور باہر کرے تو دن کو دھوپ ہوتی ہے؟

۴۔ کیا عورتوں کے لئے بھی مردوں کی طرح اعتکاف کی تاکید آئی ہے نہ بیٹھیں تو گنہگار ہوں گی؟

الجواب ۱۔ بہتر یہی ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جائے جس میں جماعت پنجگانہ ہو۔ اگر ایسی مسجد نہیں ہے تو پھر جس میں بیٹھا جائے اسی میں کوشش کی جاوے کہ نماز باجماعت پنجگانہ ادا ہو۔

۲۔ اعتکاف کے لئے جگہ متعین کرنے کے بعد تغیر و تبدیل جائز نہیں ہے۔ اندر ہو یا باہر ہو بہتر یہ ہے کہ برآمدہ وغیرہ کا تعین کیا جائے یا پنکھے وغیرہ کا انتظام کر لیا جاوے۔ اگر زیادہ تکلیف ہو تو ترک کی بھی گنجائش ہے۔ سرے سے اعتکاف نہ بیٹھے

۳۔ عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے اور اگر اسی بستی میں کوئی اور معتکف ہو تو گناہ نہیں

فقط واللہ اعلم، فقیر محمد انور،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

۱۸ / ۹ / ۱۳۹۷ھ

اعتکاف میں حیض آجائے تو اعتکاف ختم ہو جاتا ہے

اگر ایک عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھتی ہے اور چلتے چلتے حیض آگیا بتائیں اعتکاف فاسد ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر عورت اعتکاف کے دوران حائضہ ہو جائے تو حیض آتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا بعد میں ایک دن اعتکاف کی قضاء مع روزہ کے ضروری ہے ہندیہ میں ہے۔ اذا فسد الاعتکاف الواجب وجب قضاؤہ فان کان اعتکاف شہر بعینہ اذا افطر یوما یقضی ذلک الیوم وان کان اعتکاف

شهر لغير عينه يلزمه الاستقبال سواء افسده بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والاكل فى النهار أو لعذر كما اذا مرض فاحتاج الى الخروج أو لغير صنعه كالحيض والجنون والاغماء الطويل (ص ۲۱۳ / ج ۲).

آخری عشرہ میں اعتکاف کا ٹوٹ جانا بھی اسی حکم میں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۷ / ۸ / ۱۴۱۰ ھ

معتکف کے لئے مسجد کی چھت پر رات گزارنے کا حکم

اگر کوئی شخص مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور مسجد کے صحن میں ایک سیڑھی رکھی ہوئی ہو، اور اس سیڑھی پر چڑھ کر پہلے مسجد کے وضوء خانے کی چھت سے گزر کر مسجد کی چھت پر جاکر رات گزار سکتا ہے یا نہیں یا سیڑھی سیدھی مسجد کی چھت پر جائے یعنی وضوء خانے سے نہ گزرنا پڑے تو اس صورت میں مسجد کے اوپر جاکر رات گزار سکتا ہے ؟

الجواب دوسری صورت درست ہے اگر مسجد کا بالائی حصہ ابتداء ہی سے نماز کے لئے نہ بنایا گیا ہو تو محض سونے کے لئے اوپر چڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور

خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھنا

عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف رمضان المبارک میں بیٹھ سکتی ہے کہ نہیں ؟

الجواب (عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ بیٹھے) شامیہ میں سراج سے نقل کیا ہے۔

ولا ينبغي لها الاعتكاف بلا اذنه (ص ۱۲۹ / ج ۲ شامی) فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

معتکف کا مسجد میں بیٹھ کر مطب چلانا

ایک حکیم صاحب ہر سال رمضان المبارک میں معتکف ہوتے ہیں اور مسجد کی کھڑکی میں بیٹھ کر ادویات مریضوں کو دیتے ہیں۔ وہیں پر ہی دام وصول کرتے ہیں۔ کیا شرعاً جائز ہے ؟

الجواب حکیم صاحب مرض کی تشخیص اور ادویات تجویز کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد میں بیٹھ کر دوائیاں فروخت نہ کریں۔ لانه منقطع الى الله فلا ينبغي له أن يشتغل بامور الدنيا (شامی ص ۱۸۶ / ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،

عبداللہ عفر لہ ،

اعتکاف ٹوٹ جائے تو اسکی قضا غیر رمضان میں بھی کر سکتا ہے

۱۔ ایک آدمی ایک ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے جہاں نماز با جماعت ہوتی ہے اور جمعہ بھی ہوتا ہے تو آیا یہ شخص ادائیگی جمعہ کے لئے کسی دوسری مسجد میں جا سکتا ہے یا نہیں یا کسی شخص کی ملاقات کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔ ؟

۲۔ اگر اعتکاف ٹوٹ جائے تو کتنے دنوں کی قضاء کرے اور کب کرے۔ رمضان میں قضاء کرے یا غیر رمضان میں ؟

الجواب ولا يخرج من المسجد الا لحاجة الانسان والجمعة (ہدایہ ص ۲۱۱ / ج ۱)۔ جزئیہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف والی مسجد میں جب جمعہ ہوتا ہے تو دوسری مسجد میں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اگر

کسی کو ملنے گیا تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ ولو خرج من المسجد ساعة بغیر عذر فسد اعتکافه هدایه ص۲۱۱ ج۱)

۲۔ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا سنت مؤکدہ اعتکاف اگر ٹوٹ جائے تو اسی دن کی قضا آئے گی جس دن ٹوٹا ہے۔

اما علی قول غیرہ (ای علی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله فیقضی الیوم الذی افسدہ لاستقلال کل یوم بنفسه.

شامی ص۱۳۳ ج۲)

قضا چاہے رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں دونوں میں جائز ہے۔ غیر رمضان میں نفل روزہ رکھ کر اعتکاف کی قضاء کرنا ہوگی۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
محمد انور عفی عنہ
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

معتکف کا سحری وافطاری کے لئے گھر جانا

ایک امام مسجد جس کا گھر مسجد سے دو صد قدم دور ہے حقہ نوشی کا عادی ہے اور معتکف ہونا چاہتا ہے صبح وشام بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے۔ تقریر کرنے کے بعد جمعہ وغیرہ پڑھاتا ہے اس کا خیال ہے کہ سحری وافطاری کے وقت گھر آیا کرے اور سگریٹ نوشی مسجد سے باہر کرے اسی طرح جمعہ نکاح وغیرہ پڑھائے

الجواب معتکف کے لئے اگر مسجد میں کھانے پینے کا انتظام ہو سکتا ہے تو اسے کھانے کیلئے گھر جانا جائز نہیں۔

کما فی الدر المختار وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیه (الی ان قال) فلو خرج لاجلها فسد لعدم الضرورة (شامی ص۱۴۲ ج۲)

اگر دونوں فریق موجود ہوں۔ مجلس مسجد میں کی گئی تو معتکف نکاح پڑھا سکتا ہے نماز جمعہ تقریر خطبہ جمعہ اقامت بھی جائز ہے جبکہ اسی مسجد میں ہو نماز جنازہ کے لئے

معتکف کو علماً مکروہ تحریمی ہے۔ لو خرج لجنازة یفسد اعتکافه (وکذا لصلوٰتها کذا فی الهندیة ص۲۱۳ ج۱) سحری اور افطاری کے وقت اگر پیشاب وغیرہ کے لئے نکلے تو اس وقت سگریٹ پی سکتا ہے۔ پھر منہ صاف کرکے مسجد میں آجائے مسجد میں سگریٹ پینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتکفین کے لئے مسجد کے صحن کے کنارے پر ٹونٹی لگوانا

رشید آباد کالونی جامع مسجد رشیدیہ میں آخری عشرہ رمضان شریف کا اعتکاف کرنے والوں کے لئے مسجد کے صحن کے کنارہ پر ایک ٹونٹی لگائی گئی ہے اس سے صرف معتکف کو سہولت پہنچانا مقصود تھا۔ جیسے وضو۔ کلی کرنا۔ ہاتھ دھونا پانی پینا۔ برتن دھونا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس ٹونٹی سے جو پانی آتا ہے وہ نہ تو مسجد کے صحن میں گرتا ہے اور نہ ہی ٹھہرتا ہے۔ بلکہ نالی کے ذریعہ سے پانی حدود مسجد سے باہر چلا جاتا ہے۔ یہ جگہ کچھ اسطرح ہے کہ مسجد کے صحن کے کنارہ پر پلاسٹک بچھا کر اور اینٹوں سے حوضی کی شکل بنا کر پانی باہر نکالا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے مسجد کے احترام میں یا معتکف کے اعتکاف میں کچھ کمی یا نقص پڑتا ہو تو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتایا جائے۔

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کرام۔ وضاحت فرمائی جائے۔

الجواب اگر مسجد کے صحن میں مستعمل پانی نہیں گرتا اور نہ ہی مسجد کی آلودگی ہوتی ہے۔ تو شرعاً اسکی گنجائش ہے۔ اعتکاف میں خلل کی بجائے اعتکاف کی تکمیل ہے کیونکہ صرف ہاتھ دھونے یا کلی وغیرہ کرنے کے لئے معتکف مسجد سے نہیں نکل سکتا۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۹/۲۱ھ

معتکف کو کن اُمور میں مشغول رہنا چاہیئے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل بہت سارے نوجوان رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں، اور دوران اعتکاف باتیں اور ہنسی مذاق اور مسجد کے آداب کے خلاف حرکات کرتے رہتے ہیں لہٰذا آپ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا ایسی باتیں کرنا شرعاً کیسا ہے۔ نیز اعتکاف کے آداب سے مطلع فرمائیں؟

(المستفتی: محمد طاہر زمانی)

الجواب (اعتکاف کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ معتکف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو مکمل طور پر عبادت کے لئے فارغ کرلیتا ہے اور ان تمام دنیوی مشاغل کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے والے ہیں) عالمگیری میں ہے:

فان فیہ تسلیم المعتکف کلیتہٗ الی عبادۃ اللہ فی طلب الزلفٰی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی ھی مانعۃ عما یستوجب العبد من القربیٰ اھ (ص۲۱۲ ج۱)

(اس لئے معتکف کے لئے اعتکاف کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے فقہاء کرام نے جو عبادات لکھی ہیں وہ یہ ہیں قرآن حکیم کی تلاوت حدیث اور دیگر دینی علوم میں مشغولیت آنحضرت علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ دوسرے انبیاء کرام سلف صالحین کے حالات کو پڑھنا، دینی امور کی کتابت وغیرہ دورانِ اعتکاف دنیاوی باتیں ہنسی مذاق اعتکاف کے مقصد کے بالکل خلاف ہے اور اس میں بعض گناہ کی باتیں بھی ہوجاتی ہیں جو کہ مسجد میں اور پھر حالتِ اعتکاف میں بہت زیادہ نقصدہ ہیں) ویلازم التلاوۃ والحدیث والعلم وتدریسہ وسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والانبیاء علیہم السلام واخبار الصالحین وکتابۃ امور الدین اھ

(عالمگیری ص۲۱۲ ج۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

کِتابُ الحج

قال اللہ تعالیٰ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران)



عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفّارۃ لما بینہما والحج المبرور لیس لہٗ جزاءٌ الا الجنّۃ، متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۲۲۱ ج۱)

مرتبہ: مُفتی محمّد انور،

صرف آبِ زم زم پینے کیلئے مکہ مکرمہ گیا تو اس پر عمرہ لازم ہے

زید نے مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور اسی دن مکہ المکرمہ پہنچ کر عمرہ کیا احرام کھول دیا سہ پہر کو کسی کام سے نجران چلا گیا چند روز کے بعد واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن نہ تو احرام باندھ کر آیا نہ ہی عمرہ کرنے کی نیت تھی محض زم زم پینا مقصود تھا۔ نفلی طواف کی نیت تھی۔ سلے ہوئے لباس میں نفلی طواف کر لیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ نجران میقات سے باہر ہے واپس آکر عمرہ کرنا لازم تھا یا نہیں؟

۲۔ درج بالا نیت کے ساتھ میقات میں بلا احرام چلے جانے سے اور سلے ہوئے کپڑے سے طواف کرنے سے جنایت کا دم لازم ہے یا نہیں؟

الجواب ۲،۱: عمرہ کرنا لازم تھا مذکورہ نیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شخص مذکور پر ایک دم اور عمرہ لازم ہے۔

ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ الیٰ ان الواجب علیہ بدخول مکۃ بلا احرام أمران الدم والنسک الخ۔ (شامیہ مع الدر ص ۲۲۸ ج ۲)، فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

پہلے والدین کو حج کرانا ضروری نہیں

میں نے حج کی درخواست دی ہوئی ہے والدین ضعیف العمر ہیں عوام الناس اعتراض کرتے ہیں کہ اپنے سے پہلے والدین کو حج کرانا ضروری ہے جبکہ والدین نے اجازت بھی دے دی ہے کیا ایسی صورت میں میرا حج قبول ہو گا؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں جبکہ والدین نے آپ کو بخوشی حج کرنے کی اجازت دے دی ہے تو آپ شرعی طور پر حج کر سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا حج کرنے سے پہلے والدین کو حج کرانا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

حج کے لئے لوگوں سے چندہ کرنے کا حکم

ایک شخص حج کا شوق رکھتا ہے اور اس کے پاس زادِ راہ نہیں اور حج غیر فرض سمجھتے ہوئے اپنے متعلقین سے اظہار کرے کہ میں حج کا بڑا شوق رکھتا ہوں کہ تم لوگ بطیب خاطر زکوٰۃ وغیرہ سے امداد کر دو تو میں حج پر جاتا ہوں ورنہ نہیں۔ اب اگر لوگ اپنی مرضی سے امداد کر دیں تو اس کا حج درست ہے یا نہیں؟

الجواب بلا ضرورت شدیدہ سوال کرنا جائز نہیں اور جس شخص پر حج فرض نہ ہو اس کو حج کرنا ضرورت شدیدہ نہیں، اس لئے حج کرنے کے لئے لوگوں سے چندہ مانگنا جائز نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر لوگ از خود چندہ دینا چاہیں اس کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کما یفہم من الدر ولو وھب الاب لابنہ مالاً یحج بہ لم یجب قبولہ۔ ص ۱۹۶ ج ۲

رہی یہ بات کہ اگر لوگ از خود خوشی سے شخص مذکور کو اتنی مقدار روپیہ دے دیں کہ اس روپے سے حج فرض ہو جاتا ہے تو اس روپیہ سے اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ زکوٰۃ کا روپیہ اسوقت لینا جائز ہو گا شخص موصوف کو جب تک کہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اگر اس کے پاس اتنا روپیہ جمع ہو جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جائے۔ تو پھر جائز نہیں

الجواب صحیح، خیر محمد، ۴، ذیعقد ۱۳۷۵ھ

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحٰق غفرلہ

حج بدل کے لئے دی گئی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

زید ٹی بی کا مریض تھا جس کی وجہ سے سفر کرنے سے قاصر تھا اس نے عمرو کو حج بدل کے لئے رقم دی ابھی درخواست دینے کے دن باقی تھے کہ زید فوت ہو گیا۔ زید کے لڑکے محمد نواز نے عمرو سے مطالبہ کیا کہ وہ رقم واپس کر دو، عمرو نے کہا کہ زید یہ رقم مجھے حج کے لئے دے گیا تھا۔ اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو واپس کر دوں گا۔ کیا شرعاً زید کا لڑکا یہ رقم واپس لے سکتا ہے۔؟

الجواب نعم لو کان المیت ھو الذی دفع للمأمور ثم مات کان للوارث استرداد ما فی ید المأمور۔ (شامی ص ۲۴۳ ج ۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں محمد نواز اپنے حصہ کی رقم واپس لینے کا مجاز ہے۔ زید نے اگر الگ

حج کرنے کی وصیت بھی کی ہو تو دوبارہ سوال بھیج کر جواب حاصل کریں ۔۔۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۵ / ۹ / ۸۲ ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ
۱۵ / ۹ / ۸۲ ھ

سعودی حکومت کی حج فیس ادا نہ کی تو حج کا حکم

میں نے حج کیا جس میں میرے پاس چار صد روپیہ اپنا تھا اور پانچ صد روپیہ قرض لیا اور حج کو روانہ ہو گیا۔ کراچی جا کر معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ کے لئے گیارہ صد روپیہ کی ضرورت ہے بعض حاجیوں نے مشورہ دیا کہ تم حج کے لئے چلے جاؤ اور جو ابن سعود کے ملک کی فیس ہوتی ہے وہ نہ دینا ویسے ہی داخل ہو کر حج کر لینا چنانچہ میں نے ایسے ہی بلا فیس حج کر لیا جس کی رقم تقریباً چار صد روپیہ کے قریب ہوتی ہے آیا یہ حقوق العباد میں سے ہے یا نہیں اور اسکی ادائیگی میرے ذمہ لازمی ہے یا نہیں تاکہ عنداللہ کوئی گرفت نہ ہو اور ادائیگی کی صورت کیا ہے ؟

الجواب شرعاً ایسے ٹیکس اور فیس لازم نہیں ہیں۔ لیکن موجودہ حکومت سعودی بعض مصالح کی بناء پر یا حاجیوں کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس لئے احتیاطاً ایک درخواست حکومت سعودی کو ارسال کر کے معاف کرا لیا جائے یا ادائیگی کر دی جائے اس وقت سعودی حکومت کی فیس کل ۵۱ ریال (عربی روپیہ) ہے۔

فقط واللہ اعلم ، محمد عبداللہ غفر لہ خادم الافتاء
۲۴ ، محرم ۷۴ ھ

الجواب صحیح ،
خیر محمد عفا اللہ عنہ ،

(۱) مامور مجبوراً فضائی راستہ اختیار کرے تو زائد خرچ لے سکتا ہے یا نہیں ؟

(۱) ایک شخص نے حج کے لئے اپنا نائب مقرر کیا اور بحری جہاز پر سفر کرنے کے لئے نو صد روپیہ دیا ایک مہینہ تک نائب مامور نے کراچی میں رہ کر بحری جہاز کا انتظار کیا، لیکن اسے جہاز میسر نہ آیا۔ آخر کار بلا اجازت آمر بحرین کے راستے ہوائی جہاز پر جدہ پہنچا

۔۔۔ اور افعال حج ادا کئے اور واپس آ کر کہنے لگا کہ میرے اس سفر میں پندرہ سو روپے خرچ ہو گئے۔ چھ سو مجھے دیا جائے، تو کیا نائب مذکور نیابت سے خارج تو نہیں ہوتا۔ اگر ہو جاتا ہے تو نو سو روپے کی ضمان اس پر لازم ہو گی یا نہ یا نائب رہتا ہے اور آمر کو بقیہ دینا پڑے گا ؟

(۲) احرام و تلبیہ کے وقت آمر کا نام نہ لے تو حج بدل ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟

(۲) نائب مامور نے احرام کے وقت آمر کی نیابت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی تلبیہ کے وقت اور کہتا ہے کہ میرے دل میں آمر کی نیابت کا خیال تھا تو اس صورت میں نیابت باقی رہ جاتی ہے یا نہ ۔ ؟

الجواب (۱) والمامور بالحج اذا أخذ طریقا اخر ابعد واکثر نفقة فان کان الحاج یسلکه فله ذلک۔ عالمگیری ص ۱۳۲ ج ۱ (بحر الرائق میں ہے ص ۶۹ ج ۳ ولو سلک طریقاً ابعد من المعتاد ان کان مما سلکه الناس ففی مال الامر والا ففی ماله) (قاضی خان ص ۱۳۳ ج ۱) المامور بالحج اذا ترک الطریق الاقرب واختار الابعد بان ترک البغدادی طریق الکوفة وذهب فی طریق البصرة ان کان الحاج یسلک ذلک الطریق لا یضمن لان الطریق الابعد علی یکون أیسر ذھا بامن الاقرب۔)

ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مامور بالحج ایسا راستہ اختیار کرے جو دور ہو لیکن لوگ اس راستہ پر چلتے ہوں تو اس کے لئے جانا اور ایسے راستہ کو اختیار کرنا جائز ہے۔

(۲) فی العالمگیریة ص ۱۳۱ ج ۱ منها (ای من الشرائط) نیة المحجوج عنه عند الاحرام والافضل ان یقول بلسانه لبیک عن فلان (وفی الخانیة ص ۱۴۴ ج ۱) الحاج عن الغیر ان شاء قال لبیک عن فلان وان شاء اکتفی بالنیة۔

ان روایات سے واضح ہوا کہ اگرچہ اولی مامور کے لئے یہی ہے کہ تلبیہ میں آمر کے لئے لبیک عن فلان کہے۔ اگر صرف نیت ہی کرے تو بھی کافی ہے ۔۔۔۔ دوسری صورت میں جبکہ مامور لمبا راستہ اختیار کرے۔ بشرطیکہ وہ معتاد ہو۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خرچہ آمر کے ذمہ ہو گا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مامور نے مجبوراً سفر ہوائی اختیار کیا ہو بحری جہاز کی ٹکٹ نہ مل سکنے کی وجہ سے ۔۔۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبداللہ غفر لہ
خادم الافتاء ، خیر المدارس ملتان ۱۱ / ۳ / ۹۱ ھ

الجواب صحیح
خیر محمد مہتمم خیر المدارس ملتان
۱۱ / ۳ / ۹۱ ھ

شاذرواں سے ذرا ہٹ کر طواف کیا جائے

بیت اللہ شریف کے تین ... کی دیوار کے نیچے (سوائے حطیم کی طرف کے) ایک ذراع کے برابر پشتہ بنا ہوا ہے۔ جس کو شاذرواں بھی کہتے ہیں۔ ... حنفیوں کے نزدیک یہ بیت اللہ شریف کا حصہ ہے یعنی داخل ہے۔ اگر یہ جگہ داخل ہے تو رکن یمانی کو چلتے ہوئے ہاتھ لگانے سے اتنا حصہ بیت اللہ کے اندر طواف کرتے وقت ہوا لہذا طواف ہی نہیں ہوگا۔ اگر عضو شاذرواں کے اُوپر سے گھوم گیا۔ تو اس قدر طواف ... نقص آگیا۔ لہذا رکن یمانی پر ٹھہر کر ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اوپر سے طواف کرتے وقت نہیں ... چاہیئے یا ہم حنفیوں کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔ طواف کرتے وقت رکن یمانی پر چلتے ہوئے بھی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

الجواب (مستحب ہے کہ شاذرواں سے ذرا فاصلہ سے طواف کیا جائے اور جب رکن یمانی کا استلام کرنا ہو تو کھڑا ہو کر ہی ہاتھ لگائے اور پھر ہاتھوں کو ... طرح سیدھے واپس کرے، چلتے ہوئے استلام نہ کرے۔ قرۃ العینین ص۱۱۱) اگر چلتے ہوئے بھی استلام کرلیا تو بھی کراہت نہیں اور نہ ہی کچھ صدقہ وغیرہ واجب ہوتا ہے۔

لم یذکر الشاذروان وهو الافریز المسنم الخارج عن عرض جدار البيت قدر ثلثي ذراع قيل انه من البيت بقي منه حين عمرته قريش كالحطيم وهو ليس منه عندنا لكن ينبغي ان يكون طوافه وراءه خروجا من الخلاف كما في الفتح واللباب وغيرهما (شامی ص۱۸۲ ج۲)

فقط، واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رُبع راس سے کم بال کاٹنے کی صورت میں احرام ختم ہو جائے گا یا نہیں؟

ارکان عمرہ ادا کرنے کے بعد اور دس ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کرنے کے بعد احرام کھولنے

سے پہلے حلق کرانے کا مسئلہ ہے۔ لاکھوں آدمی صرف چند بال سر کے کٹوا لیتے ہیں اور احرام کھول دیتے ہیں۔ بہت سمجھایا مگر سمجھ میں انکی نہیں آتی۔ ہر جگہ ایسے نائی بھی نہیں ملتے۔ جو تمام بال ایک انگلی یعنی انملہ کے برابر کاٹ دے۔ اور یہ لوگ بھی نہیں چاہتے صرف چند بال کٹوا لیتے ہیں کیا یہ کسی امام کے نزدیک صحیح ہے کہ احرام کھل جائے گا۔ تاکہ عمرہ اور حج ادا ہو جائے اور بیوی حلال ہو جائے۔

الجواب واقل ما یجزئ من الحلق والتقصير عند الشافعي ثلاث شعرات وعند ابي حنيفة ربع الراس۔ (نووی شرح مسلم ص۴۲۱ ج۱)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تین بال کاٹنے سے احرام اتر جائے گا لیکن حنفیہ کو اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ انکے نزدیک، چوتھائی سر کے بقدر انملہ بال کاٹنا واجب ہے۔ فقط، واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

مرحوم بھائی کے پاسپورٹ پر اپنی تصویر لگا کر اسکے نام پر حج کرنا

ایک شخص چچا کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ دو سال سے خرچہ دے رکھا تھا اس کا نام قرعہ اندازی میں نہ آتا تھا اس سال اس کا نام قرعہ اندازی میں آگیا ہے اور وہ خود حج کو روانہ ہونے سے قبل فوت ہو گیا ہے جو اسکے ساتھی تیار ہیں کہتے ہیں اسکی جگہ اس کا بھائی حج کرلے اور وہ مرحوم کا نام استعمال کرتے ہوئے حج ادا کریگا۔ ہم مرحوم کا فوٹو اتروا کر اس کے بھائی کا فوٹو لگوا دیں گے اسطرح حج ادا کرنا جائز ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں متوفی کے بھائی کے لئے متوفی کا نام غلط استعمال کرتے ہوئے حج کرنا قانوناً ممنوع ہے اور عرفاً قبیح ہے لہذا شرعاً اسکی گنجائش معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ اس میں کذب بیانی و غلط بیانی سے کام لینا پڑتا ہے لہذا آئندہ سال صحیح طریقہ پر حج کے لئے درخواست دیں۔ فقط واللہ اعلم،

محمد عبداللہ غفرلہ،

حج فرض ہونے کے باوجود بغیر وصیت کئے مر گیا تو کوئی بھی وارث از خود اسکی طرف سے حج کر سکتا ہے؟

ایک شخص جس پر حج فرض تھا۔ بغیر حج کئے انتقال کر گیا۔ اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا جو تمام جائیداد کا وارث ہے۔ لاکھوں روپے کی جائیداد اور لاکھوں روپے نقد موجود ہوتے ہوئے اپنے والد کے لئے حج بدل کروانے کے لئے تیار نہیں۔

۱۔ کیا اس کا بھائی یا اور کوئی رشتہ دار اپنے خرچ پر اس کے لئے حج بدل کر سکتا ہے؟

۲۔ مرحوم کا بھتیجا، بھانجا جدہ میں ملازم ہیں کیا وہ اس کیلئے حج بدل کر سکتے ہیں؟

۳۔ اس کا کوئی رشتہ دار رمضان المبارک میں عمرہ اور بعد میں حج کے ارادہ سے حجاز اپنے خرچ پر جائے تو اس مرحوم کے لئے حج بدل کر سکتا ہے؟ والسلام

احقر غلام محمد، انصار کالونی۔ ملتان

الجواب جدہ میں مقیم یا پاکستان سے جانے والا کوئی بھی رشتہ دار مرحوم کے لئے حج کر سکتا ہے۔ من علیہ الحج اذا مات قبل أدائہ فان مات عن غیر وصیۃ یأثم بلا خلاف وان أحب الوارث ان یحج عنہ حج وارجو أن یجزئہ ذلك ان شاء اللہ تعالیٰ کذا ذکر ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اھ (ہندیہ ج ۱ ص ۲۵۸)۔ فقط، واللہ اعلم،

محمد انور،

جس پر حج فرض ہو اُس کا حج بدل پر جانا مکروہ ہے

ایک شخص پر حج فرض ہے اسے کوئی عذر بھی نہیں مگر وہ اپنا حج کرنے کی بجائے ایک دُوسرے عزیز کی طرف سے حج بدل پر جا رہا ہے کیا یہ جانا درست ہے؟

نیاز محمد نور پور۔ نور نگا۔ ڈیرہ نواب صاحب

الجواب ایسے آدمی کا جس پر حج فرض ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اپنا فرض حج چھوڑ کر

دُوسرے کے لئے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بھیجنے والے کے لئے بھی ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔

والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذی حج عن نفسہ و ذکر فی البدائع کراھۃ احجاج الصرورۃ لانہ تارک فرض الحج ثم قال فی الفتح بعدما أطال فی الاستدلال والذی یقتضیہ النظر ان حج الصرورۃ عن غیرہ ان کان بعد تحقق الوجوب علیہ بملك الزاد والراحلۃ والصحۃ فھو مکروہ کراھۃ تحریم لانہ تضیق علیہ فی اول سنی الامکان فیأثم بترکہ وکذا لو تنفل لنفسہ ومع ذلك یصح لان النھی لیس لعین الحج المفعول بل لغیرہ وھو الفوات اذ الموت فی سنۃ غیر نادر اھ قال فی البحر والحق انھا تنزیھیۃ علی الآمر لقولھم والافضل اھ تحریمیۃ علی الصرورۃ المأمور الذی اجتمعت فیہ شروط الحج ولم یحج عن نفسہ لانہ أثم بالتاخیر اھ قلت وھذا لا ینافی کلام الفتح لانہ فی المأمور ویحمل کلام الشارح علی الآمر فیوافق ما فی البحر من ان الکراھۃ فی حقہ تنزیھیۃ وان کانت فی حق المأمور تحریمیۃ۔ (شامی ص ۲۶۳ ج ۲) فقط۔ واللہ اعلم،

بندہ محمد انور،
۱۴۰۶/۷/۹ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

لنگڑے کے لئے حج کا حکم

ایک آدمی دیہات کا رہنے والا ہے۔ ایک پاؤں سے بھی لنگڑا ہے اور دمہ کا مریض ہے اس پر حج فرض تھا اس سال حج کے لئے درخواست دے دی مگر لوگوں سے بہت تنگ آچکا ہے کیونکہ لوگ اسے کہتے ہیں کہ تم پاؤں سے بھی معذور ہو اور دمہ کے مریض

ہو حج کرنے میں بہت زیادہ تکلیفیں درپیش ہو جائیں گی ہو سکتا ہے کہ تم سے حج کے ف
اور واجبات رہ جائیں حج میں جانیوالا آدمی یہ کہتا ہے کہ اب تو کرائے کے مزدور ملے
جہاں کہیں بھی ہجوم ہوا مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کرائے کے مزدور مل جائیں گے
ان کے ذریعہ حج کے فرائض اور واجبات ادا کر لوں گا اس کے متعلق شرع شریف میں کیا
حکم ہے۔

الجواب شخص مذکور کو چاہیئے کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ سفر حج کرے جو
عالم دین بلکہ مفتی یا جو مسائل حج سے بخوبی واقف ہو اور تیمار داری بھی کرے
بہرحال سفر حج ضرور کریں اور مسائل سیکھنا شروع کر دیں اللہ پاک غیب سے مدد فرمائیں گے۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

ازدحام کی وجہ سے عورتوں کی طرف سے مرد رمی کریں تو دم واجب ہوگا

جن عورتوں نے بوجہ ازدہام جمرات کو کنکریاں نہیں ماریں بلکہ ان کے مردوں نے
ماریں یا وکیل نے ماریں ان کے لئے کیا حکم ہے دم واجب ہے یا نہیں؟ فتویٰ مرحمت
فرمایا جائے۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں دم واجب نہیں کیونکہ بوجہ خوفِ زحام بجائے
عورتوں کے ان کے مردوں نے رمی کی ہے (اگر بوجہ خوف زحام بالکل
ترک رمی ہو جائے تب بھی دم نہیں) فتاویٰ دارالعلوم ص۵۵۳ ج۶ میں شامی اور بحر سے نقل
فرمایا ہے۔ لو ترک شیئا من الواجبات بعذر لاشئ علیہ علی ما
فی البدائع (شامی ص۲۰۰ ج۲) درمختار میں وقوفِ مزدلفہ کے بارے میں فرمایا ہے
لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لاشئ علیہ قال فی ردالمحتار
عبارۃ اللباب الا اذا کان لعلۃ او ضعف او یکون

امرأۃ تخاف الزحام فلا شیء علیہ الخ قلت وھو شامل
لخوف الزحمۃ عند الرمی۔ شامی ص۱۲۸ ج۲) فقط، واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

حلال وحرام مال مخلوط ہو تو حج فرض ہوگا یا نہیں؟

آج کل بینکوں میں لوگ رقم رکھواتے ہیں اور بینک والے کہتے ہیں کہ اگر آپکا اتنا روپیہ
مثلاً سات ہزار روپیہ اتنی مدت تک ہمارے پاس پڑا رہا تو وہ ہم آپ کو اتنی مدت کے بعد
دگنا ادا کریں گے یعنی سات ہزار کا چودہ ہزار تو کیا یہ صورت جائز ہے اگر جائز نہیں تو
کیا اس رقم کے ساتھ حج ادا کرنا درست ہے یا نہیں، اسی طرح ان کا استعمال دوسرے کاموں
میں جیسے تجارت وغیرہ میں درست ہے

الجواب بینک میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے وہ ایک طرح کا قرض ہوتا ہے اور قرض
پر اسطرح تعیین کر کے پیسہ لینا واضح طور پر سود ہے ایسی رقم کا اصل حکم تو یہ
ہے کہ مالک کو واپس کی جائے اگر مالکان کا پتہ نہ چل سکے تو بلانیت ثواب بغرض ازالہ نجس
کسی فقیر و مسکین کو دے دی جائے ایسا مال جب اپنے حلال مال سے مخلوط ہو جائے تو دیگر شرائط
وجوب حج پائے جانے کی صورت میں حج فرض ہو جائے گا لیکن حج کا فائدہ اسی صورت میں ہوگا
جبکہ وہ پاکیزہ اور طیب مال سے کیا جائے۔ درمختار میں ہے۔ وقد یتصف بالحرمۃ
کالحج بمال حرام اور ردالمحتار میں ہے۔ فقد یقال ان الحج نفسہ الذی
ھو زیارۃ مکان مخصوص الخ لیس حراما بل الحرام ھو انفاق المال
الحرام ولا تلازم بینھما کما ان الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ تقع
فرضا وانما الحرام شغل المکان المغصوب لا من حیث کون الفعل
صلاۃ لان الفرض لا یمکن اتصافہ بالحرمۃ وھنا کذلک فان الحج
فی نفسہ مامور بہ وانما یحرم من حیث الانفاق وکانہ اطلق علیہ

الحرمة لان للمال دخلا فيه فان الحج عبادة مركبة من عمل البـ[دن] والمال كما قدمناه ولذا قال فى البحر ويجتهد فى تحصيل نفقة حلـ[ال] فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد فى الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافى بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول و[لا] يعاقب عقاب تارك الحج. ص ۱۵۲/ج ۲ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
عبدالستار عفی عنہ،

محمد انور عفی عنہ،
۱۶/۳/۱۴۰۹ھ

جسے ہر گھنٹہ کے بعد پیشاب کا تقاضا ہو وہ حج بدل کرا سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص پر حج فرض ہے، اسوقت انکی عمر تقـ[ریباً] ستر سال ہے۔ پیشاب کی انتہائی تکلیف ہے ہر گھنٹہ بعد تقاضا ہوتا ہے۔ کینسر کی بھی تکلیف [ہے] بآسانی چل پھر بھی نہیں سکتے۔ مرض شوگر بھی ہے جب شوگر کا دورہ ہو تو اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ اس حال میں وہ چاہتے ہیں کہ میں حج بدل کراؤں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اس صورت میں آپ کو اپنی طرف سے دوسرے شخص سے حج کرانا جائز [اور] صحیح ہے۔ کیونکہ عاجز ہونا آپ کا سفر حج سے ظاہر ہے۔ درمختار میں [ہے] والمركبة منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز الى الموت لانه فرض العمر (ص ۲۵۸/ج ۲ در مختار)

الغرض آپ اپنی طرف سے حج کرا سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرائیں جو اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہو اور احکام حج سے واقف ہو، شامیہ میں ہے۔ والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه ص ۲۶۳/ج ۲ اور اگر اس نے خود اپنی زندگی میں دوسرے سے حج نہ کرایا، تو پھر اسکو وصیت کرنا لازم ہے اس سے وہ سبکدوش ہو جائیگا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ جامعہ خیر المدارس

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

عذر کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ رہ جائے تو دم واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معذور بیوی اور بوڑھے والدین ساتھ تھے جن کی وجہ سے عرفات سے جلدی چلنا ممکن نہ ہوا۔ آخری بسوں میں بیٹھے، بس مغرب کے تھوڑی دیر بعد عرفات سے چلی اور اس لائن میں چلی جس میں رش زیادہ تھا۔ بس چلتی رہی۔ مگر رفتار اتنی کم تھی کہ رات کو مزدلفہ میں داخل نہ ہوسکی بس چھوڑنے کی ہمت اس لئے نہ تھی کہ بوڑھے والدین اور معذور بیوی ساتھ تھی۔ ان کو تکلیف ہوگی۔ شاید اتنا پیدل نہ چل سکیں۔ اسی کشمکش و پیچ میں صبح کی نماز بھی حدود مزدلفہ سے باہر پڑھی۔ اسطرح ہمارا وقوف مزدلفہ چھوٹ گیا۔ اب اس کا کیا حکم ہے اور معذور اور بوڑھے اور ساتھ والوں کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ جبکہ جوان آدمی کا ان معذور اور بوڑھوں کو چھوڑنا بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اگر چھوڑ دیتے تو پھر ان سے ملاقات مشکل ہوتی اور تنگی ہوتی۔ بینوا توجروا

(المستفتی آفتاب احمد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)

الجواب حامداً ومصلیاً، اس عذر کی بناء پر وقوفِ مزدلفہ چھوٹنے سے دم وغیرہ نہیں آتا۔ شامی میں ہے۔

لكن لو تركه بعذر كزحمة لا شئ عليه وكذا كل واجب اذا تركه بعذر لا شئ عليه كما فى البحر (شامی ص ۵۱۲/ج ۲) اور بدائع الصنائع میں ہے واما حكم فواته عن وقته انه ان كان لعذر فلا شئ عليه (ص ۱۳۶/ج ۲) اور ہندیہ میں ہے۔ ولو ترك الجمار والوقوف بالمزدلفة لا يلزمه شئ كذا فى محيط السرخسى (فتاوی عالمگیری ص ۲۳۶/ج ۱) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

جس کا کوئی محرم نہ ہو وہ کسی حج پر جانیوالے کیساتھ نکاح کر...

کوئی عورت حج کرنا چاہتی ہے محرم ساتھ جانیوالا کوئی نہیں ہے یا وہ کسی مرد کا خ...
برداشت نہیں کر سکتی ، تو کیا وہ مستورات کی ایسی جماعت کے ساتھ حج پر جا س...
ہے جن کے محرم مرد ساتھ ہوں۔ کیا کوئی صورت بغیر محرم مرد کے حج کرنے کی ہے ا...
کوئی عورت بغیر محرم سفرِ حج کرے اس کا کیا حکم ہے؟ جو محرم مرد ساتھ جائے اس کے کو...
سے اخراجات عورت برداشت کرے اور اخراجاتِ حج کے علاوہ اگر وہ ذاتی رقم ساتھ...
جاتا ہے تو اسکی کیا صورت اور حکم ہے۔؟

الجواب جب اس عورت کے پاس محرم نہیں اور نہ ہی اتنی رقم ہے جس سے کسی ...
کو ساتھ لے جائے تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص کیسا...
نکاح کرے جو حج کو جا رہا ہو تو اس تدبیر سے حج پر جانا درست ہو جائے گا مگر ایسا کرنا وا...
نہیں ہے۔ کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اگر بغیر محرم کے ایسی عورت چلی گئی تو گنہ گار ہو...
اور فریضۂ حج ادا ہو جائے گا۔ فقط ۔ واللہ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بیماری سے شفاء پانے پر حج کی نذر مانی تو حج لازم ہے

زید بیمار ہو گیا تھا۔ اس کا کمر کے نیچے سے وجود شل ہو گیا اس میں کوئی حس و حرکت
نہ تھی چھ سال تقریباً اسی بیماری میں مبتلا رہا اس بیماری کے دوران زید مذکور نے نذر مانی تھی
یا اللہ مجھے شفاءِ کاملہ عطاء کر، میں پیدل حج کروں گا اس وقت سے وہ شفایاب ہے۔ کیا
شرعاً پیدل حج کر سکتا ہے یا نہیں؟
۲۔ اسکے گھر سے تو اجازت ملتی ہے مگر اس کے بچے معصوم ہیں۔ ان بچوں کا خرچ بھی زید
دیتا ہے اور اپنا خرچ بھی ہے۔ لہٰذا بچوں کا نابالغ ہونا اسکی نذر میں مزاحمت تو نہیں کرتا؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں استحساناً نذر مذکورہ کا پورا کرنا ضروری ہے۔ حرفِ تعلیق
مقدر ہے اگر یہ ظاہر ہوتا تو حج واجب تھا۔ کما فی الشامیہ ص ۔۔ ج ۳
ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج
پس بصورت تقدیرِ علیّ نذر لازم ہو گی البتہ اگر پیدل نہ جا سکتا ہو تو سواری پر چلا
جائے اور ایک بکری منیٰ میں ذبح کر دے۔ فقط۔

الجواب صحیح، عبداللہ عفرلہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۵ / ۱۰ / ۸۲ ھ

(خاوند کے روکنے کے باوجود عورت حج پر جا سکتی ہے)

میری بیٹی کو عرصہ سے خاوند نے لاتعلق کیا ہوا ہے بیٹی کے اپنے بیٹے جوان ہیں۔ وہ
اپنی والدہ کو اپنے ماموں یعنی والدہ کے بھائی کے ساتھ حج پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ خاوند
طلاق دیتا ہے نہ حج کی اجازت دیتا ہے۔ تو کیا وہ حج پر جا سکتی ہے۔

الجواب (حج فرض ہونے کی صورت میں محرم میسر ہونے کی حالت میں جانا ضروری ہے
خاوند کے روکنے کی کوئی حیثیت نہیں) ولیس لزوجہا منعہا
عن حجۃ الاسلام (اھ درمختار) ای اذا کان معہا محرم والا فلہ منعہا
کما یمنعہا عن غیر حجۃ الاسلام اھ (شامیہ ص ۲۰۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم،
محمد انور

زمین بیچ کر حج کرنے کا حکم

زید دس ایکڑ زمین کا مالک ہے اس
کے علاوہ نقد یا سامان وغیرہ کچھ نہیں،
زمین کی آمدنی سے گزارہ ہوتا ہے اب ارادہ حج کا کیا ہوا ہے مگر بیوی نے منع کیا ہے کہ مجھے حج
کرانے کے لئے زمین فروخت نہ کریں اور زید حج کراتا ہے کیونکہ بیوی سے وعدہ کیا تھا تو کیا
یہ آدمی زمین فروخت کر سکتا ہے؟

الجواب زید کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی زمین کا حصہ فروخت کرکے خود حج کرے اور بیوی کو بھی کرائے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۶/ محرم الحرام سنہ ۹۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

نادار قرض لے کر حج کر آئے تو غنی ہو جانے پر دوبارہ حج کا حکم

غریب قرض لے کر حج پر چلا جائے پھر مالدار ہو جائے تو کیا پہلا حج کافی ہے یا دوسرا کرے؟

الجواب اگر مذکور شخص نے حج نفل کی نیت نہیں کی تو صورت مسئولہ میں اس کا حج فرض ادا ہو گیا — أن الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي فانه ان قدر على المشي لزمه الحج ولا ينوي النفل على زعم انه فقير لانه ما كان واجبا عليه وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه حتى لو نواه نفلاً لزمه الحج ثانيا اھ (شامی ص۳۳۲ ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احرام کی چادریں میلی ہو جائیں تو دھونے کا حکم

۱۔ عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے کے بعد کون سے حج کی نیت سے احرام باندھے؟
۲۔ حنفیہ کے نزدیک کونسا حج افضل ہے تمتع یا قران
۳۔ قران یا افراد میں باندھی ہوئی احرام کی چادریں میلی ہو جائیں تو دھونے یا بدلنے کے لئے کیا حکم ہے؟
۴۔ قران یا افراد والا طواف قدوم کے بعد حج سے پہلے نفل طواف کر سکتا ہے۔
۵۔ احرام کی حالت میں چادر کو سرف کے ساتھ دھونے کا کیا حکم ہے جبکہ سرف خوشبودار ہے

۶۔ احرام کی حالت میں مشروب روح افزا۔ سیون اپ کوئی دوسری ٹھنڈی بوتل اچار، سالن۔ ٹماٹر وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں؟
۷۔ قران یا افراد والا آٹھ ذوالحجہ کو احرام والی چادریں تبدیل کرے یا نہیں میلی ہوں یا صاف ستھری ہوں جو کہ زیر استعمال ہیں یا وہی باقی رکھے۔

الجواب ۱، ۲۔ قران افضل ہے
۳۔ چادریں میلی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ دوران احرام دھونے کا تکلف نہ کریں۔
۴۔ مزید طواف کر سکتا ہے
۵۔ خوشبو والی سرف سے نہ دھوئے ویسے دھولے۔
۶۔ خوشبودار مشروب استعمال نہ کرے۔ اچار۔ ٹماٹر۔ سالن وغیرہ کھانے کی اجازت ہے
۷۔ پہلے احرام باندھ چکا ہے تو احرام کی چادریں بدلنے کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نابینا پر حج فرض نہیں ہے

ایک شخص کی بینائی نہایت کمزور ہے حتیٰ کہ اکیلا سفر نہیں کر سکتا کیا اس شخص پر حج فرض ہے جبکہ حج کی باقی شرائط پائی جاتی ہیں اور کسی معاون کے ساتھ لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

الجواب شخص مذکور پر بینائی کمزور ہونے سے پہلے حج فرض ہو گیا تھا تو اب اس پر واجب و لازم ہے کسی دوسرے آدمی کو حج پر بھیجے۔ بصورت نہ بھیجنے کے وصیت کرے اور اگر بینائی کمزور ہونے کے بعد اس کے پاس مال آیا ہے تو پھر اس پر حج فرض ہی نہیں ہوا اور نہ اس پر وصیت کرنی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ، ۱۲/۸/۸۰ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۳/۸/۸۰ھ

والدین خدمت کے محتاج ہوں تو حج پر جانے کا حکم

بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنیوالا کوئی نہ ہو اور وہ اجازت بھی نہ دیں تو کیا حج فرض چھوڑ دیں ؟

الجواب اگر حج پر چلے جانے کے بعد والدین کو ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نہ جانے کی گنجائش ہے۔ حج کو جائے گا تو گناہ ہوگا ویکرہ الخروج الی الحج اذا کرہ احد ابویه ان کان الوالد محتاجا الی خدمة الولد (عالمگیری ج۱ ص۲۲۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

نابالغ بغیر احرام کے میقات سے گزر سکتا ہے

نابالغ بچہ جب حدودِ حرم میں داخل ہو تو اس پر احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں۔ نیز اگر وہ عمرہ یا حج کرے تو اس کا احرام کون باندھے وہ خود یا اسکے سرپرست کا احرام کافی ہے بچوں کی عمر ۲ سال، ۴ سال ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں نابالغ بچہ بغیر احرام کے حدودِ حرم اور میقات سے تجاوز کرسکتا ہے اسکی وجہ سے کوئی جزا واجب نہیں۔ ھندیہ میں ہے۔
واما الکافر یدخل مکة ثم أسلم ثم یحرم فلا شئ علیه وکذلک الغلام یجاوز ثم یحتلم ویحرم بمنزلة الکافر (۲۵۳/۱)
نابالغ ممیز نے اگر احرام باندھ کر باقاعدہ حج کر بھی لیا اب بھی بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا کیونکہ صحتِ حج کے لئے بلوغ شرط ہے۔ ہندیہ میں ہے
ومنها البلوغ فلا یجب علی الصبی۔ (ص ۲۱۷/۱) ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ
۱۴/۱۱/۱۴۱۲ھ

جدہ میں رہنے والے کے لئے تمتع کا حکم

ایک پاکستانی آدمی جدہ میں مع اہل وعیال نوکری کی وجہ سے مقیم ہے، چھٹی پر پاکستان آتا ہے ذی قعدہ کے ماہ میں جدہ چلا جاتا ہے اس کا ارادہ و نیت ہے کہ جدہ چند دن قیام کے بعد عمرہ کریگا۔ کراچی سے بغیر احرام جاتا ہے جدہ میں کچھ دن قیام کے بعد جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرتا ہے حلال ہونے کے بعد پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ کر حج کے لئے جاتا ہے۔ ۱- یہ شخص آفاقی کے حکم میں آئے گا یا مکی کے ۲- کراچی سے روانگی کے وقت اسکی نیت کا اوپر تذکرہ ہوچکا ہے۔ ۳- حل میں رہتے ہوئے اشہر حج میں عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا اسطرح تو یہ تمتع ہوگیا جبکہ اہل حل کو اجازت نہیں، اب اس کے لئے کیا حکم ہے ۴- آئندہ اگر حج کرنا چاہے تو کیا یہ لازم ہے کہ وہ اشہر حج میں عمرہ کرے یا نہ کرے ؟

الجواب ۱- جس شخص نے میقات کے اندر تاحل کیا ہوا ہو وہ مکی کے حکم میں ہے والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط ای من أهل داخل المواقیت (درمختار علی الشامیة)

۲- جس شخص کا قصد دخول مکہ نہ ہو وہ میقات سے بغیر احرام کے بھی تجاوز کرسکتا ہے۔ أما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام (درمختار علی الشامیة ص۱۵۴/۲)

۳- حل میں رہنے والے شخص نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور پھر حج کیا تو یہ متمتع ہوگیا جس کی اہل حل کے لئے اجازت نہیں ہے۔ یہ شخص گنہگار ہوا اور دم جبر لازم ہوگیا۔
والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز وأساء وعلیه دم جبر۔ (شامی ص۱۹۷/۲)

۴- آئندہ کے لئے اشہر حج میں عمرہ نہ کرے صرف حج کرے (حوالہ بالا) فقط واللہ اعلم۔
محمد انور

احرام کی حالت میں ٹیکہ لگوانے کا حکم

ایک شخص مرض ذیابیطس وشوگر میں سخت مبتلا ہونے

کی وجہ سے روزانہ ایک ٹیکہ لگواتا ہے اب وہ حج پر جا رہا ہے کیا احرام کی حالت میں ٹیکہ لگوانا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب کوئی حرج نہیں ہے فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح، عبداللہ عفرلہ، ۸۲/۹/۱۹

بندہ محمد اسحاق عفرلہ ۱۸ / ۹ / ۸۲ ھ

—o—

زائد از ضرورت زمین بیچ کر حج کرنا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین بندہ کے پاس سالم مربع زمین کا ہے اور میرے اخراجات کے لئے کافی ہے نہ ہی مقروض ہوں اور نہ ہی کوئی نقدی جمع ہے ایسی صورت میں قرضہ لے کر یا زمین فروخت کرکے جو سالانہ گذارے سے زیادہ ہو حج کرنا فرض ہے یا نہیں ؟

(مولانا فضل احمد رائے پوری ربانی جامعہ رشیدیہ چک نمبر ۱/ ۱۱ ایل جیچہ وطنی)

الجواب وان کان صاحب ضیعۃ ان کان لہ من الضیاع مالو باع مقدار ما یکفی لزادہ وراحلتہ ذاھبا وجائیا ونفقۃ عیالہ واولادہ ویبقی لہ من الضیعۃ قدر ما یعیش بغلۃ الباقی یفترض علیہ الحج والا فلا۔ (فتاوی قاضی خان ص ۲۸۲)

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر زمیندار کے پاس اتنی جائیداد ہو کہ اس کے کچھ حصے کو بیچ کر اخراجات حج نیز دیگر گھریلو ضروریات کا انتظام ہو سکے اور باقی ماندہ جائیداد آئندہ گزارے کے لئے بھی کافی ہو تو ایسی صورت میں زمیندار پر حج واجب ہے ورنہ نہیں۔ عیال سے مراد وہ ہیں جن کا نفقہ لازم ہو۔ کما فی الدر المختار۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

—o—

حکومت کا سیاسی رشوت کے طور پر حج کرانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ موجودہ حکومت اور سابقہ حکومتوں کا طریق کار رہا ہے کہ وہ اپنے پارٹی ورکروں کو سرکاری خرچ پر

حج پر بھیج دیتی ہیں نیز ان لوگوں میں قومی، صوبائی اور ممبران سینٹ بھی ہوتے ہیں جو سیاسی رشوت کے طور پر بھیجے جاتے ہیں صاحب استطاعت ہوتے ہیں کیا ان لوگوں کو حج کا ثواب ہو جاتا ہے (۲) کیا حکومت وقت کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ قومی خزانے میں اسطرح کا تصرف کرے دلائل سے واضح فرمائیں۔ (السائل منظور احمد شاہ آسی موضع حدو باندی ضلع مانسہرہ)

الجواب صاحب استطاعت لوگوں کو اپنے خرچ پر حج ادا کرنا چاہیئے تاکہ مالی عبادت کا ثواب بھی حاصل ہو اگرچہ دوسرے کے خرچ پر ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ ۲۔ حکومت کے لئے حج کرانے کی گنجائش ہے البتہ صرف اپنے ورکروں کو یا سیاسی رشوت کے طور پر حج نہیں کرانا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق عفرلہ،

—o—

محرم کے لئے ہر وقت کندھا کھلا رکھنے کا حکم

جب آدمی عمرہ کا احرام باندھتا ہے اوپر والی چادر کندھے کے نیچے سے نکال لیتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اوپر والا کندھا ڈھانکنا چاہیئے کچھ لوگ کہتے ہیں ہر وقت ننگا رکھنا چاہیئے۔ شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب (اس کو عربی میں اضطباع کہتے ہیں اور یہ صرف عمرہ کے طواف کی حالت میں مسنون ہے یا ہر اس طواف میں جس کے بعد سعی مسنون ہے باقی اوقات میں نہ مسنون ہے نہ ممنوع البتہ نماز کے وقت کندھا ڈھکا ہوا ہونا چاہیئے)

(ویسن أن یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر (درمختار) ویسن أن یدخلہ) ھذا یسمی اضطباعاً وھو مخالف لقول البحر والمراد علی الظہر والکتفین والصدر وما عزاہ القہستانی للنہایۃ وعزاہ فی شرح اللباب للبرجندی عن الخزانۃ ثم قال وھو موھم ان الاضطباع یستحب من اول احوال الاحرام وعلیہ العوام ولیس کذلک فان محلہ المسنون قبیل الطواف الی انتہائہ لا غیر اہ قال بعض المحشین وفی شرح المرشدی علی مناسک الکنز انہ الاصح

وأنه السنة ونقله فى المنسك الكبير للسندى عن الغاية و مناسك الطرابلسى والفتح وقال ان أكثر كتب المذهب ناطقة بان الاضطباع يسن فى الطواف لا قبله فى الاحرام وعليه تدل الاحاديث وبه قال الشافعى اھ/ شامى ج ۲ ص ۱۷۱

فقط۔ واللہ اعلم،

(محرم کے لئے ہر وقت کندھا کھولے رکھنے کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں ہے) محمد انو[ر]

۲/ ۱۱/ ...

والجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

○

حج بدل فرض کے لئے آمر کے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے

تقریباً دو سال قبل میرا لڑکا شاہزادہ سعودی ... بغرض دنیاوی کاروبار گیا۔ اس کے ویزا کی ... میں نے ادا کی اور باقی رقم اس نے محنت ... کرکے پوری کردی۔ پہلے اس نے حج بیت اللہ خود کیا پھر باپ نے اس کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہوں اور زیادہ چل پھر نہیں سکتا تو لڑکے نے حج اکبر کے موقع پر میری طرف سے حج بدل کیا۔ قرآن وحدیث ... رو سے فتویٰ صادر فرمائیں کہ بوڑھے بیمار کی اجازت سے حج بدل ہو سکتا ہے۔ شخص مذکور مالدار ہے۔

الجواب: برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں حج بدل حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا۔ ... کی صحت کے لئے علامہ شامیؒ نے بیس شرطیں بیان کی ہیں۔ اُن میں سے ایک شرط ... ہے۔ مامور آمر کے پیسوں سے حج ادا کرے۔ اپنی رقم سے ادائیگی کی صورت میں آمر کا حج نہ ہوگا۔ ... ومنها أن يكون حج المأمور بمال المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله. شامی ج ۲ ص ۲۵۵

ایک شرط یہ بھی ہے کہ احرام میقات سے باندھا جائے۔ اگر احرام مکہ مکرمہ سے باندھا گیا تب حج آمر کی طرف سے نہ ہوگا۔ شامیہ ج ۲ ص ۲۳۹ میں ہے:

الثانى عشر أن يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة لا يجوز.

فقط واللہ اعلم — محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

○

بیوی ناراض ہو کر میکے بیٹھی ہو تو حج کرنے کا حکم

میری دو بیویاں ہیں جو باہمی لڑتی ہیں ایک غیر آباد ہے اب میرا حج کو جانے کا ارادہ ہے

وہ اجازت نہیں دیتی بعض لوگ کہتے ہیں پہلے گھر آباد کرو پھر حج کو جاؤ کیا حج کرنا ضروری ہے یا گھر آباد کرنا ضروری ہے۔

کافی مرتبہ گھر آباد کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حج اگر فرض ہے تو اسکی ادائیگی کیلئے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ بیوی سے اور نہ کسی اور سے فرض کی ادائیگی ضروری ہے اور گھریلو معاملات کی درستگی کے لئے دوست احباب اور رشتہ داروں سے مشورہ کرکے صحیح صورتحال تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ فقط۔ واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

○

حج بدل میں اکثر مال آمر کا ہونا ضروری ہے

بندہ نے حج بیت اللہ اور دو عمرے بھی کئے ہیں اب حج بدل کروانا چاہتا ہے۔ ایک شخص کو بحری جہاز کے ذریعے تیار کرلیا تو اب میری بیوی نے کہا کہ جو رقم اس حاجی کو دینا چاہتے ہو مجھے دے دو میں اپنا بیٹا محرم بنا کر ساتھ لے جاتی ہوں، اور ہوائی جہاز کے ذریعے بقایا کرایہ اپنی گرہ سے ادا کرکے تمہارے لئے حج بدل کراتی ہوں۔ بیوی نے بھی پہلے حج کر رکھا ہے اور خاوند سے زیادہ مالدار بھی ہے تو کیا ایسا شخص اپنی ایسی بیوی سے حج بدل کرانے کا مجاز ہے اور اسکی بیوی اسکے لئے حج بدل کرے تو یہ حج درست ہوگا۔

۲۔ کیا کسی حدیث معتبر سے یہ ثابت ہے کہ دو عمروں کا ثواب ایک حج کے برابر ہے۔

الجواب: ۱۔ حج بدل کے لئے ضروری ہے کہ اکثر یا کل اخراجات آمر کی طرف سے ہوں درمختار میں ہے۔ وبقى من الشرائط النفقة من مال الآمر كلها أو أكثرها۔ (ج ۲ ص ۲۳۹)

۲۔ ایسی حدیث نظر سے نہیں گزری البتہ رمضان المبارک کے عمرہ کے بارے میں یہ فضیلت وارد ہے۔ قال النبى صلى الله عليه وسلم فاذا كان رمضان اعتمرى

فیہ فان عمرۃ فی رمضان حجۃ۔ (الحدیث) بخاری ص ۲۳۹

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

درخواست منظور نہ ہونے سے حج ساقط نہیں ہوگا

ایک شخص حج کے لئے درخواست دیتا ہے لیکن اس کا قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلتا
اس کو حج کا ثواب مل جائے گا۔ اور جتنی دفعہ ناکام رہا ہے اتنے حجوں کا ثواب مل جائے گا

الجواب حج کی درخواست دینے سے حج فرض ساقط نہیں ہوتا۔ منظور نہ ہونے کی
صورت میں مسلسل دیتے رہنا چاہئے۔ حج کرنے کا موقعہ مل گیا تو حج کرنے
سے حج ساقط ہوجائے گا اور اگر خدانخواستہ منظوری کی نوبت نہ آئے تو وارثوں کو وصیت
کرجانا ضروری ہے کہ میری جانب سے حج ادا کرادیا جائے۔ رہا صرف درخواست
سے حج کا ثواب ملنا تو یہ معاملہ حق جل شانہ کے فضل پر ہے پورا ثواب بھی ملا تو کوشش
نیت وغیرہ کا ثواب انشاء اللہ ضرور ملے گا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جو دو تین میل چل سکتا ہے وہ خود حج کرے: حج عن البدل کے لئے کتنا عجز شرط ہے

کیا ایک آدمی جو باوجود بڑھاپے کے ایک دو میل بلا تکلف چل سکتا ہے۔ نظر وغیرہ اور باقی اعضاء
بھی درست ہیں کوئی بیماری بھی نہیں ایسا شخص حج بدل فرض کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب وفی الشامیۃ قولہ صحیح البدن ای سالم عن الآفات المانعۃ
عن القیام بما لا بد منہ فی السفر فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ،

کبیر لا یثبت علی الراحلۃ بنفسہ اھ ص ۱۴۲ ج ۲۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ
شخص مذکور خود حج کر سکتا ہے لہذا اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجنا درست نہیں۔

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۸/۷/۷۶ھ

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

معتدہ حج پر نہیں جا سکتی

جو عورت عدت گزار رہی ہو کیا وہ حج کے لئے سفر کر سکتی ہے؟

الجواب معتدہ کو دوران عدت کوئی سفر نہیں کرنا چاہئے نہ حج کے لئے نہ کسی
اور غرض کے لئے اگر روکنے کے باوجود چلی گئی تو فرض ادا ہوجائے گا
البتہ اس معصیت پر استغفار لازم ہے۔

المعتدۃ لا تسافر لا للحج ولا لغیرہ اھ (عالمگیری ص ۲۱۸ ج ۲)

فقط، واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ،

فقیر میقات تک پہنچ جائے تو حج فرض ہوگیا

ایک شخص جو کہ فقیر ہے حج کے ارادے سے میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ کہہ کر جدہ شریف پہنچ
گیا لیکن وہاں اشتباہ کی وجہ سے محبوس ہوگیا اور واپس اپنے ملک بھیج دیا گیا۔ حج کی اجازت نہ دی گئی۔
مذکورہ آدمی نے اپنی زمین رہن کردی اور اس سے پیسے وغیرہ حاصل کرکے حج کے لئے تیار ہوا لیکن بعد میں بیمار ہوگیا
اور زیادہ کمزوری کی وجہ سے اب سفر کرنے کے قابل نہیں اور نہ اتنا مالدار ہے کہ اس پر یہ حج فرض ہوتا۔ قابل دریافت
امر یہ ہے کہ مذکور کی جانب سے دوسرے آدمی کو یہ رقم دے کر حج کے لئے بھیجا جائے یا یہ رقم دے کر زمین فک
کرالی جائے، نیز مذکور عمر رسیدہ بھی ہے ـــــــ

الجواب مسئلہ مذکورہ میں احرام باندھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ مکہ مکرمہ پہنچ جانے سے فرق ہوگا۔
آفاقی اگرچہ فقیر ہو لیکن میقات پر پہنچنے سے اس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔

فی اللباب الفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی صار کالمکی وجب علیہ اھ شامی ج۲ ص۱۹۵ ——— فلما

اگر تندرست ہو تو خود حج کرنا واجب ہوگا اگر قادر نہ ہو تو مرتے وقت حج کرنے کی وصیت کرے، ورثاء پر حج بدل کرانا لازم ہوگا، جب کہ اس کے تہائی مال سے حج ہو سکے ورنہ ورثاء کو اختیار ہوگا۔ جیسا کہ وصیت نہ کرنے کی صورت میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقیر حج بدل کے لئے جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا

ایک شخص اپنے باپ کی طرف سے ایک غریب کو حج بدل کرانا چاہتا ہے اور وہاں حرمین شریفین پہنچنے کے بعد اس غریب پر اپنا حج فرض ہو جاتا ہے۔ آپ بتائیں کہ اگر وہ غریب اپنا حج ادا کرتا ہے تو خائن بنتا ہے۔ اگر حج بدل ادا کرتا ہے تو اپنی فرضیت فوت ہو جاتی ہے

۲۔ جو حج بدل کرتا ہے تو کیا متوفی کی طرف سے حج ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب ۱۔ من حیث الدلیل راجح یہی ہے کہ فقیر حج بدل کے لئے جائے تو اس وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (جواہر الفقہ ج۱ ص۵۰۷)

۲۔ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے۔ اسکی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ فقط۔ واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ،
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مقروض بدوں اجازت غرماء حج پر نہ جائے

ایک آدمی پہلے ستائیس ہزار ۲۷۰۰۰ روپیہ کا مقروض ہے ——— اور جس آدمی کا اس نے قرضہ دینا ہے وہ بھی مقروض ہے۔ بے روزگار ہے اور پریشان رہتا ہے کئی بار قرض خواہوں نے اسے بہت تنگ کیا ہے جس شخص نے

قرض دینا ہے کئی بار وعدہ کر کے منحرف ہو گیا ہے اور اب وہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جا رہا ہے جبکہ وہ حقوق العباد پورے نہیں کر رہا شریعتِ اسلام کی روشنی میں وضاحت فرما دیں کہ ایسے آدمی کیلئے حج پر جانے سے قبل اپنا معاملہ لوگوں سے صاف کرنا ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب مقروض کو چاہیئے کہ قرض خواہوں سے اپنا معاملہ صاف کر کے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہو۔ بلکہ جن دوکانداروں سے اشیاء ضرورت خریدتا رہتا ہے۔ ان سے بھی حق کی ادائیگی یا معافی کی صورت ہو جانی چاہیئے۔ لمبا سفر ہے نہ معلوم دوبارہ واپس آنا نصیب ہی نہ ہو۔ حقوق العباد کا مسئلہ خود حل کر لیں۔ انشاء اللہ، اللہ پاک اپنے حقوق کا مسئلہ خود حل فرما دیں گے اور مغفرت سے نوازیں گے۔ ہندیہ میں ہے۔

ویکرہ الخروج الی الغزو والحج لمن علیہ الدین وان لم یکن عندہ مال مالم یقض دینہ الا باذن الغرماء ج۱ ص۲۲۱۔ الحاصل بدون ادائیگی و اجازت سفر حج مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

عمرہ پر گیا ہوا آدمی گرفتار کر کے واپس بھیج دیا گیا تو اس پر حج فرض ہوا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی حج کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض نہیں ہے

۱۔ لیکن ایک آدمی بغرض عمرہ یا سیر وسیاحت یا کاروبار مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے اور عمرہ بھی ادا کر لیتا ہے تو کیا اس پر اب حج فرض ہو جائے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ آدمی رمضان المبارک میں گیا اور پندرہ بیس روزے کے بعد خود یا سعودی حکومت کے قانون کی زد میں آ کر یہ آدمی پکڑا گیا اور انہوں نے واپس کر دیا۔ یا خود آ گیا۔ تو کیا اس پر حج کی فرضیت باقی رہے گی یا بوجہ مجبوری حج ساقط ومعاف ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ آدمی بدستور سابق حج کی استطاعت نہیں رکھتا تو "حج کی فرضیت باقی رہے گی یا بوجہ مجبوری حج ساقط ومعاف ہو جائے گا" ——— تو اگر حج کی

فرضیت اس کے ذمہ ہے تو اس کو پورا کرنے کی کیا صورت ہوگی کہ یہ حج ادا کرکے اللہ تعالیٰ …
سامنے سرخرو ہو سکے۔

۲. زید کہتا ہے کہ شوال سے ذوالحجہ کا زمانہ ایام حج کہلاتا ہے۔ ان ایام میں اگر کوئی … اُس پر حج فرض ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی محرم سے رمضان شریف تک کے عرصہ میں جاتا ہے تو اس پر … نہیں ہوتا۔

۱. قابل عرض یہ ہے کہ کیا اس آدمی پر جو رمضان شریف میں مکہ مکرمہ گیا اور واپس … حج فرض ہوا یا نہ؟

۲. اگر حج فرض ہو گیا تو اس کے ادا کرنے کی کیا شکل ہے۔ یا بوجہ مجبوری معاف …

۳. کیا زید کی یہ بات درست ہے کہ شوال سے ذوالحجہ تک کا زمانہ حج کی فرضیت کا … اور محرم سے رمضان شریف تک کے زمانہ میں جانے سے حج فرض نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا صورتوں میں جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ اسی فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

المستفتی: عبدالحمید میئو مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن …

الجواب صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور پر حج فرض نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ ذوالقعدۃ اور ذوالحجۃ اشہر حج ہیں۔ فقیر ان دنوں مکہ مکرمہ پہنچ جائے … اس پر حج فرض ہو جاتا ہے بشرطیکہ زاد و راحلہ کا بندوبست بھی ہو۔

(کذا فی قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین ص۳۰)

فقط : واللہ اعلم

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفرلہٗ

محمد انور، ۱۸/۴/۱۴۱۱ھ

حدودِ حرم سے باہر حلق کیا تو دم واجب ہوگا:

ایک شخص نے عمرہ … احرام باندھا … ہونا تھا اس شخص نے حدِ حرم سے باہر جاکر حلق کیا اور حلال ہوا تو کیا اس صورت میں دم آئے گا یا عمرہ قضاء کریگا اور اگر دم ہے تو دم وہاں جاکر دینا پڑے گا۔ یا یہاں

دے سکتے ہیں اگر عمرہ قضاء کر سکتا ہے تو مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر کریں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں حاجی صاحب پر دم واجب ہے اور یہ دم ادا بھی حرم کی حدود میں کرنا پڑے گا۔ شامی میں ہے ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر فعليه دم عندهما (ص۲۲۵ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

روضۂ اطہر پر سلام کے الفاظ

مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو یا دیگر حجاج کرام کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کی توفیق بخشے اور آپ یا حجاج کرام جب روضۂ اقدس کے سامنے باادب عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہوں تو اس وقت آپ اپنے لئے یا دیگر اشخاص کے لئے کیا پڑھنا تجویز فرمائیں گے۔

الجواب جب مواجہت میں سامنے حاضر ہو کر کھڑا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان رہے ہیں کہ فلاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ رہا ہے۔ درمیانہ آواز سے نہ تو زیادہ بلند آواز ہو اور نہ ہی بالکل آہستہ بلکہ ایسا مؤدبانہ سلام کہے۔ السلام عليك ايها النبي ورحمة الله۔ السلام عليك يا خير خلق الله۔ السلام عليك يا خيرة الله من خلق الله السلام عليك يا حبيب الله۔ السلام عليك يا سيد ولد آدم۔ السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته۔ يا رسول الله انى اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد انك عبده ورسوله اشهد انك بلغت الرسالة واديت الامانة ونصحت الامة وكشفت الغمة فجزاك الله خيرا جزاك الله عنا افضل ما جزى نبيا عن امته۔ اللهم اعط لسيدنا عبدك ورسولك محمدن الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودن الذى وعدته

انک لا تخلف المیعاد وانزله المنزل المقرب عندک انک سبحانک
ذو الفضل العظیم ۔ (قرۃ العینین ص۲۰۳) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفی عنہ

حالتِ حیض میں طوافِ زیارۃ کرلیا تو سالم اونٹ ذبح کرنا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت طوافِ زیارت سے قبل حائضہ ہوگئی ۔ ابھی پاک نہیں ہوئی تھی کہ اتنے میں روانگی کی تاریخ آگئی ۔ طواف کئے بغیر ہی واپس وطن آگئی ۔ اسکے حج کا کیا حکم ہے ؟ اسکی شرعاً کوئی تلافی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں ؟

السائل ، مقصود احمد جالندھری متعلم خیر المدارس ۔ ملتان ۔

الجواب یہ صورت کثیر الوقوع ہے ۔ مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے بہت سی مستورات حج کی ادائیگی سے محروم رہ جاتی ہیں ۔ مصارف اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود ان کا حج نہیں ہوتا ـــــ طوافِ زیارت چونکہ فرض ہے ۔ جو حائضہ عورت طوافِ زیارت کئے بغیر واپس آگئی ہے اس کا حج نہیں ہوا ۔ بلکہ خاوند کے پاس نہ جانے کے بارے میں اس کا احرام بھی باقی ہے اور اس پر لازم ہے کہ اسی احرام کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ جاکر طوافِ زیارت کرے ۔ درمختار میں ہے ۔

وبترک اکثرہ بقی محرما ابداً فی حق النساء حتی یطوف الخ
(شامیہ ص۲۲۴ ج ۲ مطبوعہ رشیدیہ)

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں کہ : فان رجع الی اھلہ فعلیہ حتماً أن یعود بذلک الاحرام ولا یجزی عنہ البدل

اور حج کی سعی نہیں کرچکی تھی ، تو وہ سعی بھی کرے ۔ اور ایسی حائضہ عورت سے پاک ہونے کے بعد اس کے خاوند نے مجامعت بھی کی تو ایک بکری بطورِ کفارہ حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اور اگر یہ فعل متعدد بار ہوچکا ہے تو کفارے بھی متعدد واجب ہونگے ۔ الا یہ کہ احرام توڑنے کی نیت سے مجامعت کی ہو ۔

وفی اللباب واعلم ان المحرم اذا نوی رفض الاحرام فجعل یصنع ما یصنعہ الحلال من لبس الثیاب والتطیب والحلق والجماع وقتل الصید فانہ لا یخرج بذلک من الاحرام وعلیہ ان یعود کما کان محرماً ویجب دم واحد لجمیع ما ارتکب ولو اکل المحظورات وانما یتعدد الجزاء بتعدد الجنایات اذا لم ینوی الرفض (شامی ص۲۸۶ ج۲)

ایسی صورت میں مستورات اور ان کے وارثوں کے لئے سخت مشکلات ہیں اس لئے حکومت پر لازم ہے کہ ایسی معذور عورتوں کے لئے سفر مؤخر کرنے کی مناسب ہدایات متعلقہ محکمہ کو جاری کرے ۔ اور اگر بالفرض پاک ہونے تک عورت کا ٹھہرنا کسی طور پر ممکن نہ ہو تو ایسی حالت ہی میں اگر یہ عورت طواف کرے گی تو اس کا طوافِ زیارت ادا ہوجائے گا ۔ مگر دوگانہ طواف پاک ہونے تک نہ پڑھے ۔ اور اگر حج کے لئے سعی پہلے نہ کرچکی ہو تو اب طوافِ زیارت کے بعد سعی بھی کرے ۔ حائضہ عورت نے چونکہ یہ طواف ناپاکی کی حالت میں کیا ہے اسلئے بطورِ کفارہ اس پر سالم گائے یا سالم اونٹ کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا لازم ہے تاکہ نقصان کی تلافی ہوسکے ، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے خوب استغفار کرے اور معافی بھی مانگے ۔ شامیہ میں ہے ۔

نقل بعض المحشین عن منسک ابن امیر حاج لو ھم الرکب علی القفول ولم تطھر فاستفتت ھل تطوف ام لا قالوا یقال لھا لا یحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافک وعلیک ذبح بدنۃ وھذہ مسئلۃ کثیرۃ الوقوع یتحیر فیھا النساء (ص۱۹۲ ج۲)

فقط : واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

سعی طوافِ قدوم کے بعد افضل ہے

ایک شخص آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھ کر طواف کرکے پہلے سعی کرلیتا ہے اور طوافِ زیارۃ بعد میں ۔ دس یا گیارہ یا بارہ ذوالحجہ کو کرتا ہے کیا اس سے حج باطل تو نہیں ہوتا

اگر نہیں جیسا کہ احناف کا مسلک ہے تو اس پر حدیث صحیح مطلوب ہے جو بطلان کا حکم لگا
پر حجت بن سکے۔ جزئیہ فقہیہ مطلوب نہیں ؟

الجواب حج میں ایک مرتبہ سعی بین الصفا والمروۃ شافعیہ کے نزدیک فرض
احناف کے نزدیک واجب ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ
طوافِ زیارت کے بعد ہی کی جائے جو شخص یہ دعوی کرتا ہے اس پر یہ لازم ہے کہ
حدیث سے دلیل پیش کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے بلکہ بقول علامہ نووی افضل ہے کہ سعی طواف
قدوم کے بعد ہی کیجاوے ہاں طواف زیارت کے بعد تک تاخیر جائز نہیں ہے۔
والافضل ان یکون بعد طواف القدوم ویجوز تاخیرہ الی
مابعد طواف الافاضۃ شرح مسلم ص۴۱۳)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے طواف کے بعد ہی سعی فرمائی تھی اور طوافِ
زیارت کے بعد سعی نہیں فرمائی۔
ففی حدیث جابر رضی اللہ عنہ فرمل ثلثا ومشی اربعا ثم تقدم
الی مقام ابراھیم فقرأ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (الی
ان قال) ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان
الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ فبدأ
بالصفا (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۱)
وفی روایۃ لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ
بین الصفا والمروۃ الا طوافاً واحداً (مسلم ص۴۱۳ ج۱)
وفیہ دلیل علی ان السعی فی الحج والعمرۃ لایکرر بل
یقتصر منہ علی مرۃ واحدۃ (نووی)
حضرت جابر کی طویل حدیث میں طوافِ زیارت میں مذکور ہے۔
ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت
فصلی بمکۃ الظھر الحدیث فیہ محذوف تقدیرہ فافاض

فطاف بالبیت طواف الافاضۃ ثم صلی الظھر (نووی ص۳۹۹ ج۱)
وفی روایۃ فصلی الظھر بمنیٰ ۔۔ بہرحال طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا آنحضرت
سے ثابت نہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۱۰ر محرم ۹۲ھ

طائف جاکر واپس آنے والے کے لئے عمرہ کا حکم

طائف حدِ میقات سے باہر ہے اس وجہ سے فقہ حنفیہ کے مطابق طائف سے مکہ مکرمہ جانے والے پر عمرہ کا احرام باندھ کر جانا ضروری ہے لیکن
ٹرول کی کثرت اور موٹروں کی بھرمار اور عمدہ سڑک کے بن جانے کی وجہ سے اب یہ سفر گھنٹہ
سوا گھنٹہ کا ہوگیا ہے اور تاجروں سرکاری یا غیر سرکاری ملازموں ٹیکسی چلانے والے ڈرائیوروں
کا روزانہ ایک دومرتبہ آنا جانا ہوتا ہے اور دومرتبہ احرام باندھ کر آنے میں حرجِ عظیم ہوگیا ہے
اسی وجہ سے سبھی مکہ مکرمہ کو طائف سے بغیر احرام کے آنے لگ گئے کیا مفقود الزوج کی
طرح یہ مسئلہ بھی اُمت کے لئے آسان ہوسکتا ہے ؟

الجواب مذہب حنفی میں تو اسکی گنجائش معلوم نہیں ہوتی الا یہ کہ بحالتِ مجبوری
اس حیلہ کی اجازت دی جائے جو حضرات فقہاء نے ایسے لوگوں کے
لئے لکھا ہے وہ یہ کہ آفاق سے آنے والے حل میں کسی مکان میں آنے کی نیت کرکے
آئیں اور وہاں قدرے وقف کرلیں پھر مکہ مکرمہ بغیر احرام کے داخل ہوجائیں۔ اہلِ حل جو
داخلِ میقات رہتے ہیں ان کے لئے اپنے کام کاج کے لئے بدون احرام کے حدود حرم میں داخل
ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن بعض محققین نے اس حیلہ پر بھی کلام کیا ہے جیسا کہ شامی وغیرہ
میں ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بسوں والے میقات پر اڈہ بنالیں۔ اور پھر بس کے
لئے ملازم دو ڈرائیور رکھے گئے ہوں ایک ڈرائیور باہر سے میقات تک لاری لائے اور عین حدود میقات سے ذرا پہلے لاری
بالکل آہستہ کرکے اُتر جائے لاری میقات کے اندر داخل ہوکر خود بخود رُک جائے گی اور پھر
دوسرا ڈرائیور بس لے جائے اور اسی طرح لاریوں کا تبادلہ کرلیا کریں۔ تاجروں کے لئے تو اتنا حرج
بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہفتہ دو ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کی ضرورت پڑتی ہے ہر دوسرے دن دوسرا تاجر جاتا ہے
جیسا کہ عام معمول ہے شاذ و نادر ہی ایک دن دومرتبہ ایک تاجر کو آنا جانا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲/۹/۱۳۹۰ھ

تمتع میں اضحیہ معروفہ کی نیت سے قربانی کی تو دم شکر ادا نہیں ہو گا

ایک مسئلہ میں حضرت کی رائے مطلوب ہے کہ مسلم کمرشل بینک نے حکومت کی طرف سے حجاج کرام کی رہنمائی کے لئے ایک کتابچہ جاری کیا ہے اور اس میں حج کے واجبات ... ہوئے ہیں تیسرے نمبر پہ یہ واجب ذکر کیا ہے "تیسرا واجب. قربانی". اور اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ انکی اس سے مراد دم تمتع، دم قران ہے لیکن جو الفاظ لکھے ہیں یہ دم شکر کی بجائے اضحیہ پر دلالت کر رہے ہیں. اس کتاب کو پڑھنے والا عامی شخص بظاہر ... اضحیہ سمجھ کر اضحیہ کے ارادے سے ذبح کریگا. اب کتاب کی تصحیح کی کوشش کے علاوہ یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ جو لوگ اس کتاب کو پڑھ کر قربانی سمجھ کر جانور ذبح کریں گے ان کا دم شکر (دم تمتع، دم قران) ادا ہوگا یا نہیں؟ شامی کی درج ذیل عبارت کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ ان کا ... ادا نہیں ہوگا۔

"واما الأضحية فهي متعينة في ذلك الزمن كالمتعة فلا تقع الأضحية مع تعينها عن غيرها والمراد بتعينها تعين زمنها لا وجوبها حتى يرد عليه انها لا تجب على المسافر يعني أن الاضحية لا تسمى أضحية إلا اذا وقعت في ايام النحر وكذا دم المتعة فلما كان زمنها متعيناً وقد نواها أضحية فلا تقع عن دم المتعة بخلاف الطواف فان التطوع به غير مؤقت فاذا كان عليه طواف مؤقت ونوى به غيره ينصرف الى الواجب المؤقت لانه يمكنه التطوع بعده وكذا لو نوى طوافاً آخر واجبا ينصرف الى الذي حضر وقته ووجب فيه ويلغوا الآخر مراعاة للترتيب كما لو نوى القارن بطوافه الاول القدوم يقع عن العمرة. واجاب الرحمتي بان الدم ليس من افعال الحج والعمرة ولذا لم يجب على المفرد باحدهما بل وجب شكراً على المتمتع

بهما فلم يكن داخلاً تحت نية الحج والعمرة فلا بدله من النية والتعيين فلو نوى غيره لا يجزى كما لو اطلق النية بخلاف الاطوفة فانها من اعمالهما داخلة تحت أحرامهما فتجزئ بمطلق النية (شامی ص ۱۹۶ ج ۲)

لیکن سرسری غور کے بعد بندہ کے ناقص فہم میں یہ بات آرہی ہے (جو بغرض تصویب و استفادہ پیش ہے) کہ چونکہ مذکورہ کتاب میں اس کو واجبات حج میں شمار کیا ہے اس لئے حاجی ذبح شاۃ کو واجب حج سمجھ کر ہی جانور ذبح کریگا. اسکی نیت تو واجب حج ادا کرنے کی ہوگی لیکن غلطی سے یہ سمجھ رہا ہے کہ اسکا نام "قربانی" ہے. اس غلطی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور دم ادا ہو جائے گا. اور یہ صورت شامی کی مذکورہ صورت سے مختلف ہے. شامی کی صورت کا حاصل یہ ہے کہ اس نے حقیقۃً اس اضحیہ کی نیت کی ہو جس میں اور دم تمتع و قران میں تغایر ہے گویا اس نے دم شکر کے غیر کی نیت کی ہے اور ظاہر ہے کہ غیر کی نیت کرنے سے دم شکر ادا نہیں ہو سکتا. جبکہ زیر بحث صورت میں دم واجب کی نیت ہے اگر اس کو قربانی کہہ رہا ہے تو یہ سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ اس دم واجب کا نام ہی قربانی ہے لہذا یہاں دم شکر کے مغایر کی نیت نہیں پائی گئی. بعض واقعات سے بھی معلوم ہوا کہ عرف عوام دم تمتع کو قربانی اور تمتع کو قربانی والا حج کہتے ہیں لیکن اس کو اضحیہ سے الگ چیز سمجھتے ہیں۔

حضرت والا سے گزارش ہے کہ اس مسئلے میں اپنی رائے گرامی کسی خادم کو بتا کر ان کو مامور فرما دیں کہ بندہ کو مطلع کر دے۔ والسلام،

احقر محمد مجاہد عفا اللہ عنہ ۱۴۱۶/۱۱/۱۲ھ

الجواب یہ درست ہے کہ اگر حاجی اس ذبح شاۃ کو واجبات حج میں سے سمجھ کر ذبح کرے اور اضحیہ معروفہ کی نیت نہ ہو تو اسے دم شکر تصور کیا جائے گا کیونکہ دم شکر کی نیت پائی گئی ہے اس لئے کہ واجبات حج میں سے صرف یہی دم ہے اور واجبات حج ہی سمجھ کر ذبح کر رہا ہے اسے "قربانی" کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان ایام میں ذبح ہونے والے جانوروں کو عموماً اسی قربانی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اضحیہ معروفہ کی نیت سے ذبح کرے تو اس سے دم شکر ساقط نہ ہوگا کہ فقہاء کرام نے اسکی تصریح کی ہے۔ عام حاجی شاید اسی نیت سے قربانی کرتے ہوں، کیونکہ نحر میں معروف قربانی یہی ہے۔ نیز "کتابچہ حج" میں اس کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں قربانی اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی دی تھی"۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اضحیہ ہی اسکی یادگار ہے۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں نہ واجب حج کی نیت ہو نہ اضحیہ کی تو پھر بھی دم شکر ادا نہ ہوگا جیسا کہ رحمتی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ "فلو نوی غیرہ لا یجزئ کما لو اطلق النیة۔"

الغرض یہ تنقیح نفسِ مسئلہ کے لحاظ سے درست ہے کہ واجب حج کی نیت ہو اضحیہ کی ہو تو اسے قربانی کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن خارج میں کیا ہوتا ہے یا اکثر جہلاء اس میں کیا سمجھتے ہیں اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ گویا کل چار صورتیں ہوئیں ۱۔ دم شکر کی نیت سے ذبح کیا ۲۔ واجباتِ حج کی نیت سے ذبح کیا ۳۔ دم قران یا دم تمتع کی نیت سے ذبح کیا۔ ان سب صورتوں میں دم شکر ادا ہوگیا ۴۔ اضحیہ معروفہ سنت ابراہیمی سمجھ کر ذبح کیا یا کوئی خاص نیت نہیں کی تو ان دونوں صورتوں میں دم شکر ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

قارن اور متمتع قربانی کی نیت سے جانور ذبح کریگا تو دم شکر ادا نہیں ہوگا

محترم المقام حضرت مفتی صاحب زید معالیکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف!

ھدیٔ دم تمتع اور "قربانی" کی غلطی العوام بلکہ غلط العلماء بن چکی ہے اس پر راقم نے ایک خط وزیر حج اور متعلقہ محکمہ کے ذمہ داروں کو لکھا ہے اور ایک ایک خط ان کتب کی تصدیق کرنے والے مفتیانِ کرام کو بھی لکھا ہے "کتاب الحج" اور "سفر سعادت" جو کتب وزارتِ مذہبی امور

کی طرف سے تقسیم ہو رہی ہیں۔ ان میں تیسرا واجب قربانی کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ یہ قربانی اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی۔ اب ایک حاجی ایک تو لفظ "قربانی"۔ دوسرا "ایام قربانی" تیسرا "مقام قربانی" اور چوتھا جب یہ تصریح پڑھے گا تو پھر وہ اسے دم تمتع یا دم شکر کیسے سمجھے گا میرا تجربہ ہے کہ اس دور میں شاید کوئی ایک آدھ حاجی ہو جو یہ فرق سمجھتا ہو۔ میں ہر سال اس غلطی پر تنبیہ کے لئے ایک اشتہار بھی شائع کرا کر تقسیم کراتا ہوں، وزارت حج میں جا کر ایک تقریر بھی مستقل ریکارڈ کرائی ہے۔ ایک مرتبہ کتاب سے عبارت کی تصحیح بھی کرائی لیکن پھر بھی غلطی دہرائی جا رہی ہے اور افسوس علماء کرام پر ہے جو یہ لکھ کر دے رہے ہیں کہ "حرفاً حرفاً" پڑھ کر تصدیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں خطوط اور اشتہار کی کاپی بھی ارسالِ خدمت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس نے یہ "قربانی" دم شکر کی نیت سے نہیں کی، بلکہ سنت ابراہیمی والی قربانی کی نیت سے جانور ذبح کیا ہے، اس پر دم تمتع تو عمر بھر کے لئے واجب ہے۔ اب مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے لکھا ہے کہ اسے دم تمتع کیساتھ دو دم جنایت کے بھی دینے پڑیں گے۔ ایک دم تاخیر کا دوسرا دم ذبح سے قبل احرام کھول دینے کا راقم بھی اسی طرح بتاتا رہتا ہے۔ لیکن جی میں یہ آتا ہے کہ اگر انکی اس غیر اختیاری غلطی کی بناء پر صرف ایک دم تاخیر کا ہو اور ترتیب جو کہ دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ہے کہ دم تمتع سے قبل حجامت بنالی کیا وہ معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام،

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

اشتہار منجانب مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

پاک و ہند کے اکثر حجاجِ کرام حج تمتع کرتے ہیں۔ یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیتے ہیں۔ پھر منیٰ جانے کے وقت حج کا احرام باندھتے ہیں۔ یہ حج تمتع کہلاتا ہے۔ ان کے لئے دس ذوالحجہ کو بڑے جمرہ (شیطان) کو کنکر

مارنے کے بعد ایک جانور ذبح کرنا واجب ہے کہ اللہ نے انہیں عمرہ اور حج دونوں کو جمع کر(نے) کا موقع دیا۔ اسے دم تمتع اور دم شکر کہتے ہیں۔ یہ دم شکر اس قربانی سے بہت مختلف ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن مسلمان کرتے ہیں۔ حج تمتع اور قران کرنے والوں کے لئے دم شکر کا جانور دس ذوالحج کو کنکر مارنے کے بعد بارہ دن کے سورج غروب ہونے سے قبل ذبح کرنا واجب ہے جب تک یہ جانور شکرانے کی نیت سے ذبح نہ کیا جائے اس وقت تک حاجی کو حجامت بنانا، کپڑے پہننا اور بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔ یہ جانور مفرد پر نہیں جو شروع سے ہی صرف حج کا احرام باندھتا ہے اور حج سے قبل عمرہ نہیں کرتا۔ لیکن متمتع اور قارن (جو حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر کے اکٹھا احرام باندھے) ان پر یہ جانور شکرانے کے لئے واجب ہے کہ انہوں نے ایک ہی سفر میں دو عبادتیں عمرہ اور حج خواہ ایک احرام سے اکٹھے یا دو علیحدہ علیحدہ احراموں سے ادا کئے ہیں اس کے شکر میں یہ جانور دینا واجب ہے۔

حج کی عام کتب میں چونکہ لفظ قربانی لکھا ہوتا ہے اور وہ ایام سنت ابراہیمی والی قربانی کے بھی ہوتے ہیں اور پھر منیٰ کا مقام بھی سیدنا اسماعیل کی قربانی کا ہے بایں وجہ اکثر حجاج اس شکرانے کے جانور کو سنت ابراہیمی والی قربانی کی نیت سے ذبح کر دیتے ہیں دم تمتع یا شکرانے کی نیت کا نہ ہی انہیں علم ہوتا ہے اور نہ ہی اس شکرانہ کی نیت سے وہ ذبح کرتے ہیں۔

لہذا تمام حجاج پر واضح ہونا چاہیئے کہ جن کا حج افراد نہیں بلکہ حج تمتع یا حج قران ہے انہیں شکرانے کی نیت سے یہ جانور بارہ دن کی شام سے قبل ذبح کرنا ہے جب تک اس نیت سے یہ جانور ذبح نہ ہوگا اس وقت تک حاجی حلال نہ ہوگا احرام سے نہ نکلے گا۔ باقی رہا سنت ابراہیمی والی قربانی وہ ان صاحب استطاعت حجاج کرام پر علیحدہ واجب ہے جن کا مکہ مکرمہ میں ۸ ذوالحجہ تک پندرہ روز کا قیام ہے۔

الحاصل: جس قارن یا متمتع حاجی نے شکرانہ کی نیت سے جانور بارہ دن کی شام تک ذبح نہ کیا اور حلال ہوگیا اسے اب تین جانور ذبح کرنے ضروری ہوں گے ایک شکرانہ کا جانور ایک تاخیر کرنے کا دم اور ایک دم جنایت اگر شکرانہ کی نیت سے جانور ذبح کرنے سے قبل

حلال ہوگیا تھا۔

تمام حجاج کرام سے درخواست ہے کہ مسئلہ کو خوب ذہن نشین کریں اور جہاں تک ہوسکے اپنے رفقاء حجاج کو اس غلطی سے متنبہ کریں۔

الجواب حاصل یہ ہے کہ جو حاجی (متمتع، قارن) ایام نحر میں قربانی کی نیت سے جانور ذبح کرتا ہے تو اس قربانی سے اس کا دم تمتع یا دم قران ساقط نہیں ہوگا اور یہ اضحیہ دم شکر کے قائمقام نہیں ہے۔

واذا تمتعت المرأة فضحت بشاة لم یجزها عن المتعة لانها أتت بغیر الواجب وکذلک الجواب فی الرجل " وانما خصت المرأة لان السائلة کانت امرأة فوضعت المسئلة علی ما وقع۔ واما لان الغالب من حالهن الجهل، ونیة التضحیة فی هدی المتعة لا تکون الا عن جهل۔ ثم لما لم یجزها عن دم المتعة کان علیها دمان سوی ما ذبحت دم المتعة الذی کان واجبا علیها ودم آخر لانها قد حلت قبل الذبح (عنایة علی هامش فتح القدیر ص۲۳۶ ج۲)

لیکن پھر اگر ایام نحر ہی میں دم شکر ذبح کرتا ہے تو اگر اس سے قبل حلق کرا چکا ہے تو اس پر مزید ایک دم آئے گا اور اگر حلق نہیں کرایا تھا تو فقط ایک دم شکر ذبح کرنا ہوگا اور اگر ایام نحر کے بعد دم شکر ذبح کرے تو اس پر مزید دو دم آئیں گے۔ ایک تاخیر کا، دوسرا جنایت کا کہ ذبح سے قبل حلق کرایا تھا۔

ودمان لو حلق القارن قبل الذبح۔ ای یجب دمان عند أبی حنیفة رحمه الله بتقدیم القارن او المتمتع الحلق علی الذبح وعندهما یلزمه دم واحد وقد نص ضابط المذهب محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر علی ان أحد الدمین دم القران والآخر لتأخیر النسك عن وقته وان عندهما یلزم دم القران

فقط الخ (البحر الرائق ص۲۶ ج۳) . فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیه دمان عند أبی حنیفة رح دم بالحلق فی غیر أوانه لان أوانه بعد الذبح ودم لتأخیر الذبح عن الحلق . وعندهما یجب دم واحد وهو الاول الأقوله فنسبه صاحب غایة البیان الی التخبیط لکونه جعل احد الدمین هنا دم الشکر والآخر دم الجنایة وهو صواب . وفیما یأتی اثبت عند ابی حنیفة دمین آخرین سوی دم الشکر ونسبه فی فتح القدیر ایضاً الی السهو . ولیس کما قالا بل کلامه صواب فی الموضعین . (بحر الرائق ص۲۸۹ ج۲)

البتہ صاحبین رح کے نزدیک فقط ایک دم شکر ہی ہوگا خواہ ایام نحر میں کرے یا ایام نحر بعد . فیجب دمان علی قارن ان حلق قبل ذبحه . دم للحلق قبل أوانه ودم لتأخیر الذبح عن الحلق وعندهما دم واحد وهو الاول فقط (شرح وقایہ ص۲۲۷ ج۱)

ومنها ان من اخر اراقة دم المتعة او القران حتی مضت ایام النحر لزمه دم لتاخیره عن وقت التقدیم لا التأخیر عند ابی حنیفة وعندهما لا دم علیه

(تاسیس النظر ص۵)

سوال میں ذکر کردہ دو دم کسی بھی امام کا قول نہیں یا تو ایک دم ہوگا یا تین . فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

اس کے بعد حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ' کا دوبارہ خط موصول ہوا وہ خط مع جواب درج ذیل ہے .

محترم حضرت قبلہ مفتی عبد الستار صاحب . زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج شریف !

جناب کا مرسلہ جواب موصول ہوا لیکن ابھی پوری تشفی نہیں ہوئی جیسا کہ راقم نے تحریر کیا تھا کہ حجاج کرام کی غالب اکثریت "ھدی" یعنی دم شکر کو نہیں جانتی وہ سنتِ ابراہیمی والی قربانی

کی نیت سے ہی جانور ذبح کرتے ہیں، اب دمِ شکر تو اسپر بہرحال عمر بھر واجب رہے گا . اب سوال یہ ہے کہ دم شکر کے علاوہ مفتیٰ بہٖ قول کے مطابق اسپر دو دم جنایت کے واجب ہیں جیسا کہ بظاہر امام صاحب کے قول سے معلوم ہوتا ہے یا ایک دم جنایت ہوگا جیسا کہ صاحب غایۃ البیان اور صاحب فتح القدیر نے دو دم جنایت میں سہو اور تخبیط کا قول کیا ہے یا پھر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہوگا کہ ایسے حاجی پر صرف دمِ شکر ہی واجب ہے اور کوئی دمِ جنایت واجب نہیں ہے .

تاسیس النظر ص۵ کی عبارت کے علاوہ جو عبارتیں نقل کی گئیں ہیں . ان میں یہ صراحت بھی نہیں ہے کہ یہ صورتِ مسئلہ ایامِ نحر گزرنے سے بعد کی ہے یا ایام نحر گزرنے سے قبل کی ہے پھر تاسیس النظر کی عبارت جس میں یہ تصریح ہے کہ ایام نحر اگر گزر گئے ہیں تو صرف ایک دم دمِ جنایت تاخیر کا امام صاحب کے نزدیک ہوگا . دو دم نہیں ہیں اور صاحبین کے نزدیک ہر دو صورتوں میں (ایام نحر گزرنے سے قبل یا بعد) اس پر کوئی دمِ جنایت نہیں بلکہ صرف دمِ شکر ہی واجب ہے .

اب تین اقوال میں مفتیٰ بہٖ قول کونسا ہے . یہ بات ذہن میں رہے کہ اس مسئلہ میں شدید قسم کا عموم بلویٰ ہے اور یہ غلط فہمی کتابوں والوں نے ڈالی ہے اس لئے اس میں ان "مظلوم" حجاج کی جس قدر رعایت ممکن ہو کرنی چاہئیے کیونکہ اس غلطی سے وہ کسی حد تک معذور ہیں . انہیں ایک تو لفظ "قربانی" سے غلطی لگتی ہے . دوسری "مقام قربانی" سے جو کہ منیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی جگہ ہے اور تیسری سب سے بڑی غلطی کہ جو کتابیں حج سے متعلقہ انہیں دی جاتی ہیں جن پر بڑے بڑے مفتی حضرات کی تصدیقات بھی درج ہیں . ان میں صراحت کر دی گئی ہے . کہ "تیسرا واجب قربانی" یہ اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی . اب یہ بیچارہ حاجی ان تین اغلاط کی وجہ سے اس دم شکر کو سنتِ ابراہیمی والی قربانی سمجھتا ہے یہ علماء کا فرض ہے کہ وہ وضاحت سے یہ فرق ان کو سمجھائیں اور کتابوں میں اس غلطی کی درستگی کرائیں . بینوا وتوجروا .

الجواب : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم ومکرم حضرت مولانا منظور احمد صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' استفسار کا جواب ارسالِ خدمت ہے کوئی شبہ ہو تو تحریر

فرمادیں ، دعاؤں کی درخواست ہے ۔

مسئلے کی وضاحت تو کامل طور پر کردی گئی تھی نہ معلوم تشفی کیوں نہ ہوسکی ۔ بہرحال زیرِ
صورت میں تین۳ دم واجب ہوں گے ایک دم شکر دوسرا دمِ جنایت یعنی حلق قبل الذ
تیسرا دمِ تاخیر کہ دم شکر کو ایام النحر سے مؤخر کردیا ، یہ حضرت امام ابوحنیفہ صاحبؒ کا قول
اصولی طور پر یہی راجح ہے ۔ " لکونہ قول الامام ولکونہ فی المتون " علامہ ابن
عقود رسم المفتی ص۳۲ میں وجوہِ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- " او کان فی المتو
او قول الامام او ظاهر المروی او جل العظام اور اس کے مقابلے میں صاحبینؒ
ایسا نہیں لیکن صاحبِ اجتہاد اس قول کو ترجیح دے تو اس کی ذمہ داری اس پر ہے ۔ باقی رہا
غایۃ البیان اور ابنِ ہمامؒ کا کلام سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہدایہ کی عبارت درج ذیل ہے
فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیہ دمان عند ابی حنیفۃ دم با
فی غیر اوانہ لان اوانہ بعد الذبح و دم بتاخیر الذبح عن الحلق
ے دم شکر کے علاوہ جنایت کے دو۲ دموں کا واجب ہونا معلوم ہوتا تھا اگرچہ حاجی نے
شکر ایام نحر ہی میں ذبح کردیا ہو جبکہ ذبح سے قبل حلق کراچکا تھا یعنی صرف حلق قبل ذبح
دو جنایتیں پائی گئیں ایک تقدیم " حلق علی الذبح " اور دوسری تاخیر ذبح عن الحلق " صاحب
غایۃ البیان نے ہدایہ کے اس مسئلے میں تخبیط پر تنبیہ کیا ہے کہ اس جنایت میں صرف ایک
واجب ہوگا ، دو دم واجب ہوں گے ۔ (جبکہ دم شکر ایام نحر میں ذبح کردیا ہو ۔ اور صاحب
نے بھی یہی کہا ہے اور صاحبِ ہدایہ کی عبارت کا جواب یہ دیا ہے کہ ہدایہ کا یہ جزئیہ ایک دوسری
مرجوح روایت پر مبنی ہے اس لئے تخبیط نہیں ۔ گو راجح دوسری روایت ہے کہ حلق قبل الذ
کی صورت میں صرف ایک جنایت ہوگی نہ کہ دو ۔

واضح رہے کہ ہمارے سابقہ فتویٰ میں دم شکر کے علاوہ جو دو۲ دم واجب کئے گئے ہیں
کے اس جزئیہ پر مبنی نہیں ۔ مخفی نہ رہے کہ ہدایہ کے جزئیہ کے مطابق زیرِ بحث صورت میں چار
دم واجب ہونے چاہیئے ۱ ۔ دم شکر ۲ ۔ جنایت حلق قبل الذبح ۳ ۔ جنایت تاخیر الذبح عن الحلق
۴ ۔ تاخیر دم شکر عن ایام النحر ۔

بہرحال سابقہ فتویٰ میں تخبیط والے جزئیہ کو نہیں لیا گیا بلکہ اس کے مقابلے میں جو صحیح روایت
تھی اسے لیا گیا تھا باقی رہا دمِ شکر کو ایام نحر سے مؤخر کرنے پر امام صاحبؒ کے ہاں مستقل ایک دم
کا واجب ہونا صرف تاسیس النظر ہی میں نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں بھی صراحتاً ایسے ہی منقول ہے
اور واضح رہے کہ یہ دم تاخیر اس دم کے علاوہ ہے جو نفسِ تاخیر ذبح عن الحلق سے واجب ہوا
تھا ، یہ دونوں الگ الگ جنایتیں ہیں ، عبارات درج ذیل ہیں :

ویتعین یوم النحر أی وقتہ وھو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہٗ وعلیہ دم . قولہٗ بل بعدہ أی بل یجزئہ بعدہ أی بعد یوم النحر أی أیامہ الا أنہ تارک للواجب عند الامام فیلزمہ دم للتأخیر ، أما عندھما نعدم التاخیر سنۃ حتی لو ذبح بعد التحلل با لحلق لا شئ علیہ

(شامی باب الھدی ص۲۷۱ ج۲)

ولا یجوز ذبح ھدی المتعۃ والقران الا فی یوم النحر کذا فی الھدایۃ حتی لو ذبح قبلہ لا یجوز اجماعا و بعدہ کان تارکاً للواجب عند الامام فیلزمہ دم ھکذا فی البحر الرائق (عالمگیری ص۲۶۱ ج۱)

نیز صورتِ مسئولہ میں تین دم کے واجب ہونے کے بارے میں درج ذیل عبارت بھی ملی ہے ۔

وفی الکبیر اذا حلق القارن قبل الذبح و أخر اراقۃ الدم عن ایام النحر ایضا ینبغی ان یجب علیہ ثلاثۃ دماء . دم لحلقہ قبل الذبح ودم لتأخیر الذبح عن ایام . ودم للقران او التمتع ۔

(غنیۃ الناسک ص۵ ۔ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص۲۳۱ ج۵) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، ۲۰ محرم ۱۴۱۷ھ

اُجرت لے کر کسی کی طرف سے حج کرنا :

زید پر حج فرض ہے ۔ وہ معذور ہونے کی بناء پر جا نہیں سکتا

اس نے بکر کو کہا کہ آپ میری طرف سے حج بدل کر آئیں۔ بکر نے کہا کہ اتنے عرصہ میں اپ[illegible] کاروبار کو چھوڑوں گا۔ اور اہل وعیال سے دور رہوں گا۔ اس کا معاوضہ بھی آپ کو کچھ دی[illegible] ہوگا تو کیا اسطرح بکر کو حج پر بھیجنا درست ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بکر کے لئے معاوضہ لینا درست نہیں ہے کیونکہ فقہاء [illegible] رحمہم اللہ تعالیٰ نے حج پر اُجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا کسی ایسے [illegible] آدمی کو بھیجا جائے جو کہ محض اللہ کی رضا کے لئے یہ فریضہ سرانجام دے۔ یا بکر کو مسئلہ سمجھا [illegible] البتہ زید پر آنے جانے وغیرہ کا خرچ دینا لازم ہے۔

وذکر الاسبیجابی انہ لا یجوز الاستئجار علی الحج ولا علی شئی من الطاعات (الیٰ قولہ) ولہ من الاجر مقدار نفقۃ الطریق فی الذهاب والمجئ اھ (بحر الرائق ص۲۳ ج۳)۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے لئے جدہ سے احرام باندھا تو دم واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی عمرہ کے لئے گیا ہوا ہے، عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا۔ جب دن ختم ہوگئے تو واپسی کے لئے جدہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ جہاز میں کچھ تاخیر ہے۔ جی میں آیا کہ کچھ وقت ہے اس سے فائدہ اُٹھالوں۔ وہیں جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے آگیا عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر جدہ آیا اور اس دوران اس کو کسی نے کہا کہ تیرے اوپر ایک دم لازم آگیا ہے کہ تُو نے جدہ سے احرام کیوں باندھا ہے۔ کیا اس پر دم ہے یا نہیں؟

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں اگر جدہ سے عمرہ کے لئے احرام باندھا تو اس صورت میں دم واجب نہیں ہے، درمختار علی الشامیۃ میں ہے۔

میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم والمیقات لمن بمکۃ للحج الحرم وللعمرۃ الحل ص۱۶۲ ج۲۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کنکریاں جمرہ سے دُور جاگریں تو دم کا حکم:

ایک شخص نے رمی کی مگر بعد میں پتہ چلا کہ کنکریاں جمرہ سے ایک گز کے فاصلے پر گرتی رہیں جمرہ کو نہیں لگیں، اس کے بعد ذبح کرنے کے بعد حلق بھی کرالیا۔ کیا اس پر کوئی دم وغیرہ واجب ہوگا؟

الجواب اگر کنکریاں ایک گز کے فاصلے پر جمرہ کے قریب جا کر پڑیں تو رمی صحیح ہوگا دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔ (کما فی الدر المختار ص۱۶۸ ج۲)

ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوهرۃ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

بندہ عبد اللہ غفر لہٗ
۲/ ۳ / ۱۳۷۵ھ

عورت کے پاس محرم کا کرایہ نہ ہو تو حج واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر ۷۵ سال ہے وہ حج کرنا چاہتی ہے مگر محرم کا کرایہ نہیں ہے کیا اس کے حج کرنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے اگر ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب جس عورت کے ساتھ محرم نہ ہو یا محرم ہو لیکن اس کے کرایہ کی گنجائش نہ ہو تو اس عورت پر حج فرض نہیں ہے۔

اما شرائط وجوبہ فمنها الاسلام ومنها العقل الی قولہ ومنها المحرم للمرأۃ شابۃ کانت او عجوزا اذا کانت بینها و بین مکۃ مسیرۃ ثلاثۃ ایام ثم ذکر بعد اما شرائط صحۃ ادائہ فثلاثۃ الاحرام والمکان والزمان۔ (ہندیہ ص۲۱۸ ج۱ کتاب الحج)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد صدیق غفر لہٗ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر لہٗ،

محصر نے ہدی بھیجے بغیر احرام کھول دیا تو حلال نہ ہوگا:

حالت احصار میں بغیر ھدی بھیجے بجانب حرم احرام کھول دیا اب زید کے لئے کیا حکم ہے ... احرام تو کھول چکا ہے کیا ہدی واجب ہے؟ اور ہدی کو حرم میں بھیجنا ضروری ہے؟ یا اپنے ... میں ہی ذبح کر دے؟ بعد از ذبح یہ صدقہ ہوگا یا خیرات یعنی اس سے زید گوشت کھا سکتا ہے؟

الجواب صورت مذکورہ میں زید پر لازم ہے کہ وہ ہدی حرم بھیج دے یا اس کی قیمت کسی کو دے تاکہ وہ اس سے ھدی خرید کر وہاں ذبح کر دے اور ... متعین کرے اس کے بعد تحلیل کرے ویسے احرام کھولنے سے حلال نہ ہوگا اسی حالت احرام میں جو جنایت خلاف احرام کرے گا تو دم وغیرہ لازم ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے ... ہندیہ میں ہے۔

نحو ان يبعث بالهدى او بثمنه ليشترى به هديا ويذبح عنه وما لم يذبح لا يحل وهو قول عامة العلماء سواء شرط عند الاحرام الاحلال بغير ذبح عند الاحصار أو لم يشترط ويجب أن يواعد يوما معلوما يذبح عنه فيحل بعد الذبح ولا يحل قبله حتى لو فعل شيئا من محظورات الاحرام قبل ذبح الهدى يجب عليه ما يجب على المحرم اذا لم يكن محصرا (عالمگیری ص۲۵۵ ج۱) ولا يجوز الاكل من بقية الهدايا كدماء الكفارات والنذور وهدى الاحصار (عالمگیری ص۲۶۲ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے جماع کرلے تو کچھ واجب نہ ہوگا

ایک مرد بیوی حج کرنے گئے اور دونوں نے عمرے کا احرام باندھا جب احکام عمرہ

ادا کرلئے اور سر کے بال کٹوا لینے کے بعد احرام کھولا اور حج کے احرام میں دن ابھی باقی رہتے تھے تو وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن مقیم رہے اسی دوران مرد نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اسکے بعد پھر دوسرا احرام عمرے کا تنعیم سے باندھا وہ عمرہ بھی ختم ہوگیا بعد میں دونوں نے حج کا احرام باندھا اب بتائیں کہ ۱۔ ان دونوں میاں بیوی کا عمرہ اور حج ادا ہوگیا یا نہ تمتع ہوا یا نہ ۲۔ ان پر دم وغیرہ ہے یا نہ؟

الجواب ۱۔ صورت مذکورہ میں دونوں کا حج تمتع ہوگیا جماع کرنے سے اس پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

واقام بمكة حلالا ثم يحرم للحج وفى الشامية افاد انه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له ويعتمر قبل الحج۔ (ص۱۹۵ ج۲)

۲۔ ان پر دو دم شکر واجب ہیں۔ وفی الدر المختار وواجبه نيف وعشرون..... الى قوله وذبح الشاة للقارن والمتمتع اھ

(شامیہ ص۱۳۹ ج۱ مطبوعہ بیروت)

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
رئیس دار الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان

میت کی طرف سے حج کرنے سے اس کا اپنا فرض ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

المرام اینکہ حامل رقعہ ہذا کے پاس ایک کتاب ہے "علم الفقہ" مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے کہ بیٹا اگر اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اس کے والدین کا بھی حج ادا ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا فریضہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔ عبارت پر نشان لگے ہوئے ہیں،

۲۔ ایک شخص کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ وہ اس کی طرف سے حج کرواتا ہے، حالانکہ متوفیہ پر اس کی زندگی میں حج فرض نہیں ہوا تھا اور نہ اس نے وصیت کی تھی۔ کیا اس کی بیوی کو ثواب

ملے گا ۔ یہ حج کون سا ہوگا نفلی یا فرض ۔ اور حج کروانے والے نے حج کرنے والے کو عام اجازت دے دی ہے ، چاہے قران کرے یا تمتع یا افراد ۔ لہٰذا اب حج کرنے والے پر کوئی پابندی تو نہیں کہ فلاں قسم کا حج کرے اور فلاں قسم کا نہ کرے ۔ جب کہ یہ حج صرف ثواب پہنچانے کے لئے کرایا جاتا ہے ۔

۳ ۔ جس سے حج کروایا جارہا ہے کیا اس پر بیت اللہ جانے کے بعد حج فرض ہو جائے گا ؟

الجواب ۱ ۔ اگر والدین پر حج فرض تھا اور بدوں وصیت کئے فوت ہو گئے ، اب کوئی وارث انکی طرف سے حج فرض ادا کرتا ہے تو ان شاء اللہ میت کا حج فرض ساقط ہو جائے گا اور ظاہر یہی ہے کہ وارث سے حج فرض ساقط نہیں ہوگا ۔ ہاں میت پر حج فرض نہیں تھا تو وارث کا حج ہو جائے گا ۔ (کما فصل فی الشامیۃ ص ۲۷۷ ج ۲)

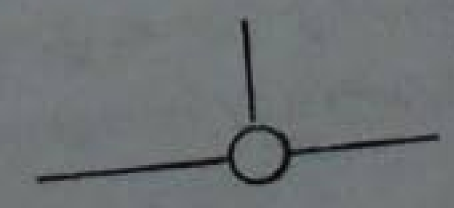
۲ ۔ اس حج کا ثواب بیوی کو ملے گا ۔

کما یظھر من ھذہ العبارۃ ومبناہ علی ان نیتہ لھما تلغو لعدم الامر فھو متبرع فتقع الاعمال عنہ البتۃ وانما یجعل لھما الثواب وترتبہ بعد الاداء فتلغو نیتہ قبلہ فیصح جعلہ بعد ذلک لاحدھما اولھما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلا عنھما (شامی ص ۳۲۶ ج ۲)

۳ ۔ ایسے شخص پر حج فرض ہوگا یا نہیں ، اس میں علماء کا اختلاف ہوا ہے ۔ بعض فرضیت کے قائل ہیں اور بعض اس کی نفی کرتے ہیں (شامیہ ص ۳۳۲ ج ۲) اس لئے ایسے شخص کو چاہیئے کہ عملی لحاظ سے احتیاطاً حج کو اپنے ذمہ سمجھے ۔

بحث کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خلاف قیاس سقوط عن الوارث کا بھی اعتراف کر لیا جائے تو فضلِ خداوندی سے کچھ بعید نہیں ۔ لیکن معاملہ ادائے فرض کا ہے ، اس لئے احتیاط لازم ہے ۔ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،



احرام باندھ کر سیدھے مدینے جانا اور محظوراتِ احرام کے ارتکاب کا حکم

میری والدہ صاحبہ کو ایک عورت کے ہمراہ کراچی سے ہوائی جہاز پر روانہ کر دیا گیا عمرہ کے لئے اور احرام بھی باندھ دیا گیا ۔ مگر جدہ میں بجائے میرے والد صاحب کے ایک اور غیر محرم رشتے دار وصول کرنے آئے ہوئے تھے ۔ جو دونوں عورتوں کو عمرہ کرانے کے لئے سیدھا مدینہ منورہ لے گئے ۔ وہاں جا کر والدہ صاحبہ نے اپنے آپ کو احرام سے فارغ کر دیا ۔ اپنے اوپر احرام تصور ہی نہیں کیا ۔ منافی احرام افعال کرتی رہیں ۔ پھر کچھ دنوں بعد نئے احرام کے ساتھ والد صاحب کے ہمراہ عمرہ کرنے گئیں ۔ نئے عمرہ کی نیت تھی ، قضاء کی نہیں کی ۔ اس صورت میں عمرہ کی قضاء ، دم وغیرہ جو حکم ہو تحریر کریں ؟

الجواب اگر بیوی نے خاوند کی اجازت کے بغیر احرام باندھا تھا اور خاوند کے حکم سے محظوراتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو وہ عورت ہدی بھیجے بغیر ہی احرام سے فارغ ہو جائے گی اور اس کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے افعال عمرہ شرط نہیں خاوند کے لئے اس تحلیل کی شرعاً اجازت ہے ۔ حج فرض اور احرام بالاذن کی صورت میں حلال کرنے کی اجازت نہیں ۔ در مختار میں ہے :

اشتری محرمۃ ولو بالاذن لہ ان یحللھا الی ان قال وکذا لو نکح حرۃ محرمۃ بنفل بخلاف الفرض ان لھا محرم والا فھی محصرۃ فلا تحلل الا بالھدی ولو اذن لامرأتہ بنفل لیس لہ الرجوع لصلکھا منافعھا الخ ۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں

وأفاد أیضا أنہ لا یتوقف تحلیلھا علی أفعال الحج بل تخرج من الاحرام بمجرد ماھو من المحظورات (ص ۲۴۷ ج باب الھدی)

عورت پر حلال ہونے کی وجہ سے عمرہ کی قضاء اور ایک ہدی بھیجنا واجب ہے ۔

فقط واللہ اعلم ،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

موجودہ دور میں بھی عورت بلا محرم سفرِ حج نہ کرے

مکرمی محترمی جناب حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم، اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ جب بھی حج کا زمانہ قریب
عورتوں کے لئے حج کا مسئلہ ضرور زیرِ بحث آتا ہے کہ کیا اس زمانہ میں عورت بغیر
کے سفرِ حج کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بہت سی ایسی آسانیاں ہو گئی ہیں جن
پہلے زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، مثلاً پہلے زمانہ میں سفر پیدل یا اونٹ اور گھو
پر ہوتے تھے جن پر بیٹھنے اور اُترنے کے لئے عورت کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے ا
عورت کو سہارا صرف محرم مرد ہی دے سکتا ہے۔ جبکہ اس زمانے میں ضرورت نہیں ہے
یہ اور اس قسم کے دوسرے مسائل ہیں جس میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے مجھے
ہے کہ آنجناب اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر میری معروضات پر غور فرما کر
حدیث اور فقہائے اُمت کے فتاویٰ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں گے۔

فقہائے امت نے حج کے لئے دو قسم کی شرائط متعین فرمائی ہیں ــــ پہلی قسم کی شرائط کا تعلق حج کے واجب ہونے سے ہے۔ دوسری قسم کی شرائط کا تعلق ادائے ارکانِ حج سے ہے۔

ہر مسلمان مرد عورت جس پر بھی یہ شرائط پوری ہو جائیں گی اس پر حج فرض ہو جائیگا۔ ان شرائط پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں، یہ سات شرطیں ہیں۔ ۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ بالغ ہونا ۳۔ عاقل ہونا ۴۔ آزاد ہونا ۵۔ استطاعت اور قدرت ہونا ۶۔ وقت کا ہونا ۷۔ دار الحرب میں رہنے والے مسلمان کو حج کی فرضیت کا علم ہونا۔ ان شرائط میں عورت کے لئے علیحدہ کوئی شرط نہیں ہے جو بھی ان شرائط پر پورا اُترے گا مرد ہو یا عورت اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ اب یہ کہ عورت سفر فرض حج محرم کے ساتھ کرے یا بغیر محرم کے اکثر محدثین کرام نے فرض حج کے سفر میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی اجازت دی ہے ان محدثین کرام میں امام مالک رح، امام ترمذی رح۔ امام بخاری رح امام احمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں۔ ان

محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ فرض حج ادا کرنے کے لئے عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ عورت تنہا سفر نہ کرے بلکہ اس قافلہ کے ساتھ سفر کرے جس میں ثقہ مرد اور عورتیں شامل ہوں۔ اسلئے کہ جان بوجھ کر فرضِ حج ترک کرنے میں گناہِ عظیم ہے۔

دوسری قسم کی شرائط کا تعلق حج کے واجبات ادا کرنے سے ہے اور یہ پانچ شرطیں ہیں

۱۔ تندرست ہونا ۲۔ راستہ کا پُرامن ہونا ۳۔ قید نہ ہونا یا حکومتِ وقت کی طرف سے پابندی نہ ہونا ۴۔ عورت کا عدت میں نہ ہونا ۵۔ ادائے واجبات حج کے وقت عورت کے ساتھ محرم کا ہونا۔ ان پانچ شرائط میں فقہاء کا سب سے زیادہ اختلاف عورت کے لئے محرم کے بارے میں ہے، کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ عورت کے ساتھ محرم کا ہونا وجوب حج کی شرط ہے۔ لیکن قاضی خان نے تصریح کی ہے کہ یہ وجوب ادا کی شرط ہے، محقق ابن ہمام رح نے فتح القدیر میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ وجوب ادائے حج کی شرط ہے اور اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ بزاز رح نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ معبدِ جہنی نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ کوئی عورت اس وقت تک حج نہ کرے جبتک اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم نہ ہو تو معبد جہنی نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عورت تو حج کے لئے گئی ہے اور میں یہاں جہاد میں آپکے ساتھ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہاد چھوڑ دو اور اپنی عورت کو جا کر حج کراؤ۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ادائے واجبات حج میں محرم کا ہونا ضروری ہے نہ کہ سفر حج میں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معبد جہنی سے یہ فرماتے کہ تم نے بغیر محرم کے اس کو حج کے سفر میں بھیج کر غلطی کی اب اس کو جا کر حج کراؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم جہاد چھوڑ دو اور جا کر واجبات حج اپنے ساتھ ادا کراؤ۔

اس حدیث کی روشنی میں اور شرائط واجبات ادائے حج کی روشنی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت کا محرم اگر پہلے سے وہاں موجود ہے یا کسی اور جگہ سے وہاں آ کر اس عورت کے ساتھ حج کرے گا تو یہ عورت بغیر محرم کے فرض حج کے لئے سفر کر سکتی ہے مگر اس شرط کے

ساتھ کہ قافلہ میں ثقہ مرد اور عورتیں شامل ہوں۔ تنہا مرد کے ساتھ یا ایسے قافلے کر جس میں عورتیں شامل نہ ہوں سفر نہیں کرسکتی اگرچہ ایک حدیث یہ بھی بیان کی ج کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعا مکہ معظمہ پیغام بھیجا کہ تم کسی کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دو اور حضر ابو العاص رضی اللہ عنہ نے غیر محرم کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔

اس حدیث میں دو باتیں قابلِ غور ہیں پہلی بات یہ کہ وہ زمانہ ایسا شر و فساد کا نہ تھ یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں جن کا احترام وا امت کرتی تھی۔

ان معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۔ عورت فرض حج کے لئے بغیر محرم کے اس قاف سفر کرسکتی ہے کہ جس قافلہ میں ثقہ عورتیں اور مرد شامل ہوں تنہا سفر نہیں کرسکتی اس قافلہ میں شرکت نہیں کرسکتی جس میں ثقہ عورتیں شامل نہ ہوں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ عورت بغیر محرم کے واجباتِ حج ادا نہیں کرسکتی چاہے محرم وہاں پہلے سے موجود ہو یا کہیں اور جگہ سے وہاں پہنچ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر حج فرض ہے تو سفرِ حج بغیر محرم کے ہوسکتا ہے مگر واجبات ح بغیر محرم کے ادا نہیں ہوسکتے۔ مجھے امید ہے کہ آنجناب قرآن وسنت اور فقہائے ا کے فتاویٰ کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں گے۔ فقط والسلام،

مکرم علی

الجواب: مذہبِ حنفی کے مطابق عورت خاوند یا محرم کے بغیر سفرِ حج نہیں کرسکتی بلکہ مسافت شرعی سے کم سفر بھی اس فتنہ و فساد کے دور میں حضرات شیخین کے فرمان کے مطابق درست نہیں۔

ولذا قال ابوحنیفة وابو یوسف رحمہما اللہ مرة بکراهة خروجها مسیرة یوم واحد واستحسن العلماء الافتاء به لفساد الزمان (اعلاء ص۹ ج۱۰)

اس قول کی تائید بخاری ومسلم کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

لا تحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الاخر تسافر مسیرة

یوم ولیلة الا مع ذی محرم (اعلاء ص۸ ج۱۰)

ایسے ہی دو یوم کے سفر میں ممانعت وارد ہے کما رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری لیکن اصل مذہبِ حنفی تین دن کے سفر کے بارے میں ہے کیونکہ اکثر روایات میں تین دنوں کا ذکر ہے۔ جب عام سفر شرعی محرم و خاوند کے بغیر درست نہیں تو اس سے سفرِ حج کو مستثنیٰ قرار دینے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جبکہ سفرِ حج کے بارے میں بالتخصیص یہ حکم مؤکد طور پر وارد ہوا ہے۔ حدیث ابن عباس بطریق ابن جریج عن عمرو بن دینار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم (اخرجه الدارقطنی وصححه ابو عوانة)

اور اس حکم کے خلاف کوئی روایت موجود نہیں۔ ازواج مطہرات نے جو سفرِ حج کیا اس کا جواب امام صاحب رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ازواج مطہرات چونکہ امہات المومنین ہیں اس لئے تمام لوگ ان کے لئے بمنزلہ محارم کے تھے کیونکہ محرم وہ ہی ہوتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور قول حنفیہ کے مطابق ہے۔ وتمسك احمد لعموم الحديث فقال اذا لم تجد زوجا او محرما لا يجب عليها الحج هذا هو المشهور عنه، وعنه رواية اخرى كقول مالك رحمہ اللہ وهو تخصيص الحديث بغير سفر الفريضة (اعلاء ص۹ ج۱۰)

نفلی حج میں سب حضرات محرم کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جب یہ تخصیص کسی روایت سے ثابت نہیں تو معتبر نہیں ہونی چاہیے۔ باقی جناب نے نفسِ وجوب اور وجوب ادا کی بحث چھیڑی ہے وہ یہاں چنداں مفید نہیں کیونکہ وجوب ادا کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ سفر تو بغیر محرم کے کرے اور ارکانِ حج کی ادائیگی کے وقت محرم یا زوج ساتھ ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر زاد و راحلہ پر قدرت کے بعد نفس فرضیت ایک قول کے مطابق ہو جائے گی، لیکن گھر سے حج کی ادائیگی کے لئے روانگی کا وجوب محرم یا زوج مہیا ہونے کے بعد ہوگا، جبکہ دوسرے حضرات کا فرمان یہ ہے کہ زاد و راحلہ پر قدرت کے باوجود محرم کے بغیر حج فرض

ہی نہیں جس حدیث ابن عباس رضؓ سے آپ نے استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحؒ نے فتح الباری
میں اس کے الفاظ درج ذیل نقل کئے ہیں۔

لا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقال رجل انی ارید
ان اخرج فی جیش کذا وکذا وامرأتی ترید الحج
فقال اخرج معها (اعلاء ص۱۰ ج۱۰ فتح ص۶۶ ج۴)

حدیث پاک کے ان الفاظ سے اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ یہ صاحب ابھی جہاد میں شریک
نہ تھے اور انکی بیوی کا بھی سفر شروع نہ ہوا تھا صرف پروگرام تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اخرج معها بظاہر واقعہ ایک ہی ہے۔ راوی یا مترجم نے مجاز سے کام لیا ہے یا
واقع ہوا ہے۔ تفسیر میں اس حدیث پاک کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں۔ حضرت زینب
رضی اللہ عنہا نے سفر ہجرت کنانہ بن ربیع کے ساتھ کیا مقام بطن یاجج سے حضرت زید بن حارثہ
اور ایک انصاری رضؓ کے ساتھ کیا ان دونوں حضرات کو حضور علیہ السلام نے مقام بطن سے
وصولی کے لئے بھیجا تھا مسئلہ ہجرت سے اس پر استدلال محلِ نظر ہے۔ اولاً اس لئے کہ بغیر
محرم کے سفر کا ممنوع ہونا سابقاً ثابت نہیں۔

ثانیاً یہ سب کارروائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی آپ کا حکم خود شریعت ہے
ثالثاً حضرات نے حج اور ہجرت میں فرق بیان کیا ہے۔ حاشیہ ابی داؤد میں ہے۔

والفرق بینهما ان اقامتها فی دار الکفر حرام اذا لم تستطع
اظهار الدین وتخشی علی دینها ونفسها ولیس کذلک التاخر
عن الحج فانهم اختلفوا فی الحج هل هو علی الفور ام علی التراخی (ص۲۳۲ ج۱)

حضرات فقہاء ومحدثین کی ایک جماعت نے محرم کو استطاعتِ سبیل میں شمار کیا ہے

ذهب الحسن ۔ والنخعی ۔ وابوحنیفة واصحابه ۔ واحمد واسحٰق و
ابو ثور الی ان المحرم او الزوج من السبیل فان لم تجدهما فلا حج
علیها (اعلاء ص۱۰ ج۱۰)

علامہ ابن منذر رحؒ فرماتے ہیں امام مالک اور امام شافعی وغیرہ حضرات نے جو شرائط

ثقہ عورتوں وغیرہ کی لگائی ہیں۔ اس سلسلہ میں ان حضرات کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

قال ابن المنذر وظاهر الحدیث اولی ولا نعلم مع هولاء حجة
توجب ما قالوا (اعلاء ص۱۰ ج۱۰)

امام ابو بکر رازی رحؒ فرماتے ہیں:

اسقط الشافعی اشتراط المحرم وهو منصوص علیه وشرط المرأة
ولا ذکر لها (اعلاء ص۱۱ ج۱۰)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحؒ فرماتے ہیں۔

لو جاز لها ذلک لقال علیه السلام امض انت فیما اکتتبت فیه
فلا حاجة لها الیک (اعلاء ص۱۱ ج۱۰)

محرم کی شرطیں جو اُتارنے اور سوار کرنے میں سہارے کا تذکرہ کیا جاتا ہے یہ اس حکم کی
حکمت تو ہو سکتی ہے۔ اسے علت قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا اس پر حکم کا مدار نہیں اصل علت
تو فرمانِ نبوی ہے۔ نفسِ سفر میں اگرچہ بہت سہولتیں میسر ہیں تاہم اس دور میں خطرات میں
بھی اضافہ ہوا ہے۔ جہاز کا اغوا۔ بم دھماکوں کا سلسلہ نیز بیماری کا عذر بھی پیش آسکتا ہے

فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفی عنہ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۱۲ / ۳ / ۱۴۱۷ھ

چند آدمیوں کا پیسے جمع کر کے کسی ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ حج پر بھیجنا

بحوالہ جناب کے فتویٰ جس کا نقل لف ہے، عرض ہے کہ مسئلہ اصلاً غلط طور پر پیش کیا گیا ہے
حقیقت یہ ہے کہ بازار تاجران پرانی سبزی منڈی روڈ ملتان علکہ ہر سال کچھ رقم اکٹھی کر کے بذریعہ
قرعہ ایک شخص کو حج پر بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اس سال ۲۰۰/ روپے فی کس کے حساب سے
رقم اکٹھی کی۔ ہر معطی (عطیہ دینے والا) شخص کو قرعہ اندازی میں شامل کر کے ایک معطی
کو حج پر بھیجنے کا یہ سلسلہ شرعاً کیسا ہے؟ محمد قاسم توقیر،

الجواب قرعہ اندازی کے ذریعہ حج پر بھیجنے کا طریقہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر شخص بھی ہدیہ، ہبہ یا تعاون کے طور پر رقم نہیں دیتا ہے بلکہ اس نیت سے دیتا ہے کہ شاید قرعہ اندازی میں اس کا نام نکل آئے۔ تو چونکہ اس صورت میں ہر شخص کا نقصان علی الخطر ہے۔ اس لئے یہ عمل قمار (جوا) میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ،

حج بیچا نہیں جاسکتا:

ایک عرب ہمارے پاس آیا اس نے کہا کہ میں نے چار حج کئے ہوئے ہیں اور میں ایک حج بیچنا چاہتا ہوں اگر کوئی شخص لینا چاہے تو میں اسکو ایک حج سو روپے کے بدلے دیدوں گا تو ہم سے ایک نے چاہا کہ میں یہ حج والد متوفیہ کی طرف سے خرید لوں لیکن بعض لوگوں نے کہا یہ جائز نہیں ہے آخر کار اس پر فیصلہ ہوا کہ ہم اس کو ایک سو روپیہ خدا کے واسطے دیدیں اور یہ ہمیں ایک حج خدا کے واسطے دیدے، چنانچہ ایسا کیا گیا کیا ہمارا عمل درست ہے یا نہیں اگر اسطرح زندہ یا مُردہ کی طرف سے حج خریدا جائے تو انکی طرف سے حج ادا ہو جاتا ہے

الجواب حج کی خرید وفروخت اسطرح ناجائز ہے نہ ہی اس سے ثواب پہنچتا ہے اور نہ ہی فرض ادا ہوسکتا ہے فرض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ کسی شخص کو روپیہ دے کر بہ نیت حج بدل روانہ کیا جائے اور اس کے لئے کافی شرائط ہیں جس کی تفصیل آپ علماء کرام سے دریافت فرما سکتے ہیں جو معاملہ آپ نے کیا ہے کہ اللہ کے واسطے آپ نے سو روپیہ دیدیا اور اس نے اللہ کے واسطے حج دے دیا اس سے بھی حج ادا نہیں ہوسکتا۔ دوبارہ کسی شخص کو یہاں سے روانہ کریں تب آپ کی والدہ کا فریضۂ حج ادا ہوگا۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

طوافِ زیارۃ سے پہلے میقات سے نکل گیا تو کیا کرے

دس ذوالحجہ کو میں احرام کھولنے کے بعد شام کو طواف زیارت سے پہلے غالباً غلطی سے میقات سے باہر چلا گیا پھر جلد ہی چند منٹ کے بعد واپس آگیا کیونکہ ۹ ذوالحجہ سے ۱۳ ذوالحجہ کے درمیان عمرہ جائز نہیں ہے تو اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے گیارہ ذوالحجہ کو طواف زیارت اور طواف وداع بھی کر لیا تھا میں آفاقی ہوں یعنی میقات سے باہر رہتا ہوں جس میقات سے خطرہ ہے کہ باہر چلا گیا تھا یقین نہیں کہ واقعی باہر چلا گیا تھا۔ اب کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں سائل پر عمرہ واجب ہے اسی میقات میں جاکر عمرہ کا احرام باندھے اور یہ نیت کرے کہ میں اسی عمرے کا احرام باندھتا ہوں جو صورتِ مسئولہ میں واجب ہوگیا تھا اس طرح عمرہ کر لینے کے بعد سائل بری الذمہ ہو جائے گا۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عورت کو حج بدل پر بھیجنا خلافِ اولیٰ ہے

زید پر حج فرض تھا مگر اس نے غفلت کی وجہ سے حج ادا نہیں کیا اب وہ ایسا بیمار ہوگیا ہے کہ گھر سے مسجد تک آنا بھی اس کے لئے مشکل ہے اس کے رشتہ داروں میں اسکی پھوپھی ہے جو بہت نیک ہے اور قرآن پاک پڑھاتی ہے زید اس کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے کیا اسے بھیجنا درست ہے۔

محمد یونس واقفی خان پوری

الجواب افضل وبہتر تو یہ ہے کہ کسی ایسے مرد کو حج بدل کے لئے بھیجیں جو نیک ہو خوفِ خدا رکھتا ہو، حج کے مسائل کو خوب جانتا ہو اور اپنا حج ادا کر چکا ہو۔ مذکورہ عورت کو بھیجنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا۔

لجاز حج الصرورۃ) بمھملۃ من لم یحج (عالمگیری

والعبد وغیرہ) کالمراهق وغیرهم أولى لعدم الخلاف. درمختار
أى خلاف الشافعى فانه لا يجوز حجهم كما فى الزيلعى ح ولا
يخفى ان التعليل يفيد ان الكراهة تنزيهية لان مراعاة الخلاف
مستحبة فافهم وعلل فى الفتح الكراهة فى المرأة بما فى المبسوط
من أن حجها أنقص اذ لا رمل عليها ولا سعى فى بطن الوادى
ولا رفع صوت بالتلبية ولا حلق وفى العبد بما فى البدائع
من أنه ليس أهلا لاداء الفرض عن نفسه وأطلق فى صحة
احجاج العبد فشمل ما اذا كان باذن مولاه أو لغير اذنه
كما صرح به فى المعراج فافهم وقال فى الفتح أيضا والافضل
أن يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف
ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن
نفسه الخ ص ۲۶۱-۲۶۲ شامی ج ۲ ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور
۳/۴/۱۴۱۷ھ

حج کے فرائض وواجبات:

حج میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنے واجبات ہیں۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔
المستفتی ، محمد اشرف وہاڑی ،

الجواب: اما رکنه فشیئان۔ الوقوف بعرفة وطواف الزیارة لکن الوقوف أقوى من الطواف كذا فى النهاية۔ وأما واجباته فخمسة السعى بين الصفا والمروة والوقوف بمزدلفة ، ورمى الجمار۔ والحلق أو التقصير وطواف الصدر كذا فى شرح الطحاوى (ص ۲۱۹ ج ۱ ہندیہ)

حج کا رکن وفرض دو چیزیں ہیں۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارۃ اور وقوفِ عرفہ اصل رکن ہے۔ واجباتِ حج پانچ ہیں ۱۔ سعی بین الصفا والمروۃ ۲۔ وقوفِ مزدلفہ ۳۔ رمیِ جمار ۴۔ حلق یا تقصیر ۵۔ طوافِ صدر ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور ۲/۸/۱۴۰۹ھ

آبِ زم زم سے پلید کپڑا دھونا جائز نہیں:

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران کسی مجبوری کے تحت زم زم کے پانی سے کپڑا پاک کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ مُراد ناپاک کپڑا ہے اور زم زم کے پانی میں کفن کا کپڑا تر کر کے لانا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب: آب زم زم متبرک پانی ہے کپڑے یا بدن سے نجاستِ حقیقیہ زائل کرنے کے لئے اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں برکت کے لئے اس میں کپڑا بھگو کر لانا درست ہے۔

قولہ یکرہ الاستنجاء بماء زمزم) وكذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه او بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك ويستحب حمله الى البلاد فقد روى الترمذى عن عائشة رضى الله عنها أنها كانت تحمله وتخبر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحمله وفى غير الترمذى أنه كان يحمله وكان يصبه على المرضى ويسقيهم وأنه حنك به الحسن والحسين رضى الله عنهما من اللباب وشرحه۔ (شامی ص ۳۵۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

کسی بیماری کی وجہ سے بال گریں تو کچھ واجب نہ ہوگا

ایک آدمی کے سر اور داڑھی کے بال نہاتے ہوئے وضو سے اور بے وضو بھی بے ارادہ ٹوٹتے رہتے ہیں۔

اس شخص کی عمر ساٹھ ۶۰ سال کے قریب ہے۔ فرض حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے احرام ا
بغیر احرام میں کافی بال ٹوٹ جائیں گے۔ ہر بال کے بدلے میں قربانی دینے کی ہمت نہیں
بال بغیر اکھاڑے جھڑتے ہیں۔ اب اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب جو بال ہاتھ لگانے سے گرتے ہیں۔ ان کے گرنے پر کفارہ واجب ہے ہر بال پر مٹھی بھر گندم ہے۔

قال فی الشامیة۔ أو مسه بیده وسقط فهو کالحلق اھ ۲۱۱/ج۲

قال فی الخانیة فبکل شعرة کف من طعام ص۱۳۵/ج۱۔

اگر بغیر ہاتھ لگائے مرض کی وجہ سے بال گرتے ہیں تو اس میں صدقہ نہیں۔ وفی الشامیة بخلاف ما اذا تناثر شعره بالمرض أو النار بحر عن المحیط ص۲۲۱/ج۲

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دس ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ اور مکہ میں نماز عید نہ پڑھنے کی وجہ

منیٰ میں اور ایسے ہی مکہ مکرمہ میں دس ۱۰ ذی الحجہ کو نمازِ عیدالاضحیٰ کیوں ادا نہیں کی جاتی۔ جبکہ عید کی نماز ادا کرنا ضروری اور واجب ہے۔

الجواب ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں حجاج کرام حج کے اہم امور رمی، ذبح حلق وغیرہ میں مصروف ہوتے ہیں اسلئے ان سے عیدالاضحیٰ کی نماز ساقط کر دی گئی ایسے ہی جنہوں نے مکہ مکرمہ میں عیدالاضحیٰ کا اہتمام کرنا ہوتا ہے وہ اس دن منیٰ میں امورِ حج میں مصروف ہوتے ہیں اسلئے وہاں بھی ادا نہیں کی جاتی۔ شامیہ میں ہے۔

وأما صلوٰة العید ففی شرح مناسک الکنز للمرشدی عن المحیط والذخیرة وغیرها أنه لا یصلیها بها بخلاف الجمعة وفی شرح المنیة للحلبی أنه لا یصلیها بها اتفاقاً للاشتغال

فیه بامور الحج اھ أی لان وقت العید وقت معظم أفعال الحج بخلاف وقت الجمعة ولان الجمعة لا تقع فی ذلك الیوم الا نادراً بخلاف العید قال فی شرح اللباب وأراد بالاتفاق الاجماع اذ لا خلاف فی المسئلة بین علماء الامة اھ

وفی شرح الاشباه للبیری من کتاب الصید أن منی موضع تجوز فیه صلوٰة العید الا أنها سقطت عن الحاج ولم نر فی ذلك نقلا مع کثرة المراجعة ولا صلوٰة العید بمکة یوم الاضحیٰ لانا ومن أدرکناه من المشایخ لم نصلها بمکة والله تعالیٰ أعلم ما السبب فی ذلك اھ (ص۲۰۰/ج۲ مطلب فی حکم صلوٰة العید والجمعة فی منیٰ) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور،

طواف کے اقسام اور ان کا حکم

عورت کو حج میں خانہ کعبہ کے طواف کے موقعہ پر حیض یا نفاس آجائے تو طواف نہیں کرے گی، اور طواف نہ کرنے کے عوض میں قربانی دینی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب طواف کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ **قدوم**:۔ یہ سنت ہے واجب نہیں اگر عورت حیض و نفاس کی وجہ سے نہ کر سکے تو کچھ لازم نہیں۔

۲۔ **زیارت**: یہ فرض ہے حیض و نفاس کی وجہ سے معاف نہیں ہو سکتا طہارت تک انتظار کرنا ہوگا۔ بعد طہارت ادا کرنا ضروری ہے

۳۔ **طواف وداع**: یہ واجب ہے لیکن عورتوں کے حق میں اگر حیض و نفاس آجائے تو غیر واجب ہے ترک کی وجہ سے کوئی دم لازم نہ ہوگا (معلم الحجاج ص۲۲۹)

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ،
مفتی جامعہ خیر المدارس

حج نفل پر جانے والے ملازم کو نصف تنخواہ دینے کا ح

مدارس عربیہ میں ایک اصول ہے کہ جو آدمی فریضۂ حج کے لئے پہلی بار
جائے تو اہلِ مدرسہ اسکو نصف تنخواہ ایامِ حج کی ادا کرتے ہیں لیکن جس نے
مدرسہ سے قبل حج کیا ہوا ہے اور پھر دورانِ ملازمت مدرسہ حج کو جائے اسکی تنخو
کیا حکم ہے جبکہ وہ دورانِ ملازمت مدرسہ پہلی بار حج پر گیا ہے اگرچہ اس کا
ہے لیکن دورانِ ملازمت مدرسہ میں تو پہلی بار ہے ہمارے مدرسہ کے محاسب
الحاج مولانا فضل احمد صاحب اوکاڑہ والے اس سال حج پر تشریف لے گئے ہیں
ہمیں یہ مسئلہ درپیش آیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتظامیہ مدرسہ ان کو نصف
ایامِ حج کی رخصتوں کا دے یا وہ مستثنیٰ ہوں گے؟

حبیب اللہ فاضل رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ۔ ساہی

الجواب منشاءِ رعایت ضرورت ہے اور وہ حج فرض میں ہے۔

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،
۲۳/۲/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

حکومت کی طرف سے حج پر جانیوالوں کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں

ایک شخص کسی مل یا فیکٹری میں ملازم ہے۔ مل والے اپنی مل کی طرف سے رغبت دل
کے لئے سال کے بعد کچھ لوگوں کو حج پر بھیجتے ہیں اگر کسی خوش قسمت کا نام نکل آیا قرع
کے ذریعے سے تو کیا اس ملازم کا فرض حج شمار کیا جائے گا یا نفل کیا حج فرض کے لئے دوبا
جانا پڑے گا۔ اور اسی طرح اگر حکومت قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلی کے ممبروں پر مشتم
ایک وفد بھیجے تو ان ارکان کا بھی حج فرض ادا ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب مالکان اپنی طرف سے پیسے دیں اور حج کرنے والا فرض کی نیت کر
لے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ استطاعت کے بعد دوبارہ فرض نہ ہوگا۔
ایسے ہی حکومت کی طرف سے ممبرانِ اسمبلی کا فرض بھی ادا ہو جائے گا۔ لیکن یہ تحقیق ضروری
ہے کہ بلا ضرورت قومی خزانہ سے ان حضرات کو سفرِ حج کرانا درست ہے یا نہیں؟ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸/۲/۱۴۰۷ھ

طاقت کے ہوتے ہوئے بجائے دمِ شکر کے روزے رکھنے کا حکم

ایک شخص حج تمتع یا قران کرتا ہے اور ھدی خریدنے کی بجائے وہ اسی رقم کو کسی اور مصرف میں لگاتا
ہے مثلاً مجھے کسی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہدی وغیرہ کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ دس روزے رکھ لینا کافی ہے
اور وہ رقم ہمیں دیدیں کہ ہم ایک ضروری اور اہم کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ پوری
فقہ سے مسلک حنفیہ کو باقی تمام مجتہدین کے مسالک سے علیحدہ کریں گے اور چونکہ اس
کے لئے کتب فقہ کی ضرورت ہے جو کہ خریدنی ہیں تو کیا قربانی جو کہ متمتع یا قارن پر
واجب تھی، باوجود طاقت کے نہ کرنا درست ہے اور حج میں کوئی نقصان ہوا یا کہ نہیں۔

الجواب قارن اور متمتع اگر مکہ میں ہدی خرید سکتا ہے تو اسے ہدی ہی ذبح کرنی
چاہیئے ہدی کی استطاعت ہوتے ہوئے روزے کا مشورہ دینا درست
نہیں بلکہ جہالت ہے اور حاجی مذکور پر ذبح نہ کرنے کی صورت میں تین دم واجب ہیں۔
ایک وہی دم قران دوسرا ذبح سے پہلے حلق کرانے کا تیسرا ذبح کو ایام نحر سے مؤخر کرنے کا۔
(کذا فی قرۃ العینین ص۲۵) فقط واللہ اعلم، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے

کیا صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟
۲۔ جو شخص یہ سعی نہ کرے تو کیا اس کا حج ہوگا؟

الجواب سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے چھوڑنے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔

ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ فعلیہ دم وحجۃ تام
کذا فی القدوری ۔ (عالمگیری ص ۲۴۷ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم ،
محمد انور
۸ / ۱ / ۱۴۰۹ ھ

احرام کی حالت میں سگریٹ پینے کا حکم

حالتِ احرام میں سگریٹ نوشی عموم بلوی میں شمار ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو کیا خلافِ سُنت یا خلافِ مستحب ہوگا ، اندریں صورت سگریٹ نوشی پر کفارہ ہوگا یا نہیں ؟ اگر کفّارہ واجب ہے تو کتنا ؟

الجواب سگریٹ نوشی جبکہ اس میں خوشبودار چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ احرام و حج کے منافی نہیں البتہ سگریٹ نوشی کا جو گناہ ہے وہ علی حالہ قائم ہے ۔ اس لئے احرام میں حتی الامکان سگریٹ نوشی اور دیگر تمام منشیات سے بچنا لازم ہے
فقط واللہ اعلم ، بندہ عبداللہ غفرلہ ،
الجواب صحیح ،
خیر محمد ، ۱۸ / ۱۰ / ۱۳۷۶ ھ

بیویوں کے تنہا رہ جانے کی بناء پر کسی کو حج پر بھیجنا

ایک شخص کی دو عورتیں ہیں اولاد نہیں ہے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اور حقیقی بھائی بھی نہیں ہیں اور وہ شخص زمانہ کی رفتار کو دیکھ کر زوجتین کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا اور دنیا کا کاروبار نہ سنبھلنے کی وجہ سے کسی اور کو روانہ کرے تو فریضۂ حج ادا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے لئے اپنی جگہ حج پر دوسرا آدمی بھیجنا جائز نہیں ہے ۔ خلیفہ بنانا حج میں اسوقت جائز ہوتا ہے ۔ جب خود جانے سے عاجز ہو اور صورت مسئولہ میں عجز نہیں ہے کیونکہ دنیاوی کاروبار

کے لئے ملازم رکھ سکتا ہے اور اپنی عورت کو ان کے والدین کے ہاں چھوڑ جائے اگر توفیق ہو تو ان کو بھی ساتھ لے جائے ۔ فقط واللہ اعلم ،
خیر محمد عفا اللہ عنہ ،
مہتمم خیر المدارس ملتان

نفل حج بدل کے لئے کوئی شرط نہیں

ایک شخص سعودی عرب میں ہے دوسرا ملتان میں ہے ملتان والا اگر سعودیہ والے کو پیغام بھیجے کہ میری طرف سے حج یا عمرہ کر دیں یا سعودیہ والا آدمی اپنے کسی زندہ یا مُردہ آدمی کا حج یا عمرہ ادا کرے تو جائز ہے ؟

الجواب نفل حج یا عمرہ مُردہ کی طرف سے ہو یا زندہ کی طرف سے جائز ہے اور حج فرض دوسرے کی طرف سے کیا جائے تو اس کے لئے متعدد شرائط ہیں جن کی موجودگی میں یہ بھی درست ہے عام حالات میں جائز نہیں ۔
فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سُودی کاروبار کرنے والے ادارہ کا حج پر بھیجنا

میں ایک ٹیکسٹائل مل میں ملازم ہوں مل والے ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ آدمی کو حج پر بھیجتے ہیں ۔ کیا ان کے خرچ سے حج درست ہے ۔ جبکہ ان کی اکثر کمائی سود کی ہوتی ہے ۔
۲۔ ایک آدمی عمرہ کے لئے جائے اور وہاں جا کر چھپ جائے اور حج کرلے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱۔ گنجائش ہے ۔
۲۔ جائز ہے یعنی حج و عمرہ ادا ہو جائے گا ۔ فقط واللہ اعلم ،
بندہ عبدالستار عفی عنہ ،

بغیر محرم کے ہم عمر بوڑھی عورتوں کے ساتھ سفر حج پر جانا

زینب حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر اس کا خاوند زید ساتھ جانے سے انکاری ہے رضاء و رغبت سے زینب کو حج بیت اللہ کی اجازت دیتا ہے۔ زینب کی عمر پچپن سال کی ہے۔ ہم عمر عورتیں اور بھی اس کے ساتھ تیار ہیں مگر کوئی محرم ساتھ نہیں تو زینب بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے؟

الجواب اگر زید ساتھ جانے سے انکاری ہے تو زینب کسی دوسرے محرم کو ساتھ لیکر فریضۂ حج ادا کر سکتی ہے۔ محرم کا خرچ بھی زینب کے ذمہ ہوگا۔ اگر کوئی محرم بھی نہیں جاتا اور زید بھی ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں۔ تو ایسی صورت میں زینب کو سفر حج کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

قال فی البحر بعد نقل الاحادیث فافاد هذا کله ان النسوة الثقات لا تکفی الخ

قال فی البدائع فی شرائط فرضیة الحج فاما الذی یخص النساء فشرطان احدهما ان یکون معها زوجها او محرم لها فان لم یجد احدهما لا یجب علیه الحج اھ (ص۳۳۸ ج۲)

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تحجن امرأة الا ومعها محرم کذا فی البذل ص۲ ج۲ وفی الدر المختار ص۱۳۵ ج۲ ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظهما مع وجوب النفقة لمحرمها اھ

محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہے جس سے عمر بھر نکاح جائز نہیں جیسے بھائی باپ لڑکا وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ
خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۵ / ۶ / ۷۱ھ

فدیۂ جنایت اپنے ملک میں بھی دے سکتے ہیں

حالتِ احرام میں قربانی کے بعد اور حلق سے قبل بازو کے دو تین بال جن پر کوئی چیز چپکی ہوئی تھی، اس کو اتارتے وقت بال اکھڑ گئے ہیں۔ ۱۔ کتنے بال ٹوٹنے تک معافی ہے ۲۔ بالوں کے ٹوٹنے کا فدیہ کیا ہے ۳۔ فدیہ پاکستان میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے ۴۔ بالوں کا قصر کرانا کتنی مقدار تک جائز ہے ۵۔ ایک محرم قربانی سے فراغت کے بعد اپنا یا کسی کا حلق یا قصر کر سکتا ہے ۶۔ صحت مند زندہ یا مردہ کی طرف سے عمرہ کیا جا سکتا ہے

الجواب ۱۔۲: ہر بال کے بدلے گندم کی ایک کف صدقہ کرے اگرچہ رمی کے بعد ہی بازو کے بال اکھڑے ہوں۔

۳۔ جنایت کا فدیہ پاکستان میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ دم واجب کی ادائیگی صرف حرم میں ہی ہو سکتی ہے

۴۔ چوتھائی سر کا قصر واجب ہے جس میں کم از کم ہر بال انگلی کے پورے کے برابر کٹ جائے

۵۔ اپنے حلق و قصر سے قبل اگر کسی محرم یا غیر محرم کا سر مونڈا تو دو سیر گندم صدقہ کرے، اور اگر رمی اور ذبح کے بعد اپنا سر مونڈا تو کچھ واجب نہیں، ہاں اگر ناخن اتارے تو جنایت ہوگی۔

حلق رأس محرم او حلال وهو محرم علیه صدقة (هندیه وفی الدر فلو قلم ظفره (ای قبل الحلق مثلاً) کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اھ (ص۲۵۱ ج۲)

۶۔ دوسرے شخص زندہ یا مردہ کی طرف سے عمرہ کرنا درست ہے۔ اس شخص پر حج واجب ہوگا جس کی طرف سے عمرہ کیا جائے

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

طواف قدوم کے ترک پر کچھ واجب نہ ہوگا

ایک دوست نے اپنی والدہ کو حج کرایا ہے اس میں مندرجہ ذیل غلطیاں کیں، مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی ڈالیں ۱۔ سائل کی والدہ (ہندہ) نے ایام حج میں عمرہ

کیا تھا۔ پھر اس نے حج قران کیا۔ حج قران میں انہوں نے پہلے عمرہ کرتے وقت طواف کیا، پھر سعی کئے بغیر
وہ منیٰ چلی گئی، وقوفِ عرفات کے بعد کنکریاں پہلے دو دن ماریں طواف زیارۃ ۱۲ تاریخ کو مغرب سے
پہلے کیا اس کے ساتھ سعی بھی نہیں کی پھر واپس آتے ہوئے طواف وداع بھی نہیں کیا کیونکہ
اس دن ان کو سخت بخار تھا۔ یہ بھی واضح ہو کر سائل کی والدہ پاکستان سے حج کرنے کے لئے آئی
تھیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر طوافِ قدوم علیحدہ ضروری ہے تو بھی نہیں کیا کیونکہ آتے ہی انہوں نے
عمرہ کیا اور سعی کی، کیا ان کا حج ہو گیا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب طوافِ قدوم سنت ہے اس کے ترک کرنے سے کسی چیز کا وجوب نہیں، ترک سعی کی وجہ سے دم واجب ہے

ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ فعلیہ دم وحجہ تام ہندیہ ص۲۴۵ ج۱

گیارہ تاریخ کو جمرات کی رمی نہ کرنے کی وجہ سے بھی دم واجب ہے، درمختار میں ہے۔
او الرمی کلہ او فی یوم واحد الخ شامی ص۲۲۵ ج۲ (جدید نسخہ)

طوافِ وداع بھی واجب ہے اس کے ترک سے بھی دم واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے۔
أو ترک طواف الصدر ص۲۲۴ ج۲ شامی جدید نسخہ

الحاصل صورتِ مسئولہ میں ہندہ کا حج تو ہو گیا لیکن طوافِ وداع، سعی اور رمی کے ترک کرنے کی وجہ سے تین عدد بکریوں کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴/۱/۱۴۰۸ھ

حج بدل میں آمر کے شہر سے روانگی کا حکم

۱۔ حجِ بدل کے لئے احرام تمتع قران، افراد، میں سے کس قسم کا باندھنا چاہیئے میں نے درخواست میں بعد ماہِ رمضان المبارک جانے کے لئے تحریر کیا ہوا ہے اگر احرام افراد باندھا جائے تو ۲½ ماہ تک باندھنا پڑتا ہے اس صورت میں بغل کے بالوں کی صفائی اور موئے زیرِ ناف کے متعلق کیا حکم ہے؟ ۲۔ مقامِ روانگی کون سا ہونا چاہیئے میں چچا جان کے

لئے حج پر جا رہا ہوں انکی ملکیتی اراضی چک ۲۷۷ ج ب ضلع لائل پور ہے لیکن وہ اکثر اپنے لڑکے کے
پاس چک نمبر ۲۹۶ گ ب متصل گوجرہ رہتے تھے انتقال کے بعد انکی وصیت کے مطابق تدفین یہیں ہوئی۔
میں ساہیوال رہتا ہوں۔ حج بدل کے لئے روانگی کس مقام سے ہونی چاہیئے؟ ۳۔ اگر کراچی میں عرب
ایمبسی سے سرٹیفکیٹ کیلئے کر جدہ شریف سے سیدھے مدینہ منورہ چلا جاوے وہاں قیام کرکے
ہم ذوالحجہ کے قریب ذوالحلیفہ سے احرام افراد باندھ کر طواف وسعی کر لی جائے اگر یہ سرٹیفکیٹ
کراچی سے حاصل نہ ہوا تو بغیر احرام جدہ شریف جا کر معلم کے ذریعہ تنازل میں کہا جاوے تو وہاں سے
مدینہ منورہ روانگی ہو جائے اگر وہاں ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر حج بدل کر لیا جائے اگر میقات
سے احرام نہیں باندھتے اور تنازل بھی جدہ سے نہیں ملتا تو اس کا کیا حل ہوگا؟

الجواب ۱۔ حج بدل کے لئے احرام افراد کا باندھنا چاہیئے البتہ اگر آمر نے قران یا تمتع کی اجازت دیدی ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھ سکتا ہے لیکن صورتِ دوم میں دم قران اور تمتع خود حج کرنے والے کے ذمہ ہے درمختار علی الشامی ص۲۴۷ ج۲ میں ہے

ودم القران والتمتع والجنایۃ علی الحاج ان اذن لہ الامر اور شامی میں ہے (قولہ علی الحاج) ای المامور اما الاول فلانہ وجب شکراً علی الجمع بین النسکین وحقیقۃ الفعل منہ وان کان الحج یقع عن الامر

۲۔ اپنی جگہ یعنی ساہیوال سے بھی روانگی درست ہے شبہ سے بچنے کے لئے گوجرہ سے روانگی افضل ہے ۳۔ یہ صورت درست ہے لیکن جدہ سے مدینہ منورہ تک آنے جانے کے تمام اخراجات مامور پر ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
یکم رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

پہلے میقات سے احرام نہیں باندھ سکے تو دوسرے سے باندھ لیں

۱۔ کچھ لوگ مدینہ منورہ سے جدہ کی طرف روانہ ہوئے پندرہ دنوں سے زائد رہنے کی اقامت کی

نیت کی حج تمتع کا ارادہ تھا۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت احرام کی نیت نہ کی بغیر احرام میقات سے گزر کر جدہ سے احرام تمتع کا باندھا کیا اپر دم واجب ہے۔؟

۲۔ ایک غیر ملکی شخص مکہ مکرمہ میں جانے سے قبل میقات سے احرام نہیں باندھتا اور میقات سے گزرتے ہوئے سویا رہا اسی طرح دوسری میقات سے بھی سوئے ہوئے گزرا۔ کیا دم واجب ہوگا؟

۳۔ ایک آدمی نے مقام رابغ سے احرام باندھا سردی کی وجہ سے سوتے ہوئے سر کو کمبل سے ڈھانپ لیا آنکھ کھلنے پر ہٹاتا رہا۔ دم واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب (۱-۲) ولو مر بمیقاتین فاحرامه من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شئ علیه علی المذهب (الشامیہ ص۱۹۶ ج۲)

عبارت ہذا سے ظاہر ہے کہ اگر پہلی میقات سے گزر گیا احرام نہیں باندھا اور دوسری سے باندھ لیا تو دم وغیرہ واجب نہیں۔ اور اگر دوسری میقات سے بھی احرام نہیں باندھا تو اس پر دم واجب ہوگا۔ کما لا یخفی۔

(۳) اگر رابغ سے احرام باندھا اور پھر سونے کی حالت میں سر کو پوری رات نہیں ڈھانپا تو ایسی صورت میں دم واجب نہیں بلکہ صدقہ تقریباً دو سیر گندم واجب ہے۔

أو ستر رأسه یوما کاملا أو لیلة کاملة وفی الاقل صدقة (الشامیہ ص۲۲۰ ج۲)

وحرم تاخیر الاحرام عنها کلها لمن أی لآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج أما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام الخ (الشامیہ ص۱۵۴ ج۲)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ آفاقی اگر جدہ میں ٹھہرنے کی نیت سے بلا احرام میقات سے گزر جائے تو اس پر دم واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان

قارن کے مقیم اور غنی ہونے کی صورت میں دم قران کے علاوہ قربانی بھی اس پر واجب ہے

ایک حاجی مکہ میں حج سے پیشتر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ قیام کرتا ہے تو اس پر کتنی قربانیاں ہیں؟

(ب) اگر وہ ایک ہی قربانی کرتا ہے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا؟

(ج) اگر وہ دم ایام نحر میں نہ دے تو ایک دم اور واجب ہوگا یا نہیں؟

(د) نیز یہ دم مکہ مکرمہ میں ہی دینا ہوگا یا وطن واپس آنے پر کر سکتا ہے یا یہ دم وہ کسی کی معرفت وہاں پر کروا سکتا ہے یا پھر خود جا کر کرے؟

الجواب (ا) اگر یہ حاجی غنی بھی ہے تو قربانی واجب ہے اور اگر تمتع یا قران کیا ہے تو مزید ایک دم واجب ہوگا۔

(ب۔ج۔د) اگر اس نے دم قران یا تمتع ایام نحر میں ذبح کر دیا ہے تو اس پر نیا دم واجب نہ ہوگا۔ ہاں قربانی اس کے ذمہ رہ گئی ہے جس کی ادائیگی ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنے سے ہو جائے گی۔ جہاں کہیں بھی صدقہ کرنے کافی ہے اور اگر اس کے برعکس اس نے ایام نحر میں قربانی کی ہے اور دم تمتع یا قران ذبح نہیں کیا تو اس پر مزید ایک دم واجب ہوگا جس کا حرم میں ذبح کیا جانا ضروری ہے۔ یعنی دم تمتع یا قران اور اسی طرح دم جنایت دونوں کا حرم میں ذبح کیا جانا ضروری ہے۔ گو ایام نحر گزر گئے ہوں۔

ویتعین یوم النحر ای وقته وهو الایام الثلاثة لذبح المتعة والقران فقط فلم یجز قبله بل بعده وعلیه دم، ویتعین الحرم لا منی للکل اھ درمختار۔ علی الشامی ص۲۵۰ ج۲) باب الهدی

حاجی کا جانا ضروری نہیں کسی کے ہاتھ رقم بھیج کر بھی حرم میں ذبح کرا سکتا ہے۔ جانور قربانی کی نیت سے ذبح کیا ہے تو دم تمتع یا قران ادا نہیں ہوگا اسی طرح اس کے برعکس بھی قال فی الدر ولم تنب الاضحیة عنه لانه اتی بغیر الواجب علیه اذ لا اضحیة علی المسافر ولم ینو دم التمتع والتضحیة الی قوله وعلی فرض وجوبهما لم تجز ایضا لانهما غیر ان فاذا نوی عن احدهما لم یجز عن الآخر۔

معراج الدرایہ (شامیہ ص۱۹۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رابغ سے تھوڑا آگے بلا احرام گزرنے پر دم واجب نہیں ہوگا

۱۔ دوسری میقات میں داخل ہونے کے دس پندرہ منٹ یا گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے بعد آنکھ کھلی جبکہ لاری کا سفر تھا یا داخل ہونے کے تقریباً پانچ منٹ بعد پھر احرام باندھا تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا یا نہ احرام باندھنا دخول میقات کے بعد جائز ہے یا نہ؟ مثلاً رابغ میں پہنچ کر کسی نے احرام باندھا اور لاری وہاں کھڑی رہی دم واجب ہوگا یا نہ؟ صورتِ وجوب میں اپنے ملک میں بکرا یا ساتواں حصہ قابلِ قربانی بچھڑے کی موجودہ قیمت یا نادار ہونے کی صورت میں روزے رکھنے جائز ہیں یا نہ؟ اور کتنے روزے کس طرح پر؟

۲۔ مدینہ منورہ میں ایسے لوگ جن پر تمتع کا حج فرض تھا مستقل امیر کے حکم سے جو مکہ مکرمہ میں تھے فی الحال بنیت جدہ روانہ ہوئے۔ رابغ یا جدہ پہنچنے کے بعد امیر کا پیغام ملا کر سیدھے چلے آؤ یا دو تین دن جدہ میں ٹھہر کر چلے آؤ۔ جدہ میں قیام کی نیت نہ کر د جدہ تک جماعت بلا احرام آئی اپر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اپنے ملک میں ادا کرنے کی یا روزہ رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب آخری میقات سے بلا احرام گزر جانے پر دم واجب ہو جاتا ہے جب کہ دوبارہ واپس لوٹ کر میقات سے احرام نہ باندھے، گو میقات سے بلا احرام گزرے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے ہوں لیکن لکھا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اصل میقات جحفہ ہے جو کہ رابغ کے مقام سے میل یا زیادہ گزرنے کے بعد آتا ہے رابغ سے احتیاطاً احرام باندھا جاتا ہے پس اگر رابغ میں احرام باندھ لیا گیا ہے تو دم واجب نہیں یا اس کے بعد ایک میل کے اندر اندر مسافر حرم اگر بدون احرام میقات سے گزر گیا واپس میقات پر آکر احرام باندھے اس صورت میں دم ساقط ہو جائے گا۔ (کما فی الشامیۃ ص $\frac{۲۰۹}{ج۲}$)

۲۔ جو شخص مدینہ منورہ سے بہ نیتِ اقامت جدہ روانہ ہوا۔ میقات سے گزرتے وقت اس پر احرام باندھنا واجب نہیں گو یہ ارادہ کسی کے امر کی بناء پر کیا ہو۔ در مختار میں ہے۔ اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام ص $\frac{۲۱۱}{ج۲}$) امیر کا حکم اگر رابغ میں موصول ہو گیا اور جماعت نے مکہ مکرمہ کا ارادہ کر لیا تو فوراً جحفہ سے قبل

احرام باندھنا واجب تھا۔ اگر جحفہ سے بلا احرام صورتِ مذکورہ میں تجاوز کیا ہے تو دم واجب ہوگا، اور اگر امیر کا حکم جدہ میں پہنچا تو دخولِ مکہ کے لئے احرام باندھنا واجب ہے جبکہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو ورنہ نہیں۔ مذکورہ بالا جزئیہ کے بعد لکھا ہے۔

فاذا حل بہ (ای الآفاقی الذی من الحل) التحق باھلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام ای مالم یرد نسکا اھ (شامی ص $\frac{۲۱۱}{ج۲}$)

دم جنایت کی ادائیگی اور ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے۔ وہاں پر ہی ذبح کیا جاسکتا ہے حرم سے باہر نہیں۔ ویتعین یوم النحر لذبح المتعۃ والقران فقط ویتعین الحرم لا منی للکل۔ (در مختار علی رد المحتار ص $\frac{۲۷۱}{ج۲}$)

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ

حج فرض کی طرح حج نفل بھی صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے

س: میں سولہ سال سے مع بال بچوں کے یہاں مقیم ہوں۔ ہر سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مع بچوں کے حج پر چلا جاتا ہوں مگر ہر بار جب بھی حج پر جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو یہاں کے لوگ اور ساتھ کام کرنے والے یہ بات اٹھاتے ہیں کہ جب آپ نے فریضۂ حج ادا کر لیا ہے تو بار بار کیوں حج پر جاتے ہو مت جاؤ تاکہ آنے والے حاجیوں کے لئے آسانی ہو۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ ہمارے نہ جانے سے حاجیوں کی تکلیف یا آسانی میں اضافہ یا عدمِ اضافہ نہیں ہوتا تو کیا انکے کہنے پر صرف ایک مرتبہ حج کر لیا کافی ہے یا ہر سال جائیں کیا حکم ہے؟ (السید محمد لطیف ص، ب ۸۶۔ الریاض سعودی عرب)

الجواب حج فرض کی طرح حج نفل بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے صحابہ کرام وتابعین سے بار بار حج وعمرہ ثابت ہے پس آپ برابر حج کرتے رہیں جبتک اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہے۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۹۲/۱۲/۲۶ ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت سے پہلے سعی کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص ... کو احرام باندھ کر طواف کر کے پہلے ... کر لیتا ہے اور طوافِ زیارت بعینہٖ دس یا گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو کرتا ہے کیا اس کا حج ... باطل تو نہیں ہوتا اگر نہیں جیسا کہ مسلک احناف ہے اسپر حدیثِ صحیح مطلوب ہے جو بطلان کا حکم ... لگانے والوں پر حجت بن سکے۔

الجواب حج میں ایک مرتبہ سعی بین الصفا والمروہ شافعیہ کے نزدیک فرض ہے اور ا... کے نزدیک واجب ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ سعی طوافِ زیا... کے بعد ہی کی جائے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے اسپر لازم ہے کہ کسی حدیث صحیح سے دلیل پیش کر... یہ بھی جائز ہے بلکہ بقول علامہ نوویؒ افضل ہے کہ سعی طوافِ قدوم کے بعد ہی کر لی جائے، ال... طوافِ زیارت کے بعد تک تاخیر جائز نہیں۔ والافضل ان یکون بعد طواف القدو... ویجوز تاخیرہ الی ما بعد طواف الافاضۃ (شرح مسلم ص۴۱۳ ج۱)

آنحضرت نے بھی پہلے طواف کے بعد ہی سعی فرمائی تھی اور طوافِ زیارت کے بعد سعی نہیں فرمائی۔ ففی حدیث جابرؓ عن مسلم حتی اذا اتینا البیت معہ استلم الرکن فرمل ثلثاً ومشی اربعاً ثم تقدم الی مقام ابراھیم فقرأ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (الی ان قال) ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ فبدأ بالصفا الحدیث (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۱)

وفی روایۃ لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ بین الصفا والمروۃ الا طوافا واحداً (مسلم ص۴۱۳ ج۱) وفیہ دلیل علی ان السعی فی الحج والعمرۃ لا یکرر بل یقتصر منہ علی مرۃ واحدۃ (نووی ص۴۱۳ ج۱)

حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں طوافِ زیارۃ کے بارے میں مذکور ہے۔ ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظہر الحدیث فیہ محذوف تقدیرہ فافاض فطاف بالبیت طواف الافاضۃ ثم صلی الظہر

(نووی) وفی روایۃ فصلی الظھر بمنیٰ۔ بہر حال طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

حائضہ حج کیسے کرے؟

ایک عورت اپنے محرم کے ساتھ حج کو جا رہی ہے عمرہ کا احرام باندھنے لگی تو اس کو حیض آگیا اب وہ احرام باندھے یا نہ؟ کیا وہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کے تحت مکہ میں احرام کھول سکتی ہے۔ اگر کھول دے تو کب اس کا احرام باندھے اور کہاں سے؟

اگر وہ حضرت عائشہ کی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر احرام عمرہ مکہ میں داخل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ اگر بغیر احرام داخل ہونے پر دم واجب ہے تو اس دم سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر وہ مکہ سے مدینہ چلی جائے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آ جائے تو دم ساقط ہو جائے گا؟

الجواب حائضہ احرام باندھے گی اور حالتِ احرام ہی میں رہے گی اگر پاک ہونے سے پہلے ایامِ حج شروع ہو گئے تو اب عمرے کا احرام کھول دے اور حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلی جائے اور افعالِ حج کو بجا لائے بعد از فراغت عن الحج عمرہ کر سکتی ہے احرام خواہ تنعیم سے باندھے یا دوسرے میقاتِ عمرہ سے البتہ پہلے عمرے کا احرام توڑنے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا حضرت عائشہؓ احرامِ عمرہ باندھ کر مکہ میں داخل ہوئی تھیں، بغیر احرام نہیں۔ پس یہ حائضہ بھی احرام باندھ کر داخل ہو ورنہ دم واجب ہوگا، اور اگر پاک ہونے کے بعد کسی میقات پر آ کر دوبارہ احرام باندھ لے اور تلبیہ پڑھ لے تو دم ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ مکہ مکرمہ میں قبل ازیں عمرہ یا حج نہ کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۸/۷/۹۴ھ

آفاقی اشہر حج میں عمرہ کرکے میقات سے باہر چلا جائے تو تمتع کرنے کا حکم

جو لوگ حل یا حرم میں بسلسلہ ملازمت وغیرہ مقیم ہیں وہاں ان کا وطن اصلی نہیں اگر یہ اشہر حج سے قبل آفاق میں آجائیں خواہ وطن میں آئیں یا دوسری جگہ اسی سال یہ قران و تمتع کرسکتے ہیں اگرچہ مکہ پہلے ہی سے ان کا وطن اقامت ہے۔ قران اس لئے کہ یہ اشہر حج سے قبل آفاق میں چلے گئے اور تمتع اس لئے کہ حرم یا حل میں انھوں نے وطن اصلی نہیں بنایا بخلاف متوطن اصلی کے کہ وہ قران کرسکتا ہے تمتع نہیں کرسکتا اس مسئلہ میں تو شرح صدر ہے مگر مندرجہ ذیل دو صورتوں میں تردد ہے ان سے متعلق اظہار رائے مقصود ہے۔

۱۔ اگر یہ لوگ اشہر حج شروع ہونے کے بعد وطن اصلی کے سوا کسی دوسری جگہ آفاق میں چلے جائیں تو عند الصاحبین رحمہما اللہ اسی سال قران یا تمتع کرسکتے ہیں یا کہ نہیں یعنی اس خروج سے حکم مکی سے خارج ہوجائیں گے یا نہیں جبکہ وہاں انکا وطن اقامت باقی ہے۔

۲۔ اگر اشہر حج میں وطن اصلی میں آجائیں تو حرم میں وطن اقامت باقی ہونے کے باوجود حکم مکی سے خارج ہوکر قران یا تمتع کرسکیں گے پہلی صورت میں یہ بھی داخل ہے کہ آفاقی حاجی نے مکہ میں مکان لیکر پندرہ روز کی نیت سے قیام کیا پھر اشہر حج میں سامان اسی مکان میں چھوڑ کر یا اپنے ساتھ لے کر یا کسی واقف کے سپرد کرکے مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں سے عند الصاحبین رحمہما اللہ تعالی قران یا تمتع کی اجازت ہے یا نہیں شاید تلاش کرنے سے اس بارے میں صریح جزئیہ مل جائے اگر اس کا حکم مل جاتا ہے تو دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔ غالباً مولانا شیر محمد رحمہ اللہ تعالی کی کتاب عمدۃ المناسک میں نظر سے گزرا ہے، تلاش کروں گا۔

الجواب آفاقی اشہر حج میں عمرہ کرنے کے بعد اگر میقات سے باہر چلا جائے خواہ وطن اصلی میں یا کسی دوسری جگہ صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع باطل ہوجائے گا۔ اب اگر وہ تمتع کرے تو اس کے لئے جائز ہے، اسی طرح اس کے لئے قران بھی جائز ہوگا۔ قرۃ العینین میں ایسے ہی آفاقی کے بارے میں لکھا ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلا عمرہ مفردہ ہوگیا بسبب دو سفر کے اور اب اس ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا ص۲۵۰ نیز لکھتے ہیں کہ میقات کے باہر جانے سے صاحبین کے نزدیک تمتع باطل ہوجاتا ہے المسلک المتقسط ص۱۴۸ میں ہے۔

واما الآفاقی اذا دخل المیقات او دخل مکة بعمرة وحل منها قبل اشہر الحج فان مکث بہا حتی یحج فہو کالمکی وان خرج الی الآفاق قبل الاشہر فکالآفاقی او فیہا فکالمکی عند ابی حنیفة وکالآفاقی عندہما۔ آفاقی کے لئے توطن بمکة تمتع سے مانع بنتا ہے مکہ میں مقیم ہونا مانع نہیں المسلک المتقسط میں ہے۔ ولان جواز التمتع للآفاقی مقید بعدم الاستیطان لا بعدم الاقامة اھ ص۱۴۵۔

یعنی بعض صورتوں کی جزئیات میں یہ تو تصریح ہے کہ آفاقی معتمر جو اشہر حج میں مکہ کے اندر رہائش رکھتا ہے اگر میقات سے باہر چلا جائے تو یہ شخص صاحبین کے نزدیک مکی کے حکم سے خارج ہوکر آفاقی کے حکم میں ہوجائے گا اور اس کے لئے تمتع جائز ہوگا اس حکم کو مطلق رکھا ہے مکہ میں اقامت شرعیہ کے بقاء یا عدم بقاء کے ساتھ مقید نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں عام ہوگا اور اگر نفس سفر شرعی سے بھی اقامت شرعیہ کو باطل کیا جائے تو بھی میقات سے باہر جانا بطلان اقامت کو مستلزم نہیں کیونکہ بعض مواقیت سفر شرعی سے کم پر واقع ہیں جیسے کہ مثلاً قرن جو کہ مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے، الحاصل شبل آفاقی بننے کا مدار میقات سے باہر نکل جانے پر رکھا ہے اور میقات سے باہر نکل جانا بطلان اقامت بمکہ کو مستلزم نہیں تو معلوم ہوا کہ مکہ میں اقامت شرعی باقی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عند الصاحبین یہ شخص آفاقی ہوجائے گا یہ بات ذہن میں آتی ہے لیکن بقائے اقامت یا عدم بقاء کی تصریح نہیں دیکھی قرۃ العینین میں آفاقی حاجی والی صورت لکھی ہے لیکن اس میں مکہ کے اندر پندرہ روز اقامت کذائیہ کی تصریح نہیں۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

تجدید ایمان کے بعد حج فرض دوبارہ کرنا ضروری ہے؟

ایک عورت نے چند کلمات کفر کہے، جس کے نتیجہ میں اسے تجدید ایمان کرائی گئی —— کیا سابقہ نمازیں،

روزے اور حج جو اُدا کر چکی ہے دوبارہ کرنے پڑیں گے یا نہیں ؟ اور جو فرائض حالتِ اسلام میں رہ گئے ہیں، تجدید اسلام کے بعد ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب حالتِ اسلام میں جو فرائض اُدا کئے ہوئے ہیں ان کی قضاء کی ضرورت نہیں لیکن اگر حج ادا کیا تھا تو اُسے دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ اور حالتِ اسلام میں جو فرائض غفلت کی وجہ سے رہ گئے ہیں تجدید کے بعد ان کی قضاء لازم ہے۔ درمختار میں ہے:

ویقضی ما ترکہ من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوٰۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ وما ادی منھا فیہ یبطل ولا یقضی الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وھو غنی فعلیہ الحج فقط او (قولہ الا الحج) لان سببہ البیت المکرم وھو باق بخلاف غیرہ من العبادات التی اداھا لخروج سببھا ولھذا قالوا اذا صلی الظہر مثلاً ثم ارتد ثم تاب فی الوقت یعید الظہر لبقاء السبب وھو الوقت ولذا اعترض اقتصارہ علی ذکر الحج وتسمیتہ قضاء بل ھو اعادۃ لعدم خروج السبب اھ

(شامیؒ ص $\frac{۳۱۲}{۳۲}$) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۱۸ / ۴ / ۹۶ھ

الجواب صحیح،

عبدالستار عفا اللہ عنہ

جو مدینہ منوّرہ میں چالیس نمازیں نہ پڑھ سکا اس کا حج مکمل ہوا یا نہیں ؟

زید نے احکامِ حج پورے اُدا کئے لیکن مدینہ منورہ میں دو یا تین ایام رہا۔ چالیس نمازیں پوری نہیں کیں عمرو کہتا ہے حج نہیں ہوا۔ لہٰذا حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حج مکمل اُدا ہو گیا اس میں کوئی کمی نہیں رہی۔ البتہ مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں اُدا کرنے کی فضیلت و سعادت سے محروی رہی۔ یہ بھی ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ مگر اس کا حج پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

افضل یہی ہے کہ حج بدل پر اسکو بھیجا جائے جس نے حج کیا ہوا ہو،

جس آدمی نے اپنا حج نہ کیا ہوا ہو وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں حج بدل اس کو کرایا جائے جس نے پہلے اپنا حج کیا ہوا ہو۔

الافضل للانسان اذا اراد ان یحج رجلاً عن نفسہ أن یحج رجلاً قد حج عن نفسہ (عالمگیریہ ص $\frac{۲۵۷}{۱}$) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معذور عذر زائل ہونے کے بعد دوبارہ خود حج کرے

ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف سے حج کیا اور اب وہ اسے عمرے پر بلانا چاہتا ہے کیا اس عورت کو پہلا حج کافی ہے یا دوبارہ کرنا پڑے گا عمرہ کے ساتھ۔

[المستفتی، محمد طاہر مدرسہ جامعہ صدیقیہ تعلیم الفرقان شورکوٹ ضلع جھنگ۔]

الجواب اگر بیوی معذور نہ تھی تو اسکی طرف سے حج کرنا کافی نہ تھا اور اگر معذور تھی اور اب عذر زائل ہو گیا ہے اور اسپر حج فرض بھی ہے تو اسے خود جا کر حج ادا کرنا ضروری ہے ایسی صورت میں عمرے کو جائے تو حج کر کے آئے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بوڑھی عورت بھی بغیر محرم کے عمرہ کا سفر نہ کرے

ایک عورت بیوہ جس کی عمر ۵۰ سال ہے وہ حجازِ مقدس کا سفر برائے عمرہ بغیر محرم کے صرف قریبی ہمسایوں کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب عورتِ مذکورہ کے لئے یہ سفر جائز نہیں۔ لما فی الصحیحین لا تسافر

امرأة ثلاثاً الا ولها محرم " اھ (بحر کتاب الحج ج ۲) ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۵ / ۱۲ / ۹۵ ھ

حج سے واپسی پر گھر والوں کو آمد کی اطلاع کر دینا مناسب ہے

آج کل طریقہ یہ ہے کہ حج سے واپسی پر تاریخ واپسی کی اطلاع کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے دوست احباب اور عزیز واقارب استقبال کے لئے جمع ہو جاتے ہیں کیا اسطرح مناسب ہے یا خاموشی کے ساتھ بلا اطلاع گھر آجانا مناسب ہے؟ (عبد الرحیم، بلاک ۔ چیچہ وطنی)

الجواب واپسی پر بلا اطلاع اچانک گھر آجانا مناسب نہیں، شامی میں واپسی کا منع میں لکھا ہے کہ پہلے اطلاع کر دینا مناسب ہے ۔ البتہ مروجہ استقبال کئی مفاسد پر مشتمل ہے لہذا اس سے بچا جائے ۔

ومن سنن الرجوع ان یکبر علی کل شرف ..... الی قولہ ویرسل الی اھلہ من یخبرھم ولا یبغتھم فانہ منھی عنہ اھ (شامی ص ۲۵۴ ج ۲)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
خیر المدارس ۔ ملتان

جدہ میں مقیم بلا احرام مکہ جا سکتا ہے

ایک آدمی ملازمت کے سلسلہ میں جدہ رہتا ہے اور وہ ایک سال کے لئے وہاں مقیم ہے ۔ ہفتہ میں ہر جمعرات کی شام کو وہ مکہ معظمہ جاتا ہے جمعہ کو حرم شریف میں رہ کر نماز مغرب کے بعد جدہ روانہ ہو جاتا ہے کیا یہ آدمی حرم پاک میں جاکر احرام باندھ کر طواف کر سکتا ہے؟

الجواب جدہ مواقیت کے اندر حل میں واقع ہے اہل حل کے لئے بدون احرام مکہ معظمہ میں داخل ہونا جائز ہے تا وقتیکہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں ۔

کما فی الدر المختار وحل لاھل داخلھا دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکاً للحرج فھذا میقاتہ الحل اھ (شامیۃ ص ۲۱۱ ج ۲)

اگر عمرہ کا ارادہ ہو تو حرم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حل سے احرام باندھ لیں ۔ فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۲۳ / ۸ / ۸۲ ھ

مکہ میں مقیم تمتع کرے تو دم اساءت دینا لازم ہے

ایک عزیز رمضان المبارک میں حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ گئے ۔ مکہ ہی میں شوال کا چاند دیکھا ۔ ایک مولوی صاحب نے ان سے کہا کہ اب تم حج کا احرام باندھ سکتے ہو ۔ عمرہ کا نہیں مگر وہ شوال ہی میں مدینہ چلے گئے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا ۔ کیا ان پر دم لازم ہو گیا؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور مکہ والوں کے حکم میں ہو گیا ہے وہ صرف حج کا احرام باندھ سکتا ہے ۔ قران یا تمتع اس کے لئے جائز نہیں اگر یہ شخص قران یا تمتع کرے گا تو اس پر دم اساءت دینا لازم ہوگا ۔ (قرۃ العینین ص ۲۵۴)

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

معلم حضرات کی فیس کا حکم

حجاج کرام سے معلمین اعلیٰ اور نائب معلمین کے لئے جو فیس طلب کی جاتی ہے ۔ وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو نائب معلمین کام کرتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں ۱۔ فارم درخواست برائے حج مہیا کرنا اور پُر کرنا ۲۔ تاریخ متعینہ پر درخواست دفتر میں بھیجنا ۳۔ بعد منظوری دفتر سے حالات کا جائزہ لینا اور حجاج کو آگاہ کرتے رہنا ۴۔ حجاج کو گھر سے بندرگاہ تک کے کاروبار ٹیکہ وغیرہ لگوانا اور انتظام کرنا ۔

الجواب حامداً ومصلیاً ۔ ان اعمال پر جو معلمین حضرات انجام دیتے ہیں اور جن کی تفصیل

سوال کے اندر مذکور ہے اجرت لینا جائز ہے بوجہ عمل کے معلوم اور متعین ہونے کے۔
كذا يفهم من نظائر هذا العمل من امداد الفتاوىٰ ص۳۲۸، ص۳۳۴ ج۲

فقط واللہ اعلم
بندہ عبداللہ عفرلہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ،
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

پورا دن یا پوری رات سر ڈھانپے رکھا تو دم لازم ہوگا

۱۔ محرم سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھ سکتا ہے یا نہیں ۲۔ بوڑھا آدمی سعی بین الصفا والمروہ پر قادر نہ ہو تو کیا کرے؟ ۳۔ بوڑھا آدمی طواف آہستہ کر سکتا ہے ۴۔ بڑھاپے کی وجہ سے رمی نہ کر سکے تو کیا حکم ہے؟ ۵۔ طواف کی نیت کس طرح کی جائے؟

الجواب منہ اور سر ڈھانپنے کی اجازت نہیں ہے۔ باقی جسم کو لحاف اور کمبل وغیرہ سے چھپانا جائز ہے۔ رات بھر یا دن بھر منہ یا سر کو چھپایا تو دم واجب ہو جائے گا۔ تھوڑے سے وقت کے لئے چھپایا تو صدقہ واجب ہوگا۔
۲۔ آہستہ آہستہ چل کر یا کرایہ کی کرسی پر سعی کر لی جائے تو بھی واجب اتر جائے گا بالکل چھوڑ دینا جائز نہیں ورنہ دم دینا لازم ہوگا ۳۔ جائز ہے ۴۔ دم واجب ہوگا۔
۵۔ اے اللہ میں خالص تیری رضا کے لئے تیرے اس گھر کے سات چکر طواف کرنا چاہتا ہوں تو اس کو آسان فرما اور قبول فرما۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۱۹/۱۱/۹۴ھ

الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،

حج کے سفر میں پہلے بغداد جانے کا حکم

حج پر روانگی سے پہلے بغداد شریف حاضری دینا ضروری ہے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پہلے بغداد جایا جائے اس کے بعد جا کر حج کیا جائے؟

الجواب اللہ تعالیٰ کے گھر کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی سے ابتداء کی جائے فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں کہ حج کرنے والا پہلے مکہ مکرمہ جائے وہاں سے فراغت کے بعد مدینہ جائے اور ان دونوں جگہوں سے پہلے بغداد شریف کی حاضری کو ضروری سمجھنے والا غالی متبع نفس وھویٰ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تتبع الھویٰ فیضلك عن سبیل اللہ الآیۃ الافضل ان یبدأ الحاج بمکۃ فاذا قضی نسکہ یمر بالمدینۃ وان بدأ بالمدینۃ جاز اھ (قاضی خاں ص۱۳۵ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کی تو دم دینا لازم ہے

ایک آدمی نے بارہویں کے دن قبل از زوال ایک گھنٹہ رمی جمار کی ہے آیا وہ رمی جائز ہے یا نہیں اس صورت میں اس شخص پر دم یا صدقہ لازم ہے یا صرف گنہگار ہوگا۔؟ شرعاً حکم بتائیں؟

الجواب بارہویں کو قبل از زوال رمی جائز نہیں اگر زوال سے پہلے ہی کی ہے تو دم لازم ہوگیا (زبدۃ ص۱۸۳) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر

دس ذی الحج کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی نہیں کی تو دم دینا واجب ہے

زید کے ساتھ چند عورتیں ہیں علی الصبح دسویں ذی الحجہ کو ہجوم کی وجہ سے ظہر سے قبل جمرۂ عقبیٰ پر کنکریاں نہیں مار سکا۔ ظہر کے بعد اور عصر سے قبل بجائے جمرۂ عقبیٰ کے لاعلمی کی بناء پر جمرۂ

ادلیٰ جو مسجد خیف کے قریب ہے اس پر سات کنکریاں مار دیں۔ اس صورت میں زید پر کوئی کفارہ یا دم ہے یا نہیں؟

الجواب دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی واجب تھی اور وہ نہیں کی گئی لہٰذا دم واجب ہے۔ ولو ترک الجمار کلها أو رمی واحدة أو جمرة العقبة یوم النحر فعلیه شاة (عالمگیری ص ۲۴۷ ج ۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۲۲ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

آبِ زم زم لانا مستحب ہے

گزارش ہے کہ اتفاق سے ہماری حج سے واپسی سعودی ایئر لائنز سے ہوئی ہم لوگوں نے حسب معمول آبِ زم زم ساتھ لیا ہوا تھا مگر سعودی ایئر لائنز والوں نے ہمیں ساتھ نہ لانے دیا اور کہا کہ اسکی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ آبِ زمزم اپنے وطن لانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(المستفتی سیف اللہ خالد قادری۔ لاہور)

الجواب ردالمحتار میں ہے کہ آبِ زم زم لانا مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی واپسی کے وقت لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لے جایا کرتے تھے اور اسے بیماروں پر چھڑکا کرتے تھے اور انہیں پلاتے بھی تھے۔

یستحب حمله الی البلاد فقد روی الترمذی عن عائشة رضی اللہ عنہا أنها کانت تحمله وتخبر أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یحمله وفی غیر الترمذی أنه کان یحمله وکان یصبه علی المرضی ویسقیهم وأنه حنک به الحسن والحسین رضی اللہ عنهما من اللباب وشرحه (شامی ص ۲۵۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ،
۱۶ / ۹ / ۹۸ھ

صرف ازدحام کے خوف سے رمی ترک کر دی تو دم دینا لازم ہے

ایک مرد اور اسکی بیوی دونوں حج کے لئے گئے تھے۔ مرد کی عمر تقریباً ۶۴ سال اور اسکی بیوی کی عمر تقریباً ۶۲ سال تھی۔ مرد و بیوی نے حج کے تمام ارکان پورے ادا کئے۔ صرف رمی جمار کے دن کثرتِ ہجوم کی وجہ سے مرد اپنی بیوی کو رمی جمار کے لئے اپنے ہمراہ نہ لے گیا اور نہ خود اسکی طرف سے رمی کی تو کیا حج جائز ہو گیا۔ بصورتِ عدم جواز اب کیا حکم ہے کیا کوئی صدقہ ادا کیا جائے؟

الجواب اگر صرف ازدحام کی وجہ سے خود عورت نے رمی نہیں کی تو دم (بکری) دینا لازم ہے کسی حج پر جانے والے کو پیسے دیدیں۔ وہ انکی طرف سے وہاں ذبح کر دے (زبدۃ ص ۱۵۸)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ٹی وی پر حج کا پروگرام دیکھنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ٹیلیویژن دیکھنا بوقت تلاوت کلام پاک یا کسی عالم کی تقریر یا حج کا پروگرام حج کے دنوں میں دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جاندار کی تصویر دیکھنا شرعاً جائز نہیں کاغذ پر ہو یا دیوار پر یا ٹی وی کی سکرین پر۔ اگر صرف مقاماتِ حج کی تصویر ہو تو دیکھنا درست ہے۔

وهذا الکل مصرح فی مذهب المالکیة ومؤید بقواعد مذهبنا ونصه عن المالکیة ما ذکره العلامة الدردیر فی شرحه علی مختصر الخلیل حیث قال یحرم تصویر حیوان عاقل او غیره اذا کان کامل الاعضاء اذا کان یدوم وکذا ان لم یدم علی الراجح کتصویره من نحو قشر بطیخ ویحرم النظر الیه اذ النظر الی المحرم حرام (از بلوغ القصد والمرام التصویر لاحکام التصویر ص ۴۲)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ،

حج کے لئے تصویر کھنچوانے کا حکم

تصویر کھچوانا بالاتفاق حرام اور اشد حرام ہے بلاضرورتِ شدیدہ مجبوری کے جائز نہیں۔ کیا نفل حج و عمرہ یا دیسے سیاحت کے لئے پاسپورٹ بنوانا جو بغیر تصویر کے ممکن ہی نہیں جائز ہے یا نہ۔ اور کاروبار کے لئے باہر جانا بھی تصویر پر موقوف ہے۔

الجواب شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لئے انتظامی لحاظ سے فوٹو ضروری ہے اور عامۃ الناس کے لئے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ان دونوں سے چارہ نہیں لہٰذا اگر مواقع ضرورت میں مالکیہ کے مذہب کے مطابق نصف دھڑ کی تصویر کی اجازت دے دی جائے تو گنجائش ہونی چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،



حج فرض ہونے کے بعد بیمار ہو گیا تو حج بدل کرانا فرض ہے

زید پر حج فرض تھا جبکہ باصحت تھا حج کرنے کا ارادہ بھی تھا مگر کسی وجہ سے کر نہ سکا پھر شدید بیمار ہو گیا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے زیادہ چلنے پھرنے سے منع کر دیا اب زید پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب زید پر حج تو ہر حال میں فرض ہے کیونکہ جب زید باصحت تھا تو اس پر حج فرض ہو چکا تھا۔ اس نے خود کوتاہی کی، ادا نہیں کیا حتیٰ کہ اب بیمار ہو چکا ہے تو اب اس پر حج بدل کرانا واجب ہے، حج معاف نہیں ہو سکتا۔

ولو ملك الزاد والراحلة وهو صحيح البدن ولم يحج حتى صار زمناً أو مفلوجاً لزمه الاحجاج بالمال بلاخلاف كذا في المحيط اھ

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب الحج) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
۱۵/۴/۷۰ھ

بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ،



جو جمرات تک نہ جا سکے وہ نیابۃً رمی کرا سکتا ہے

ایک شخص بیمار تھا۔ مخلوقات کے انبوہ اور جمگھٹ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے شخص کو اس نے رمی کے لئے وکیل بنایا۔ کیا یہ وکالت جائز ہے اور وہ مؤکل رمی سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟

الجواب جو شخص اتنا بیمار ہو کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے اگر اس کو آنے میں مرض بڑھنے کا یا تکلیف ہونے کا اندیشہ نہیں۔ تو اب اس کو خود رمی کرنا ضروری ہے اور دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سواری یا اٹھانے والا نہ ہو تو پھر معذور ہے۔ دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (زبدۃ ص ۱۶۰) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیرالمدارس۔ ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ،
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان شہر
۲۶ محرم ۱۴۰۲ھ

قیامِ مزدلفہ کا وقت دسویں کی فجر طلوع ہونے سے لیکر طلوعِ شمس تک ہے

مزدلفہ کا قیام کیا ہے کب تک ہے اور اس رات کو عبادت کون کون سی حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب وقوفِ مزدلفہ خواہ ایک لمحہ کے لئے ہو، واجب ہے اور طریقہ یہ ہے کہ غروبِ شمس کے بعد عرفہ سے چلے مغرب و عشاء مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں ادا کی جائیں پھر ساری رات عبادت میں مشغول رہے نوافل، دعاء، اذکار، تلاوت قرآن اور تلبیہ میں سے جس میں دلجمعی زیادہ ہو مشغول رہے۔ اسفار تک یہاں ٹھہرنا سنت مؤکدہ ہے فجر امام کے ساتھ منہ اندھیرے ادا کرے اس کے بعد پھر عبادت میں مشغول رہے طلوعِ شمس سے ذرا پہلے منیٰ کو روانہ ہو جائے

(قرۃ العینین ص ۱۵۲)

واضح رہے کہ دسویں کی رات مزدلفہ میں گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے اور وقوفِ واجب کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک ہے۔

وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اھ (در مختار علی الشامیۃ ص ۲۴۴ ج ۲) (قولہ ثم وقف) ھذا الوقت واجب عندنا لا سنۃ والبیتوتۃ بمزدلفۃ سنۃ مؤکدۃ الی الفجر لا واجبۃ اھ (شامی ص ۲۴۴ ج ۲)

الجواب صحیح،	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان	نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۲/۱۳۹۷

وجوب سے پہلے ادا کئے گئے دم کا وجوب ساقط نہیں ہوا

ایک شخص اپنی بیوی ہندہ کو حج کے لئے ساتھ لے گیا۔ لیکن اسکی بیوی نے رمی کرنے سے پہلے ذبح کرلی اور اسے غلطی کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ جمرہ عقبیٰ کو آتے وقت خاوند نے دو دم ادا کر دیئے اور یہ اپنی طرف سے یوں خیال کرتے ہوئے کہ اگر کوئی ماضی میں غلطی ہوئی تو دم ادا ہو جائے۔ اسوقت رمی جمرہ عقبیٰ سے پہلے قربانی کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا بعد میں گھر آکر خیال آیا۔ آیا وہی دم ہی کافی ہوا یا دوسرا دیا جائے؟ (سائل مولانا عبدالشکور صاحب مدرس مدرسہ ہذا)

الجواب اگر ہندہ مفردہ بالحج ہو تو ذبح کی تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب ہوگا۔ کیونکہ جب خود ذبح بھی واجب نہیں تو اسکی ترتیب بھی واجب نہیں۔ لیکن قران یا تمتع کی صورت میں وجوب ترتیب کی وجہ سے دم کا وجوب ہے مذکورہ دم کافی نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ سبب وجوب سے بھی پہلے دیا گیا ہے، شامیہ ص ۱۶۲ ج ۲ میں ہے:

والحاصل أن الطواف لا یجب ترتیبہ علی شیٔ من الثلاثۃ ولذا لم یذکرہ وانما یجب ترتیب الثلاثۃ الرمی ثم الذبح ثم الحلق لکن المفرد لا ذبح علیہ فبقی علیہ الترتیب بین الرمی والحلق۔

الجواب صحیح،	فقط واللہ اعلم۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

طوافِ زیارت کو ۱۲ سے مؤخر کیا تو دم لازم ہو گا

ہم سے حج کے اندر کچھ واجب اور کچھ رکن ادائیگی سے رہ گئے ایک تو ۱۰ ذی الحجہ کو رمی نہیں کی۔ حالانکہ یہ واجب ہے دوسرے یہ کہ طواف زیارت ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے نہیں کیا اور یہ حج کا رکن ہے۔ اب آپ فرمادیں کہ اس سلسلہ میں کیا کیا جائے۔ (صالح محمد۔ ڈی جی خان)

الجواب ۱۰ ذی الحجہ کی رمی کو ترک کرنے کی وجہ سے اور اسی طرح طواف زیارت کو ۱۲ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کی وجہ سے دونوں صورتوں میں دم لازم آتا ہے اور دم کے لئے ضروری ہے کہ وہ حرم مکہ کے اندر ذبح کیا جائے لہذا آپ کو اگر اپنے معلم پر اعتماد ہو تو اسکی طرف دو بکروں کی رقم روانہ فرمادیں کہ وہ بکرے خرید کر جناب کی طرف سے ذبح کر دیں اور گوشت فقراء حرم کو کھلادیں لیکن عموماً معلم اس قسم کے کاموں میں تساہل کر جاتے ہیں لہذا اس سے بھی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ کے مہتمم کی طرف یہ رقم ارسال کی جائے اور انہیں لکھا جائے کہ دو بکرے بغرض فدیہ ہر دو جنایات آپ کی طرف سے ذبح کریں۔ یہ مدرسہ با اعتماد ہے

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس متمتع نے حج سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں، اس پر تین دم لازم ہیں:

زید حج کے لئے روانہ ہوا پانچ ذی الحجہ کو مکہ پہنچا جیب کٹ گئی رقم گم ہوگئی اور سفر حج پیدل کیا کپڑے وغیرہ بیچ کر جو رقم موصول ہوئی وہ تقریباً دو سو ریال تھی مگر اس نے قربانی کا جانور نہ خریدا۔ روزہ کا مسئلہ معلوم نہ تھا بعد میں معلوم ہوا کہ ۷-۸-۹ کا روزہ رکھا جاتا ہے تو اس نے آٹھویں کا روزہ رکھا نو کو عرفات کا پیدل سفر درپیش تھا لہذا ۹ کو روزہ نہ رکھا۔ اس نے احرام باندھتے وقت حج تمتع کی نیت کی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سے قربانی کا وجوب ختم ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کتنے دم واجب ہوں گے؟ یہ دم کہاں دیئے جائیں؟ مکہ میں یا پاکستان میں؟ (پروفیسر محمد حمزہ نعیم ایم اے)

الجواب صورتِ مسئولہ میں تین دم لازم ہوں گے ایک دم تمتع، دوم دم تحلل، سوم دم تاخیر فان فاتت الثلاثۃ تعین الدم فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان ای دم التمتع ودم التحلل قبل أوانہ اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۲) یہ دم مکہ میں ادا کئے جائیں۔

ویتعین الحرم لا منیٰ للکل سواء کان دم شکر او جنایۃ اھ (الدر مع الشامیۃ)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

قارن ذبح سے پہلے حلق کرالے تو دو دم واجب ہوں گے

ایک آدمی زید نے ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانی کرنے سے قبل ہی سہواً سر منڈوا لیا اور بعد میں قربانی کی اس شخص زید پر دم واجب ہے یا نہیں۔ اگر اس پر کفارہ واجب ہے تو یہ کب ادا کرے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر زید نے قران یا تمتع کیا تھا اور دم تمتع یا قران دسویں ذی الحجہ کو سر منڈانے کے بعد ذبح کیا ہے تو زید پر متمتع ہونے کی صورت میں ایک دم واجب ہوگا اور قارن ہونے کی صورت میں دو دم واجب ہوں گے اور اگر صرف افراد کیا تھا تو کوئی دم واجب نہیں۔ ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ (درمختار)

وفی الشامیۃ وانما یجب ترتیب الثلاثۃ الرمی ثم الذبح ثم الحلق لکن المفرد لا ذبح علیہ فیجب علیہ الترتیب بین الرمی والحلق (ص ۲۸۶ ج ۲) ذبح سے پہلے سر منڈانے کی وجہ سے جو ایک یا دو دم واجب ہوں گے۔ ان کا اب حرم میں ذبح کر دیا جائے تو بھی کافی ہے، حدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا درست نہیں، اس ذبح کا منیٰ میں ہونا ضروری نہیں۔

ففی الدر مع الرد ویتعین الحرم لا منیٰ للکل بیان لکون الہدی

مؤقتا بالمکان سواء کان دم شکر أو جنایۃ اھ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مکہ میں رہنے والا آفاقی کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؟

ایک بوڑھا آدمی ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جا سکتا اس کا بیٹا مکۃ المکرمہ میں رہتا ہے وہ اسکی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؟ کیا حج بدل کے لئے آمر کے گھر سے مامور کو اخراجاتِ سفر ادا کرنا ضروری ہیں؟ اگر مامور مکہ میں رہنے کی وجہ سے نہ اخراجات لے نیز نہ ہی اسکو سفر کی نوبت آئے کیا آفاقی کی طرف سے حج بدل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حج فرض میں نیابت چند شرطوں کے ساتھ درست ہے ۱۔ آمر پر حج فرض تھا اسکے بعد خود جانے سے معذور ہو گیا اور تا مرگ عاجز ہی رہا۔ ۲۔ اپنی طرف سے حج کرنے کا حکم کرے اور راستے کا خرچ بھی دے اگر خرچ نہ دیا تو حج ادا نہ ہوگا ۳۔ مامور حج کا اہل ہو یعنی مسلمان، عاقل و ممیز وغیرہ ۴۔ جس جگہ سے مامور حج کر رہا ہے آمر نے اس جگہ سے حج کرنے کا حکم کیا ہو ورنہ اس کے وطن کے علاوہ دوسری جگہ سے کرنے سے حج ادا نہ ہوگا لیکن قرۃ العینین میں یہ مسئلہ لکھا ہے اگر باوجود ملکیت مال رکھتے ہوئے اپنے وطن کے بغیر اگرچہ مکہ معظمہ کے نزدیک یا کسی دور جگہ سے حج کرائے تو جائز ہو جائے گا مگر گناہ گار ہوگا۔ لیکن جائز ہونے کے لئے شرط ہے کہ میت نے خود وصیت کی ہو یا مریض خود کہے کہ فلاں جگہ سے میرا حج کرایا جائے تو جائز ہے اگرچہ داخل میقات سے یا مکہ مکرمہ شہر سے ہی کیوں نہ ہو جائز ہے مگر داخل میقات کے حج کرانے سے بسبب ترک میقات کے گناہگار ہوگا ۵۔ احرام کے وقت آمر کے حج کی نیت کرے ۶۔ خود مامور کرے کسی اور سے نہیں کرا سکتا۔ وغیر ذالک من الشرائط۔ بہر حال جو خرچہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ آمر کو ادا کرنا ہوگا۔ خواہ بعد میں کسی اور وقت کسی دوسرے نام سے واپس کر دے۔ نیز حج میقات سے کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محرمہ پردہ کیسے کرے؟

عورت حج میں احرام کے وقت چہرے کو ظاہر اور کھلا رکھے یا پردہ ضروری ہے اگر پردہ ضروری ہے تو پھر چہرے کو کپڑا مس کرے یا کوئی بھی چیز مس نہ کرے مثلاً چہرے کے اوپر گتہ یا چمڑا یا پلاسٹک وغیرہ غرضیکہ بغیر کپڑا کوئی چیز رکھ کر اوپر برقعہ ڈالدیا جائے تو آیا اس غیر کپڑا کا مس جائز ہے یا نہیں پھر اسکی کیا صورت ہوگی کہ کوئی چیز منہ کو مس نہ کرے اور پردہ شرعی بھی رہے بعض لوگ لوہے کی جالی سر پر باندھ کر جو منہ کے اوپر سے کچھ جدا ہوتی ہے اور پردہ کو اس کے اوپر ڈال لیتے ہیں، جالی درمیان میں حائل ہوتی ہے یہ صورت ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب جوان عورت کو پردہ کرنا واجب ہے لوہے کی جالی والی صورت درست ہے ضرورت کے درجہ میں کوئی چیز مثلاً لکڑی یا جالی وغیرہ چہرے سے مس کرے تو قدرے گنجائش ہے۔

لكنها تكشف وجهها لا رأسها ولو سدلت شيئاً عليه وجافته عنه جاز بل يندب اھ وفي الشامية في الفتح وقد جعلوا لذلك أعواداً كالقبة توضع على الوجه ويسدل من فوقها الثوب اھ قوله جاز أي من حيث الاحرام بمعنى انه لم يكن محظوراً لانه ليس بستر وقوله بل ندب اي خوفاً من رؤية الاجانب وعبر في الفتح بالاستحباب لكن صرح في النهاية بالوجوب اھ (شامی ص ۱۸۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفی عنہ،
مفتی خیر المدارس، ملتان

طوافِ زیارت بلا نیت بھی ادا ہوجاتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کے لئے مکہ سے جب منیٰ اور عرفات کو روانہ ہونے لگی تو اس کو ماہواری شروع ہوگئی دسویں تاریخ کو اس نے قصر، قربانی اور رمی جمار سے فراغت کرلی اور آخر ایام تشریق میں اس

کا حیض بند ہوگیا۔ چنانچہ اس نے غسل کر کے طوافِ زیارت کرلیا۔ پھر منیٰ چلی گئی۔ لیکن منیٰ میں جا کر اس کو چند قطرے خون آگیا (پہلے بھی ایسے کبھی کبھی ہوجایا کرتا تھا) اس نے پھر غسل کرلیا اور مکہ آکر اس نے دو یا تین طواف کئے لیکن طوافِ زیارت کی نیت نہیں کی، طواف وداع بھی کرلیا کیا وہ طواف زیارت ادا ہوگیا۔ کیا دوسرے غسل سے بعد والا طواف جو بلا نیت طواف زیارت کیا گیا ہے طوافِ زیارت کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ دوسرے غسل کے بعد والے طوافوں میں صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی اس کا دم لازم آئیگا یا نہیں اور دم بکرے کا ہوگا۔ یا اونٹ اور گائے کا۔ کیا اس کو حج دوبارہ کرنا لازم ہوگا؟

الجواب مکہ شریف میں آنے کے بعد دوبارہ غسل کر کے جو پہلا طواف کیا ہے۔ یہ طواف زیارت بن جائے گا۔ اگرچہ نیت نہ ... وداع چونکہ الگ کیا ہے۔ لہذا یہ بھی ادا ہوگیا ہے۔ البتہ سعی جو پہلے حالت حیض طواف کر کے چلی تھی، وہ معتبر نہیں لہذا ایک بکری حرم میں ذبح کرنا واجب ہے۔

اگر یہ چند قطرے خون اکثر ایام حیض کے اندر ہے اور ایام نحر ختم ہونے سے پہلے منقطع ہوگیا تھا۔ اور اتنا وقت باقی تھا کہ غسل کر کے کم از کم چار شوط طواف کے کرسکتی تھی مگر آخر یوم نحر میں اس نے طواف نہیں کیا بلکہ بعد میں کیا ہے تو ایسی صورت میں ایک دم تاخیر طواف کی وجہ سے بھی واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

طوافِ صدر کرکے گئے، پھر دوبارہ مکہ مکرمہ آئے تو طواف کا حکم

۱۔ اگر مدینہ جاکر واپس آنے کا ارادہ ہو تو طوافِ صدر کرکے جائے یا آکر کرے؟
۲۔ اگر کر کے جائے اور پھر مکہ آجائے تو پھر نفل طواف کرے یا نہ کرے؟

۳۔ کیا متمتع قارن مفرد معتمر ہیں سے ہر شخص پہلے طواف تحیہ کر سکتا ہے؟

الجواب طواف وداع کرکے مدینہ طیبہ جائے، واپسی پر جب دوبارہ مکہ سے روانہ ہونے لگے تو مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے، لیکن واجب ادا ہو چکا ہے۔

۳۔ طواف تحیہ اس کے لئے ہے جو محرم نہ ہو اور جو محرم ہو اس کا طواف واجب ہی طوافِ تحیہ ہے۔

واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد ..... ثم ابتدأ بالطواف اھ (تنویر) (قولہ ثم ابتدأ بالطواف) فان کان حلالاً فطواف التحیۃ أو محرما بالحج فطواف القدوم أی ان قال او بالعمرۃ فطوافھا ولا طواف قدوم لھا اھ (شامی ص ۱۷۹ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۱۴-۷-۱۳۹۶ھ

تمتع یا قران فرض ہو یا نفل دم شکر ادا کرنا ضروری ہے

ہم سعودی عرب میں جو لوگ رہتے ہیں کیا ان کے لئے حج پر قربانی دینا واجب ہے کیونکہ پہلے حج پر تو قربانی دی جاتی ہے پہلا حج فرض ہوتا ہے اس کے بعد جو لوگ حج کرتے ہیں وہ تو نفل حج ہونگے تو جو دوسرا یا تیسرا حج ہوگا اس پر قربانی نہ بھی دی جائے تو کیا حج جائز ہے۔ اور یہاں پر رہنے والوں کے لئے حج کے بعد الوداعی طواف بھی کرکے آنا ضروری ہوتا ہے یا بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ جب ہم حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھتے ہیں۔ ہم لوگ جدہ میں رہتے ہیں ہم مکہ مکرمہ جاتے ہیں عمرہ کرنے کے لئے احرام یہاں سے ہی باندھ لیتے ہیں تو کیا دائیں بازو یعنی دائیں کندھے کو یہاں سے ہی ننگا کرنا چاہیئے۔ حج عمرہ کرنے کے بعد احرام بندھا ہی رہتا ہے اور کندھا ننگا کرنے کی ضرورت اب تو نہیں ہے کیونکہ ہم نے جدہ آکر احرام کھولنا ہوتا ہے۔

الجواب میقات سے باہر رہنے والا شخص جو آفاقی کے حکم میں ہے اشہر حج میں حج اور عمرہ دونوں ادا کرے تو اس پر شکرانہ کے طور پر ایک دم واجب ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل دونوں صورتوں میں دم تمتع یا دم قران واجب ہے، یہ دم قربانی کے علاوہ ہے الحاصل حج تمتع یا قران کرنے کی صورت میں ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے۔

۲۔ حالتِ احرام میں جو چادر کو کندھے کے نیچے سے گزارا جاتا ہے اسکو اضطباع کہا جاتا ہے یہ ہر ایسے طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہے۔ اضطباع طواف شروع کرتے وقت کیا جائیگا اور طواف ختم ہوتے ہی اسے موقوف کر دیا جائے گا۔

واعلم أن الاضطباع سنۃ فی جمیع اشواط الطواف کما صرح بہ ابن الضیاء فاذا فرغ من الطواف ترکہ (شامی ص ۱۶۷ ج ۲) طواف سے قبل یا اس سے فراغت کے بعد سعی وغیرہ کی حالت میں اضطباع مسنون نہیں۔

فقط، واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۶/۱/۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ

متعدد عمروں میں صرف چند بال کاٹتے رہے تو کتنے دم ہوں گے

میں ابھی دو تین ماہ قبل عمرہ کے لئے گیا تھا۔ مجھے بار بار عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ سعی کے بعد مجھے کم از کم ایک چوتھائی سر منڈوانا چاہیئے تھا۔ مگر چھوٹی قینچی سے ذرا سے بال ترشوا لئے۔ اب مجھے عمرہ کی صحت کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب گھر واپسی کے بعد اگر سر منڈوا دیا تو بھی احرام سے نکل گیا، لیکن ایک دم واجب ہے جو کسی کے ذریعے حدودِ حرم میں ذبح کرا دیا جائے۔

قولہ أوحلق فی حل بحج فی أیام النحر فلو بعدها فدمان (اھ) قوله (فی أيام النحر) متعلق بحلق بقيد كونه للحج ولذا قدمه على قوله أو عمرة فيتقيد حلق الحاج بالزمان أيضا وخالف فيه محمد و خالف أبو يوسف فيهما وهذا الخلاف فی التضمين بالدم لا فی التحلل فانه يحصل بالحلق فی أی زمان أو مكان فتح (شامی ص۲۵۰ ج۲)

اور سر منڈانے سے قبل اگر مجامعت کر لی یا سلے ہوئے کپڑے پہن لئے یا خوشبو لگا لی، تو ان جنایات کی وجہ سے ایک دم اور واجب ہوگا۔

ووطؤه بعد اربعة ذبح ولم يفسد وفی الشامية ويشمل كلامه ما اذا طاف الباقی وسعی أولاً لكن بشرط كونه قبل الحلق اھ (شامی ص۲۹۱ ج۲)

صورتِ مسئولہ میں یہ جنایات متعددہ ایک ہی جنایت متصور ہوگی۔ متعدد دم واجب ہوں گے (شامیہ ص۲۸۳ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
۴/۹/۱۴۵۶ھ

حج بدل میں باذنِ آمر تمتع بھی جائز ہے

ایک شخص جو خود بنفسہٖ حج سے عاجز ہے دوسرے آدمی سے حج کرانا چاہتا ہے۔ سنا ہے کہ مامور آمر کی طرف سے صرف حجِ مفرد کر سکتا ہے نہ قران نہ تمتع۔ حکومت کی پابندیوں اور سفر کی وجہ سے مامور بھی مجبور رہتا ہے حسبِ منشاء نہیں کر سکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ مامور بالحج کیا آمر کی اجازت سے تمتع یا قران کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب فقہاء کا حج بدل کرنے والے کو روکنا مبنی بر احتیاط ہے لہٰذا اگر بآسانی ممکن ہو تو احتیاط ضرور کی جاوے مگر اس زمانے میں حج و عمرہ کرنے میں

عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت جا سکیں اور طولِ احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتی پابندیاں شدید ہیں۔ اس لئے اگر حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور واجباتِ احرام کی طویل پابندی مشکل نظر آوے تو اس کے لئے باذنِ آمر تمتع کر لینے کی گنجائش ہے کذا افادہ فقیہ العصر علامہ مفتی محمد شفیع قدس سرہ فی (منہج الخیر فی الحج عن الغیر ص۵۱۶) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ محمد صدیق غفرلہ،

محمد انور نائب مفتی خیر المدارس
۱۹/۵/۹۹ھ

قیامِ مزدلفہ ترک کرنے سے دم واجب ہوگا

ہجوم کی وجہ سے عورتیں اور ضعیف مرد مزدلفہ کا قیام نہ کریں تو کچھ واجب نہیں ہوگا اب ظاہر ہے کہ عورتیں اور ضعیف مرد تنہا تو عرفات سے منیٰ نہیں جا سکتے تندرست مردوں کو بھی ان کے ساتھ جانا ہوگا لہٰذا اس صورت میں تندرست مردوں کو بھی ان کے ساتھ منیٰ آنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب تندرست لوگ اگر ترک قیام مزدلفہ کریں گے خواہ کسی وجہ سے ہو ان پر دم دینا لازم ہوگا۔ البتہ معذورین اور عورتیں بسبب مرض وضعف اور خوف ازدحام اگر وقوفِ مزدلفہ ترک کریں گے تو ان پر دم واجب نہیں، براہِ راست جانا درست نہیں۔ اجازت کی صورت یہ ہے کہ مزدلفہ میں اتریں اور مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے مزدلفہ میں پڑھیں پھر آخر رات میں یہاں سے روانہ ہو جائیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بعثنی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسحر من جمع فی ثقل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ كان يقدم ضعفة اهله فيقفون عند المشعر الحرام بالمزدلفة بالليل ثم يدفعون قبل ان يقف الامام وقبل ان يدفع فمنهم من يقدم منىً لصلاة الفجر (ص۲۱۸ مسلم ج۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، عبد الستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نوافل اور تلبیہ کے بعد بھی سر ڈھانپنے رکھا تو صدقہ لازم ہے

ایک شخص نے احرام باندھنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھی بھولے سے ٹوپی پہنے
احرام کی نیت کر لی اور تلبیہ کہہ دیا اور احرام کی چادریں پہلے سے باندھ لی تھیں۔ ایک منٹ
پہنی ہو گی یا اس سے کم وقت یاد آتے ہی اتار دی پھر دوبارہ نیت کی اور تلبیہ کہا احرام
قران کا تھا صدقہ یا فدیہ کس مقدار میں ادا کرے؟

۲۔ قران کے احرام کی حالت میں عمرے سے قبل اور بعد چند بار وضو کرتے ہوئے کپڑے
سے چہرہ پونچھا کئی بار اطمینان سے رومال سے ناک صاف کیا یہ سب اس حالت میں ہوا
کہ اسطرف خیال نہ گیا کہ چہرہ پونچھنے کی وجہ سے احرام کے خلاف ہو گا۔ اس کا تدارک کیا
ہو گا ___؟

الجواب ایک صاع گندم صدقہ کرے کما فی الدر المختار و دوام اللبس بعد
ما احرم وهو لابسه کانشائه بعد ۱۵ھ (درمختار)
ای وجوب الدم ان دام یوما ولیلة (شامی ص ۲۷۹ ج ۲) اور بعد الاحرام سر ڈھانپنے
میں تھوڑی دیر کے لئے نصف صاع تصدق لازم ہے پس دوام لبس کا بھی یہی حکم ہو گا چونکہ
احرام قران کا ہے لہذا یہ صدقہ مضعف ہو گا۔ کما فی الدر ایضا وکل ما علی المفرد
به دم بسبب جنایته علی احرامه فعلی القارن دمان وکذا الحکم فی
الصدقة فتثنی ایضا لجنایته علی احرامیه (ص ۲۰۷ شامی) ہر بال کے بدلے میں تقریبا
دو مٹھی بھر صدقہ کرے ان نتف من رأسه او انفه او لحیته شعرات فلکل شعرة
کف من طعام در خزانة الاکمل فی خصلة نصف صاع (شامی ص ۲۸۷ ج ۲)
جنایات میں خطاء اور عمد برابر ہے۔ قران کی وجہ سے واجب دوگنا ہو گا ۲۔ چہرہ پونچھنے
میں چونکہ کپڑے سے چہرہ چھپ گیا ہے لہذا یہ بھی جنایات موجب صدقہ ہوں گی احتیاطاً نصف
صاع ایک مرتبہ کے لئے صدقہ کر دے صریح جزئیہ اس کے بارے میں نہیں مل سکا۔ ذیل کے
جزئیہ سے کچھ مفہوم یہ ہوتا ہے۔ ولا بأس بتغطیة اذنیه وقفاه ووضع یدیه علی انفه
بلا ثوب (قوله بلا ثوب) کذا فی الفتح والبحر والظاهر انه لو کان الوضع

بثوب تکره الکراهة التحریمیة فقط لان الانف لا یبلغ ربع الوجه افاده ط
(درمختار علی الشامیہ قدیم ص ۲۷۹ ج ۲)۔ دیگر علماء سے بھی اگر تحقیق کر لی جاوے تو مناسب ہو گا،
بال صاف کرنے میں کچھ نہیں۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

تمتع حج کی سعی الگ کر یگانہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہو گا

شخص نے تمتع کا احرام باندھا اور عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر ایام حج میں حج کا
باندھا اور حج کے آخر میں فرض طواف زیارت کو اس طرح ادا کیا کہ اس میں سعی نہیں کی
اس خیال سے کہ عمرہ میں سعی کی گئی تھی وہ ہی کافی ہو گی اور عمرے والے طواف کو طواف قدوم
پر محمول کیا اس مسئلہ مشہورہ کی بناء پر کہ اگر طواف قدوم میں سعی کر لی جائے تو طواف زیارت
میں فقط طواف کافی ہے۔ سعی ضروری نہیں ہے۔ آیا اس صورت میں اس پر دم واجب ہے یا
نہیں اگر ہے تو اب کیا کرے جبکہ اب وطن واپس آ چکا ہے دم جنایت حدود حرم میں دینا
ضروری ہے یا یہاں بھی غرباء کو تصدق کرنے سے ادا ہو سکتا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں ترک سعی کی وجہ سے شخص مذکور پر دم لازم ہے
کیونکہ متمتع پر احرام بالحج باندھنے کے بعد ایک سعی ضروری ہے خواہ
وہ سعی طواف زیارۃ میں ادا کی جائے یا طواف تطوع میں اور جبکہ صورت مسئولہ میں
شخص مذکور نے احرام بالحج باندھنے کے بعد سعی نہیں کی ہے اس وجہ سے اس پر دم
لازم ہے۔ کما فی الهدایة ص ۲۲۱ ج ۱۔ وفعل ما یفعل الحاج المفرد لانه
مؤدٍ للحج الا انه یرمل فی طواف الزیارة ویسعی بعده لان هذا اول
طواف فی الحج بخلاف المفرد لانه قد سعی مرة (وفی الشامیة ص ۲۶۶ ج ۱)
عن قول الدرر ویحج کالمفرد لکنه یرمل فی طواف الزیارة ویسعی بعده ان لم یکن قدمهما
بعد الاحرام ای عقب طواف تطوع بعد الاحرام بالحج۔ اور اس دم

کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے مہتمم کو اطلاع دیدیں کہ اس شخص پر دم ہے قربانی کر دیں اور قیمت ان کو بھیج دیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ
۹/۲/۷۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

مکہ میں پانچ دن قیام کے بعد منیٰ عرفات جانا ہو تو نیتِ اقامت درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ میں ان شاء اللہ اس دفعہ حج پر جا رہا ہوں۔ اور حج سے چند یوم قبل یعنی پانچ دن قبل مکہ مکرمہ پہنچوں گا اور پھر وہاں سے منیٰ عرفات اور مزدلفہ جانا ہو گا اور منیٰ واپسی پر طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جانا ہو گا جبکہ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ روز سے زائد قیام کرنا ہے تو یہاں سے سفر کے آغاز سے کب تک مجھے نماز قصر ادا کرنا ہو گی۔

۲۔ کیا اب منیٰ مکہ مکرمہ کے شہر کا حصہ بن چکا ہے تو ایسی صورت میں مزدلفہ سے منیٰ واپسی پر مجھے نماز پوری پڑھنا ہو گی؟ کیونکہ میرا مکہ مکرمہ کا قیام پندرہ روز سے زائد کا ہے۔

الجواب عرفات کے بارے میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہے کیونکہ حجاج وہاں رات نہیں گزارتے اور دن میں کہیں چلے جانا یہ نیت اقامت پر اثر انداز نہیں البتہ مزدلفہ میں رات گزارنا یہ مکہ میں نیت اقامت کے لئے مبطل ہو گا۔ کیونکہ مزدلفہ نہ مکہ میں داخل ہے نہ ہی فناء مکہ میں داخل ہونے کی کوئی دلیل سوال میں مذکور ہے نیز مزدلفہ منیٰ کے ساتھ متصل نہیں بلکہ منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان وادی محسر حائل ہے۔ درمختار میں ہے۔ المزدلفة کلها موقف الا وادی محسر هو واد بین منیٰ و مزدلفة۔ بالفرض متصل بھی ہو تو بھی پورے مزدلفہ کو جو تقریباً دو میل تک پھیلا ہوا ہے منیٰ کے تابع قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا مثلاً کسی شہر کے متصل دس میل کا طویل عریض میدان ہے تو اس پورے میدان کو شہر کی فناء تصور کرنا کیونکر درست

ہو گا؟ جب مزدلفہ نہیں تو عرفات بطریق اولیٰ فناء مکہ میں داخل نہ ہو گا جب کہ منیٰ اور عرفات کے درمیان تقریباً چھ میل کا فاصلہ ہے۔ فوجی انتظامی لحاظ سے حفاظتی چوکیوں کا عرفات تک واقع ہونا یہ کچھ مفید نہیں کیونکہ شاید ایسی چوکیاں پورے راستے پر بنائی جاتی ہیں، جیسے طریق مکہ اور مدینہ پر چوکیاں تعمیر کی گئی ہیں۔ منیٰ و مکہ یہ دونوں تو حسبِ تصریح فقہاء بلا شبہ دو مستقل مواضع ہیں ان میں سے ہر ایک کی مستقل حد بندی موجود ہے کہ یہ ابتداء منیٰ ہے مناسک حج کے اعتبار سے بھی یہ دونوں مواضع ہمیشہ کے لئے شہر ہی تصور کئے جائیں گے جو احکام منیٰ سے متعلق ہیں۔ وہ اسی قطعہ میں ادا کئے جائیں گے مکہ میں ان کی ادائیگی معتبر نہ ہو گی اور اسی طرح اس کے برعکس۔ علاوہ ازیں ایک شخص جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر منیٰ کی حدود میں داخل ہوا تو اس پر صادق آئے گا کہ وہ مکہ سے نکل گیا ہے اور یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ منیٰ میں ہے مکہ میں نہیں ہے ایک شہر کے مختلف محلوں کے بارے میں ایسی نفی صحیح نہیں ہے یوں کہنا درست نہیں "ناظم آباد میں ہے کراچی میں نہیں" ان وجوہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جن دو مواضع کو مستقل قرار دیا ہے اور ان سے متعلق شرعی احکام بھی الگ الگ ہیں اور ان کی واضح طور پر قطعی حد بندی موجود ہے تو انہیں سفر کے بارے میں دو الگ مواضع شمار کیا جائے لہٰذا صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور حج سے قبل مقیم نہ ہو گا جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔

ان الحاج اذا دخل مكة في ايام العشر ونوى الاقامة نصف شهر لا يصح لانه لا بد له من الخروج الى عرفات فلا يتحقق الشرط (بحر ص ۱۴۳ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مقدارِ شرعی سے کم قصر کرے تو دم واجب ہو گا یا نہیں

عمرہ کے بعد آیا سر کے بالوں کا ایک انگلی کے برابر کتروانا ضروری ہے؟ اور

چاروں کونوں سے ضروری ہے یا فقط ایک کونے کے بالوں کا قصر ہی کافی ہے۔ ایک صاحب بضد ہیں کہ صرف ایک طرف سے قینچی کے ذریعہ بال کٹوانے کی صورت میں دم لازم آئیگا، چاروں کونوں سے بال کٹوانا ضروری ہے۔

المستفتی

قاری محمد طاہر مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب: ربع رأس کا حلق یا قصر ضروری ہے۔ اگر اس سے پہلے محظورات کا ارتکاب کرے گا تو دم لازم ہوگا۔ لیکن مذکورہ قصر سے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

واذا لم یبق علی المحرم غیر التقصیر فبدأ بقص أظفاره فعلیه کفارة وذلك لان احرامه باق مالم یحلق أو یقصر ففعله یکون جنایة علی الاحرام الی قوله ومما یؤیده ان هذا الاختلاف فی الحاج لان المعتمر لا یحل له قبل الحلق شئ مما مر اتفاقا علی ما ذکره المصنف الی قوله واذا حلق أی المحرم رأسه أی رأس نفسه أو رأس غیره أی ولو کان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الاحرام باداء افعال النسك لم یلزمه شئ الاولی لم یلزمهما شئ وهذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت اه المسلك المتقسط ص۱۱۸

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جب اس وقت میں قصر کل جنایت نہیں تو قصر بعض کیوں موجب دم ہوگا۔ کما یفهم من قول الفتح ولذا ان مایکون محللا یکون جنایة فی غیر اوانه کالحلق۔

فالجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱/۳/۹۷ھ

زنا کی وجہ سے محرم بننے والے کے ساتھ سفرِ حج کا حکم

ایک شخص ناصر کسی عیسائی عورت خالدہ سے زنا کا مرتکب ہوتا ہے، لیکن کچھ عرصہ بعد اس عورت کی بیٹی حمیدہ سے نکاح کرلیتا ہے۔ نکاح کے وقت وہ اس بات سے لاعلم ہے کہ مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں۔ جب اس کو اس بات کا علم ہوتا ہے۔ اس وقت وہ تین بچوں کا باپ بھی بن چکا ہوتا ہے۔ اور وہ عورت مسلمان بھی ہوگئی ہے۔ تو اب احکام شرعیہ کے مطابق زندگی کیسے گزارے، بچوں کے نان ونفقہ کا کیا اہتمام کیا جائے۔ بیوی یا ساس سے تعلقات کی نوبت کیا ہوسکتی ہے، نیز کیا بیوی اور ساس یا صرف ساس کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی بحیثیت محرم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مسمات حمیدہ مسمی ناصر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اسے فوراً علیحدہ کردے۔ ہندیہ میں ہے۔

فمن زنی بامرأة حرمت علیه امها وان علت وابنتها وان سفلت ص۲۷۴۔

بچوں کا نان ونفقہ واجب ہے۔ حمیدہ اور خالدہ سے میل جول ترک کردے۔ اور بطور محرم کے ان کے ساتھ سفر حج نہیں کرسکتا۔

اذا کان محرما بالزنا فلا تسافر معه عند بعضهم والیه ذهب القدوری وبه ناخذ اه۔ وهو الاحوط فی الدین والابعد عن التهمة۔ (الشامیہ ص۱۵۸ ج ۲)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفی عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے

کیا ایام حج میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجاتا ہے؟ مفتی رشید احمد لدھیانوی

نے احسن الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ شوال وہیں شروع ہوگیا اور اس کے پاس حج کے مصارف بھی ہوں تو حج فرض ہو جائے گا۔" چنانچہ اگر کسی شخص نے پہلے حج کر رکھا ہو تو کیا اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا۔

ایک شخص کو کاروباری مقاصد کے لئے ایام حج میں متعدد بار مکہ مکرمہ آنا پڑتا ہے۔ تو ایسے شخص پر بھی ہر مرتبہ حج لازم ہوگا۔؟

الجواب جس شخص نے ایک مرتبہ حج ادا کر لیا ہے تو اس کی عمرہ ادا کرتے وقت اگر شوال شروع ہوگیا تو اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوتا۔ کیونکہ حج کی فرضیت عمر میں صرف ایک مرتبہ ہی ہے۔ عالمگیری ص۲۱۶ ج۱ میں ہے۔

فالحج فريضة محكمة ثبتت فرضيتها بدلائل مقطوعة حتى يكفر جاحدها وان لايجب فى العمر الا مرة كذا فى محيط السرخسى۔

لیکن کاروبار کی صورت میں ایام حج میں جانے سے اس پر حج کرنا فرض نہیں ہوگا۔ البتہ میقات سے بدوں احرام گزرنا ممنوع ہے۔ پس اگر کوئی آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو احرام باندھ کر عمرہ کر کے احرام کھول لے۔ اور پھر کاروبار میں مشغول ہو۔

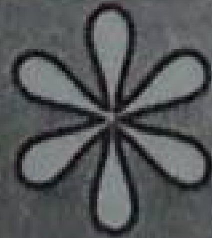
الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفی عنہ	فقط واللہ اعلم بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۶ - ۱۲ - ۱۴۰۹ھ



کِتَابُ النِّکَاح

قال اللہ تعالیٰ

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (سورۃ النساء)



عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

اِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُنَةً

(مشکوۃ ص۲۶۸ ج۲)

مرتبہ : مفتی محمد انور،

خطبہ ایجاب وقبول سے پہلے ہو

خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہو یا بعد میں ؟

الجواب پہلے ہونا چاہیئے۔ ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ (الدر المختار علی الشامیۃ ص۲۶۱ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۴/ ۵/ ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

پانچ سالہ بچے کا ایجاب وقبول معتبر نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع مبین اس صورت میں کہ لڑکا نابالغ تقریباً پانچ سال کا اس سے کسی غلطی کے ماتحت ایجاب وقبول کرایا گیا ہے۔ لڑکا بالکل معصوم بچہ ہے کا نکاح صحیح ہے یا نہ ——— ؟ ویسے اس مجلس میں والد بھی موجود تھا، عام لوگوں کو خبر نہیں۔ آیا نکاح ہوگیا ہے۔ والد نے یا مولوی صاحب نے ایجاب وقبول نہیں کیا صرف بچے سے کرایا گیا تھا۔ بینوا وتوجروا (سائل خدا بخش جلالپور پیروالہ تحصیل شجاع آباد)

الجواب اگر والد یا مولوی صاحب نے وکالۃً ایجاب وقبول نہیں کیا صرف بچے سے قبول کرایا گیا تھا تو شرعاً یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

اما شرطہ فمنہا العقل والبلوغ والحریۃ فی العاقد الا أن الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل۔ (عالمگیریہ ص۲۶۷ ج۱)۔ لڑکی شرعاً آزاد ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۲۳/ ۷/ ۱۴۱۱ھ

ایجاب وقبول تین دفعہ کرایا جائے یا ایک دفعہ کافی ہے۔

بوقت نکاح ایجاب سے متعلقہ سوال کے جواب میں دلہن اپنی رضامندی کا اظہار

کرتے ہوئے جہری آواز سے اجازت دے دیتی ہے اور نکاح نامہ کے چار پرتوں پر دستخط بھی کر دیتی ہے اور پھر ایجاب وقبول بھی ایک دفعہ کرایا جاتا ہے آیا یہ نکاح جو ایک ہی ایجاب وقبول ہوا درست ہے یا کہ تین دفعہ ایجاب وقبول ضروری ہے ؟

الجواب نکاح ہوجاتا ہے۔ تین دفعہ مکرر ایجاب وقبول کرنے کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وینعقد بایجاب من احدھما وقبول من الاخر۔ (در مختار علی الشامیہ ص۲۸۵ ج۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ،

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

ایجاب وقبول کے وقت لڑکی کا نام نہیں لیا تو نکاح کا حکم

شمیم بی بی کا نکاح ابوبکر سے ہوا لڑکے کے سامنے لڑکی کا نام نہیں لیا گیا اس لڑکی کی اور بھی سات بہنیں ہیں یوں نہیں کہا گیا کہ شمیم خورشید کا نکاح تم سے کیا البتہ بات چیت بڑی لڑکی کی چل رہی تھی۔ شادی کا جوڑا بھی اسے ہی پہنایا گیا اور سب سمجھتے تھے کہ اسی کا نکاح ہو رہا ہے۔ اب اختلاف ہو گیا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ایجاب وقبول سے پہلے امور خلا رشتہ کی بات چیت، رشتہ کی تعین اس بچی کے لئے ہدایا وتحائف کا تبادلہ، اور اسے شادی کا جوڑا پہنانا وغیرہ کی وجہ سے جب تقریباً سب کے ذہنوں میں (بشمول نکاح خواں گواہان اور خاوند) یہ متعین تھا کہ نکاح اس بچی کا ہو رہا ہے تو یہ نکاح درست ہو گیا کوئی شبہ نہ کریں۔

لو جرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشھود ایضاً یصح العقد وھی واقعۃ الفتوی لان المقصود نفی الجہالۃ وذلک حاصل بتعینہا عند العاقدین والشھود وان لم یصرح باسمہا کما اذا کانت احداھما متزوجۃ اھ (شامیہ ص۲۹۰ ج۲)

فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرنا

ایک شخص کے بھانجے نے راضی خوشی سے طلاق دے دی تھی کیا ماموں اس کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب اگر دوسرا کوئی رشتہ نکاح سے مانع نہیں تو ماموں کا اپنے بھانجے کی مطلقہ عورت سے نکاح جائز ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "واحل لکم ما وراء ذلکم الآیۃ" میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ، | بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ،

صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کا حکم

ایک عورت اور مرد نے صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کیا باقاعدہ ایجاب وقبول کیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟ (المستفتی: محمد اسماعیل نوری)

الجواب نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور دونوں کا اکٹھے ایجاب و قبول کو سننا ضروری ہے لہٰذا مذکورہ نکاح درست نہیں ہے۔

ویشترط العدد فلا ینعقد النکاح بشاھدٍ واحد ھکذا فی البدائع اھ (عالمگیری ص ۲۶۷ ج ۱)

ومنھا سماع الشاھدین کلامھما معاً اھ (عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۱)

فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سالی کی بیٹی سے زنا کا حکم

بخدمت اقدس جناب حضرت مفتی صاحب — السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی سگی سالی کی بیٹی (خالدہ) سے زنا کیا ہو تو اس صورت میں اس شخص کا اپنی بیوی سے نکاح برقرار رہیگا یا نہیں؟ (ریحان احمد۔ یمن آباد کالونی۔ ملتان)

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح برقرار ہے، البتہ خالدہ کو ایک ماہواری آنے تک خاوند کا اپنی بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔

وفی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ۔

شامیہ میں ہے:

لو زنی باحدی الاختین لا یقرب الاخری حتی تحیض الاخری حیضۃ (ص ۲۸۱ ج ۲)۔

سالی کی لڑکی حکم میں سالی کی مثل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہ، | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۱۶ / ۵ / ۱۴۱۱ھ

صرف رجسٹر پر انگوٹھے لگا دینے سے نکاح نہیں ہوتا!

ایک بیوہ عورت اپنے بھائی کے پاس رہتی تھی، رشتہ داروں نے زبردستی اغوا کرکے نکاح کرنے کی کوشش کی مگر لڑکی نے باوجود اس کے کہ اسے ہر طرح سے زدوکوب کیا اُس کے کان پھاڑ دیئے گئے اسے زبردستی ایجاب قبول پر مجبور کیا گیا مگر پھر بھی یہ انکار ہی کرتی رہی اُنھوں نے زبردستی اس کے انگوٹھے رجسٹر پر لگوائے۔ آیا یہ نکاح ہوگیا ہے؟ سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ تین آدمیوں نے پکڑ کر زبردستی رجسٹر پر انگوٹھا لگوایا۔

الجواب اگر یہ درست ہے کہ عورت نے نکاح کو قبول نہیں کیا اور نہ اسکی اجازت دی تو نکاح نہیں ہوا صرف انگوٹھا لگانا نکاح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، | بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

بیوی کے فوت ہوتے ہی سالی سے نکاح کر سکتا ہے

زید کی بیوی فوت ہوگئی؛

زید کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کیا وہ اپنی سالی سے فوراً نکاح کر سکتا ہے۔ یا کچھ انتظار کر
ہو گا ؟

الجواب خاوند کے ذمہ عدت نہیں ہوتی وہ فوراً سالی سے نکاح کر سکتا ہے
ماتت امرأته له التزوج باختها بعد یوم من موتها
(شامی ص ۳۰۸ ج ۲) ۔ فقط واللہ اعلم ،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

محض رجسٹر میں اندراج سے نکاح نہیں ہوتا تاوقتیکہ ایجاب و قبول نہ ہو

زید کی بیٹی معتدہ تھی وہ بکر کو رشتہ دینا چاہتا ہے بوجہ عدت کے ایجاب و قبول نہیں کیا
گیا اور نہ رخصتی کی گئی صرف رجسٹر میں اندراج کر دیا گیا تو کیا صرف اندراج سے نکاح ہو
جاتا ہے ؟

الجواب نکاح گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کا نام ہے صرف رجسٹر پر اندراج
نکاح نہیں مذکورہ عورت بدستور غیر منکوحہ ہے اور دوران عدت اب
کرنا مناسب بھی نہیں ۔
فلو کتب: تزوجتك فکتبت قبلت لم ینعقد بحر اھ (شامی ص ۲۶۹ ج ۲)
فقط واللہ اعلم ،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

گونگے کا نکاح اشارے سے

محمد نواز ولد مانک قوم سہو گونگا اور بہرہ ہے
مسماۃ قائم خاتون کے ساتھ اس کا نکاح ہوا
محمد نواز نے اشارے کے ساتھ نکاح کیا کیا یہ نکاح درست ہو گیا اور لازم ہے ؟

الجواب اگر محمد نواز لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تو اس کا اشارے سے نکاح قبول
کرنا درست ہے وہ نکاح منعقد ہو چکا ہے اور لازم ہے۔

فان کان الاخرس لا یکتب وکان له اشارة تعرف فی
طلاقه ونکاحه وشرائه وبیعه فهو جائز اھ (شامی ص ۴۶۱ ج ۲ کتاب الطلاق)
فقط واللہ اعلم ،
محمد انور

بیٹے کی منکوحہ باپ کے نکاح میں نہیں آسکتی

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکا
پاگل ہو گیا ہے اس کے نکاح میں ایک لڑکی ہے انکی خلوت صحیحہ ثابت نہیں ہوئی ۔ کیا یہ
نکاح فسخ کرانے کے بعد یہ لڑکی اس کے والد کے نکاح میں آسکتی ہے ؟ واضح ہو کہ پاگل
اپنے والد کو بھی اینٹیں مارتا ہے ؟

الجواب مذکورہ عورت عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے ۔ جس کا طریقہ عند الضرورۃ
دریافت کر لیں ۔
(۲) عدالت سے فسخ کرانے کے بعد مذکورہ عورت اپنے خاوند کے والد کے عقد میں نہیں ہو
سکتی وزوجة أصله وفرعه مطلقا ولو بعید ادخل بها أولا اھ
(درمختار علی الشامیہ ص ۳۰۲ ج ۲)
وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم ۔ الآیة والحلیلة الزوجة
(رد المحتار ص ۲ ج ۲) ۔ فقط واللہ اعلم ،
محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

میاں بیوی ساتھ ساتھ مسلمان ہوں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں

ایک عورت کا خاوند جو کہ ایک ماہ پہلے دوسرے ملک میں مسلمان ہو چکا ہے اور اس

کے کہنے پر اسکی بیوی نے اسلام قبول کر لیا ہے انکار بھی نہیں کیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ان کا پہلا نکاح ہی درست ہے یا عقدِ ثانی کرنا پڑے گا۔؟

الجواب پہلا نکاح بدستور باقی ہے عقد ثانی کی ضرورت نہیں۔ ولو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینهما اھ (عالمگیری ص۳۳۸ ج۱)۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مجنونہ کے نکاح کا حکم

مجنونہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مجنونہ کا نکاح باپ کی ولایت سے ہو سکتا ہے۔ وللولی انکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً کمعتوہ ومجنون شهراً (الدر المختار ص۱۹۳ ج۲ شامیة ص۲۱۷ ج۲)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۱۶ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،

قریبی رشتہ دار با اخلاق نہ ہوں تو انہیں رشتہ نہ دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ زید کے قریبی رشتہ دار ابناءِ عم اور ابناءِ خال دیندار اور با اخلاق نہیں ہیں اور نہ ضروریات دین سے واقف ہیں کیا زید اگر انکو نظر انداز کر کے اپنی لڑکی کا رشتہ اہل علم میں کر دے تو قطع رحمی تو نہ ہوگی۔؟

الجواب ان سے تعلقات رکھیں۔ خوشی وغمی میں ساتھ ساتھ رہیں ہر موقعہ پر خیر خواہی کریں۔ مذکورہ عذر کے ہوتے ہوئے رشتہ دینا ضروری نہیں۔ مصلحتِ دینی کو مقدم رکھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۸ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

جادوگر سے نکاح کا حکم

ایک شخص کے بارے میں معروف ہے کہ وہ جادوگر ہے کیا مسلمان عورت کا نکاح اس شخص سے ہو سکتا ہے؟

الجواب جادو کی مختلف اقسام ہیں۔ جس جادو میں کسی کفر کا ارتکاب کیا گیا ہو۔ مثلاً ستاروں کے متصرف بالذات ہونے کا اعتقاد رکھنا یا قرآن حکیم کی توہین کرنا یا کوئی کلمہ کفر کہنا ایسا جادوگر کافر ہے اور اس کا حکم کفار جیسا ہے۔ مسلمان عورت کا اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ فهذه انواع السحر الثلاثة قد تقع بما هو کفر من لفظ أو اعتقاد أو فعل وقد تقع بغیره کوضع الاحجار وللسحرة فصول کثیرة فی کتبهم فلیس کل ما یسمی سحراً کفراً اذ لیس التکفیر به لما یترتب علیه من الضرر بل لما یقع به مما هو کفر کاعتقاد انفراد الکواکب بالربوبیة أو اهانة قرآن أو کلام مکفر ونحو ذلك اھ۔ (شامی ص۳۱ ج۱ مطبوعہ بیروت)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۴ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تفضیلی شیعہ کے ساتھ نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کہ تفضیلی شیعہ مرد کا نکاح اہل سنت والجماعت کی عورت کے ساتھ یا برعکس جائز ہے یا نہیں؟

الجواب تفضیلی شیعہ اُسے کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات خلفاء ثلاثہ

رضی اللہ عنہم پر صرف فضیلت دے بس۔ حضرات خلفاء ثلاثہ کا پورا احترام کرتا ہو اور انکو خلیفہ برحق تسلیم کرتا ہو۔ غاصب اور منافق وغیرہ خیال نہ کرتا ہو۔ اور ان حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی کی ذرہ بھر توہین یا تنقیص کو حرام سمجھتا ہو۔ ایسے تفضیلی شیعہ کے ساتھ مناکحت فیما بین المسلمین جائز ہے۔ لیکن چونکہ آج کل عام طور پر ایسے شیعہ موجود نہیں ہیں۔ عموماً غالی اور سبّی اور بدعقیدہ لوگ ہیں اور اس کے ساتھ تقیہ بھی کرتے ہیں۔ لہذا موجودہ دور کے شیعوں کے ساتھ عقد مناکحت (نکاح لینا اور رشتہ دینا) دونوں ناجائز ہیں۔ جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ حتی الامکان اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على أبي بكر رضي الله تعالى عنه لا يكون كافرا الا أنه مبتدع اهـ (عالمگیری ج۲ باب احکام المرتدین) فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ

مفقود کی بیوی فسخ کے بعد دوسری جگہ نکاح کرلے اور پھر پہلا خاوند آجائے تو وہ کس کو ملے گی

ایک شخص تقریباً چار پانچ سال سے لاپتہ ہے دو بچے تھے جس وقت گھر والے ناامید ہوگئے تو گھر والوں نے حکومت میں دعویٰ دائر کیا۔ اور طلاق حاصل کرلی۔ حکومت نے نکاح فسخ کر دیا، دوسرے شخص سے نکاح کر دیا اس سے دو بچے پیدا ہوگئے ہیں۔ اب خاوند کا پتہ چل گیا تقریباً آٹھ نو سال کے بعد خاوند یہ کہتا ہے کہ جب میں نے طلاق نہیں دی میری اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کیوں کیا؟ حکومت کی طلاق کو میں نہیں مانتا۔ اب حکومت کی تنسیخ معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ عورت پہلے خاوند کو ملے گی لہذا دوسرے خاوند پر لازم ہے کہ فوراً یہ عورت پہلے خاوند کے سپرد کر دے لیکن شوہر اول کو عورت کے پاس جانا عدت گزرنے سے پہلے جائز نہیں اور عدت اس کی

تین حیض ہیں کمافی الحیلۃ الناجزۃ ص۲۰۳، ۲۰۷، یہ حکم اسوقت ہے کہ حاکم نے اسے مفقود تصور کرکے اسکی بیوی کو مزید چار سال تک انتظار کا حکم کر دیا ہو اور انتظار کے بعد اس کا نکاح فسخ کیا ہو۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ

منکوحہ مرتدہ کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ایک عورت مسلمہ نے ایک مرد مسلم کے ساتھ نکاح کیا کچھ مدت کے بعد خاوند اس عورت کا بقضائے الٰہی مر گیا۔ عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح ہوا۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ایک مسلم مرد نے اس عورت کو اغوا کر لیا اس کو مرتدہ بنا کر پھر مسلمان کرکے اس کے ساتھ اپنا نکاح کیا۔ مرتدہ اس لئے بنایا تاکہ خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ کیا نکاح اول باقی ہے یا نہیں اگر نکاح اول باقی ہے تو مرتد بنانے والے کی کیا سزا ہے؟

الجواب فقہاء متاخرین کے فتوے کی رو سے عورت کے مرتد ہوجانے سے اس کا پہلا نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ باقی رہتا ہے جیسا کہ حیلۂ ناجزہ کے ملحقہ رسالہ میں موجود ہے۔ صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا پہلا نکاح باقی ہے نکاح ثانی بعد الارتداد جائز نہیں۔ بلکہ نکاح علی النکاح ہے، لہذا خاوند ثانی سے علیحدگی وتفریق واجب ہے۔ مرتد بنانے والے کو فہمائش کرکے توبہ واستغفار اور عورت کے علیحدہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے قطع تعلق کیا جائے اور برادری کے لوگ اگر ڈرانے دھمکانے کی قدرت رکھتے ہوں اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسے کچھ دھمکانا بھی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴/۵/۱۳۸۳

بریلویوں سے نکاح کا حکم

وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر باذن الٰہی جانتے ہیں اور علم غیب عطائی کے قائل

ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نُور و بشر دونوں مانتے ہوں اور تصرف اولیاء باذن الٰہی کے قائل ہوں اور استمدادِ اولیاء باذن الٰہی کے بھی قائل ہوں اور کفریہ عبارات بزعم جہلا جو علماء دیوبند کی کتب میں موجود ہیں ان کے لکھنے والوں کی تکفیر کرتے ہوں ایسے عقائد رکھنے والوں کی لڑکی یا لڑکے کا رشتہ لینا جائز ہے ؟

الجواب ایسے لوگوں سے ازدواجی روابط پیدا نہ کئے جائیں ۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد انور عفا اللہ عنہ ،
۲۶ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح ،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،

بیوی خاوند کو پیشاب پلا دے تو نکاح کا حکم

اگر ایک عورت اپنے خاوند کو اپنے تابع کرنے کے لئے اپنا پیشاب پلاتے اور تعویذ پلائے تو کیا ایسا فعل کرنے والی عورت کا نکاح رہے گا یا نہیں اور اس پر شرعی حد کیا ہوگی کیا وہ عورت مسلمان رہے گی یا کافر ہو جائے گی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں پیشاب پلانے سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا البتہ بہت بڑا گناہ کیا ہے توبہ و استغفار بہت ضروری ہے ۔ تعویذ بھی ایسا کرنا جس سے دوسرا بے اختیار ہو کر اس کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو جائے ناجائز ہے ہاں جائز محبت و تعلق کی حد تک بیوی خاوند کے لئے ایسا کر سکتی ہے ۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ ،

جماعت اسلامی والوں کو رشتہ دینا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا حقیقی بھائی جماعت اسلامی خیال کا ہے اور بندہ کا مسلک دیوبندی ہے ہم آپس میں اپنے بچوں کے رشتے کر سکتے ہیں بھائی اور اس کے بچے نماز روزہ کے پابند ہیں ۔

الجواب اس بات کا ضرور انتظام کر لیں کہ جماعت اسلامی کے قابلِ اعتراض نظریات کے اثرات آپ کی اولاد تک نہ پہنچیں ۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد انور عفا اللہ عنہ ،
۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

صرف پانی پلانے سے نکاح نہیں ہوتا ہے

زید اور ہندہ کو چھوٹی عمر میں انکے والدین نے اپنے رسم و رواج کے مطابق پانی پلایا تھا ۔ ان دونوں کے والدین نے ایجاب و قبول نہیں کیا تھا ۔ اب اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح سمجھا جائے گا یا نہیں ، اب یہ لڑکی وہاں نکاح کرنے سے انکار کر چکی ہے ؟

الجواب اگر واقعۃً صرف پانی پلایا گیا تھا ۔ ایجاب و قبول نہیں ہوا تو صورتِ مسئولہ میں ہندہ آزاد ہے ۔

نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب و قبول شرط ہے ۔ تنویر الابصار میں ہے ۔ وینعقد بایجاب وقبول وضعا للمضی الخ (شامی ج ۲ ص ۲۶۳) فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،

حلالہ کے لئے دُوسرے خاوند کا ہمبستری کرنا شرط ہے

کیا نکاح کے بعد دوسرے خاوند کا بیوی کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے ؟ اگر دوسرے خاوند سے ہمبستری نہ کی ہو تو پہلا خاوند نکاح کر سکتا ہے ؟

الجواب دوسرے خاوند کا ہمبستری کرنا شرط ہے ۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلا خاوند اس عورت سے نکاح جدید نہیں کر سکتا ۔

أن عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان امرأۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت

طلاقی وانی نکحت بعدہٗ عبد الرحمٰن بن الزبیر القرظی وانما معہٗ مثل الھدبۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلک تریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لا حتیٰ یذوق عسیلتک وتذوق عسیلتہ (الحدیث بخاری ص۷۹۱ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۱۰/۱۳ھ

کم از کم مدتِ بلوغ بارہ ۱۲ سال ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے بارے میں کہ ایک لڑکا اسکی پیدائش ۷۸/۹/۱۲ میں ہوئی اور کوئی علامت بلوغ نہیں ہے تو اس لڑکے کی طرف سے اس کا دادا اگر اس کا نکاح کرنا چاہے تو ایجاب وقبول والد کا کافی ہے یا مذکور لڑکے سے ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے۔ جبکہ اس لڑکے کا نکاح اسی ماہ میں ہوا ہے۔ (سائل اللہ بخش ملتانی)

الجواب مذکورہ لڑکا شرعاً نابالغ ہے اس کے والد کا اس کی طرف سے قبول کرنا درست ہے بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الی قولہ وادنیٰ مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۹۷ ج۵)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۱۶ رصفر ۱۴۱۰ھ

جبراً ایجاب وقبول کرایا جائے تو نکاح کا حکم

لڑکی نے پہلے تو کہا کہ میں بھی ویسے کرونگی جیسے والد صاحب کریں گے جب انہوں نے مجبور کیا تو لڑکی نے مجبوراً رضامندگی کا اظہار کیا چونکہ دادا اور دادے نے لڑکی کو خوب ڈرایا دھمکایا تھا۔

ز ملی۔ لڑکی کے والد اور دادا کی آپس میں لڑائی ہے۔ دادے نے ضد کی وجہ سے یہ نکاح کر دیا۔ لڑکی کے نکاح کے وقت دادا نے لڑکی کے والد کو بلوایا لیکن لڑکی کا والد وہاں نہیں گیا۔

الجواب اگر لڑکی نے خود ایجاب وقبول کیا ہے خواہ جبر سے ہو اس صورت میں نکاح منعقد ہو چکا ہے۔ ان نکاح المکرہ صحیح۔ ولفظ المکرہ شامل للرجل والمرأۃ (ص۲۷ ج۲ شامیہ) بیروت۔

اور اگر پیشگی اجازت یا توکیل تھی خواہ مجبوری سے ہو تو بھی نکاح ہو چکا ہے (شامیہ ص۲۱ ج۲)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ر۶ر۱۴۱۵ھ

ماموں اور بھانجا اپنی اولاد کا باہم نکاح کر سکتے ہیں

ماموں یعنی زید اور بھانجا یعنی بکر کی اولاد جوان ہے کیا مذہبی لحاظ سے وہ "ماما" بھانجا اپنے بچوں کا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب زید اور بکر کی اولاد کا باہمی نکاح جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم الآیۃ

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۳/۷/۹۹ھ

مروجہ وٹے سٹے کا نکاح جائز ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ ایک شخص دوسرے شخص سے رشتہ کرتے وقت یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اگر آپ مجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دیں تو میں آپکو ڈٹے میں اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا ورنہ نہیں۔ برتقدیر صحت سوال یہ رشتہ خالص وٹہ کا رشتہ

قرار پایا. مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں درپیش مسئلہ کے متعلق شرعی حکم صادر فرمائیں۔

الجواب اگر دونوں لڑکیوں کا مہر علیحدہ علیحدہ ہو تو ایسا نکاح بالاتفاق صحیح ہے شرعاً اسکی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال زوجتك بنتي على أن تزوجني بنتك فقبل أو على ان يكون بضع بنتي صداقاً لبنتك فلم يقبل الأخر بل زوجه بنته ولم يجعلها صداقاً لم يكن شغاراً بل نكاحاً صحيحاً اتفاقاً اھ (شامیہ صفحہ ۳۶۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان
۱۶/۳/۱۴۰۲ھ

سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے

ہندہ زید کی بیوی کی سوتیلی والدہ ہے جو پہلے خاوند کی وفات کے بعد دوسری جگہ نکاح بھی کر چکی ہے اب زید ہندہ کو بھگا کر لے گیا ہے اور نکاح کرنا چاہتا ہے کیا زید اسکے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ زید کی بیوی بھی زندہ ہے۔ فقط (المستفتی بشیر احمد)

الجواب صورتِ مسئولہ میں زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست نہیں کیونکہ اس ہندہ کا دوسرے شخص سے پہلے بھی نکاح ہے اور نکاح پر نکاح حرام ہے۔ اگر یہ مانع نہ ہوتا تو ویسے سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔

ویجوز بین امرأة وبنت زوجها فان المرأة لو فرضت ذكراً حلت له تلك البنت بخلاف العكس اھ (عالمگیری ص ۲۷۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان
۱۵/۸/۹۸ھ

نکاح کے گواہ منحرف ہو جائیں تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار ماہ قبل تقریباً مسمی واحد بخش ولد غلام قاسم قوم کھڑا بلوچ کا شرعی نکاح مسماۃ منصب مائی کے ساتھ ہوا تھا۔

اس نکاح میں ۱۔ حاجی غلام محمد کھڑا بلوچ ۲۔ خدا بخش ولد نیاز علی خان ۳۔ رحم علی ولد نہال خان قوم زندوانی بلوچ ۴۔ امیر بخش ولد غلام محمد کھڑا بلوچ ۵۔ غلام محمد سہرانی وغیرہم نکاح میں شریک تھے اور یہ پانچوں گواہ ہیں جن کے دستخط، نشان انگوٹھا وغیرہ رجسٹر میں موجود ہیں۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ پہلے تینوں گواہ زمیندارہ دباؤ کی وجہ سے گواہی سے منحرف ہو رہے ہیں جبکہ چوتھا آدمی (امیر بخش) اس نے حلفاً نکاح کی تصدیق کر دی ہے اور گواہی دی ہے جبکہ آخری پانچواں (غلام محمد سہرانی) فوت ہو گیا ہے اس صورت میں نکاح باقی ہے یا نہ؟

الجواب برتقدیر صحت سوال اگر واقعۃً گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوا تو یہ نکاح باقی ہے۔ بعد میں کسی گواہ کے انحراف سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ومنها مجلس القضاء فلا عبرة بالرجوع عند غير القاضي (بدائع الصنائع ص ۲۸۵ ج ۶) ولا يصح الرجوع الا بحضرة الحاكم لانه فسخ للشهادة فيختص بما تختص به الشهادة من المجلس وهو مجلس القاضي اي قاض كان (ہدایہ ص ۱۷۳ ج ۳)

وشرط حضور شاهدين حرين ..... مسلمين (درمختار على الشامیہ ص ۲۹۵ ج ۲)

فقط واللہ اعلم۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ



باپ کی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم

زید کے ہاں دو بیویاں پہلے سے تھیں پھر تیسری بیوی سے نکاح کیا جس کی بھانجی اسکے نکاح میں موجود تھی۔ منکوحہ ثالث اس نکاح سے راضی نہ تھی اسلئے وطی وغیرہ نہیں ہوئی۔ ایک مہینہ کی پوری کشمکش کے بعد جب مسئلہ کی حیثیت سے ناکح کو مجبور کیا گیا تو ناکح نکاح

سے دستبردار ہوگیا اور تیسری عورت کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کردیا۔ اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کیا اور
نکاح سے اسکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اب پہلے ناکح زید کا لڑکا جو اسکی دوسری بیوی یعنی اس عورت کی
بطن سے ہے۔ جسے اس نے زوجیت سے علیحدہ کردیا تھا۔ چاہتا ہے کہ اس لڑکی سے شادی کرے کیونکہ لڑکی کی ماں کا
ہوا تھا۔ وطی نہیں ہوئی تھی جس کی شہادت گھر والے بھی دیتے ہیں اور خود ملکح کا بیان بھی ہے کہ غلطی سے عقد ہوا تھا مگر
خلوت وغیرہ نہ ہوئی تھی جب شرعی مسئلہ معلوم ہوگیا تو اُسے علیحدہ کردیا تھا۔

الجواب لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها كذا في محيط السرخسي (عالمگیری ص ۲۷۷ ج ۱ مطبوعہ کانپور)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ منکوحۃ الاب کی اولاد سے نکاح کرنا درست ہے پس صورت مسئولہ
میں زید کے لڑکے کا نکاح اسکی سابقہ منکوحہ کی لڑکی سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
عبداللہ عفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۸/ ۵/ ۸۱ ھ

بھانجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے خالہ سے زنا کیا تو نکاح کا حکم

ایک شخص اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو اغوا کرکے لے گیا اس کا جو پہلا نکاح اسکی بھانجی سے
ہے ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ زوجہ کی خالہ کو اپنے سے الگ کردے تو اس کا پہلا نکاح رہے
گا یا نہیں؟

الجواب اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو اغوا کرنے سے شخص مذکور کا نکاح مغویہ کی بھانجی
سے فاسد نہیں ہوا ہے بلکہ پہلا نکاح بدستور قائم ہے اور شخص مذکور پر لازم
ہے کہ فوراً مغویہ کو اپنے گھر سے علیحدہ کردے اور مغویہ عورت کو علیحدہ کرنے کے بعد جب تک مغویہ
کو ایک حیض نہ آجائے اپنی منکوحہ عورت سے ہمبستری نہ کرے۔
کما في الشامية قوله لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة
فالمعنى لا تحرم حرمة مؤبدة — الى قوله ولو زنى باحدى الاختين

لا يقرب الاخرى حتى تحيض الاخرى حيضة ص ۳۰۵ ج ۲۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
خیر محمد بانی ومہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۱/ ۱۱/ ۸۶ ھ

خطبہ کے بغیر بھی نکاح ہوجائے گا

ایک نابالغ لڑکی ہے اور ایک نابالغ لڑکا ہے۔ ان دونوں کا لڑکی کے باپ نے نکاح کردیا ہے۔ گواہوں
کی موجودگی میں اس کا ایجاب وقبول بھی کرایا گیا ہے اور مہر بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس پر خطبہ
نہیں پڑھا گیا ہے۔ اس کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں دین کی روشنی میں۔ (محمد ادریس)

الجواب خطبہ نکاح کا جزء نہیں ہے اصل نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے لہٰذا اگر گواہوں
کی موجودگی میں باقاعدہ شرعی قواعد کے مطابق ایجاب وقبول ہوا ہے تو وہ نکاح
ہوگیا ہے۔ وينعقد أي النكاح أي يثبت ويحصل انعقاده بالايجاب
والقبول اھ (شامیہ ص ۲۸۵ ج ۲) وفي الدر المختار ويندب اعلانه وتقديم
خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول اھ
(شامیہ ص ۲۰۲ ج ۲)
فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۴/ ۷/ ۱۴۱۰ ھ

قریبی جائز رشتوں سے نکاح کو نامناسب کہنے والے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت اس مسئلے کے کہ شرعی جائز رشتوں ماموں، چچا اور خالہ کی اولاد کے مابین نیز ننھیال
اور ددھیال میں کسی بھی جگہ نکاح کو ناجائز کہنے والے اور ایسا نکاح کرنیوالوں سے بائیکاٹ
کرنے والے نیز مذکورہ جائز شرعی نکاح کو ختم بلکہ جبراً ختم کروانے والے لوگ قرآن وسنت
کی روشنی میں کس حیثیت میں ہونگے؟ ایسے لوگوں کی شرعی سزا کیا ہے؟ ایسے لوگوں کی ضد پر

اُن سے تعلقات رکھے جائیں یا اُن سے بائیکاٹ کرنا جائز ہوگا۔ جبکہ وہ کلمہ گو ہیں۔ جواب سے وضاحت بمطابق احکام شریعت مطلوب ہے۔ (سائل: تنظیم فلاح دارین۔ ملتان)

الجواب مذکورہ رشتوں کو ناجائز کہنا۔ اور اس قسم کے رشتہ کرنے والے لوگوں سے بائیکاٹ کرنا اور ایسے طے شدہ یا آباد شدہ رشتوں کو جبراً ختم کروانا محض جہالت ہے۔ ان رشتوں کا جواز اللہ جل شانہ کے ارشاد واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ) سے ثابت ہے اور ایسے ہی ان رشتوں میں سے بعض کا جواز صراحتاً سورۃ احزاب میں مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

یا ایہا النبی انا احللنا لک ...... وبنات عمک وبنات عماتک و بنات خالک وبنات خالاتک التی هاجرن معک (الآیۃ)

حکم شرعی معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں۔ تو ایسے لوگوں کو برادری سے خارج کر دیا جائے انہیں اپنی خوشی غمی میں شریک کیا جائے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۷/۲/۱۴۱۶ھ

غلطی سے چھوٹی بہن کا نکاح بڑے بھائی سے ہوگیا اور بڑے کا چھوٹے سے تو کیا کیا جائے؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی دو لڑکیوں کا دو آدمیوں سے نکاح کرنا تھا یعنی بڑے لڑکے (خالد) سے بڑی لڑکی (خالدہ) کا۔ اور چھوٹے لڑکے (ناصر) سے چھوٹی لڑکی (جمیلہ) کا۔ مگر غلطی سے نکاح خواں نے چھوٹے لڑکے کو بلا کر یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بڑا لڑکا ہے نکاح بڑی لڑکی سے پڑھا دیا۔ حالانکہ رجسٹر میں نکاح کا اندراج بڑی لڑکی کا بڑے لڑکے سے ہوا جب لڑکیوں سے پوچھے گئے تھے تو اس میں بھی بڑی لڑکی نے بڑے لڑکے سے اور چھوٹی لڑکی نے چھوٹے لڑکے سے نکاح پر رضامندگی کا اظہار کیا تھا لوگوں کے بتلانے پر کہ یہ چھوٹا لڑکا ہے۔ نکاح خواں نے اسی مجلس

میں اصل صورت پر دوبارہ نکاح پڑھا دیا۔ اب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے یا نہ؟ دوسرے نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا۔ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(المستفتی قاری خدا بخش عفا اللہ عنہ)

الجواب صورت مسئولہ میں مسمات خالدہ کا نکاح مسمی ناصر سے منعقد ہو چکا ہے اور مسمات جمیلہ کا نکاح ناصر سے نہیں ہوا۔ کیونکہ بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ولو کان لرجل بنتان کبری اسمها عائشة وصغری اسمها فاطمة وأراد أن یزوج الکبری وعقد باسم فاطمة ينعقد على الصغرى (ص ۲۷۰ ج ۱ ہندیہ)

اب مسمی ناصر کو چاہیئے کہ وہ مسمات خالدہ کو طلاق دیدے اور اسی مجلس میں خود جمیلہ سے اور مسمی خالد خالدہ سے نکاح کرے۔ عدت کی ضرورت نہیں۔ مسمی ناصر نصف مہر بھی ادا کرے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۶/۸/۱۴۱۴ھ

قاتل کا پڑھا ہوا نکاح درست ہے

زید اپنی نابالغ بچی کا حقیقی باپ ہونے کی حیثیت سے اس کے نکاح کی اجازت دیتا ہے نکاح خواں حافظ قرآن ہے اور اپنی بیوی کو کسی شبہ کی بناء پر قتل کر کے کئی سال جیل میں بھی رہا ہے مذکورہ قاتل نے زید کی نابالغ بچی کا نکاح پڑھایا۔ اب زید کہتا ہے کہ قاتل کا نکاح پڑھایا ہوا غیر معتبر ہے۔ چنانچہ اب لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد زید نے سابقہ خاوند سے طلاق لئے بغیر مذکورہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

الجواب نکاح خواں کی حیثیت محض ترجمان اور معبّر کی ہوتی ہے۔ گویا اصل نکاح خود باپ نے پڑھایا ہے اور باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ بغیر طلاق لئے دوسری جگہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور مجامعت زنا کے حکم میں ہوگی نیز دوسرے

نکاح کی مجلس میں شرکت حرام اور سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ شرکت کرے [تو]
احتیاطاً خود اس کے نکاح کے فسخ کا حکم کیا جاوے گا۔

فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما (عالمگیری ...)

الجواب صحیح ، فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۷ / ۷ / ۹۸ ھ

ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سے نکاح کیا تو دوسرا فاسد ہوگا

ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے پھر وہ اپنی منکوحہ کی بہن سے نکاح کر لیتا ہے یعنی بیک وقت دونوں بہنیں ایک نکاح میں جمع کر لیتا ہے۔ اب دونوں نکاحوں میں سے کون سا نکاح باقی ہے یا دونوں ختم ہو گئے۔ ہمارے علاقے میں مشہور ہے کہ دونوں نکاح ختم ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ جس بچے سے طلاق لینی ہو تو اسکی منکوحہ کی بہن سے اسکا نکاح کر دیتے ہیں۔ اس حیلہ سے ان دونوں کو مطلقہ سمجھتے ہیں ——— نیز کیا ان دونوں مطلقہ بہنوں میں سے پھر کسی ایک بہن کا اس بچہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں یا ان دونوں بہنوں کی کوئی اور بہن ہو جس سے اس بچے کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ اس سے اس بچے کا نکاح ہو سکتا ہے۔؟

الجواب پہلے جب ایک بہن نکاح میں ہو تو اس کے بعد جب اسکی بہن سے نکاح کیا جائے تو دوسرا نکاح فاسد ہے اور پہلا باقی ہے۔ البتہ اگر ایک ہی عقد میں دونوں سے کرے تو دونوں کا نکاح فاسد ہوگا۔ فان تزوج الاختين فى عقدة واحدة يفرق بينهما وبينه الخ وان تزوجهما فى عقدتين فنكاح الاخيرة فاسد اھ (عالمگیری ص ۲۷۷ ج ۱)
پہلا نکاح بدستور صحیح ہے۔ کوئی فکر نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

جن دو بہنوں کا جسم ایک دوسرے سے الگ نہ ہو ان کا نکاح کسی سے درست نہیں

دو جڑواں بہنیں پیدا ہوئیں جن کے کولہے آپس میں ملے ہوئے ہیں باقی تمام اعضاء جدا ہیں اب ان کا نکاح کسی ایک مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں شرعی طور پر یہ دو عورتیں تصور ہوں گی۔ نہ ایک مرد سے ان کا عقد نکاح درست ہے اور نہ ہی دو مردوں سے بلکہ جب تک ان دونوں کو آپریشن کے ذریعہ ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاتا ان کے نکاح کرانے کی کوئی جائز صورت نہیں ہے۔ امداد الفتاویٰ ص ۲۳۸ ج ۲ میں ہے کہ اگر وہ دونوں کسی ذریعے سے الگ نہ ہو سکیں تو ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر دونوں کا ایک مرد سے نکاح کیا جاوے تب تو دو بہنیں ایک شخص سے نکاح نہیں کر سکتیں اور اگر ایک مرد سے ایک ہی کا کیا جاوے تو اس لئے جائز نہیں کہ اس سے تمتع بدوں دوسری سے تمتع ہوتے ممکن نہیں اور غیر منکوحہ سے تمتع حرام ہے۔ پس موقوف علی الحرام بھی حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

اجازت طلب کرنے پر چیخ چیخ کر رونا اجازت نہیں بلکہ نکاح کو رد کرنا ہے

گزارش ہے کہ میرا نام مسماۃ رقیہ بی بی ہے۔ میں آپ حضرات سے اپنے نکاح کے بارے میں دینی لحاظ سے پوچھتی ہوں کہ میرا نکاح شریعت کی رو سے ہوا ہے یا نہیں؟ میں تقریباً عرصہ تین سال سے سنِ بلوغت کو پہنچی ہوئی ہوں۔ ہوش و حواس قائم ہیں۔ میرے والد اور میرے بھائی نے میرے رشتہ کی بات چیت شروع کی تو جس آدمی کو میرا رشتہ دینا چاہا تو میں نے اپنی والدہ کو بول کر کہہ دیا کہ میرا رشتہ ہرگز اس شخص کے ساتھ نہ کرنا۔ مجھے قبول نہیں میرے والد اور میرے بھائی کو آگاہ کر دو۔ تو میری والدہ نے انہیں کہہ دیا۔ تو میرے والد، چچا، بھائی وغیرہ نے مجھے سنانا شروع کیا کہ ہماری عزت کا سوال ہے تو میں نے بدستور انکار کیا

لیکن والد صاحب نے اپنی مرضی پوری کی ۔ لڑکے والوں کو بلا کر میرا عقد نکاح کرنا شروع کر دیا۔ میرے پاس خود والد صاحب اور دو حقیقی چچے اور میرا بھائی ، میرے باپ کا دوست بھائی اور ایک دوسرا آدمی مسمی عبد المجید اجازت کے لئے آئے تو میری والدہ اور چند عورتیں موجود تھیں میں نے انکار کا اظہار بلند آواز سے رونے سے کیا ۔ اتنا بلند کہ کسی دوسرے کی بات بھی سنائی نہ دے اور کمرہ سے باہر بھی سنائی دے ۔ لیکن چاروں آدمی صبر کرنے اور لبس لبس کا جواب دے کر چلے گئے اور جا کر نکاح کر دیا ۔ میں ابھی تک والد کے گھر ہوں ۔ میری رخصتی نہیں ہوئی اور نہ میں رضامند ہوں ، شرعاً میرا نکاح ہوا یا نہیں ؟

الجواب اگر واقعی عورت اجازت نکاح مانگنے پر چیخ چیخ کر رو دی ہے تو یہ اجازت نہیں بلکہ ردِّ نکاح ہے ۔ پس یہ عورت آزاد ہے ۔

قال فی الفتح الاوجہ عدم الصحۃ ، وان بکت اختلفوا فیہ والصحیح أن البکاء اذا کان بخروج الدمع من غیر صوت یکون رضا وان کان مع الصوت والصیاح لا یکون رضا کذا فی فتاوی قاضی خان وھو الاوجہ وعلیہ الفتوی کذا فی الذخیرۃ (عالمگیری ص ۲۸۷/۱) ۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۸ صفر ۱۴۰۲ھ

○

نکاحِ فضولی کو لڑکی بھی رَد کر سکتی ہے بشرطیکہ ....

ایک لڑکا زید برطانیہ میں مقیم ہے ۔ اس کے بڑے بھائی نے پاکستان میں فضولی کی حیثیت سے ایک پاکستانی لڑکی کا نکاح اس کے لئے قبول کیا جسے چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے ۔ ابھی تک لڑکے نے علم ہو جانے کے باوجود اس نکاح کو قبول نہیں کیا ۔ بلکہ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ لڑکی کو برطانیہ بھیجیں تو اپنی ذمہ داری پر میرے ایک دوست عبد المجید کے پاس بھیج دیں ۔ میری ذمہ داری پر نہ بھیجیں ،

اس کے علاوہ اس نے بعض ایسی باتیں بھی کی ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی زوجیت کی ذمہ داری قبول کرنے سے منکر ہے " ایسی صورت میں لڑکی شرعاً اسکی منکوحہ قرار پاتی ہے یا نہیں شریعت کا اب کیا حکم ہے ؟

الجواب اگر واقعی بڑے بھائی نے بحیثیت فضولی اس نکاح کو زید کے لئے قبول کیا تھا اور زید نے اب تک اس نکاح کو قبول نہیں کیا تو لڑکی منکوحہ کو اختیار ہے کہ وہ اس نکاح کو رَد کر کے دوسری جگہ نکاح کرے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ زید بھی اس نکاح کو رَد کر چکا ہے واضح رہے کہ حکم بالا اس صورت میں ہے کہ جبکہ بھائی نے دلالۃً قبول نہ کیا ہو ۔ ورنہ زید سے طلاق حاصل کرنا ضروری ہوگا ۔

ولو قبل فضولی عن الغائب فی الفصلین یتوقف علی اجازۃ الغائب فی قول أصحابنا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان (عالمگیری ص ۲۹۹/۱) فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ ر رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

○

باپ نے بے بس ہو کر نابالغ بچی کا نکاح نامناسب جگہ کر دیا تو خیارِ بلوغ کا حکم !

کیا فرماتے ہیں علماء دین صورتِ مسئولہ میں : محمد حسین نامی آدمی کے لڑکے غلام محمد پر خود اس کے ماموں نے الزام عائد کیا کہ اس نے اسکی لڑکی سے بدفعلی کی ہے ۔ غلام محمد مذکور نے ہر طرح سے اپنی براءت پیش کی ۔ مگر ماموں نے اسکی کسی بات پر کان نہیں دھرا چنانچہ برادری کے چیدہ چیدہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ محمد حسین ولد غلام محمد برائی کے بدلہ (ڈن) دو معصوم بچیوں کا نکاح ہمراہ ماموں مذکور کے دو لڑکوں سے کر دیوے چنانچہ محمد حسین نے

اپنی مظلومیت اور مرعوبیت کے پیشِ نظر اپنی دو لڑکیوں کا جو کہ نابالغہ ہیں، نکاح ماموں مذکور کے دو لڑکوں سے کر دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قتل و قتال تک سلسلہ پہنچ جاتا۔ نکاح کے بعد سے لڑ آج تک مسلسل دشمنی اور ناچاقی چلی آرہی ہے۔ دریں حالات کیا شرعاً نابالغہ بچیوں کا نکاح ہو جاتا ہے یا نہ۔

(السائل، محمد حسین، بھکر۔)

الجواب بظاہر اس نکاح میں یقیناً شفقت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، بچیوں کا مستقبل بھی مخدوش ہے لہذا صورتِ مسئولہ میں بچیوں کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا،

ومن زوج ابنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخير والشر فمن يعلم انه شرير او فاسق فهو ظاهر سوء اختياره ولان ترك النظر ههنا مقطوع به فلا يعارضه ظهور ارادة مصلحة تفوق ذلك نظراً الى شفقة الابوة ثم قال وقد وقع فى اكثر الفتاوى فى هذه المسئلة ان النكاح باطل فظاهره انه لم ينعقد وفى الظهيرية يفرق بينهما ولم يقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فى الذخيرة فى قولهم فالنكاح باطل اى يبطل انتهى كلام البحر والمسئلة شهيرة اھ (فتاوى خيريه ص ٢٣)

(از جواہر الفقہ ص ٦٧ ج ٢) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
١١ / ٥ / ١٤١٦ھ

لڑکے کے باپ نے صرف اتنا کہا "قبول کی" تو نکاح اسکا ہوا یا بیٹے کا

نکاح کی مجلس میں نابالغ لڑکی کے باپ سے پوچھا گیا کہ اجازت ہے؟ لیکن یہ تصریح نہیں کی گئی۔ کس لڑکے کے لئے نکاح کی اجازت ہے پھر نکاح خواں نے لڑکے کے باپ کو متوجہ کیا۔ (فلاں کی فلاں لڑکی) تو نے قبول کی اس نے کہا قبول کی۔ ایجاب و قبول دونوں میں لڑکے کا نام

نہیں لیا گیا۔ فقط ایجاب میں لڑکی کا نام تو لیا گیا۔ ویسے تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے۔ یہ نکاح ہوا یا نہیں لڑکے کا نام لینا ضروری تھا یا صرف ارادہ کافی ہے؟

الجواب (عالمگیری ص ٣ ج ٢) ولو قال لامرءة كنت لى او صرت لى فقالت نعم او صرت لك كان نكاحاً سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت خط کشیدہ۔ فلاں کی فلاں لڑکی الخ ایجاب ہے اور والد کا کہنا قبول کی "قبول ہے" لیکن والد نے بوجہ لاعلمی کے بیٹے کی طرف اضافتِ قبول نہیں کی۔ لہذا نکاح بجائے لڑکے کے والد کے ساتھ منعقد ہو گیا۔ اور یہ لڑکی ہمیشہ کے لئے اب اس لڑکے پر حرام ہو گئی اگرچہ باپ طلاق بھی دیدے۔

لو قال ابو الصغيرة لابى الصغير زوجت ابنتى ولم يزد عليه شيئاً فقال ابو الصغير قبلت يقع النكاح للاب هو الصحيح الى ان قال ناقلا عن الفتح يجوز النكاح على الاب وان جرى بينهما مقدمات النكاح للابن هو المختار لان الاب اضافه الى نفسه (شامی ص ٢٧١ ج ٢)

اگر نکاح مذکور غیر مناسب ہو تو والد لڑکے کو طلاق دیدے اور لڑکی کسی دوسری جگہ نکاح کر لے لیکن اس کے لڑکے کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
خادم الافتاء، مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

تحلیل کے لئے آٹھ سالہ بچے سے نکاح کرنا

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، جبکہ بیوی کو پانچ ماہ کا حمل تھا۔ تقریباً تین ماہ بعد دوبارہ اسی نے اس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہی تو ایک مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ میرے لڑکے جس کی عمر تقریباً آٹھ سال ہے اس سے شادی کر دی جائے چنانچہ شام کو نکاح کر دیا گیا اور صبح کو اس سے طلاق لے کر پہلے خاوند سے شادی کر دی گئی جو کہ اب راضی خوشی میاں بیوی ہو کر رہ رہے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے اور اس شریر مولوی صاحب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب۔ برتقدیرِ صحّت سوال صورتِ مسئولہ میں اگر عورت کا لڑکے کے ساتھ ز...
وضع حمل کے بعد ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا اور یہ اسکی منکوحہ ہے
اسکی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکی طرف سے اس
کا ولی طلاق دے سکتا ہے۔

قال فی الدر المختار واھلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ انتہٰی وقال فی الشامیۃ (قولہ واھلہ زوج عاقل الخ) احترز بالزوج عن سید العبد ووالد الصغیر (الیٰ قولہ) وبالبالغ عن الصبی ولو مراھقًا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۳)

اور اگر وضع حمل سے قبل یہ نکاح ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور عورت پر چونکہ تین طلاقیں واقع ہوچکی تھیں اس لئے سابقہ خاوند کا دوبارہ بغیر حلالہ کے آباد کرنا بہر حال ناجائز ہے اس لئے ان میں تفریق کرائی جاوے۔ نیز حلالہ کے لئے محض نکاح کافی نہیں بلکہ دخول بھی ضروری ہے

لا یحل للرجل أن تتزوّج حرۃ طلقھا ثلاثا قبل اصابۃ الزوج الثانی۔ (عالمگیری ص ۲۸۲ ج ۱)

اور ایسی رائے دینے والا سخت گنہگار ہے اسے توبہ کرنا لازم ہے اگر پہلی صورت ہو تو عورت کو اس کے خاوند سے علیحدہ کرکے لڑکے کے سپرد کر دی جائے۔ جب تک وہ بالغ ہوکر اسے طلاق نہیں دے گا۔ عورت اسکی منکوحہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

انکار کے بعد خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں

صغراں کا نکاح پہلوان ولد اللہ بخش کے ساتھ کرنے پر والد بضد تھا، جب لڑکی سے پوچھنے گئے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ مگر والد کو لالچ وغیرہ دیا گیا تو اس نے نکاح پڑھ دیا۔ لڑکی اسوقت خاموش ہوگئی مگر بعد میں پھر انکار کر دیا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہوگیا۔؟

الجواب۔ بالغہ کا نکاح اسکی مرضی کے بغیر جبراً نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ نکاح کر کے دینے والا باپ ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ تمام کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ (الدر المختار)

بعض صورتوں میں اسکی خاموشی رضا شمار ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں رونا لیکن تنازع کی صورت میں خاموشی رضا متصور نہیں ہوسکتی۔ جب تک اس کا کوئی خاص قرینہ نہ ہو۔ رونے کی صورت میں بھی اگر رونا آواز کے ساتھ ہو تو وہ رضامندی کی دلیل نہیں۔ فلو بصوت لم یکن اذنا (ص ۱۹۱ ج ۲)

اسی طرح جب بچی اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ نکاح میری مرضی کے بغیر کیا گیا ہے اور خاوند بننے والا اور اس کے وکلاء بچّی کے اقرار و رضا کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی جب تک اقرار کے پیچھے عینی گواہ نہ ہوں۔ لڑکی ہی کی بات کا اعتبار ہوگا۔

وفی الکافی للحاکم الشھید واذا زوج الرجل ابنتہ فانکرت الرضٰی وشھد علیھا ابوھا واخوھا لم یعتبر (حاشیہ ابن عابدین ص ۳۰۲ ج ۲)

یعنی اگر باپ نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور بیٹی نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ رضامند تھی، تو ایسی صورت میں باپ اور بھائی کی گواہی کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں تمام دستاویزات کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی نکاح پر راضی نہ تھی۔ اس لئے نکاح نہیں ہوا۔

احقر عبد المالک
نائب مفتی مدرسہ اشاعت الاسلام فیصل آباد

مہر دار الافتاء

صورتِ مسئولہ میں جبکہ لڑکی نے پہلوان کے ساتھ نکاح کر دینے سے انکار کر دیا ہے اور لڑکی کا آواز کے ساتھ رونا بھی اذنِ نکاح نہیں ہے بلکہ نکاح سے انکار ہے اور لڑکی عاقلہ بالغہ ہے۔ تو اس کے باپ کا یہ نکاح پہلوان کے ساتھ کر دینا شرعاً صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا پہلوان کے ساتھ اس لڑکی کا شرعاً کوئی نکاح نہیں ہوا۔ لڑکی اپنی رضامندی سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور مذکورہ بالا جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

بندہ احمد عفا اللہ عنہ (دار العلوم فیصل آباد)

جملہ بیانات بغور دیکھے گئے صغراں کا نکاح ہمراہ پہلوان ثابت نہیں۔ نکاح سے پہلے پہلوان کے بارے میں صراحۃً انکار ثابت ہے جو ہر فریق کو مسلم ہے۔ اس صریح انکار کے بعد زبردستی کئے گئے نکاح پر خاموشی علامت رضا نہیں بن سکتی۔

استأذنها في معين فردت ثم زوجها منه فسكتت صح في الاصح لو (الدر المختار ص ۱۹۲ ج۱) وفي الشامية الاوجه عدم الصحة لان ذلك الرد الصريح يضعف كون ذالك السكوت دلالة الرضا اھ ص ۲۲۵ ج۲

عدم صحت نکاح میں فتویٰ بالا سے ہمیں بھی اتفاق ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۳/۹/۱۴۰۰ھ

عورت مسلمان ہو جائے تو بدون تفریق قاضی نکاح نہیں کر سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میں پہلے عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو قبول کر لیا ہے اور کلمہ شریف پڑھ چکی ہوں۔ اس سے پہلے میں ایک عیسائی سے شادی شدہ تھی۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں اس لئے مجھے فتویٰ دیا جائے تاکہ دوسری جگہ کسی مسلمان کے گھر نکاح کر سکوں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی میری عدت پوری ہو چکی ہے میں نے اپنا اسلامی نام سلمیٰ بی بی رکھا ہے۔

الجواب اگر مسمات سلمیٰ بی بی تہ دل سے اسلام قبول کر چکی ہے تو وہ شرعاً مسلمان متصور ہوگی۔ اب وہ کسی عیسائی کے گھر آباد نہیں ہو سکتی الا یہ کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے مسلمان حاکم سلمیٰ بی بی کے خاوند کو عدالت میں بلا کر اسلام پیش کرے اسلام لانے کی صورت میں سلمیٰ بی بی کا نکاح بدستور قائم رہے گا۔ اگر وہ خدانخواستہ اسلام سے انکار کرے تو عدالت نکاح فسخ کر دے عدالت کی تفریق سے قبل سلمیٰ بی بی دوسری جگہ شرعاً نکاح نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے۔

واذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابي عرض الاسلام على الآخر فان أسلم فبها والا بان أبى أو سكت فرق بينهما۔ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں۔

ومالم يفرق القاضي فهي زوجته حتى لومات الزوج قبل أن تسلم امرأته الكافرة وجب لها المهر أي كماله (شامی ص ۲۲۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۱۸/۹/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کنایات نکاح میں نیت ضروری ہے

اگر کسی مجلس میں جسے عام طور پر مجلس منگنی کہتے ہیں جبکہ ناکح و منکوحہ ہر دو نابالغ ہوں انکے ورثاء سے وہ الفاظ صادر ہو جائیں جن سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور صورۃً ایجاب قبول کا نمونہ ہوں مگر اس وقت فریقین کو اپنے عہد کی پختگی مقصود ہو اور نکاح کا ارادہ نہ ہو اور خواہ وہ الفاظ صریح نکاح کے ہوں یا دال علی التملیک ہوں، فریقین سے بصیغہ ماضی صادر ہوں تو کیا ان کے صدور سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا الفاظ مثل کنایات طلاق محتاج الی النیت ہونگے اور اس وقت مجلس میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے کو شادی کرنے کے لئے دیدی ہے تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا مجھے منظور ہے پھر بڑے بھائی نے کہا اگر منظور ہے تو پھر بحالت نابالغی شادی کر لو تاکہ حاسدین کوئی نقصان نہ دیں۔ لہٰذا تم کو ہمارے مرشد کو بھی شادی میں شامل کرنا ہوگا اسکے بعد لڑکے کا باپ مرشد کو لینے گیا اور وہ نہ آسکا شادی میں دیر ہوگئی اب لڑکی بحالتِ بالغی کہتی ہے جو خاوند باپ نے مقرر کیا ہے یہ میں نہیں چاہتی۔ میں خود مختار ہوں، اب مذکور الفاظ میں نکاح کا ارادہ نہ تھا۔ ان الفاظ کے کہنے سے نکاح تو منعقد نہیں ہو گیا ہے۔؟

الجواب الفاظ مذکورہ فی السوال کنایات نکاح میں سے ہیں اور کنایات کے ساتھ بلا نیت نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ الفاظ جب بغرض

منگنی استعمال کئے گئے ہیں ان سے نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی مذکورہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے عالمگیری میں ہے فالصریح لفظ النکاح والتزویج وما عداھما وھو مایفید ملک العین فی الحال کنایۃ ص۲۷۰ ج۱ وفی الشامیۃ انہ لا بد فی کنایات النکاح من النیۃ مع قرینۃ الخ ص۲۹۲ ج۲ وصرح فی الدرران العطیۃ من الکنایات

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہٗ
۱/۱/۷۹ھ

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

بالغ ہوتے ہی خیارِ بلوغ استعمال نہ کیا تو نکاح کا حکم

اللہ یار اور مسماۃ رحمت زوجہ اللہ یار یکے بعد دیگرے فوت ہوجاتے ہیں اور پیچھے ایک لڑکا محمد افضل اور چار لڑکیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ جن کی پرورش انکا ماموں انور کرتا ہے۔ بعد میں افضل وکیل وشاہدان بھیج کر اپنی بہن بشریٰ کا نکاح اپنے ماموں کے بیٹے اسلم سے کر دیتا ہے۔ قبول انور کرتا ہے اپنے بیٹے کے لئے اور تین سو کنال زمین انور اپنے بھانجے افضل کو انتقال کرا دیتا ہے۔ افضل کی عمر بوقتِ نکاح ۱۷ سال ۸ ماہ ۱۷ دن ہے اور بشریٰ کی عمر بوقتِ نکاح دس سال کی ہے اور اسلم کی عمر بوقت نکاح آٹھ سال کی ہے۔ بعد میں بوجہ خانگی ناراضگی کے افضل جبکہ تبدیلیٔ پارچات نہیں ہوئے تھے اپنی ہمشیرہ بشریٰ سے عدالت میں دعویٰ خیارِ بلوغ کرا دیتا ہے جبکہ بشریٰ کی عمر بوقت دعویٰ ۲۵ سال کی ہے۔ جج مسلمان اس بناء پر تنسیخِ نکاح کا حکم کرتا ہے کہ ابتداء سے نکاح ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ افضل کی عمر ۱۸ سال سے کم اور بشریٰ کی ۱۶ سال سے کم ہے۔ اگر تنسیخ شرعاً نہ ہو اور باوجود منع کرنے کے اور جگہ وہ لڑکی نکاح کرلے یا اس کا بھائی افضل کر دے تو پھر شرعاً کیا حکم ہے۔ نکاح خواں اور مجلس نکاح میں شریک لوگوں سے قطع تعلقی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

لڑکی خیارِ بلوغ کی بناء پر اس صورت میں نکاح فسخ کرا سکتی ہے جبکہ اس نے بالغ ہوتے ہی یہ کہا ہو کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں اور چونکہ یہ شرط نہیں پائی

گئی لہٰذا عدالت کے فیصلہ سے حقیقۃً نکاح فسخ نہیں ہوا۔ بلکہ بشریٰ بدستور اسلم کی بیوی ہے دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ نکاح کرانے والا اور دیدہ دانستہ اسمیں شریک ہونیوالے سخت گناہگار ہیں انہیں چاہیے کہ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ اس قسم کے گناہ کبیرہ سے پرہیز کریں۔ واللہ غفور الرحیم

وینبغی أن تقول فی فور البلوغ اخترت نفسی ونقضت النکاح فاذا قلت ذلک لا یبطل حقھا بالتاخیر حتی یوجد التمکین۔ (قاضی خان علی عالمگیری ص۴۱۶ ج۱)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۶/۲/۹۷ھ

خود خاوند بھی عورت کیطرف سے نکاح کا وکیل بن سکتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں مسماۃ ہندہ عاقلہ بالغہ بعمر اٹھارہ سال نادیدہ شوہر اس لحاظ سے کہ غنفوانِ جوانی کی وجہ سے اس سے بدکاری نہ ہوجائے اس وجہ سے اس کے والدین ایسے شخص کی طرف اسکی نسبت عقد کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے ہندہ کو سخت نفرت ہے حتیٰ کہ اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور خرم کی ناجائز رسم کے موافق اپنے ماں باپ کو کسی صورت روک بھی نہیں سکتی خود پسند شوہر بنانے کی خاطر ایک تحریری ایجاب بصورتِ وکالت زید کی طرف ان الفاظ کے ساتھ لکھتی ہے کہ اے زید من ترا اجازت مے دہم و وکیل مے سازم ترا در حق عقدِ نکاح من باخود بے در حضور گواہان معتبر عقدِ نکاح مُن باخود قبول کن و مہر من یکصد روپیہ است۔ زید نے ہندہ کی اس ایجابی تحریر کے موافق دو معتبر گواہ بلا کر ہندہ کی یہ تحریر دکھا کر بایں الفاظ نکاح قبول کیا کہ من بحسب وکالت نکاح ہندہ باخود نکاح ہندہ بنت بکر بگواہی شما بحق مہر مبلغ یکصد روپیہ قبول کردم اور ان الفاظ کو تین بار دہرایا اور پھر اسکی خبر ہندہ کو دی۔ تو کیا ہندہ کا نکاح مذکورہ بالا صورت میں زید کے ساتھ معتبر ہوگا یا نہ۔ کیا گواہان کی نامزدگی بھی ہندہ کے ذمے ہے کہ فلاں فلاں گواہ کے روبرو میرا نکاح قبول کرو۔ یا نہیں ہے۔؟

الجواب وفی العالمگیریۃ ص۲۵۱ ج۲ واذا وکل رجلاً غائباً واخبرہ رجل بالوکالۃ یصیر وکیلاً سواء کان المخبر عدلاً او فاسقا اخبرہ من تلقاء نفسہ او علی سبیل الرسالۃ صدقہ الوکیل فی ذلک او کذبہ. کذا فی الذخیرۃ وفی العالمگیریۃ ص۱۵ ج۲ امرأۃ وکلت رجلاً بان یزوجھا من نفسہ فقال زوجت فلانۃ من نفسی یجوز وان لم تقل قبلت ۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہندہ کا زید کو نکاح کا وکیل بنانا صحیح ہے پس زید کا دو گواہوں کے سامنے ہندہ کا اپنے ساتھ نکاح کر دینا صحیح ہے اور ہندہ کی جانب سے گواہوں کا نامزد کرنا ضروری نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲/۷/۷۶ھ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان

ھو الصواب الجواب صحیح ،
لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت کا کفو ہو
محمود عفا اللہ عنہ ،
مفتی قاسم العلوم ملتان
۲/۷/۷۶ھ

نکاح شغار کی تعریف میں "ولیس بینھما صداق" حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے ۔ صرف حضرت نافع کا قول نہیں !

س وٹہ سٹہ کی شادی کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ۔ ان یزوج الرجل ابنتہ او اختہ علی ان یزوجہ ۔ ان احادیث میں تو مہر کے بارے میں کچھ ذکر نہیں ۔ اگر کوئی صاحب کہے کہ مہر ہو تو بھی وٹہ سٹہ کی شادی جائز نہیں ، اور کہے کہ "ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الآخر ابنتہ ولیس بینھما صداق ،، یہ عبداللہ بن عمرؓ

سے منقول نہیں ۔ بلکہ صرف یہ نافع کا کلام ہے اور وٹہ سٹہ جائز نہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

الجواب ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوج الآخر ابنتہ ولیس بینھما صداق ۔ نکاح شغار کی اس تفسیر کو محض نافع کا کلام قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ حدیث جابرؓ اور حدیث ابی ریحانہ میں ایسے ہی موجود ہے ، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ۔ عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً نھی عن الشغار والشغار ان ینکح ھذہ بھذہ بغیر صداق بضع ھذہ صداق ھذہ وبضع ھذہ صداق ھذہ واخرج ابو الشیخ فی کتاب النکاح من حدیث ابی ریحانۃ نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المشاغرۃ والمشاغرۃ ان یقول زوج ھذا من ھذہ وھذہ من ھذا بلا مھر (فتح ص۵۷ ج۲۱)

اور ان حدیثوں کی سند میں نافع بن سرجیس موجود نہیں اور لغۃً بھی شغار کا یہی مفہوم و معنی ہے ۔ قال القرطبی تفسیر الشغار صحیح موافق لما ذکرہ اھل اللغۃ فان کان مرفوعا فھو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضاً لانہ اعلم بالمقال واقعد بالحال (فتح ص۵۷ ج۲۱) ۔ قاموس میں ہے ۔ والشغار ان یزوج الرجل المرأۃ علی ان یزوجلٖ اخری بغیر مھر صداق کل واحدۃ بضع اخری ۔ بہر حال بغیر صداق یا اس تفسیر کو کلام نافع قرار دینا غلط ہے جبکہ لغۃً بھی شغار کی تفسیر یہی ہے تو حضرت نافع اور ان کے علاوہ دوسرے رواۃ یا بعض صحابہ نے اگر یہ تفسیر نقل کر دی تو بالکل درست ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،

قرآن پاک کو فرسودہ کتاب کہنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

س کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی نجمہ رفیق کی شادی تقریباً ۱۲ ماہ پہلے خضر حیات ولد محمد نواز قوم چاون چاہ بنگلے والا سے ہوئی ۔ کچھ عرصہ بعد لڑکی نے

ہمیں بتایا کہ میرا خاوند مجھے نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے. میں نے خضر حیات سے معلوم کیا تو اس
نے جواب دیا. نعوذ باللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں بلکہ ایک سیاست دان تھے. قرآن
ایک فرسودہ کتاب ہے. زندگی، موت، قبر حشر، بہشت دوزخ کوئی حقیقت نہیں اب جو
ہے جو مرگیا ختم. پُورا موضع اسکی ان باتوں کا گواہ ہے.

اس کے بعد خضر حیات کے بھائیوں سکندر حیات، شوکت حیات، ڈاکٹر طاہر محمود سے بات
کی تو تمام بھائیوں نے خضر حیات کے مطابق بیان دیا. میں اپنی لڑکی، نجمہ رفیق کو گھر لے آیا.
قرآن و حدیث کے مطابق خضر حیات، اور اس کے تینوں بھائی مسلمان ہیں یا کافر. خضر حیات کا
نکاح نجمہ رفیق سے باقی ہے، یا ختم ہو چکا. طلاق ہو چکی یا بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے
یا نہیں. قرآن و حدیث کے مطابق فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں.

الجواب برتقدیرِ صحتِ سوال اگر نکاح کے وقت بھی شخصِ مذکور کے یہی عقائد تھے
تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر نکاح کے بعد یہ عقائد اختیار کئے ہیں تو
جب سے کئے ہیں اُس وقت سے وہ مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے. بیوی کے ساتھ
نکاح ختم ہو گیا. عدت کے بعد وہ آزاد ہے.

سوال میں مذکور عقائد میں ضروریات دین کا انکار کیا گیا ہے اور ضروریاتِ دین کا انکار
کفر ہے. خضر حیات کے علاوہ بھی جو اِن عقائد کے حامل ہیں ان کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر
تحریر ہوا. اور جو ان کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے.

وایما رجل مسلم سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أو کذبہ
اوعابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ:
یکفر بانکار..... عذاب القبر و بانکار حشر بنی آدم (شامی ص۲۹۱ ج۳)
من انکر القیٰمۃ او الجنۃ او النار او المیزان..... یکفر (عالمگیری ص۲۴۲ ج۲)
اذا أنکر الرجل آیۃ من القرآن او تسخر بآیۃ من القرآن وفی
الخزانۃ أو عاب کفر: (عالمگیری ص۲۶۶ ج۲) . فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، محمد انور عفا اللہ عنہ

خط کے ذریعے نکاح کا وکیل بنانے سے نکاح کا حکم:

ہندہ عاقلہ بالغہ بعمر اٹھارہ سال نادیدہ شوہر اس لحاظ سے کہ عنفوان جوانی کی وجہ سے بدکاری نہ ہو جائے اس وجہ سے اسکے والدین ایسے
شخص کی طرف اس کا عقد کرنا چاہتے ہیں جس سے ہندہ کو سخت نفرت ہے اور شرم کی ناجائز
رسم کے موافق اپنے ماں باپ کو روک بھی نہیں سکتی خود پسند شوہر کو ایک تحریری ایجاب بصورت وکالت
زید کی طرف ان الفاظ کے ساتھ لکھتی ہے.

"زید من ترا اجازت مے دہم و وکیل مے سازم ترا در حق عقدِ نکاح من با خودت کہ
در حضور گواہاں معتبر عقدِ نکاح من با خود قبول کن و مہر من یکصد روپیہ است."

زید نے ہندہ کی اس تحریر کے موافق اور معتبر گواہ بلا کر ہندہ کی یہ تحریر دکھا کر بایں الفاظ نکاح
قبول کیا کہ من بحسب وکالت نکاح ہندہ با خود نکاح ہندہ بنت بکر را گواہی شما بعوض مہر مبلغ یکصد
روپیہ قبول کردہ ام اور ان الفاظ کو تین بار دہرایا اور پھر اسکی خبر ہندہ کو دے دی تو کیا مندرجہ بالا صورت
میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ معتبر ہو گا یا نہ گواہوں کی نامزدگی بھی ہندہ نے کرنی ہے کہ فلاں فلاں
گواہ کے رُوبرو نکاح قبول کرو؟

الجواب وفی العالمگیریۃ ص۲۵۱ ج۳ واذا وکل رجلا غائبا واخبرہ
رجل بالوکالۃ یصیر وکیلا سواء کان المخبر عدلا
او فاسقا اخبرہ من تلقاء نفسہ او علی سبیل الرسالۃ صدقہ
الوکیل فی ذلک او کذبہ کذا فی الذخیرۃ وفی العالمگیریۃ ص۹۵ ج۲
امرأۃ وکلت رجلاً بان یزوجہا من نفسہ فقال زوجت فلانۃ
من نفسی یجوز وان لم تقل قبلت کذا فی الہدایۃ.

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہندہ کا زید کو نکاح کا وکیل بنانا صحیح ہے پس
زید کا دو گواہوں کے سامنے ہندہ کا اپنے ساتھ نکاح کر لینا صحیح ہے اور ہندہ کی جانب سے گواہوں
کا نام ذکر کرنا ضروری نہیں. فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد اللہ غفرلہ
۶/۷/۷۶ جو

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،
۲/۷/۷۶ جو

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت کا کفو ہو۔

ہو الصواب الجواب صحیح،
محمود عفا اللہ عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان

آغا خانیوں سے نکاح کا حکم
بمعہ تفصیل عقائد وطریقہ دعا تعلیم کردہ آغا خاں

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اپنی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کرنا چاہتا ہوں جو آغا خان کے فرقے سے تعلق رکھتا ہے ان کے بزرگوں سے بھی ملاقات کی ہے اور انہوں نے بتایا کہ وہ چاروں خلفاء کو مانتے ہیں۔ لیکن بموجب حکم آغا خان ہم حضرت علی رض کا خاص احترام کرتے ہیں اور تمام ہمارے تہوار اور رنج وغم کے موقعہ پر اہلسنت والجماعت کے طریقے ادا کرتے ہیں۔ آپ مہربانی فرماکر شریعت کی رُو سے فتویٰ صادر فرمائیے۔ تاکہ عمل کیا جائے۔

الجواب آغا خانیوں کے عقائد کفریہ ہیں۔ علماء حقہ نے بعد از تحقیق انہیں کافر بتایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آغا خان کے بارے میں ان کے عقائد مشرکانہ ہیں۔ لہٰذا ان سے مناکحت جائز نہیں۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو لڑکے کے عقائد معلوم کر کے فتویٰ حاصل کریں۔ جس میں یہ وضاحت کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احترام کرنے سے کیا مراد ہے۔

مندرجہ ذیل اُمور کی بناء پر آغا خانیوں کو علماء نے متفقہ طور پر کافر قرار دیا ہے کیونکہ آغا خانی ان امور کے مرتکب ہیں۔ ۱۔ سر آغا خان کی تصویر کی پرستش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن کی مورت اپنے عبادت خانے میں رکھ چھوڑی ہے ۳۔ دیوالی جو ہندوؤں کا مشہور تہوار ہے اس میں اپنے حساب کا کھاتہ تبدیل کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے اور بھی بعض مراسم مشرکانہ ادا کرتے ہیں ۴۔ اپنے کھاتہ کے ابتداء میں بجائے بسم اللہ کے لفظ ادم لکھتے ہیں ۵۔ سر آغا خان کے اندر خدائی حلول کے معتقد ہیں وغیر ذٰلک۔

نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو۔ خداوند شاہ علی تم

کو ایمان اور اخلاق دے۔ یا شاہ میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا ہیں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے ہمارے آقا آغا سلطان محمدؐ شاہ اس کے بعد سجدہ کرو اور اگر رات کی نماز ہو تو اسطرح کہو۔ میری شام کی اور رات کی دعائیں۔ اگر صبح کی نماز ہو تو اسطرح کہو میری شام کی رات کی اور صبح کی دعائیں۔ دوسری مرتبہ سجدہ کرو اور تسبیح پڑھو اور حسب ذیل طریقہ پر دعا اور درود پڑھو، تسبیح میں اپنے گناہوں پر پچھتاتا ہوں۔ دو مرتبہ۔ میں سر سے پاؤں تک تیرا قصوروار اور گنہگار ہوں۔ اے غفور، رحیم شاہ میرا گناہ معاف کر۔ پیر تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ بندہ دعا مانگتا ہے۔ اے سچے شاہ تو منظور کرنے والا ہے۔ میں شاہ کے اس فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھتا ہوں۔ جو پیر کے ذریعے مجھ کو ملا ہے یہ کہہ کر تسبیح زمین پر رکھ دو اور نیچے بتایا ہوا ورد کرو۔ اشہد سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ اکبر، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ الرحمٰن۔ ذی الجلال والاکرام۔ ان تمام صفتوں سے بنا ہوا قدوس، سب پر طاقتور خدا۔ ایران کے ضلع چالدریا میں انسان کا جسم لے کر ستر۴۹ باپ کی پیٹھ سے نکلا۔ انہتر۶۹ خدا ہو جانے کے بعد ستر ہویں اوتار کے نطفہ سے اڑتالیسواں امام۔ دسواں بے عیب اوتار، ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ اس کے بعد سجدہ کرو۔ حق۔ شاہ اچھا۔ دنیا اور زمین کا شاہ۔ خلیفہ اور گدی کے جانشینوں کے نام کا وظیفہ کرو دنیا اور زمین کے اچھوں کا نام یہ ہے۔ شاہ کے خلیفہ ابو طالب ولی کا نام حسب ذیل ہے۔

۱۔ ہمارا سچا خداوند شاہ علی ۲۔ ہمارا سچا خداوند شاہ حسین ۳۔ ہمارا سچا خداوند زین العابدین۔ ۴۔ ہمارا سچا خداوند شاہ محمد باقر ۵۔ ہمارا سچا خداوند شاہ جعفر صادق الخ اور اسوقت کی امامت کا مالک خداوند زماں، امام شیخ المشائخ۔ امامت کی طاقت رکھنے والا جانو۔ آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ بے شمار کروڑوں آدمیوں کا دستگیر۔ اس وقت کے امامت کا مالک۔ اے شاہ جو حق تم کو ملا ہے، بطفیل اس کے اپنے حضور میں میری دعا منظور کر۔ اے ہمارے خداوند آغا سلطان محمد شاہ۔ انتھی

لہٰذا تصویر کی پرستش کرنا۔ کرشن کی تصویر جماعت خانہ میں رکھنا۔ جو شعار کفار کا ہے یا بجائے بسم اللہ کے لفظ ادم لکھنا کہ یہ بھی ان کا شعار ہے یا حلول کا قائل ہونا۔ ان عقائد کی بناء پر حکم بالکفر ظاہر ہے اور دیوالی سے بھی کھاتہ کا حساب شروع کرنا یا مقتداؤں کو لفظ خداوند سے خطاب کرنا یا ان سے دعا مانگنا یہ سب ایسے اُمور ہیں کہ ان میں تاویل نہیں کی جاسکتی۔ پس ان کفریات کے ہوتے ہوئے

نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی۔ نہ اس کا نمازی اور روزہ دار ہونا کافی، نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے۔ نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

(ملخص از امداد الفتاوی ص۱۰۳ ج۶ تا ص۱۰۸ ج۶)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

مفتی خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

۱۷/۷/۹۸ھ

کیمونزم اور مارکسزم کا پرچار کرنے والوں کے ساتھ رشتہ کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں ایک تنظیم بنام بی ایس او، یعنی بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن ہے جو کہ روس کی آلہ کار ہے اس کے افراد نے اپنے جلسوں اور جلوسوں میں یہ نعرہ لگایا ہے کہ ملاؤں کا اسلام مُردہ باد، ضیاء الحق کا اسلام مردہ باد، جماعت اسلامی کا اسلام مردہ باد اور یہ بھی اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ یہ اسلام جو کہ ملاّ مسجدوں میں بانگ دے کر بیان کرتے ہیں ہم اس سے بیزار ہیں اس اسلام نے نہ ماضی میں ہماری حفاظت کی ہے اور نہ مستقبل میں ہماری حفاظت کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی نعرہ لگایا ہے کہ مارکس نظام زندہ باد۔ افغان انقلاب زندہ باد اب ایک شخص مثلاً زید وہ اس سے منسلک ہے اور ان کے جلوسوں اور جلسوں میں شامل ہے نعرہ لگانے میں انکے ساتھ ہے اگر کوئی تنظیم کے خلاف بات کرے تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہے اور تنظیم کی طرف سے ہر وقت دفاع کرتا ہے اور وہ اس تنظیم کو صحیح خیال کرتا ہے۔ نماز بھی کبھی کبھار پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اگر اس سے مندرجہ بالا اعتقاد کے بارے میں پوچھا جائے (جو کہ کفر ہے) تو وہ اپنی زبان سے کہتا ہے کہ میرا اعتقاد یہ نہیں ہے۔ دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ۱۔ کیا اس شخص کا نکاح ایک مسلم لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے جب تک توبہ نہ کرے۔

۲۔ اگر قبل ازیں اس کے نکاح میں کوئی مسلم عورت ہے وہ بدستور اسکے نکاح میں رہ سکتی ہے۔ ۳۔ کیا یہ شخص ایسی تنظیم میں شامل ہونے کی صورت میں مسلمان رہ سکتا ہے جبکہ یہ تنظیم اسلام سے بیزار ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے

الجواب کیمونزم اور مارکسزم کی بنیاد ہی خدا اور مذہب کے انکار پر ہے۔ لہذا جو اسے مکمل طور پر قبول کر لیتے ہیں، یہ لوگ درحقیقت دہریہ ہوتے ہیں، گو وقتی ضرورت کے تحت تہجد کیوں نہ پڑھنے لگیں، اور جو اس جماعت میں شامل ہوگا وہ آج یا کل ضرور اسلام سے نکل جائے گا۔ اسلام کو نامکمل سمجھنا کفر ہے اور ایسے ہی اسلام کے قانون کو ظلم قرار دینا بھی کفر ہے۔ صورتِ مسئولہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ رشتہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۲۰/۱۲/۱۴۰۷ھ

جنیّہ عورت سے نکاح کا حکم:

مرد کا جنیہ عورت سے یا جن کا انسان کی لڑکی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے جبکہ ان کی جنس میں اختلاف ہے اس قسم کے شواہدات موجود ہیں کہ بعض خبیث جن انسانی شکل میں آکر عورتوں سے اپنی شہوانی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح خبیث جنیّہ عورت کی شکل اختیار کر کے مردوں سے اپنی خواہش نفسانی پوری کراتی ہیں۔ ایک آدمی کو وہ کہتی ہے کہ تو میرے ساتھ نکاح کر لے تاکہ ہم زنا کی لعنت سے بچ جائیں۔ اگر تو نکاح نہیں کرے گا تو میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ وہ شخص جنیّہ عورت کے ساتھ کئی بار جماع بھی کر چکا ہے وہ جنیّہ اس مرد کو نہیں چھوڑتی وہ آدمی بہت پریشان ہے۔ شرعاً نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب جنیہ عورت سے نکاح درست نہیں اور اس سے بچنے کے لئے کوئی صورت اختیار کر لی جائے۔

کما فی الدر المختار فخرج الذکر والخنثی المشکل والوثنیة لجواز ذکورته والمحارم والجنیة وانسان الماء لاختلاف الجنس۔ قوله والمحارم۔ هذا خارج بالمانع الشرعی ایضاً وکذا قوله والجنیة وانسان الماء بقرینة التعلیل باختلاف الجنس لان قوله تعالیٰ واللہ جعل لکم من أنفسکم أزواجاً بین المراد من قوله فانکحوا ما طاب لکم من النساء وهو الانثیٰ من بنات آدم فلا یثبت حل غیرها

بلا دلیل ولان الجن یتشکلون بصور شتی فقد یکون ذکرا تشکل بشکل انثی وما قیل من ان من سأل عن جواز التزوج بها یصفع لجهله وحماقته لعدم تصور ذلک بعید لان التصور ممکن لان تشکلهم ثابت بالاحادیث والآثار والحکایات الکثیرۃ ولذا ثبت النھی عن قتل بعض الحیات کما مر فی مکروھات الصلوٰۃ علی ان عدم تصور ذلک لا یدل علی حماقۃ السائل کما قالہ فی الاشباہ وقال الا تری ان ابا اللیث ذکر فی فتاویہ ان الکفار لو تترسوا بنبی من الانبیاء ھل یرمی فقال یسئل ذلک النبی ولا یتصور ذلک بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اجاب علی تقدیر التصور کذا ھذا. اھ لا تجوز المناکحۃ بین بنی آدم والجن والانسان الماء لاختلاف الجنس۔ شامیہ ص ۲۸۱ ج ۲۔

الاصح انہ لا یصح نکاح آدمی جنیۃ کعکسہ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیۃ الحیوانات اھ شامیہ ص ۲۸۲ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

خنثیٰ کو طلاق دینے کے فوراً بعد اسکی بہن سے نکاح کر سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید کی منکوحہ ہندہ نا عورت ہے یعنی خنثیٰ مؤنث ہے جس کی علامت عورتوں کی ہے اور باقی راستہ حیض وغیرہ کا نہیں ہے۔ زید نے مطلقہ کر دی ہے اب اسکی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے فرمائیں کہ ہندہ کی عدت کب ختم ہوگی۔ اور اسکی عدت کی صورت کیا ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مذکورہ جماع کے قابل نہیں ہے کیونکہ جب حیض کا راستہ ہی نہیں ہے تو جماع کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسی عورت پر عدت نہیں ہے۔ کما یدل علیہ عبارۃ الدر المختار ص ۵۹۹ ج ۲ وسبب وجوبھا عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ ای صحیحۃ فلا

عدۃ بخلوۃ الرتقاء۔
لہٰذا عورت مذکورہ کی بہن کے ساتھ بغیر کسی مدت کے انتظار کے نکاح کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۱۱ / ۹۲ھ

عدت میں نکاح فاسد ہے بعد از عدت اس کو کوئی ترجیح نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے عدت میں نکاح کیا۔ مسئلہ معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ عدت میں نکاح فاسد ہوتا ہے۔ پھر تفریق کر دی گئی عورت نے عدت گزاری اب یہ عورت نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا مذکورہ آدمی زیادہ حقدار ہے کہ اسی مذکورہ عورت سے نکاح کیا جائے یا عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب عورت آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے اس شخص کو کوئی ترجیح حاصل نہیں۔ انہ لیس احق بھا من غیرہ بل ھو خاطب من الخطاب فتنکح من شاءت (التعلیق الممجد)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

نابالغ کا باپ مجلسِ نکاح میں موجود تھا مگر خاموش رہا تو نکاح کا حکم

ایک نابالغ لڑکی کے باپ نے ایجاب کیا اور نابالغ لڑکے نے اس نکاح کو قبول کیا۔ لڑکے کا باپ پاس ہی بیٹھا تھا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا۔

الجواب صبی ممیز ہونے کی صورت میں نکاح کے انعقاد میں کوئی شبہ نہیں۔ اور بظاہر مجلس نکاح کا انعقاد بھی باپ نے ہی اپنی رضا سے کرایا ہوگا۔ تو دلالۃً اذن بھی پایا گیا۔ لہٰذا نافذ ہی متصور ہوگا۔ اور اگر باپ اس نکاح پر راضی نہ تھا بلکہ کسی اور غرض کے لئے شریک ہوا تھا۔ تو دوبارہ سوال کیا جائے۔

واذا باع الصبی شیئا من مالہ او اشتری لنفسہ شیئا قبل الاذن وھو یعقل البیع والشراء ینعقد تصرفہ موقوفاً عندنا وینفذ باجازۃ الولی (عالمگیری ص ۶۳ ج ۴) قلتُ والنکاح ایضا کالبیع والشراءِ لو باع الصبی مالہٗ او اشتری او تزوج الیٰ ان قال توقف علی اجازۃ الولی اھ (شامیہ عن النہایۃ ص ۳۲۷ ج ۴) ویثبت الاذن دلالۃ اھ (درمختار علی الشامیۃ ص ۹۸ ج ۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

نکاح پر نکاح پڑھانیوالے کو تجدید نکاح کا حکم دینا بطورِ احتیاط ہے

زید کہتا ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ایک منکوحہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا، حالانکہ اسے پہلے نکاح کا علم تھا۔ اس نے نکاح کو نکاح پر حلال سمجھا۔ حالانکہ یہ حرام ہے۔ اس لئے اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اسکی بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا، اور وہ اس پر حرام ہوگئی۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ اس فعل کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس لئے اس فعل سے کافر نہ ہوگا اور نکاح بھی باقی رہے گا۔ اس بارے میں زید کا قول درست ہے یا بکر کا۔

الجواب ارتکابِ حرام سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بکر کا قول صحیح ہے الا یہ کہ یقین ہوجائے کہ اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا ہے۔

نعم سیذکر الشارح اَن ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح وظاھرہٗ أنہ أمر احتیاط اھ (شامیہ ص ۲۹۷ ج ۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۲۷ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

نکاح میں ضروری اُمور

نکاح کیسے ہوتا ہے۔ شرعی ضوابط بمعہ حوالہ کتب تحریر فرمادیں؟

الجواب ایجاب وقبول نکاح کے رُکن ہیں۔ اور نکاح کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے وقت گواہ موجود ہوں، گواہ ان دونوں کی بات سُن رہے ہوں۔ قبول ایجاب کے مطابق ہو، میاں بیوی متعین ہوں۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سی تفصیل ہے جس کے لئے ملاحظہ فرمائیں، بہشتی زیور، علم الفقہ اردو فتاویٰ مثلاً امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ وغیرہ۔

واما رکنہ فالایجاب والقبول کذا فی الکافی واما شروطہ فمنھا الشھادۃ ومنھا سماع الشاھدین کلامھما معاً اھ (عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۲۵ / ۴ / ۱۴۱۱ھ

گواہوں کے سامنے یہ کہنا کہ یہ "میری بیوی ہے" اس سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

زید بیرون ملک جانا چاہتا تھا وہ ایک عورت کو ساتھ لے گیا اور لوگوں کے سامنے کہا کہ یہ میری بیوی ہے جبکہ نکاح کا کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں ہے کیا لوگوں کی موجودگی میں یہ کہنے سے کہ یہ میری بیوی ہے وہ اسکی بیوی بن جائے گی۔

الجواب اگر بطورِ اخبار یہ کہا ہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ حالانکہ پہلے کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ تو اس غلط کہنے سے وہ بیوی نہیں بنے گی ...... ہاں اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح کے لئے مرد کہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ عورت کہے کہ یہ میرا خاوند ہے۔ تو ایسے کہنے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان أقرا بعقد ماض ولم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا وان أقر الرجل انہ زوجھا وھی انھا زوجتہ یکون انکاحا ویتضمن اقرارھما

الانشاء بخلاف اقرارهما بماض لانه کذب اھ (شامی ج۲ ص۲۸۸) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ،
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۵ / ۴ / ۱۴۱۱ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جبتک سکول میں رہیں گے میاں بیوی رہیں گے پھر نہیں یہ نکاح موقت اور باطل ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اُستاد اور اُستانی نے عقدِ نکاح رُوبرو گواہوں کے اس شرط پر کیا ہے جب تک اس اسکول میں پڑھائیں گے تو میاں بیوی ہوں گے جب اس اسکول سے چلے جائیں گے تو ان کا ایک دوسرے پر کوئی حق ازدواجیت نہ ہوگا۔ تو یہ نکاح ازروئے شرع شریف کے ہوگیا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں برتقدیرِ صحت واقعہ استاد کا اُستانی کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

وبطل نکاح متعة ومؤقت وان جهلت المدة او طالت درمختار وفی ردالمحتار (قوله وان جهلت المدة) کان یتزوجها الی أن ینصرف عنها۔ (ج۲ ص۳۱۹) والنکاح المؤقت باطل کذا فی الهداية۔ ولا فرق بین طول المدة وقصرها علی الاصح ولا بین المدة المعلومة والمجهولة (عالمگیری ج۱ ص۲۸۳)

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۷ / ۴ / ۱۴۱۷ھ

فضولی کے ذریعہ نکاح کی گنجائش کب ختم ہوتی ہے

ایک شخص کو گناہِ کبیرہ کی عادت تھی جس کو چھوڑنے کے لئے اس نے کئی بار توبہ کی مگر توڑ دی۔ آخر کار اس نے تنگ آکر کہا کہ اگر میں یہ گناہ کروں تو مجھ پر کلما کی طلاق ہے۔ اس کے بعد پھر اس سے وہی گناہ ہوگیا تو ایک مفتی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا فضولی کے ذریعے نکاح کرے درست ہوگا۔ پھر اس نے ایک دن یہ کہہ دیا کہ اگر پھر بھی میں یہ گناہ کردوں تو جس حیلہ سے ہر بار میرے نکاح میں جو عورت آئے اس کو طلاق ہے۔ اور یہ الفاظ تین مرتبہ کہے تو کیا اب بھی وہ فضولی کے ذریعے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں، مُفصّل تحریر کریں؟

الجواب نکاح فضولی کی گنجائش ابھی موجود ہے۔ دوسری دفعہ اٹھائی جانیوالی یمین کے باوجود فضولی کے ذریعے نکاح ہوسکتا ہے۔

ومثله فی عدم حنثه باجازته فعلاً" اھ وانما ینسد باب الفضولی لو نادأو أجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص له اھ۔ درمختار علی الشامی ج۲ ص۱۴۲ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ

شادی شدہ عورت اگر زنا کرلے تو نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے میں کہ: اگر شادی شدہ عورت زنا کرلے تو وہ اپنے خاوند پر حلال ہے یا حرام ہے؟ نیز اگر شادی شدہ مرد زنا کرلے تو وہ اپنی بیوی پر یا بیوی اس پر حلال ہے یا حرام ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ بتائیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب اس حرکت سے نکاح ختم نہیں ہوتا۔ توبہ استغفار کرلے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرلے۔ درمختار میں ہے کہ۔ لا یجب علی الزوج تطلیق

الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر. (درمختار ص ۲۷۴ ج ۲)

قال فی البحر بدلیل الحدیث أن رجلا أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله ان امرأتی لا تدفع ید لامس فقال علیه الصلوٰة والسلام طلقها فقال انی أحبها فقال علیه الصلوٰة والسلام استمتع بها (ردالمحتار ص ۳۱۸ ج ۲)

اور شامی میں ہے کہ: والمزنی بها لا تحرم علی زوجها (ردالمحتار ص ۳۱۸ ج ۲)

پس وہ حلال ہے نہ کہ حرام۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

دوسرے ملک میں رہتے ہوئے نکاح کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کمترین انگلینڈ میں مقیم ہے جو کہ جلد پاکستان نہیں آسکتا اور میری منگنی ایک لڑکی کیساتھ پاکستان میں ہوچکی ہے جو کہ اپنے وارثوں کے پاس انکی سپردی میں رہتی ہے ہم دونوں کی ابتدائی رسم یعنی منگنی کی رسم تو کی جاچکی ہے اب ہم دونوں حق نکاح (شادی) کرنا چاہتے ہیں میرے گھر والے لڑکی کے وارثوں کے پاس نہیں پہنچ سکتے تاکہ حق نکاح کیا جاوے۔ ایسی صورت میں حق نکاح کا کیا طریقہ ہے تاکہ ہمارے دونوں میں حق نکاح ہوجائے اور لڑکی کو ہم انگلینڈ منگوا سکیں۔

مولانا ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ
عربیہ اسلامیہ میاں چنوں

سائل پاکستان میں کسی ایسے شخص کو اپنا وکیل بنادے جو لڑکی کے شہر میں رہتا ہو یا وہاں بآسانی پہنچ سکے یہ وکیل اپنے مؤکل کے لئے نکاح کو قبول کرے مہر کی مقدار وغیرہ کا تعین پہلے ہوجاوے مثلاً مقررہ تاریخ پر مجلس نکاح میں لڑکی کا والد وکیل کو کہے کہ میں نے اپنی لڑکی فلانہ کا نکاح اتنے مہر کے بدلے فلاں بن فلاں کے ساتھ کردیا ہے۔ وکیل مذکور کہے کہ میں نے یہ نکاح اپنے مؤکل فلاں بن فلاں کے لئے قبول کیا۔ پس اس سے نکاح منعقد

ہوجائے گا اس کے بعد لڑکی کو خاوند کے پاس بھیجا جاسکتا ہے۔ وکیل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سائل کسی خاص شخص کو پاکستان میں یہ لکھ بھیجے کہ تو اتنے مہر پر میرا نکاح فلاں عورت سے کردے،

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

ماں کی پھوپھی سے نکاح کا حکم

قاسم کا نکاح زینب سے جو کہ اسکی نانی بنتی ہے۔ یعنی اسکی ماں کی حقیقی پھوپھی ہے۔ شرعاً درست ہے یا نہ؟ (سائل محمد ارشد اوکاڑوی)

الجواب زینب کا نکاح قاسم سے جائز نہیں۔ المحرمات بالنسب وهن الامهات والبنات والاخوات والعمات الخ واما العمات تلك الی قوله وكذا عمات ابیه وعمات اجداده وعمات امه الخ

(عالمگیری ص ۲۷۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

نابالغ بچے کا خطبۂ نکاح پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ نکاح کے دیگر امور مثلاً ایجاب وقبول ایک عاقل بالغ عالم کراتا ہے اور خطبہ مسنونہ نکاح کا اس کا چھوٹا نابالغ بچہ پڑھتا ہے کیا یہ جائز ہے کراہت تو نہیں ہے اگر ہے تو کون سی۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا ہے۔ جیسے ممیز کی اذان جیسے معتبر ہے ایسے ہی خطبہ بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ اگرچہ بہتر واولیٰ یہی ہے کہ خطبہ بھی عاقل بالغ پڑھے۔

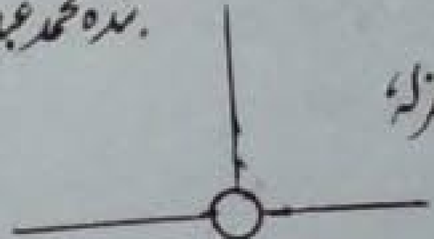
وینبغی ان یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقیاً عالماً بالسنة

(ہندیہ ص ۵۳ ج ۱) اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة

فی ظاهر الروایة ولکن اذان البالغ افضل (هندیه ص ۵۲ ج ۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار غفرلہ،

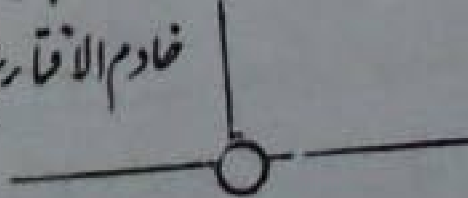


بیوی کا خاوند کے ہاں بطورِ بیوی آنا اور رہنا بھی اجازت ہے

زینب کا نکاح زید کے ساتھ ہوا زینب بالغہ تھی مگر زینب سے پوچھا نہیں گیا باپ نے اجازت دے دی زینب سسرال والے کپڑے اور زیور پہن کر زید کے گھر آگئی بعد میں کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو زینب سے اجازت لی گئی مگر زید کو دوبارہ قبول نہیں کرایا گیا۔ تو کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا؟

الجواب زینب کا نکاح زید سے صحیح ہے کیونکہ زینب کا زید کے گھر جانا یہ اسکی طرف سے اجازت و اقرار سمجھا جائے گا۔ درمختار میں ہے:
او ما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضی کطلب مهرها ونفقتها وتمکینها من الوطی اھ (درمختار علی رد المحتار ص ۳ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفر لہ،
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۹/۶/۲ء

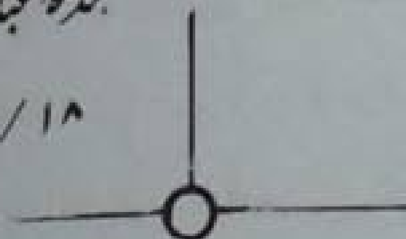


مجنون کا نکاح نہیں ہو سکتا

ایک پاگل کا نکاح اس کو پکڑ کر کیا گیا۔ جہاں لڑ... نے ایجاب و قبول خود کیا۔ لڑکی کی طرف سے اس کے باپ نے اجازت دی تھی۔ کیا نکاح ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو آگے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب فلا ینعقد نکاح المجنون اھ (عالمگیری ص ۱ ج ۲) معلوم ہوا کہ پاگل کا ایجاب و قبول معتبر نہیں اور اس قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا لڑکی آزاد ہے جہاں چاہے کفو میں نکاح کر سکتی ہے والد کی اجازت دینے سے کچھ نہیں ہوگا

کیونکہ انعقاد نکاح ہی نہیں ہوا۔ اجازت کا اعتبار بعد الانعقاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار مفتی خیر المدارس ملتان
۱۸/۹/۱۴۰۱ھ



شافعی المسلک عورت سے حنفی کا نکاح کرنا

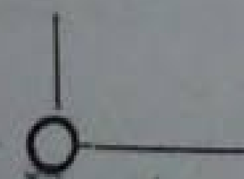
کیا شافعی عورت سے حنفی مرد کا نکاح جائز ہے؟ اگر جواباً اثبات میں ہے تو جامع الرموز کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

لا یصح نکاح الشافعیة لانها صارت کافرة بالاستثناء علی ما روی عن الفضلی ومنهم من قال نتزوج بناتهم الکل فی المحیط ولعل ترک التعرض بمثله اولی فانهم متأولون فی ذلك کما بین فی محله (جامع الرموز ص ۳۰۱ ج ۲ از علامہ شمس الدین محمد)

الجواب شافعی المسلک عورت سے حنفی المسلک مرد کا نکاح شرعاً جائز ہے۔ جامع الرموز کی ہی مذکورہ بالا عبارت اور مسئلہ اقتدا بالشافعی اس کی واضح دلیل ہے۔ فضلی رح کا یہ قول معتبر نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ قول بصیغۂ مجہول ہے۔ شاید ضعف کی طرف مشیر ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۲۸/۹/۱۴۱۲ھ



پستان نکل آنا عورت ہونے کی دلیل ہے لہذا اس سے نکاح درست ہے

ہمارے ہاں ایک عورت ہے جس کی عمر چھبیس ۲۶ سال ہے اسکے پستان وغیرہ بھی نکل آئے ہیں مگر تا حال ابھی تک اسے حیض وغیرہ نہیں آیا وہ شادی کے قابل ہے کیا اسکی شادی کر دی جائے؟

الجواب پستان کا نکلنا عورت ہونے کی دلیل ہے لہذا اس کا نکاح کسی مرد سے درست ہے اور عمر پندرہ سال ہونے کے بعد شرعاً وہ بالغ ہے چاہے حیض وغیرہ نہ آئے۔

فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأۃ او احتلم کما یحتلم الرجل (فرجل) وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطؤہ فامرأۃ (درمختار علی الشامی ص۲۶۲ ج۵) والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یعلم منہا فان لم یوجد فیہما شئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی۔ (درمختار علی الشامی ص۹۷ ج۵ فصل فی بلوغ الغلام) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

زانیہ ہونے کی وجہ سے طلاق دی تو توبہ کے بعد دوبارہ نکاح کا حکم،

زید کی بیوی زینب تین دفعہ زنا کی مرتکب ہوئی جس کا وہ خود بھی اقرار کرتی ہے ۔ کسی مولوی صاحب نے ان کو یہ کہا کہ جس شخص کی بیوی اسقدر مرتکبہ زنا ہوئی اور اس نے بیوی کو طلاق نہ دی تو وہ شخص قیامت کے دن بے غیرت شمار ہوگا۔ یہ بات سن کر زید نے اپنی بیوی زینب کو ایک طلاق دیدی اب تک چھ ماہ کا عرصہ ہوا ہے، اب زینب دوبارہ زید کے ہاں جانا چاہتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ جرم کا اقرار کرتی ہوں، توبہ استغفار کرتی ہوں کہ آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گی۔ آیا زینب کو کس طریقے سے توبہ کرائی جائے کیا دوبارہ زینب سے بعد از توبہ نکاح کرے یا کہ نہیں ؟

الجواب اگر زید کو یقین ہے کہ زینب صدقِ دل سے تائب ہو چکی ہے اور موجودہ حالات اسکی شہادت دیتی ہے اور طلاق صرف ایک دی تھی تو اب زید دوبارہ نکاح کرسکتا ہے توبہ کے لئے صرف یہ ہے کہ زینب ماضی پر سخت ندامت محسوس کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے استغفار بھی پڑھتی رہے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں متعدد کتب دیکھی گئی ہیں، مگر کوئی ایسی بات نہیں ملی - ان سے دریافت کیا جائے کہ انھوں نے کس کتاب سے یہ بات نقل کی ہے ۔ ومن ادعی فعلیہ البیان اھ ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۲۷۴ ج۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد صدیق غفرلہ
شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
۹/۴/۱۳۹۹ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مطلقہ باپ کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے

اکرم نے جنت بی بی سے نکاح کیا کچھ عرصہ کے بعد طلاق دے دی، مطلقہ نے بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرلیا اکرم نے بھی دوسری عورت سے نکاح کرلیا نتیجۃً اکرم کو دوسری بیوی سے اور جنت کو دوسرے خاوند سے اولاد ہوئی کیا اکرم وجنت کی اس اولاد کا باہم نکاح ہوسکتا ہے ؟

الجواب اکرم وجنت کی مذکورہ اولاد کا باہم نکاح جائز ہے۔ واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال۔ (درمختار علی الشامیہ ص۳۰۲ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ،

سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے

عبد الحمید کی بیوی فوت ہوگئی تو اس نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرلی اس بیوہ کے ساتھ ایک لڑکا تھا اسکی بھی شادی کر دی گئی۔ پھر یہ لڑکا بھی فوت ہوگیا۔ کیا عبد الحمید اس لڑکے کی بیوہ سے شادی کرسکتا ہے ؟ عبد الحمید خان گڑھ

الجواب عبد الحمید کا اپنے سوتیلے بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم الی ان قال وذکر الاصلاب لاسقاط حلیلۃ الابن المتبنّٰی اھ (فصل فی المحرمات شامیہ ص۳۰۲ ج۲)

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کا حُکم

کیا بھانجے یا بھتیجے کی بیوی جو کسی غیر قبیلے یا خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور بیوہ ہوگئی ہو۔ خاوند کے ماموں یا چچے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب کوئی اور وجہ ممانعت نہ ہو تو نکاح ہوسکتا ہے۔ بھتیجے یا بھانجے کی بیوی ہونا نکاح سے مانع نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم،

لقولہ تعالےٰ واحل لکم ماوراء ذٰلکم (الآیۃ)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

باپ بلا وجہ شادی میں تاخیر کرے تو اولاد کے گناہ میں باپ بھی شریک ہوگا

کیا حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کی شادی نہ کرے اور اولاد کوئی گناہ کرلے تو باپ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا؟

الجواب اگر باپ نے بلا وجہ تاخیر کی اور اولاد نے کسی گناہ کا ارتکاب کرلیا تو اس کا گناہ باپ کے ذمہ ہوگا۔

عن ابی سعید وابن عباس مرفوعاً من ولد له من ولد فلیحسن اسمهٗ وادبه واذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه علی ابیه (الحدیث)،

عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک رضؓ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی التوراة مکتوب من بلغت ابنتهٗ اثنتا عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثماً فاثم ذلک علیه (الحدیث)

(مشکوٰۃ شریف ص۲۷۱)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

نو مُسلمہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے

ایک نو مسلمہ عاقلہ بالغہ خاتون نے اسلام قبول کیا اس کے عیسائی والدین اور رشتہ داروں نے اس سے نفرت ظاہر کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرلیا اب وہ خاتون نکاح کرنا چاہتی ہے کیا وہ والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے؟ نو مُسلمہ غیر شادی شدہ ہے۔ (محمد بلال نواں شہر ملتان)

الجواب مذکورہ نومسلمہ کو شرعاً اجازت ہے جہاں چاہے نکاح کرلے۔

وان لم یکن لها ولی فهو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اھ (درمختار) (قوله مطلقا) ای سواء نکحت کفوءًا او غیره

(شامیہ ص۲۲۳ ج۲)

ولا ولایة للکافر علی المسلم لانه لا میراث بینهما اھ

(بدائع ص۲۳۹ ج۲)

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ،

فقط واللہ اعلم،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
۹/۴/۱۴۱۱ھ

غیر ولی کے اجازت مانگنے پر صرف سَر ہلا دینا کافی نہیں

۲۷ فروری ۱۹۷۸ء کی شب کو چند آدمی زید کے گھر داخل ہوئے اور اسکی بیٹی زینت کو زبردستی اٹھا کر لے گئے لڑکی اور ورثاء چیخ و پکار کرتے رہ گئے لیکن کسی نے نہیں سُنی ملزمان لڑکی کو باندھ کر ٹرک میں ڈال کر لے گئے گاؤں میں پہنچ کر لڑکی سے کہا کہ نکاح خواں موجود ہے تم رضامندی ظاہر کرو، ورنہ تمہیں قتل کردیا جائے گا لڑکی نے بہت منت سماجت کی کہ ایسا نہ کرو، بالآخر ایک عورت نے کہا کہ تم زبان سے نہیں کہتی تو رضامندی کے لئے سر ہلادو۔ لڑکی نے ڈر کے مارے سر ہلا دیا۔ پھر لڑکی نے دوسرے دن عدالت میں واضح طور پر کہہ دیا کہ میرے ساتھ زبردستی کی گئی ہے میں رضامند نہیں تھی کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا؟

الجواب برتقدیرِ صحت واقعہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا مسماۃ زینت بدستور غیر منکوحہ ہے
فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی أو ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لا بد من القول کالثیب البالغۃ اھ
(درمختار علی الشامیۃ) صفحہ ۳۲۶ ج ۲ باب الولی۔

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ
۲/۵/۹۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ محمد صدیق غفرلہ

ثیبہ کا چُپ رہنا دلیلِ رضا نہیں

کنیز بی بی تین سال سے بیوہ ہے اور والدہ کے پاس ٹھہری ہوئی ہے اس کے وڈے اس کے بھائی کے رشتہ کی بات چلی، کنیز نے مخالفت کی، والدہ نے قرآن لاکر اسکی جھولی میں رکھ دیا، کنیز خاموش رہی۔ والدہ اور چچا نے زبردستی انگوٹھے لگوا لئے بعد از رُخصتی کنیز بی بی صرف پندرہ منٹ سُسرال کے گھر ٹھہری اور واپس آگئی اور نکاح کو قبول نہیں کیا کنیز بی بی نے کسی وقت بھی اظہارِ رضاء نہیں کیا بلکہ شادی کے کپڑے بھی نہیں پہنے۔ کیا یہ نکاح صحیح ہوگیا۔؟

الجواب برتقدیرِ صحتِ سوال یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے
ولو استأذن الثیب فلا بد من رضاھا بالقول۔اھ
(عالمگیری صفحہ ۲۸۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۹/۱۰/۹۹ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نکاح خواں فوت ہوجائے تو نکاح باقی رہتا ہے

ایک نکاح خواں نے ایک عورت

اور مرد کا باہمی نکاح پڑھایا ایک عرصہ کے بعد وہ نکاح خواں فوت ہوگیا۔ کیا صورت ہذا میں نکاح خواں کے فوت ہونے سے اِس نکاح پر کوئی اثر پڑے گا جبکہ لڑکی والے کہتے ہیں کہ نکاح پڑھانے والا فوت ہوگیا ہے تو نکاح بھی ختم ہوجانا چاہیئے ؟

الجواب نکاح خواں کے فوت ہونے سے اس کے پڑھائے ہوئے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے یہ لڑکی بدستور شخص مذکور کے نکاح میں ہے اس سے طلاق لئے بغیر اس کا دوسری جگہ نکاح دُرست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نکاح میں ایک صیغہ ماضی کا ہو دُوسرا حال کا تو نکاح کا حکم

ایک نکاح خواں نے دو آدمیوں کے درمیان نکاح کیا اور لڑکے کو یوں کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں بنت فلاں کے ساتھ کرتا ہوں۔ کیا تجھے منظور ہے۔ تو لڑکے نے کہا "ہاں" پھر اس نے لڑکی سے یوں کہا کہ مَیں تیرا نکاح فلاں بن فلاں کے ساتھ کرتا ہوں کیا تجھے منظور ہے۔ تو لڑکی نے کہا "ہاں" یعنی نکاح میں زمانۂ حال کے الفاظ استعمال کئے۔ زمانۂ ماضی کے الفاظ استعمال نہیں کئے کیا اس سے نکاح ہوجاتا ہے۔ یہ گفتگو نکاح کی تھی منگنی کی نہیں تھی باقاعدہ نکاح ہوا تھا۔ مہر کا بھی اس میں ذکر کیا گیا تھا۔

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح خواں کے الفاظ ایجاب ہیں اور لڑکے اور لڑکی کا ہاں کہنا بمنزلہ قبلتُ ہے۔ لہٰذا نکاح منعقد ہوگیا۔

ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی أو وضع أحدھما للمضی والآخر لغیرہ مستقبلا کان کالأمر او حالا کالمضارع فاذا قال لھا أتزوجک بکذا فقالت قد قبلتُ یتم النکاح الخ عالمگیری صفحہ ۲۷۰ ج ۱

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ساڑھے گیارہ برس کی لڑکی بالغ ہونے کا دعویٰ کرے تو قبول...

ایک لڑکی جس کی عمر ساڑھے گیارہ برس تھی۔ اس کے والد نے بغیر لڑکی کی اجازت کے ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا۔ بوقت نکاح مذکورہ لڑکی کا بھائی موجود تھا تو نکاح کے بعد... گھر آکر ہمشیرہ کو بتایا کہ والد صاحب نے تیرا نکاح فلاں سے کر دیا ہے۔ تو یہ سنتے ہی لڑکی نے دو بڑے بالغ بھائیوں اور والدہ کے سامنے کہہ دیا کہ یہ نکاح مجھے نامنظور ہے۔ میں بالغ... اگر یہ لڑکی بعدہٗ نکاح دوسری جگہ کرے تو یہ نکاح شرعاً نافذ ہے یا نہیں۔؟ بینوا توجروا

الجواب اگر ظاہر حال لڑکی کے اقرار بلوغ کی تکذیب کرتا ہو۔ تو اس کا دعویٰ معتبر ہے بناءً علیہ ردِ نکاح بھی صحیح ہے۔

وادنی مدتہ لہٗ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر۔اھ

(درمختار علی الشامیۃ طبع بیروت ص ۹۷/۵۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تحکیم سے معزولی کے بعد حکم کا نکاح کو فسخ کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی بہادر نے آج سے قبل بیس سال اپنی لڑکی دولت بی بی کا نکاح دل میر ولد سلطان کے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور ایک پلان کے تحت ایسا کہا کہ جب نکاح ہوا تھا۔ تو نکاح والا بچہ نابالغ تھا۔ اس کو ایجاب وقبول کا علم نہ تھا لہٰذا نکاح ثابت نہیں۔ کچھ علماء نے اس بیان پر فتویٰ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں، چنانچہ بہادر نے دوسری جگہ دولت کا نکاح کر دیا۔

...علاقہ نے اس نکاح پر شور مچایا۔ تو آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولوی عبدالرشید مدرس پرانی ...جھنگ صدر جو فیصلہ کر دے ہمیں قبول ہے۔ مولوی صاحب نے اس علاقہ کے معمر ...وں کو بلا کر ایک سہ رکنی بورڈ بنوا لیا۔ اور اسٹامپ پر دونوں فریقوں سے تحریر کروایا کہ ...م جو فیصلہ کریں آپ کو منظور ہوگا۔ اس کے بعد دو ماہ گزر گئے تو لڑکی والے فریق نے مولوی صاحب کو تحکیم سے معزول کر دیا۔ اور کہا کہ آپ ہمارے حکم نہیں اور باقاعدہ تحریری ...ٹس دیا۔ مولوی صاحب نے دونوں فریقوں کو کہہ دیا کہ آپ میرے سے کاغذ واپس لے ...یں۔ کیونکہ میں آپ کا حکم نہیں رہا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لڑکی والے کو ایک فتویٰ اور حکم دیا۔ ...دلمیر کا نکاح ثابت ہے۔ لیکن چونکہ ان کو رشتہ کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا میں اس نکاح کو فسخ کرتا ہوں بحیثیت حکم ہونے کے۔ اب سوال یہ ہے کہ تحکیم ختم ہو جانے کے بعد مولوی صاحب کو فسخ کرنے کا حق ہے۔ یا نہ؟ (نور احمد بقلم خود)

الجواب ہدایہ میں ہے۔ ولکل واحد من المحکمین ان یرجع ما لم یحکم علیھما لانہٗ ..... من جھتھما فلا یحکم الا برضاھما جمیعاً اھ باب التحکیم۔ اور کنز میں ہے۔ لکل واحد من المحکمین ان یرجع قبل الحکم اھ۔ نیز درمختار میں ہے

وینفرد احدھما بلفظہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب۔ (باب التحکیم)

عبارات بالا سے ظاہر ہے کہ فیصلہ سے قبل ہر فریق کو تحکیم سے رجوع کرنے اور حکم کو معزول کرنے کا اختیار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں جب حکم کو ایک فریق نے معزول کر دیا۔ اور حکم نے اس معزولی کو تسلیم کرتے ہوئے متعلقہ کاغذات بھی واپس کر دیئے۔ تو اس حکم کی معزولی میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ لہٰذا معزولی کے بعد اس کا فیصلہ شرعاً کالعدم ہے کسی فریق پر اسکی پابندی لازم نہیں۔ دولت بی بی مذکورہ بدستور دلمیر کی منکوحہ ہے۔ علاوہ ازیں بظاہر تحکیم ثبوت نکاح وعدم ثبوت کے بارے میں تھی کہ متنازعہ فیہ نکاح ثابت ہے یا نہیں، ثابت شدہ نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ابتداء ہی سے حکم کو

حاصل تھا۔ یہ الگ بحث ہے کہ تحکیم کن امور میں جائز ہے اور کن میں نہیں۔ حق رجوع سے دستبرداری کے بعد بھی فریقین کو حق رجوع باقی رہتا ہے۔ جیساکہ باب عزل الوکیل سے ظاہر ہے کما فصّلہ فی الشامیۃ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

سمجھ دار بچّے کا ایجاب و قبول معتبر ہے

میاں نور نواز کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی نے اسکی بالغ لڑکی کا نکاح کر دیا۔ نیز اس کے لڑکے کا نکاح وٹہ سٹہ میں اسکی اجازت کے بغیر کر دیا جبکہ وہ نابالغ تھا اور کوئی علامت بلوغ اس میں ظاہر نہ تھی اگر یہ نکاح باپ کی مرضی پر موقوف نہ تھا تو اسکی اجازت کے بغیر کرنیوالے حضرات کا کیا حکم ہے۔ نور نواز کے لڑکے کی عمر بوقت نکاح نو سال تھی۔

الجواب باپ کی موجودگی میں نابالغ لڑکے کا نکاح دوسرے لوگوں کو کرنے کا حق نہیں ہے۔ باپ کو نکاح کرنے کا حق تھا۔ اس کی اجازت کے بغیر نکاح ہوا ہے اور نابالغ لڑکے کا ایجاب و قبول صحیح نہیں ہے۔ لہذا یہ نکاح باطل ہے۔

فلو تزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (کذا فی شرح تنویر الابصار ص ۳۲۱ ج ۲)

ترجمہ: اگر قریب ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نکاح کیا تو قریب ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور موجودہ مسئلہ میں قریب ولی لڑکے کا باپ ہے اور باپ نے اجازت نہیں دی ہے۔ لہذا نکاح باطل ہے۔

وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر (درمختار)

ترجمہ: صغیر یعنی نابالغ کے نکاح کے صحیح ہونے کی شرط ولی ہے یعنی اگر ولی کی اجازت ہو۔ تو نکاح درست ہوگا ورنہ نہیں کذا فی فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۶ ج ۱۲)

وولی المرءۃ فی تزویجھا ابوھا وھو اولی الاولیاء ثم الجد کذا فی خلاصۃ الفتاوی ص ۱۸ ج ۲

فالحاصل صورت مسئولہ میں نکاح باطل ہے اور جو حضرات نکاح کرنے والے تھے

وہ عنداللہ مجرم ہوں گے

کتبہ عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم

بمہر مدرسہ احیاء العلوم رجسٹرڈ ، ماموں کانجن ضلع فیصل آباد

جامع مسجد ماموں کانجن ضلع فیصل آباد۔

الجواب نور نواز کے اس لڑکے کا نکاح موقوف تھا۔ نور نواز کی اجازت پر اگر نکاح کی اطلاع ملنے پر اس نے اسے جائز قرار دیا ہے تو یہ نکاح لازم ہوچکا ہے اور اگر اس نے مسترد کر دیا ہے تو ختم ہوگیا ہے۔

فی الدر المختار وما تردد من العقود بین نفع وضرر الخ توقف علی الاذن فان اذن لھما الولی فھما فی شراء وبیع کعبد ماذون اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ ص ۱۱۰ ج ۵)

اور جن لڑکیوں کے نکاح اس کے بعد کئے گئے ہیں وہ علی الاطلاق درست ہیں یعنی اس نکاح کی صحت وعدم صحت سے ان پر اثر نہیں پڑے گا۔ متعلقہ فتویٰ کی یہ عبارت "نابالغ لڑکے کا ایجاب و قبول صحیح نہیں ہے۔" درست نہیں ہے کیونکہ یہ بات صبی غیر ممیز کے بارے میں ہے اور صورت مسئولہ میں صبی ممیز ہے۔ اذن ولی انعقاد نکاح کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ نفاذ نکاح کے لئے ضروری ہے۔ مذکورہ فتویٰ میں عدم اذن کو دلیل عدم انعقاد بنانا درست نہیں۔ واما شروطہ فمنھا العقل والبلوغ والحریۃ فی العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل والاخیران شرطا النفاذ فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذہ علی اجازۃ ولیہ اھ (عالمگیری ص ۲۶۷ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور

خیر المدارس۔ ملتان۔

۲۹ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

گواہ منکوحہ کو ذاتی طور پر نہ جانتے ہوں تو اس کا اور اس کے باپ دادا کا نام ذکر کرنا کافی ہے۔

ہندہ مجلس نکاح میں نہیں گواہوں کے سامنے اس کا اس کے باپ اور اسکے دادے کا نام ذکر کیا جاتا ہے کیا اتنا ذکر کرنا کافی ہے؟ اور اس سے وہ معروفہ ہو جائے گی؟ یا شاہدین کا ذاتی طور پر اسے جاننا ضروری ہے؟

الجواب ہندہ اور اس کے باپ اور دادا کا نام ذکر کرنے سے وہ معروفہ ہو جائے گی۔ کما فی الشامیۃ ص۲۴۲ ج۲)

والحاصل أن الغائبۃ لا بد من ذکر اسمہا واسم أبیہا وجدہا وان کانت معروفۃ عند الشہود علی قول ابن الفضل وعلی قول غیرہ یکفی ذکر اسمہا ان کانت معروفۃ عندہم والا فلا وقال قبلہ بحوالۃ البحر ثم قال فی البحر وان کانت غائبۃ ولم یسمعوا کلامہا بأن عقد لہا وکیلہا فان کان الشہود یعرفونہا کفی ذکر اسمہا اذا علموا أنہ أرادہا وان لم یعرفوہا لا بد من ذکر اسمہا واسم أبیہا وجدہا الی قولہ وفی التاتارخانیۃ عن المضمرات ان الاول ہو الصحیح وعلیہ الفتویٰ الخ

اس سے معلوم ہوا کہ غائبہ مؤکلہ اس کا نام اور باپ دادے کا نام ذکر کرنے سے عند الشاہدین معروفہ ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ،
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد صدیق غفرلہ،
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۱/۵/۷۳ھ

علاتی بھانجی سے نکاح کا حکم

ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی کی ایک لڑکی ہے اسکی لڑکی کی ایک لڑکی ہے دوسری

بیوی کا ایک لڑکا ہے کیا لڑکا مسمی طارق اس تیسری لڑکی مسماۃ خالدہ کے ساتھ اس کا نکاح ہو سکتا ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں مسمی طارق اور مسماۃ خالدہ کا آپس میں نکاح درست نہیں ہے کیونکہ خالدہ طارق کی علاتی بھانجی ہے اور علاتی بھانجی حقیقی بھانجی کی طرح حرام ہے ہندیہ میں ہے:

واما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن الخ (ہندیہ ص۲ ج۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۷/۶/۱۴۰۹ھ

بھانجے کی لڑکی سے ماموں کا نکاح جائز نہیں

میرے نانا کی پہلی بیوی سے ۴ لڑکیاں تھیں۔ اس کے بعد میرے نانا نے دوسری بیوی کر لی اس بیوی سے لڑکے پیدا ہوئے، جو میرے ماموں لگتے ہیں۔ میں اپنے ماموں سے اپنی لڑکی کی شادی کر سکتا ہوں؟

الجواب آپ کی لڑکی کا نکاح آپ کے ماموں سے شرعاً جائز نہیں۔
وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن اھ (عالمگیری ص۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

خاوند نے کہا میں "مسلمان نہیں" تو تجدیدِ نکاح کا حکم،

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ہم زوجین کے مابین گڑبڑ ہو گئی جس سے ہمارے دلوں میں نفرت کے آثار ظاہر ہو گئے اور پھر پہلے اس نے مجھے بطورِ مذاق سمجھو یا بلانے کی خاطر

السلام علیکم کہا لیکن میں نے اُسے کوئی جواب نہ دیا اسیطرح اُس نے چند بار کیا لیکن میں بر
خاموش رہا اب وہ مجھے لکھتی ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو ۔ جواب میں میں نے کہا کہ نہیں ہوں،
اب اس جواب سے نہ تو میرا یہ خیال تھا کہ میں واقعی مسلمان نہیں ہوں، اور نہ ہی بطور مذاق
تھا بس اس قسم کا خیال جس میں یہ جواب دیا گیا تو کیا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہ ۔ اگر نکاح ٹوٹ گیا
ہے تو دوبارہ کرنا چاہیئے ؟ اس صورت میں حق مہر بھی دوبارہ ادا کرنا ہوگا ۔؟ اگر نکاح
ٹوٹ گیا ہے تو کتنی عدت گزارنی ہے ؟

الجواب سائل کی کلام میں چونکہ تاویل ہوسکتی ہے لہذا کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا البتہ احتیاطاً تجدید نکاح کرلینا چاہیئے ۔ کم از کم مہر باندھ لیا جائے، تجدید نکاح کے لئے عدۃ گزارنے کی ضرورت نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفی عنہ،

الجواب صحیح
عبداللہ عفر اللہ لہٗ،
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان



پھوپھی بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

پھوپھی کے ہوتے ہوئے اسکی بھتیجی یا خالہ کے ہوتے ہوئے اسکی بھانجی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب جائز نہیں ۔ لقوله عليه السلام لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا على ابنة اخيها ولا على ابنة اختها اھ وهذا مشهور يجوز الزيادة على الكتاب بمثله اھ (ہدایہ ج۲ ص۳۰۹)

فقط واللہ اعلم ،
محمد انور عفا اللہ عنہ ،
۲۲/۶/۹۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ



نکاح کی شہادت بالتسامع بھی جائز ہے

خیر شاہ بیٹا ہے ہدایت شاہ متوفی کا اور اس کا نکاح نابالغی کی حالت میں مسماۃ مختار بی بی نابالغہ کے ساتھ ہوا تھا اور سردار بی بی بنت ہدایت شاہ کا نکاح محمد شاہ برادر مختار بی بی کے ساتھ بہ تبادلہ ہوا تھا اور سردار بی بی کے گھر ایک لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام اقبال حسین عمر ایک سال کا موجود ہے اب فتح شاہ والد محمد شاہ کہتا ہے کہ نہ تو لڑکی سردار بی بی کا نکاح میرے لڑکے متوفی محمد شاہ کے ساتھ ہوا ہے اور نہ ہی مختار بی بی کا نکاح خیر شاہ کے ساتھ ہوا ہے گواہ پھر چکے ہیں کیا مختار بی بی کا نکاح خیر شاہ کے ساتھ موجود ہے یا نہ؟

الجواب اگر وہ گواہان جو نکاح کے وقت موجود تھے وہ پھر چکے ہیں اور گواہی کیلئے تیار نہیں ۔ تو ایسے گواہ جو مجلس میں حاضر تھے اور انکو باقاعدہ گواہ نہیں بنایا یا ایسے گواہ جو مجلس میں موجود نہیں تھے لیکن سن سنا کر انکو علم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں نکاح واقعی ہوئے ہیں ۔ اگر گواہی دے دیں تو بھی نکاح ثابت ہو جائے گا ۔ البتہ ان گواہوں کو یہ لفظ کہنے پڑیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انکے مابین نکاح ہے یوں نہ کہیں کہ یہ نکاح ہی ہمارے سامنے ہوا ۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص۶۶) ۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبداللہ غفرلہ

الجواب صحیح ،
خیر محمد عفی عنہ

نکاح کی اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں !

۱. کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک لڑکی بالغہ کے نکاح کے وقت لڑکی کی اجازت دو گواہوں کے سامنے ضروری ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتاب فرمائیں ؟
۲. مسلمان لڑکا اور مسلمان لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کرلے تو نکاح ہوتا ہے یا نہیں ؟
(فقط والسلام ، از میاں جی دوست محمد امام مسجد چک ۲۳۸)

الجواب ۱. بالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت لینے کے وقت شرعاً گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے ۔ کما فی العالمگیریۃ ص ۵ ج ۲ يصح التوكيل بالنكاح

وان لم یحضرہ الشھود کذا فی التاتارخانیۃ ناقلاً من التجنیس لخواھر زادہ لیکن ثبوت کے لئے گواہ شرط ہیں۔

۲۔ مسلمان لڑکے اور لڑکی کا نکاح اگر مرزائی وکیل بن کے کرائے اور دو گواہ مسلمان موجود ہوں تو پھر نکاح تو ہو جائیگا لیکن ایسا کرنا اسلامی غیرت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

بندہ اصغر علی غفرلہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

باپ کا ماموں بیٹی کے لئے محرم ہے

زید کی لڑکی کے لئے زید کا ماموں اور چچا محرم بنے گا یا غیر محرم؟
قمرالدین احمد دفتر خیر المدارس ملتان

الجواب زید کی لڑکی کے لئے زید کا ماموں محرم ہے کیونکہ وہ لڑکی اسکی بہن کی اولاد ہے وبنات الاخ وبنات الاخت فھن محرمات نکاحاً ووطئاً ودواعیہ علی التابید وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن اھ (ھندیہ ص۲ ج۲)

اور ایسے ہی زید کا چچا زید کی بیٹی کے لئے محرم ہے کیونکہ وہ بیٹی اسکی اولاد الاخ میں شامل ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
۹۶/۹/۲۶ھ

خاوند اگر ہندو ہو جائے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے

ایک لڑکی کی بارہ سال کی عمر میں ہندوستان میں ایک لڑکے کے ساتھ شادی ہو چکی تھی ۱۹۴۷ء میں لڑکی مع والدین پاکستان آ گئی اور لڑکے نے ہندوستان میں ماں باپ کے ساتھ ہندو مذہب اختیار کر لیا اور وہیں رہ گیا جب ہندو ہوا تو اسوقت بالغ تھا اور خوشی سے ہوا۔ وہاں کے مسلمان جب پاکستان آنے لگے تو اسکو بھی آنے کا کہا تو

اس نے کہا کہ میں ہندو ہو چکا ہوں۔ پاکستان نہیں جاؤں گا۔ اب لڑکی کی عمر ۲۲ سال ہو چکی ہے دوسری جگہ اسکی شادی کر دی گئی ہے۔ آیا یہ نکاح ثانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں لڑکا بالغ تھا اور طوعاً مذہب اسلام کو چھوڑ گیا۔ لہذا مرتد ہو گیا اور مرتد کا نکاح فی الحال باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست ہے۔ ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال (عالمگیری ص۳۳۹ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
خادم دارالافتاء، خیر المدارس ملتان
۸۷/۲/۴ھ

علاتی پھوپھی سے بھی نکاح جائز نہیں

میرا نام محمد اشرف ولد نواب دین ہے میرا ایک لڑکا محمد تسلیم اختر جو کہ میری پہلی بیوی ارشاد بی بی جو کہ بہت عرصہ ہوا فوت ہو چکی ہے کا بیٹا ہے اب میں نے دس سال ہوئے دوسری شادی کنیزاں بی بی دختر اللہ دتہ سے کر لی۔ اس سے میرے دو بچے بلال عمر ۸ سال اور صدام ۴ سال پیدا ہوئے اور صرف دو ہی بچیاں پیدا ہوئیں۔ اب میرا لڑکا محمد تسلیم اختر میری موجودہ بیوی کی ہمشیرہ پروین دختر اللہ دتہ سے شادی کرنا چاہتا ہے دونوں بالغ ہیں اور شادی کرنے پر راضی ہیں آیا یہ شادی شرعی طور پر ہو سکتی ہے؟

دوسرا اس شادی سے اولاد ہونے کی صورت میں یہ اولاد اشرف کے لڑکے لڑکیوں سے شادی کر سکتے ہیں؟

الجواب ۱۔ مسمی محمد تسلیم اور مسمات پروین کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے۔ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ)

۲۔ مسمی محمد تسلیم کی اولاد کا نکاح اس کے والد محمد اشرف کی اولاد (جو دوسری بیوی سے ہے) سے شرعاً جائز نہیں۔ یہ دونوں اولادیں ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ کیونکہ صدف۔ صبا محمد تسلیم کی چونکہ علاتی بہنیں ہیں۔ تو یہ محمد ز
کی اولاد کی علاتی پھوپھی لگیں۔ حقیقی پھوپھی کی طرح علاتی پھوپھی بھی حرام ہے۔
اما العمات فثلث عمة لاب وام وعمة لاب وعمة لام
(صہ ۲ ہندیہ)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحاق عفرلہ،

سیدہ بلا رضائے اولیاء۔ راجپوت سے نکاح نہیں کر سکتی

ایک عورت
بیوہ ہے اور گزر کی کوئی صورت نہیں کیا وہ باپ کی اجازت کے بغیر خالہ زاد بھائی کے ساتھ نکاح کر
بارہ سال
سکتی ہے؟ عورت قوم کے لحاظ سے سید شمسی ہے خالہ کا لڑکا راجپوت پنوار ہے۔
(مفتی کلیم اللہ مدرسہ تعلیم القرآن ملتان روڈ میلسی)

الجواب غیر کفو میں مفتی بہ روایت عدم جواز ہی کی ہے باوجود تلاش کے کوئی جز یہ مفیدہ نہیں ملا۔ لہذا یا تو کفو تلاش کیا جائے۔ یا پھر اولیاء کو راضی کیا جائے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۸/۱/۹۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نکاح معلق منعقد نہیں ہوگا

دادے نے اپنی حقیقی پوتی کا نکاح جس کی عمر پانچ سال تھی ایک نابالغ بچے سے کر دیا اور بچی کے والد سے اجازت نہیں لی لیکن نکاح مشروط طور پر کیا کہ اگر والد نے اجازت دی تو نکاح درست ہوگا۔ دو ماہ گزرنے کے بعد جب لڑکی کے والد کو پتہ چلا تو اس نے انکار کر دیا اور روبرو گواہان کہا کہ میں اپنی بچی کا نکاح جو بچی کے دادا نے کیا ہے نامنظور کرتا ہوں۔ کیا یہ نکاح باقی ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں یہ نکاح باقی نہیں ہے اولاً اسلئے کہ یہ نکاح معلق ہے اور وہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ کما فی الدر المختار والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط کتزوجتك ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقه بالخطر اھ (صہ ۳۲۰ ج ۲) ثانیاً۔ اور باپ نے علم ہوتے ہی اسے رد بھی کر دیا ہے

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دونوں گواہوں کا بیک وقت ایجاب و قبول کو سننا ضروری ہے

میاں بیوی نے پہلے ایک گواہ کے سامنے ایجاب و قبول کیا پھر دوسری مجلس میں دوسرے گواہ کے سامنے تو کیا نکاح ہو گیا؟

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ وشرط حضور شاهدین حرین مكلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب اھ در مختار۔ ولو کان بحضرة الرجلین واحدهما اصم فسمع السمیع دون الاصم فصاح السمیع او رجل آخر فی اذن الاصم لا یجوز حتی یکون سماعهما معا اھ عالمگیری (صہ ۲ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،

دو مختلف آدمی ایک عورت کے نکاح کے مدعی ہوں اور دونوں کے پاس بینہ ہوں!

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والد نے ہندوستان میں کر دیا تھا اور ۱۵ اگست کے اختلافات میں وہ گم ہو گئی جن کے ہاتھ آئی انہوں نے بھی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا اور انہی کے ہاں رہی حتیٰ کہ اسکے

بطن سے لڑکا پیدا ہوا اب وہ پہلے نکاح والا مدعی ہے کہ یہ میری بیوی ہے اور دوسرے نکاح والا مدعی ہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لڑکی کس کو ملے گی۔؟

عبدالکریم مدرسہ نظامیہ علی پور مظفر گڑھ

الجواب لڑکی مذکورہ ناکح اول کو ملے گی اس لئے ناکح ثانی پر لازم ہے کہ فوراً اس لڑکی کو ناکح اول کے ہاں بھیج دے لیکن اول بھی جب تک فرقت کے بعد عورت مذکورہ کو ایک حیض نہ آجائے وطی نہیں کرسکتا۔

وفی العالمگیریۃ رجلان ادعیا نکاح امرأۃ واقاما البینۃ لا یقض لواحد منھما الا اذا اقرت المرأۃ لاحدھما ھذا اذا لم یؤرخا او ارّخا واحداً وان ارّخا وتاریخ احدھما اسبق فھو اولیٰ۔ فقط واللہ اعلم !

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،
۱۱ / ۷ / ۷۶ھ

لڑکی مذکورہ شرعاً ناکح اول کی منکوحہ ہے ناکح ثانی کا نکاح جائز نہیں جب تک وہ ناکح اول سے طلاق حاصل کرکے عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح نہ کرے۔ راخیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

نابالغ کے خطبۂ نکاح پڑھنے کا حکم:

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین وعلماءِ دین دریں مسئلہ کے حکم میں کہ: نکاح کے دیگر اُمور مثلاً ایجاب و قبول تو ایک عاقل بالغ عالم کراتا ہے اور خطبۂ مسنونہ للنکاح اس کا چھوٹا نابالغ بچہ پڑھتا ہے، آیا اس نابالغ بچے کا خطبۂ مسنونہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کسی قسم کی کراہت تو نہیں اگر کراہت ہے تو کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟ اس بچہ کی عمر دس سال ہے۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا، صبی ممیز کی اذان جیسے معتبر ہے، ایسے ہی خطبہ بھی صحیح ہونا چاہیے۔ اگرچہ بہتر (اولیٰ) یہی ہے کہ خطبہ بھی عاقل بالغ

پڑھے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنۃ ھندیہ ص ۵۳ ج ۱۔ اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراھۃ فی ظاھر الروایۃ ولکن اذان البالغ أفضل ص ۵۴ ج ۱ ھندیہ)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار غفرلہ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۲۴ / ۶ / ۱۴۱۳ھ

اہلِ تشیع سے نکاح کرنیوالے سے بائیکاٹ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ممتاز بی بی کے ایک شیعہ سُنّی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اس عورت نے اپنے بھائیوں کو مجبور کرکے اپنا نکاح اس شیعہ کے ساتھ کرا لیا، لیکن برادری اہلِ سُنت والجماعت نے اس کے بھائیوں کو مجبور کیا کہ اس کا نکاح اپنے ہم فکر اہلِ سُنت والجماعۃ میں سے کسی کے ساتھ کردو انہوں نے کہا کہ ہمیں اہلسنۃ والجماعۃ کی کوئی ضرورت نہیں ہم اس کا نکاح اسی شیعہ سُنّی مسمیٰ اقبال شاہ سے کریں گے آخر کار برادری نے آئندہ ایسے غلط عمل کے سدِباب کے لئے حلفِ قطع تعلق کر لیا، کیا یہ حلف درست ہے یا نہیں؟ (المستفتی حاجی جندوڈہ اوچ شریف ضلع بہاولپور)

الجواب: یہ حلف درست ہے اسکی پابندی کیجائے تاکہ آئندہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

غیر مقلدوں سے رشتہ کرنے کا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ ایک لڑکا اہلِ حدیث خاندان سے تعلق رکھتا ہے کیا اس کا رشتہ اہل السنۃ خاندان سے ہوسکتا ہے اگر رشتہ ہوگیا تو کیا وہ نکاح درست ہوگا؟

(فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب بعض غیر مقلد متشدد ہوتے ہیں۔ ان سے رشتہ کرنا خلافِ مصلحت ہے اگر ہوگیا ہو تو لڑکی کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے عقائد و اعمال میں پختہ رہے کسی کی باتوں سے متاثر نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

مطلقہ کی عدت میں اسکی بھتیجی سے نکاح کا حکم

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور انقضاءِ عدت سے قبل اپنی مطلقہ عورت کی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ نکاح شرعاً صحیح اور قابلِ قبول ہوگا۔

الجواب صورت مسئولہ میں مذکور آدمی اپنی مُطلقہ عورت کی عدت پُوری ہونے سے پہلے اس عورت کی بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ عدت ختم ہونے پر جو نکاح ہوگا وہ صحیح اور قابلِ قبول ہوگا۔

وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً اى عقداً صحيحاً وعدةً ولو من طلاق بائن۔ (درمختار ص۲۸۴ ج۲) ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور غفرلہٗ

مُرتد کسی سے نکاح نہیں کرسکتا

مسمّٰی رفیق رضیہ سے شادی کرنے کے لئے مرزائی بن گیا۔ شادی کے دو سال بعد مسماۃ رضیہ مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوگئی اور مسمّٰی رفیق بدستور مرزائی ہے اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب مذکورہ مرد و عورت کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ مُرتد کا نکاح کسی صورت میں منعقد ہی نہیں ہوتا۔

اعلم ان تصرفات المرتد على اربعة اقسام الى قوله ويبطل منه اتفاقاً ما يعتمد الملة وهى خمس النكاح اھ درمختار قوله النكاح اى ولو لمرتدة مثله اھ شاميه ص۳۰۰ وفى العالمگيرية ومنها ما هو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلا يجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمية لا حرة ولا مملوكة اھ ص۲۷۱ ج۲ ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

عبدالستار عفا اللہ عنہ

نومسلمہ کے ساتھ استبراء سے پہلے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک شخص نے نومسلمہ سے قبل از استبراء حسبِ رسم نکاح کیا اور تقریباً دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، آیا اس کا پہلا نکاح صحیح ہے یا نکاحِ جدید کی ضرورت ہوگی ؟

۲۔ اگر عدمِ جواز ثابت ہو تو پھر کیا صورت ہونی چاہیئے اور جو عرصہ گزر چکا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے ؟

الجواب ۱۔ نومسلمہ عورت کے اسلام کے بعد جب تک تین حیض نہ گزر جائیں۔ اس وقت تک نکاح جائز نہیں۔

ولو أسلم أحدهما أى أحد المجوسيين او امرأة الكتابى ثمة أى في دار الحرب وملحق بها كالبحر الملح لم تُبن حتى تحيض ثلاثاً أو تمضى ثلاثة أشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها (الخ درمختار على الشامى ص۳۹۰ ج۲) وهكذا فى فتاوىٰ دار العلوم ص۱۳۵ ج۲)

۲۔ اب آئندہ کے لئے تجدید نکاح ضروری ہے اور گزشتہ کے لئے توبہ و استغفار کریں۔

فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ،

مفتی خیر المدارس ملتان

زوجۂ اوّل کی دِل شکنی سے بچنے کے لئے دوسری شادی نہ کرنا

ایک شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے مگر پہلی بیوی رضامند نہیں ہے۔ کیا وہ دوسری شادی کرسکتا ہے ؟

(محمد زبیر قصبہ مڑل)

الجواب اگر یہ توقع ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق ادا کرسکے گا تو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے اگر یہ توقع نہ ہو تو ایک پر اکتفا کرے۔ قال اللہ تعالیٰ

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تعدلوا فواحدۃ لیکن اگر انصاف پر قادر ہوتے ہوئے دوسری شادی اسلئے نہ کرے کہ پہلی بیوی غمگین ہوگی تو ان شاء اللہ اجر ملے گا۔

ع دل بدست آور کہ حج اکبر است

مع انھم قالوا اذا ترک التزوج علی امرأتہ کیلا یدخل الغم علی زوجتہ التی عندہٗ کان مأجورا اھ (بحر ص ۱۱۳ ج ۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہٗ

محمد صدیق غفرلہ مدرس خیر المدارس ملتان

۱۹ / ۶ / ۹۶ھ

باپ معروف بسوء الاختیار ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں

میرے والد نے میرے ایام نابالغی میں میری منگنی میرے ماموں زاد برادر کے ساتھ کی بعد ازاں ایک شخص محمد حیات قوم جٹ سکنہ ڈھڈی والا کے ہمراہ مبلغ تین صد روپیہ پر رشتہ کرنے کا وعدہ کیا، بعد ازاں غلام محمد قوم نیقر کے ساتھ چھ سو روپے میں سودا کیا جو عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔ پھر مجھے پیر محمد ولد رحیم بخش قوم جولاہا کے ہاتھ مبلغ پانچ سو میں فروخت کر دیا۔ پیر محمد نے اپنے آپ کو غیر شادی شدہ ظاہر کیا حالانکہ وہ شادی شدہ بال بچے دار ہے، پیر محمد کے ساتھ نکاح کے وقت سائلہ نابالغہ تھی اور پیر محمد کی عمر ۳۵ سال تھی کیا سائلہ حسب منشاء کسی سے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب بشرط صحت صورت مسئولہ میں چونکہ باپ کا معروف بسوء الاختیار ہونا اور فاسق متہتک ہونا ثابت ہو گیا ہے اور بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ باپ ایسا ہی ہے لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا، جیسا کہ حیلۂ ناجزہ ص ۱۴۳ (فاروقی پریس) سے معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

احقر عبد اللہ رائے پوری
مدرس رشیدیہ منٹگمری

الجواب صحیح،
بندہ عبد اللہ غفرلہٗ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

عورت کے اپنے آپکو غیر منکوحہ بتانے پر اس سے نکاح کرنے والے کا حکم

مسماۃ رشیداں نے آکر کہا کہ میں غیر منکوحہ ہوں اس کے تسلی دلانے پر اس کا نکاح حاجی قاسم سے کر دیا گیا پھر وہ عورت کہیں چلی گئی۔ اب حاجی قاسم کو شبہ ہے کہ وہ پہلے منکوحہ تھی کیا حاجی قاسم پر اور ان لوگوں پر کوئی گناہ تو نہیں جو نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔

الجواب اگر ان حضرات کو تحقیق کے بعد اس کی بات پر یقین آگیا تھا کہ سچ کہتی ہے اور اس وجہ سے نکاح کیا ہے تو شرعاً ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ البتہ خلافِ واقعہ ظاہر ہونے کی وجہ سے استغفار کرتے رہیں۔

لو قالت منکوحۃ رجل لآخر طلقنی زوجی وانقضت عدتی جاز تصدیقھا اذا وقع فی ظنہ عدلۃ کانت ام لا۔ (رد المحتار باب الرجعۃ ج ۲ ص ۵۸۹)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ،

محمد انور عفا اللہ عنہٗ،

منکوحۂ غیر ہونے کا علم ہونے کے باوجود نکاح کیا تو نکاح باطل ہے

مسماۃ بکھاں محمد بخش کی منکوحہ تھی نور محمد اسے اغوا کر کے لے گیا اور جا کر نکاح پڑھ لیا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اگر پہلے خاوند کے پاس بھیجی جائے تو اس پر کوئی عدت وغیرہ آئے گی؟

الجواب مسماۃ بکھاں مذکورہ کو جب کہ اس کے خاوند نے طلاق بھی نہیں دی اور نہ ہی عدالت سے فسخ کرایا گیا تو اس کا یہ نکاح ہرگز جائز نہیں بالکل حرام اور قطعاً باطل ہے نور محمد نے چونکہ اس کے منکوحہ ہونے کے علم کے باوجود اس سے نکاح کیا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی عدت وغیرہ بھی نہیں ہے۔

أما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم أنھا للغیر اھ (شامیہ ص ۸۲۴ ج ۲ باب العدۃ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہٗ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ

اہلِ تشیع کے ساتھ نکاح کا حکم

شیعہ کے عقائد تو بالکل واضح ہیں مثلاً قرآن کو محرف مانتے ہیں، سب شیخین کرتے ہیں، قذف عائشہؓ کے قائل ہیں، اکثر صحابہ کو مرتد کہتے ہیں۔ ایسے شیعہ لڑکے سے سُنی لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہ۔ اور ایسے لڑکے سے کئے گئے نکاح پر طلاق کی ضرورت ہے، یا بغیر طلاق عقد ثانی کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: ایسے عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ مسلمان سُنی عورت کا نکاح ہرگز نہ کیا جاوے، اور اگر بوقت نکاح اسکے یہی عقائد ہوں تو شرعاً وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر (شامی ص۲۸۹ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

دس سالہ بچے کا ایجاب و قبول باپ کی اجازت سے نافذ ہو جائے گا

ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح پڑھا گیا لڑکے کی عمر دس سال تھی لڑکے کا باپ بھی مجلس میں موجود تھا اور وہ اس نکاح پر راضی تھا لیکن قبول لڑکے نے کیا ہے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں باپ کے اس نکاح پر راضی ہونے سے اور لڑکے کے قبول کو جائز رکھنے سے نکاح منعقد ہو گیا۔

فان نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه هكذا في البدائع. (عالمگیری ص ج۱)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۱/۷/۹۶ھ

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

لفظ "صدقہ" سے نکاح منعقد ہونے کا حکم

عورت نے گواہوں کی موجودگی میں مرد کو کہا کہ میں نے اپنے وجود کو تجھ پر صدقہ کیا۔ مرد نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر لفظ صدقہ سے مراد نیت نکاح تھی اور یہ مرد اس عورت کا کفو تھا تو نکاح ہو گیا۔

وما عداهما كناية هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة فلا يصح بالشركة في الحال خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية اه۔ (در مختار علی الشامیہ ص۲۹۱ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

تجدید ایمان کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے

ایک شادی شدہ عورت کی اپنی ساس سے لڑائی ہوئی۔ لڑائی کے دوران ساس نے کہا کہ کلمہ پڑھ لے غصہ رفع ہو جائے گا اس نے کہا کہ میں کلمہ نہیں پڑھتی، نہیں پڑھتی بس میں کافر ہوں۔ یہ بات اس نے غصے میں کہہ دی تو آیا یہ کلمۂ کفر ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو نکاح ٹوٹا کہ نہیں اور تجدید نکاح کی کیا صورت ہے، حق مہر کا کیا طریقہ ہو گا؟ نیز وہ عورت بعد میں نادم ہوئی اور غصے کے چلے جانے کے بعد اس نے توبہ کی تو سوال ہے کہ اس بعد کی توبہ کا اثر پہلے کلمات پر پڑے گا یا نہیں۔ اور اگر پڑے گا تو صرف آخرت کا گناہ معاف ہو گا یا صرف دنیاوی معاملات پر ہی اس کا اثر مرتب ہو گا۔

الجواب: احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بحضور شاہدین اقل مہر پر کر لیا جائے۔

ما كان في كونه كفرا اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط (عالمگیری ص۲۸۹ ج۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ماموں کی بیوی سے نکاح کا حکم

ایک شخص نے اپنے حقیقی ماموں کے فوت ... کے بعد اسکی زوجہ یعنی اپنی سگی مامی ... ہمراہ نکاح کیا۔ کیا یہ از رُوئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب مامی محرمات میں سے نہیں ہے اس لئے اس سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ مامی ہونے کے علاوہ اور کوئی وجہ حُرمت موجود نہ ہو۔ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ۔) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۰/۹ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

خالہ اور اسکی بھانجی ایک نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں

زاہد نے مریم سے شادی کی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں زوجہ مریم نے اپنی سگی بھانجی سے زاہد کی دُوسری شادی کر دی۔ آیا مریم اور اسکی بھانجی (یعنی خالہ بھانجی) ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں ؟

الجواب زاہد کا نکاح اپنی منکوحہ مریم کی بھانجی سے صحیح نہیں کیونکہ خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

فلا یجوز الجمع بین امرأۃ وعمتھا نسباً أو رضاعاً وخالتھا کذالك ونحوھا اھ (عالمگیری ص ۲۷۷/۱) أیتھ واحدۃ منھما فرضت ذکرا لم یحل للاخری کالجمع بین المرأۃ وعمتھا أو خالتھا۔ (ردالمحتار ص ۲۸۴/۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۲۶ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نکاح، نکاح ہے خواہ ڈرامے کے طور پر کیا جائے

شرعاً اگر ہزلاً طلاق دیدی جائے تو واقع ہوجاتی ہے۔ آج کل بعض ڈرامے اور فلمیں ان کی کہانی اس طور پر بنائی جاتی ہے کہ مرد اور عورت کا باقاعدہ ایجاب و قبول کروا کر نکاح کر دیا جاتا ہے اور اگرچہ یہ نکاح تمثیلاً ہوتا ہے۔ لیکن صورت مسئولہ یہ ہے کہ جس طرح ہزلاً طلاق واقع ہوجاتی ہے آیا اسی طرح ہزلاً کیا ہوا نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ڈرامے میں غیر محرم مرد اور عورت کا جبکہ وہ عورت کسی دُوسرے شخص کے نکاح میں بھی نہ ہو اگر باقاعدہ شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب قبول ہو تو وہ نکاح منعقد ہوجائے گا ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔ (الحدیث) — (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴)

وینعقد أی النکاح أی یثبت ویحصل انعقادہ بالایجاب والقبول۔ (ردالمحتار ص ۲۸۵/۲)

فقط واللہ اعلم۔
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بالغہ نکاح کی اطلاع ملنے پر انکار کر دے تو نکاح ختم ہوگیا

والد نے نکاح خواں کو بُلا کر نکاح پڑھانے کے لئے کہا۔ والد نے پہلے لڑکی سے نہیں پوچھا کہ تیرا نکاح کروں یا نہ کروں ؟ لڑکی کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ نکاح کے تھوڑی دیر بعد سب سے پہلے اس کو ایک چچا اور ایک چچازاد بھائی نے جاکر اطلاع دی کہ تیرا نکاح کر دیا ہے۔ وہ دونوں حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ لڑکی نے انکار کر دیا کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں واضح رہے کہ اس نکاح کی عام شہرت نہ تھی بلکہ کچھ برادری کے تنازعات تھے جن کو نمٹانے کے لئے یہ عقد کیا گیا۔ نکاح منعقد ہوا یا نہ ؟

الجواب برتقدیر صحت جملہ سوال یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے اور جہاں چاہے عقد کرسکتی ہے۔
لا یجوز نکاح أحد علی بالغة اھ (عالمگیری ص ۲۸۷/۱)۔ فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

اپنے ہی بیٹے نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح کا حکم

ایک آدمی نے نکاح کرایا اور گواہ اس کے دونوں بالغ بیٹے تھے اور خطبہ خاوند نے خود پڑھا آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ گواہ اس کے بیٹے ہیں، اس لئے نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اور نیز یہ کہ ان گواہوں کے اپنے نکاح بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ شرعاً واضح فرمائیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں شرعاً نکاح صحیح ہوگیا ہے اور باقی ان گواہوں کے نکاح بھی برقرار ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لوگوں کا کہنا غلط ہے۔
فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سوتیلی ماں کی اولاد سے نکاح کا حکم

زید نے ہندہ بیوہ سے شادی کی تو کیا زید کا لڑکا ہندہ کی پہلی بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب زید کے بیٹے کا نکاح مذکورہ لڑکیوں سے درست ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه ابنتها أو أمها کذا في محیط السرخسي اھ (عالمگیری ص ۲۷۷/۱)۔
فقط واللہ اعلم
محمد انور عفرلہ،
الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

نہ ایجاب و قبول ہوا ہو اور نہ گواہ ہوں تو نکاح کا حکم

غلام حیدر شاہ سے اس کے دوست نے رشتہ مانگا اس نے کہا کہ ابھی بچی نابالغ ہے۔ بڑے ہونے پر دیکھیں گے ایک دن وہی دوست آیا، صحن میں بیٹھے تھے کہ اس نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ کوئی بات ایجاب و قبول کی نہیں ہوئی اور نہ ہی گاؤں کا کوئی آدمی پاس تھا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دوست کہتا ہے کہ میں نے تو وہ نکاح پڑھا تھا۔ غلام حیدر شاہ کہتا ہے کہ مجھے تو نکاح کا کوئی پتہ ہی نہیں مجھے معلوم نہیں تم نے کیا پڑھا تھا۔ تو کیا یہ نکاح ہوگیا ہے؟

الجواب برتقدیر صحت سوال مذکورہ واقعہ کو نکاح قرار دینا بالکل غلط ہے۔ اول تو ایجاب و قبول ہی نہیں ہوا اور یہ نکاح کا رکن ہے۔ عالمگیری ص ۲/۱ میں ہے
وأما رکنه فالایجاب والقبول کذا في الکافي
اور رکن کے نہ پائے جانے سے چیز کا نہ پایا جانا ظاہر ہے۔ نیز صورت مسئولہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غلام حیدر اور اس دوست کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا تو گواہ بھی نہ ہوئے حالانکہ گواہوں کا موجود ہونا نکاح کے جائز ہونے کی شرط ہے۔ عالمگیری میں ہے۔
ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح ص ۲/۱
لہٰذا صورت مسئولہ کے واقعہ کو نکاح قرار دینا صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بیوی کی بھانجی سے نکاح کرکے ہمبستری کرلی تو بیوی کے پاس جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے پہلے ایک عورت سے نکاح کیا ہے پھر اس عورت کی موجودگی میں اس عورت یعنی اپنی اس بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح کرلیا ہے۔؟ کیا شرعی لحاظ سے اپنی بیوی کی بہن کی لڑکی کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (السائل، عطاء محمد، رائیونڈ کالونی، ملتان)

الجواب بر تقدیرِ صحت واقعہ دوسرا نکاح جو بیوی کی بھانجی سے کیا ہے یہ نکاح صحیح نہیں اس شخص پر لازم ہے کہ دوسری بیوی کو چھوڑ دے۔ اگر دوسری بیوی سے ہمبستری بھی ہوگئی ہے تو اسپر عدت اور شوہر پر مہر واجب ہے جب تک اس دوسری بیوی کی عدت ختم نہ ہو اسوقت تک پہلی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

کما فی الھندیۃ : فی المحرمات والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداھما من أی جانب ذکرا لم یجز النکاح برضاع أو نسب لم یجز الجمع بینھما (وبعد سطر) وان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد ویجب علیہ أن یفارقھا الی قولہ.....) وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر..... وعلیھا العدۃ ویثبت النسب ویعتزل عن امرأتہ حتی تنقضی عدۃ أختھا کذا فی محیط السرخسی (عالمگیریہ ۲۷۸/۱)

فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہ،

بندہ عبد الحکیم عفی عنہ، ۱۶/۴/۱۴۱۷ھ

فاسق نکاح خواں کا حکم

محمد کامل ایک علاقہ میں نکاح خواں اور امام ہے عرصہ ہوا اس نے ایک منکوحہ مسماۃ مریم سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے۔ اسے بہکایا کہ اپنے خاوند سے رہا ہونے کے لئے عیسائی مذہب اختیار کرے چنانچہ اس عورت نے بوساطت محمد کامل گرجا گھر میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ قانوناً اس کا خاوند اس سے دست بردار ہوگیا اور ادھر محمد کامل نے اس عورت کو بغیر دوبارہ مسلمان کئے اور بغیر نکاح کئے اپنے گھر بٹھا لیا اور آجتک علانیہ زنا کر رہا ہے علاوہ ازیں اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر چند اور بھی عورتوں کو گھر میں رکھا ہوا ہے کیا ایسا شخص نکاح خوانی کے قابل ہے کیا اس عرصہ میں محمد کامل کے پڑھائے ہوئے نکاح درست ہیں دیگر مسلمانوں کو اس سے تعلق رکھنا درست ہے یا نہیں یا اسکی امامت درست ہے؟

الجواب کسی مسلمان کو کفر پر آمادہ کرنا کفر ہے اور غرضِ نفسانی کے لئے اسلام سے انحراف یا اسکی ترغیب موجب غضب خداوندی ہے اعاذنا اللہ من ذالک پس شخص مذکور ہرگز ہرگز لائق امامت نہیں فوراً الگ کر دیا جائے اور اسے نکاح خوانی سے بھی معزول کرنا ضروری ہے اور جبتک شخص مذکور اپنی ان حرکات سے تائب ہوکر تجدید اسلام اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطعاً تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔ اگر حکومت سے کوئی سزا دلوائی جاسکے تو مزید بہتر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، عبد اللہ غفرلہ،

بندہ عبد الستار عفی عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان

اہلِ تشیع مجلسِ نکاح میں شریک ہوں تو نکاح کا حکم

زید نامی ایک شخص جو کہ مسلکاً اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے نکاح کے موقعہ پر کچھ لوگ شریکِ دعوت غیر سنی بھی ہوئے لیکن لڑکا سُنّی، بیوی سُنّی، گواہ سُنّی، اہلِ محفل سُنّی۔ اہلِ تشیع صرف نکاح میں بیٹھے ہیں کیا انکی شرکت سے نفسِ نکاح میں نقص وارد ہو جائے گا یا نہیں؟

۲۔ ایسے ہی کچھ لوگ اہلِ تشیع جنازہ میں شریک ہوئے۔ امام بھی سُنّی اور باقی مقتدی بھی سُنّی تو نماز جنازہ میں کچھ خلل تو واقع نہیں ہوا۔

۳۔ ایک آدمی خود تو سُنّی ہے لیکن عورت اور نابالغ اولاد شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں کیا ایسا آدمی اہلِ سنت کے ساتھ جماعت میں نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اہلِ تشیع اور دیگر فرقِ باطلہ سے خصوصی مراسم رکھنا اگرچہ درست نہیں لیکن مجلسِ نکاح میں انکی موجودگی صحتِ نکاح پر کوئی اثر انداز نہ ہوگی۔ لما فی الھدایۃ النکاح ینعقد بالایجاب والقبول۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ اما رکنہ فالایجاب

والقبول کذا فی الکافی ص۱ ج۲ کتبِ فقہ میں صحتِ نکاح اور نفاذِ نکاح کی شرائط ذکر کی گئی ہیں، ان میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ مجلسِ نکاح اہلِ تشیع سے خالی ہو۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نکاح بلاشبہ درست ہے۔

۲۔ کتبِ شیعہ میں لکھا ہے، اول تو سُنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعا کے میّت پر بددُعا کرے، چنانچہ تحفۃ العوام ص۱۳۸ ج۲ میں ہے، اگر میت سُنّی خلاف مذہب ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے۔ اللھم اخز عبدک فی عبادک و بلادک اللھم اصلہ حر نارک اللھم اذقہ اشد عذابک۔

ترجمہ:۔ اے خدا اس بندے کی میّت کو اپنے بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر، اے خدا اس بندے کی میّت کو نارِ جہنم میں جلا، اے خدا اسے سخت ترین عذاب دے۔

چونکہ یہ سُنّی میّت پر بددُعا کرتے ہیں۔ اس لئے شرکت کی اجازت نہ دی جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

۲۴ / ۱۱ / ۱۴۰۳ھ

عیسائیوں کی عورتوں سے نکاح کا حکم

دو آدمیوں میں بحث ہوئی۔ ایک کہتا ہے کہ مسیحی عورت سے نکاح جائز ہے جبکہ دُوسرا کہتا ہے کہ جائز نہیں، جب اسکی توجہ اسطرف مبذول کرائی گئی کہ وہ اہلِ کتاب ہیں تو کہا اس وقت دُنیا میں کوئی اہلِ کتاب نہیں، سب مُشرک ہو چکے ہیں اور مُشرک سے نکاح جائز نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ حالانکہ حضورؐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۵۰۰ سال بعد تشریف لائے ہیں اور یہ اعلان فرمایا کہ: الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم الآیۃ۔ اور قرآن پاک ہی کے مطابق عیسائی آنحضرتؐ کے وقت مُشرک ہو چکے تھے، جیسا کہ فرمایا، واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ء انت قلت الآیۃ۔ تو اب ان میں کونسی بات ہے جو بڑھ گئی ہے جس کی بناء پر مندرجۂ بالا حکم میں ترمیم کریں؟

الجواب موجودہ دَور کے عیسائی اور یہودی فقط نام کے عیسائی یا یہودی ہوتے ہیں۔ درحقیقت دہریہ اور مُنکرِ خُدا ہوتے ہیں، اسلئے انکی عورتوں کا بھی

وہی حکم ہے، جو دیگر مشرکین کی عورتوں کا ہے۔ جو لوگ حقیقۃً یہودیت و نصرانیت پر قائم ہوں انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا اگرچہ فی نفسہٖ حلال ہے، مگر بہت سے مفاسد اور خرابیوں کی بناء پر جمہور صحابہؓ و تابعینؒ انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو تین صحابہؓ نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کر لیا تھا، حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو سخت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ ان کو طلاق دیں، چنانچہ طلاق دلوا بھی دی۔ آج کا دَور اُس دَور سے بہت مختلف ہے۔ آج تو اور زیادہ شدت سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن ص۵۳ ج۲ میں لکھتے ہیں۔ قرآن و سُنّت اور اسوۂ صحابہؓ کی رُو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آجکل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلّی پرہیز کریں۔

قال فی الدر المختار وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہاً مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل اھ قال فی الشامیۃ (قولہ وان کرہ تنزیھا) سواء کانت ذمیۃ اوحربیۃ فان صاحب البحر استظہر ان الکراھۃ فی الکتابیۃ الحربیۃ تنزیھیۃ فالذمیۃ اولی قلت علل ذلک فی البحر بان التحریمیۃ لا بدلھا من نھی اوما فی معناہ لانھا فی رتبۃ الواجب وفیہ ان اطلاقھم الکراھۃ فی الحربیۃ یفید انھا تحریمیۃ والدلیل عند المجتھد علی ان التعلیل یفید ذلک ففی الفتح یجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتھم الا للضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لافتتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما اھ فقولہ والاولی ان لا یفعل یفید کراھۃ التنزیھیۃ فی غیر الحربیۃ وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ تأمل۔ (رد المحتار فصل فی المحرمات ص۲۷۰ ج۲) فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

ظنِّ غالب ہو کہ خاوند فوت ہوگیا ہے تو دوسری جگہ نکاح دُرست ہے

بخدمت شریف پنچایت صاحبان دریا خان تحصیل بھکر ضلع میانوالی ۔

جناب عالی مؤدبانہ گزارش ہے کہ عرصہ سولہ ۱۶ سال سے میرا خاوند عبدالستار گُم ہے اور آج تک لاپتہ ہے لہذا بعد تحقیق میرا شرعی فیصلہ فرمایا جائے تاکہ حسبِ شرع نکاح ثانی کرکے گزر اوقات کرسکوں والجواب عرض ہے۔ (العارضۃ : قریشہ بیگم دختر حافظ نور محمد)

پھر اس درخواست کی تصدیق کے لئے ممبران کے مطابق ممبران کے رُو برو چار سے زائد گواہوں نے شہادت دی ہے کہ واقعی قریشہ بیگم کی درخواست واقعہ پر مبنی ہے اور سچی پکار ہے جن پر گواہوں اور ممبران کے دستخط بھی موجود ہیں۔ مثلاً فیض محمد، عبدالرحمان، عبدالعزیز رفیق احمد۔ عبدالمجید۔ ان سب کی طرف سے نقل آمدہ کارڈ مورخہ ۲۴/۶/۹۱ منجانب کریم الدین خانیوال بنام محمد یوسف مدرس دریا خان ۔

مکرمی جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد عرض یہ ہے خط آپکا آیا حال معلوم ہوا ۔ دیگر احوال یہ ہے کہ آپ نے جو عبدالستار کی بابت لکھا ہے عرصہ ۱۷ سال ہوئے عبدالستار میرے پاس آیا تھا اور پاجامہ سفید پہن رکھا تھا اور اس کا بدن جلا ہوا تھا اور میرے پاس سے وہ آگے چلا گیا ہے اس کے بعد میرے پاس جاٹوں والوں کے گھر آئے اور اُنہوں نے ذکر کیا تھا کہ عبدالستار ہمارے پاس ٹھہرا اور صبح کو اُٹھتے ہی پہاڑ میں چلا گیا ہے اور جب ہم اپنے مویشی چَرانے کے لئے گئے تو وہ پہاڑ میں مرا ہوا پڑا تھا۔ باقی سب خیریت ہے اور بچوں کو سلام و پیار اور کوئی پنچایت میں پوچھے تو بتانے کے لئے تیار ہوں ۔

نوٹ : کریم الدین اور محمد یوسف مدرس آپس میں کوئی رشتہ نہیں رکھتے اور کریم الدین نے جو دیر سے اطلاع دی اس کی وجہ پہلے کریم الدین کی محمد یوسف مدرس سے ناواقفیت ہے بعد میں جاکر محمد یوسف کے بھائی سے کریم الدین ملا تو عبدالستار کے تذکرہ میں کریم الدین نے اسکی فوتگی کی خبر دی تو محمد یوسف کو اپنے بھائی کے ذریعہ پتہ چلا تو تحقیقات سے واقفیت نکلی اور نکالی تو یہ اطلاع آئی ۔ ۱۲

الجواب اخبرھا واحد بموت زوجھا أو بردتہ أو بتطلیقھا حل لھا التزوج ولو سمع من ھذا الرجل آخر لہ ان یشھد لانہ من باب الدین فیثبت بخبر الواحد اھ (شامی ج ۲ ص ۶۶۸ مطبوعہ کوئٹہ) عن جامع الفصولین ۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ اگر سائلہ کو اپنے خاوند کی موت کا غلبہ ظن ہو جائے اور اس کے نزدیک موت کی خبر مذکور دُرست ہو تو اسے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ واقعہ چونکہ قدیم ہے لہذا عدت گُزر چکی ہے بلا انتظار نکاح ثانی کی اجازت ہے۔ درمختار میں جزئیہ مذکورہ کے ساتھ ان اکبر رأیھا انہ حق کی قید موجود ہے جس کی بناء پر جواب میں غلبہ ظن کی قید کا اضافہ کیا گیا فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،
خادم دارالافتاء ۱۹/۱/۸۱ ھ

الجواب صحیح ،
عبداللہ غفر لہ ،

ایجاب کے جواب میں بجائے قبلت کے الحمدللہ کہنا

ایک جانب سے ایجاب ہونے کے بعد دوسری جانب سے بجائے قبول کہنے کے الحمدللہ کہنے سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ لفظ الحمدللہ تملیک عین پر دلالت نہیں کرتا اسلئے نکاح صحیح نہیں ہوگا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے علاقہ کے عرف میں لفظ الحمدللہ کو لفظِ قبول سمجھا جاتا ہے۔ لہذا اس سے نکاح صحیح ہو جانا چاہیئے ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بجائے قبلت الحمدللہ کہنے سے نکاح منعقد ہوگیا جبکہ ارادہ نکاح کرنے کا ہو ۔

امرأۃ قالت لرجل زوجت نفسی منك فقال الرجل بخداوندکاری پذیرفتم یصح النکاح ولو لم یقل الرجل ذلك لکنہ قال لھا شاباش ان لم یقل بطریق الطنز یصح النکاح کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۲)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ،

ایجاب وقبول دونوں کا تملیکِ عین کے لئے موضوع ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف ایجاب کا ایسا ہونا کافی ہے ورنہ "قبلتُ" کہنے سے بھی قبول معتبر نہیں ہونا چاہیئے۔

ہاں آئندہ کے لئے احتیاط لازم ہے کہ قبول کے لئے لفظِ صریح استعمال کیا جائے کیونکہ معاملہ نکاح کا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

والجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مفقود کے بارے میں غیر مقلدین کے فتوے پر عمل نہ کریں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ کا عقدِ نکاح زید کے ساتھ ہوا نکاح سے چند روز بعد ان کا آپس میں اختلاف ہوگیا جس کی وجہ سے ہندہ واپس اپنے میکے آگئی۔ اس کے بعد ہندہ کا خاوند عرصہ پانچ سال تک مفقود الخبر رہا۔ ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنے کی کوشش کی مگر مقامی مولوی صاحب نے نکاح نہ پڑھایا۔ آخر ہندہ کے والد نے ہندہ کو بغیر نکاح کے رخصت کر دیا۔ اب عرصہ پندرہ سال سے ہندہ بغیر نکاح کے دوسرے آدمی کے گھر آباد ہے۔ دریں اثناء پہلے خاوند کے متعلق باوجود جستجو اور تلاش کے کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ اب سوال یہ ہے کہ جس آدمی کے ساتھ عرصہ پندرہ سال سے زندگی گزار رہی ہے کیا اس کا نکاح مذکور آدمی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول (جسے امام مالک نے مؤطا میں نقل کیا ہے) کافی سمجھا جا سکتا ہے۔ عن سعید بن المسیب ان عمر رضی اللہ عنہ قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ھو فانھا تنتظر اربعۃ اشھر وعشراً ثم تحل یعنی جس عورت کا خاوند گم ہو جائے چار سال کے گزر جانے کے بعد مزید چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر، حضرت عثمانؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال کو حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق نقل کرتے ہیں سعید بن المسیبؒ اور امام زہریؒ کا بھی یہی کہنا ہے عقل کا تقاضا بھی یہی ہے ہاں فقہاء کرام کا یہ کہنا ہے کہ عورت جب تک اس کے گم شدہ خاوند کے فوت ہو جانے

کا علم نہ ہو جائے نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ باقی عورت جس شخص سے خاوند کے گم ہو جانے کے بعد غیر شرعی طور پر تعلقات قائم کر چکی ہے اس کا اس شخص کے ساتھ نکاح کر دینا زیادہ موزوں ہے جیسے الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت سے معلوم ہوتا ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد حسین مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام

لقد اصاب من اجاب محمد صادق مدرس مدرسہ ہذا۔

مذکورہ بالا فتویٰ پر نکاح ثانی کر دیا گیا۔ مگر اب چند اشخاص اس نکاح کو ناجائز کہہ رہے ہیں یہاں تک کہ نکاح خواں وشرکاءِ مجلسِ نکاح کو کہا جا رہا ہے کہ اب تمہارے نکاح بھی ٹوٹ گئے ہیں، لہذا اب فتویٰ دیا جائے کہ کیا واقعی نکاح ناجائز تھا اور نکاح خواں اور شرکاءِ مجلس نکاح تمام کا نکاح فسخ ہوگیا؟ یا کہ نکاح صحیح تھا؟

الجواب عورت مذکورہ کا جو مذکورہ بالا فتویٰ کی بناء پر نکاح کیا گیا ہے یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نکاح سے پہلے پہلا نکاح فسخ کرانا ضروری تھا اور نکاحِ اول کو فسخ نہیں کرایا گیا ویسے ہی نکاح کر دیا تو گویا یہ نکاح علی النکاح ہوگیا یہ صحیح نہیں ہے لہذا اب بھی پہلے اول نکاح کو فسخ کرائیں پھر دوبارہ اس مرد کے ساتھ نکاح کریں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ،

نام چھوٹی کا لیا اور صفت کبریٰ کی ذکر کی تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص مسمی کریم اللہ نے اپنی چھوٹی لڑکی نسیم بی بی کا عقدِ نکاح مسمی گاما سے کرانا تھا والد صاحب کی غلطی کی بناء پر نکاح جس جگہ ہوا۔ وہاں جھگڑا پڑ گیا کہ چھوٹی لڑکی کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اس جگہ پر بڑی کا نام لیا گیا ہے کیونکہ والد جاہل ہے اس بناء پر والد چھوٹی اور بڑی کے نام میں تمیز نہ کر سکا۔ لہذا آپ شریعتِ حنفیہ سے حکم فرمائیں کہ آیا جس لڑکی کا جس لڑکے سے نکاح ہونا قرار پایا تھا وہ نہ ہوا لہذا بڑی لڑکی کا نکاح ہوا یا نہیں یا دونوں میں کسی کا ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں۔ مثلاً ایک بڑی اور ایک چھوٹی تو نکاح کے وقت والد بجائے چھوٹی کے بڑی کا نام لے دے یا برعکس تو جس کا نام لے گا اسی کا نکاح ہوگا خواہ اسکے ذہن میں تعیین دوسری کی ہو۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ صرف نام ہی لیا ہو نام کے ساتھ چھوٹی یا بڑی کا لفظ نہ کہا ہو مثلاً اگر نام چھوٹی کا لیا اور اس کے ساتھ لفظ بڑی کا کہا یا برعکس تو اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا کیونکہ اس کی اسکی بڑی لڑکی یا عکس کی صورت میں چھوٹی لڑکی کوئی نہیں ہے لہذا نکاح کسی کا بھی نہیں ہوگا بخلاف پہلی صورت کے۔

کما فی الدر المختار علی الشامیة ص ۲۷۵/۲ ولوله بنتان أراد تزویج الکبری فغلط فسماها باسم الصغری الخ وفی الشامیة علی قوله ولوله بنتان الخ أی بأن کان اسم الکبری مثلا عائشة والصغری فاطمة فقال زوجتك بنتی فاطمة وقبل صح العقد علیها وان کانت عائشة هی المرادة وهذا اذا لم یصفها بالکبری اما لوقال زوجتك بنتی الکبری فاطمة یجب أن لا ینعقد العقد علی احداهما لانه لیس له ابنة کبری بهذا الاسم الخ شامی ص ۲۷۵/۲

لہذا باپ نے جس لڑکی کا نام لیا اس کا نکاح ہوگیا، دوسری کا نہیں ہوا۔

فقط واللہ اعلم، محمد عبداللہ غفرلہٗ، خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

———○———

نماز پڑھنے کی شرط پر نکاح کر دینا اور پھر خاوند نماز نہ پڑھے

زید کے پاس اس کی برادری کے آدمی آئے کہ تم اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کردو زید نے جواب دیا کہ بکر کو نہ ایمان کی پرواہ ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے لہذا میں اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کسی دیندار نمازی کے ساتھ کروں گا تم اگر مجھے مجبور کرتے ہو تو میں بکر کا نکاح کسی اور جگہ کرا دوں گا۔ برادری نے مجبور کیا کہ تم ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ اسی شرط پر کر دو کہ ہم

ذمہ دار بات کریں گے تم نماز و شرائط ایمان سن لینا اور نماز پڑھنے کے متعلق تسلی کر لینا۔ چنانچہ اس شرط پر زید نے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا عرصہ تین چار سال کا گزر چکا ہے بکر کو نہ نماز آتی ہے اور نہ پڑھتا ہے بکر نے اس چیز کا اقرار ایک معتبر عالم کے روبرو کیا ہے کیا نکاح اذا فات الشرط فات المشروط کے قاعدہ کے تحت ٹوٹ جائیگا یا نہ ترک نماز عمداً کبیرہ اور فسق ہے کیا ماتحت مسئلہ کفو کے آئیگا — اور مولانا عبدالحی صاحب اپنے فتاوی ص ۲۲۱ کے اندر رقمطراز ہیں کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ — ولا من یأتی بابا من الکبائر التی یتعلق بہا الحد للفسق۔ اسی عبارت ہدایہ سے معلوم ہوا کہ صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے فسق ثابت ہو جاتا ہے اور در مختار باب الکفاءۃ میں لکھا ہے۔

دیانة أی تقوی فلیس فاسق کفوء الصالحة أو فاسقة بنت صالح معلناً کان أولا علی الظاهر۔

اور شامی نے معلناً کان کے نیچے لکھا ہے۔

أما اذا کان معلنا فظاهر وأما غیر المعلن فهو بان یشهد علیه بأنه فعل کذا من المفسقات وهو لا یجهر فیفرق بینهما بطلب الاولیاء۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط والا قاعدہ نکاح کے باب میں نہیں چلتا بلکہ اس میں قاعدہ یہ ہے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور شرط خود فاسد ہو جاتی ہے۔ والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط الی قوله ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد وانما یبطل الشرط دونه (در مختار ص ۳۴۳/۲) اور جو عبارۃ آپ نے نقل فرمائی ہے۔ اس کا انطباق اس صورۃ پر نہیں ہوتا کیونکہ جب شرط فاسد لغو ٹھہری تو گویا کہ نکاح بلا شرط برضا الولی علی عدم کفاءت ہوا تو جب ولی یعنی والد یا دادا غیر کفو میں رضامندی کے ساتھ نکاح کر دے تو وہ نکاح صحیح اور درست ہو جاتا ہے بعد میں فسخ کا اختیار نہیں رہتا لہذا نکاح مذکور باقی اور صحیح ہے۔ عدم کفاءت کی بناء پر قابل فسخ نہیں۔ (بندہ اصغر علی غفر اللہ لہٗ)

لہذا جب لڑکی بالغہ اور اس کے اولیاء فسق کو دیکھتے ہوئے نکاح پر راضی ہو چکے ہیں تو

اب بوجہ عدم کفارت کے نکاح کا فسخ نہیں ہوسکتا۔

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۱۴/۸/۶
والجواب صحیح،

نکاح سے پہلے طے کی گئی شرائط کو اخلاقاً پورا کرنا لازم ہے

کیا فرماتے علماء دین مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قبل عقدِ نکاح چند شرائط کہہ دے کہ اگر میں سماۃ فلانہ کے ساتھ نکاح کروں تو تادم بقائے نکاح ان شرائط کا پابند رہونگا۔

ان میں سے یہ کہ تادم بقائے نکاح منکوحہ کو والدین کے گھر رہائش پذیر کرکے خدمت گزار رہوں گا اور یہ کہ اگر بغیر رضاءِ والدین منکوحہ خود کو کہیں باہر لیجانے کا بلکہ میرا بغیر رضا چلے جانے کا مجھے حق ہوگا پس بعد نکاح یہ بغیر رضا خود چلا جاتا ہے کبھی منکوحہ کو بغیر رضا ماں کے لے جاتا ہے باوجود تنبیہ کے اس حرکت سے باز نہیں آتا۔ آیا یہ شرعاً پابند ہے یا نہ؟ دیگر اس کے نسبی بچے ایک چھوٹا شیر خوار بڑا لڑکا بارہ سالہ ہے۔ آیا انکی تربیت تعلیم مفروضہ اس کا فرض ہے یا غیر کا؟

الجواب شخص مذکور نے قبل از نکاح جن شرائط کی پابندی کا عہد کیا تھا ان کا ایفاء اس کے ذمہ اخلاقاً و شرعاً لازم ہے لقولہ تعالیٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولاً” الآیۃ۔ صیغہ امر مفید للوجوب ہے احادیثِ شریفہ میں بھی ایفائے عہد کی غایت درجہ تاکید موجود ہے۔ کما لا یخفی علی اہل العلم حتیٰ کہ وعدہ خلافی کو علامت نفاق بتایا گیا ہے کما فی قولہ علیہ السلام آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان او کما قال علیہ السلام۔ فقہاء کی کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی وعدہ اس طرح سے کر لیا جائے کہ اس سے احکام شرعیہ کی ممانعت لازم نہ آتی ہو تو اس وعدہ کا ایفاء لازم ہو جاتا ہے۔ بیع کی ایک صورت کے بارے میں علامہ شامی لکھتے ہیں۔

قلت وفی الجامع الفصولین ایضاً لو ذکر البیع بلا شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ العدۃ جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذ المواعید قد تکون

لازمۃ فیجعل لازماً لحاجۃ الناس ج۴ ص۱۳۷) مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعد العقد او قبلہ

اور اس صورتِ مسئولہ میں منکوحہ کو گھر سے باہر نہ لے جانے اور اس کے خدمت گزاری کی جو شرطیں لگائی گئی ہیں یہ جائز اور درست ہیں جبکہ مہر مسمّٰی کے ساتھ ہیں کما یظہر من البحر الرائق ج۳ ص۱۶۱ تحت قول الماتن ولو نکحہا بالف علی أن لا یخرجہا أو علی أن لا یتزوج علیہا قال فی البحر بیان لمسئلتین الاولی ضابطہا أن یسمی لہا قدر امہر مثلہا اکثر منہ ویشترط منفعۃ لہا او لابیہا اولذی رحم محرم منہا فان وفی بما شرط فلہا المسمی لانہ صلح مہراً وقد تم رضاہا بہ اھ بحر

اس جزئیہ سے ایسی شرائط کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ جو منکوحہ کی شخص مذکور کے ذمہ ہیں لیکن مواقع ضرورت بقدر حاجت کے مستثنیٰ ہوں گے عرفاً جانبین کو اس میں تنگی کی بجائے فراخدلی سے کام لینا چاہیے تاکہ نبھاؤ کی صورت ہوسکے اولاد کی نگہداشت اور تربیت والدین کے ذمہ ہے، یہ ایک اجماعی امر ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کما فی الفصل الثالث من باب الولی فی النکاح من المشکوٰۃ عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ الحدیث۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
الجواب صحیح، محمد عبداللہ عفی عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

لقیط کی ولایت نکاح صرف حکومت کو ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں (۱) ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر ایک عورت ایک لاوارث لڑکی کو جب کہ اس کا کوئی وارث نہ ملا اپنے ہمراہ پاکستان لے آئی اور اسکی پرورش کی ابھی وہ بالغ نہیں ہوئی تھی کہ اس عورت نے اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر دیا آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔؟

نوٹ: بچی کی عمر چار سال کی تھی دودھ پلانے کی مدت گزر چکی تھی (۲) بعض کہتے ہیں کہ

بغیر ولی کے نابالغ کا نکاح درست نہیں ہے مگر اس لڑکی کا بوقت نکاح بھی کوئی اس کا خاندانی ولی یا وارث نہ مل سکا صرف پرورش کنندہ عورت نے اپنی رضامندی سے نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کر دیا، جواب سے مطلع فرمائیں۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا لڑکی مذکورہ کا عقد نکاح اسکی نابالغی کی حالت میں اپنے لڑکے سے کرنا درست نہیں ہوا ہے کیونکہ لڑکی مذکورہ کی ولایت حکومت کو حاصل ہے۔ کما فی العالمگیریۃ واللقیط حر ولیہ السلطان حتی ان الملتقط اذا زوجہ امرأۃ او کانت جاریۃ فزوجہا من آخر لم یجز کذا فی خزانۃ المفتین ص $\frac{۲۰۹}{ج۲}$، اب لڑکی اگر بالغ ہو چکی ہے تو اسکی رضامندی سے لڑکے مذکور سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر نابالغ ہے تو حکومت سے اجازت حاصل کر کے نکاح جدید کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ غفرلہٗ،

نکاح میں ذکر کردہ نام سے "کُتیا" مراد لینے کے دعویٰ کا حکم

فتح محمد کا لڑکا شاہ محمد غلام محمد کے گھر رات کو دیر تک بیٹھا رہا جبکہ غلام محمد گھر میں نہ تھا رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد غلام محمد کی بیوی کو برائی کی دعوت دی اس نے انکار کیا، معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچا۔ آخر عورت کے شور مچانے پر وہ بھاگ گیا۔ خاوند کے آنے پر عورت نے اسے سارا واقعہ سُنایا۔ دوسری رات غلام محمد کی برادری پڑوس میں اکٹھی ہوئی۔ اور عزت کا بدلہ لینے کے لئے اس لڑکے کے والد فتح محمد کو بلوایا۔ اور کہا کہ تیرے بیٹے نے غلام محمد کی بیوی کی بے عزتی کی ہے اس لئے بدلہ میں ہمیں اپنی بیٹی کا رشتہ دو۔ اس پر فتح محمد راضی ہو گیا۔ اور مولوی صاحب کو بلایا گیا۔ اور ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا اب لڑکی جوان ہو چکی ہے۔ مطالبے پر فتح محمد کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تو نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ اس وقت میری ایک پالتو کتیا تھی جس

کا نام پینو تھا محض اپنی جان بچانے کے لئے نکاح میں اس کا نام لیا۔ اگرچہ اپنی بیٹی کہا تھا لیکن نام اسی کتیا کا لیا تھا۔ اب بعض کہتے ہیں کہ نام یاد نہیں کہ کیا لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ امیر خاتون کا نام لیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں پینو کا، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر بچی کا نام صحیح لیا گیا تھا تو عقد ہو گیا ورنہ بچی کا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا۔ اسکی تحقیق کر لی جائے، ہندیہ میں ہے۔

رجل لہ بنت واحدۃ اسمہا فاطمۃ قال لرجل زوجت منک ابنتی عائشۃ ولم تقع الاشارۃ الی شخصہا ذکر فی فتاوی الفضلی انہ لا ینعقد النکاح (ص $\frac{۲۷}{ج۱}$ جدید، قدیم $\frac{۲}{ج۲}$)

لیکن اگر مذکورہ گواہ قابلِ اعتبار ہوں تو پھر نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مرزائی کو بیٹی کا رشتہ دینے والے کا حکم

زید نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح مرزائی سے کر رکھا ہے اور وہ بچی صاحبِ اولاد ہے اور زید کا مرزائیوں سے ملنا جلنا جاری ہے شنید میں ہے کہ ایک بچی کا رشتہ زید نے شیعہ سے کر رکھا ہے۔ براہِ کرم تحریر فرمائیں کہ زید جو خود مدعی اہلِ سنت والجماعت ہے اس کے بیٹے کے ساتھ کسی مسلمان بچی کا نکاح درست ہے۔؟

الجواب ایسے مرزائیت پسند لوگ بھی عجب نہیں کہ مرزائیوں کے زمرہ میں شامل کر دیئے جائیں قال تعالیٰ ومن یتولہم منکم فانہ منہم یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں کے بارے میں وعید فرمائی گئی ہے اور مرزائی بھی چونکہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، پس ان کے ساتھ یا مرزائیت پسند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا یا رشتہ داری کے تعلقات پیدا کرنا ہرگز جائز نہیں، لہٰذا زید کے بیٹے کے ساتھ کسی مسلمان بچی کا نکاح نہ کیا جائے تا وقتیکہ وہ قطعی طور پر اپنے والدین سے برأت وعلیحدگی اختیار نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

سوتیلی بہن کی پوتی سے نکاح کا حکم

زید کا اپنی سوتیلی بہن کی پوتی سے عقد نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں مفصلاً و مدللاً بیان فرمائیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صحتِ واقعہ زید کا عقدِ نکاح سوتیلی بہن کی پوتی سے شرعاً درست نہیں ہے۔ رشتہ میں یہ لڑکی اولاد اخوات میں شمار ہے اور بہن (اگرچہ سوتیلی ہو) کی اولاد سے عقدِ نکاح درست نہیں ہے۔ (عالمگیری ص۲۷۳ ج۱ میں ہے۔

وهن الامهات والبنات والاخوات والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت فهن محرمات نكاحا ووطأ ودواعيه على التأبيد. فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،
جامعہ خیر المدارس ملتان

دانستہ نام غلط لیا مگر اشارہ اسی لڑکی کی طرف کیا تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منظور احمد کی عمر اس وقت پانچ سال تھی، لڑکی کا صحیح نام ظفراں بی بی ہے۔ والد نے بتلایا کہ اگر تم شرعی نکاح کر سکتے ہو تو کر لو، بستی والوں کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ والد کا ارادہ بالکل نہیں تھا، اس لئے نام تبدیل کر کے گوساں بی بی کہا اور ساتھ ہی اشارہ کر دیا، اور حافظ اللہ بخش کی لڑکی فقط ایک ہی ہے۔ اب ہم جواب کے انتظار میں ہیں؟

الجواب برتقدیرِ صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں سماۃ ظفراں بی بی کا نکاح مسمی منظور احمد کے ساتھ ہو گیا ہے جب تک منظور احمد بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے سماۃ ظفراں کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ جب کہ ایجاب و قبول کے وقت اسکی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہو۔ ہندیہ میں ہے۔

رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منك ابنتي عائشة ولم تقع الاشارة الى شخصها ذكر في فتاوى الفضلي أنه لاينعقد النكاح۔ (ج۱ ص۲۷۰ مصری)

کتبِ مذہب میں چونکہ مفہوم معتبر ہوتا ہے اسلئے اشارہ کرنے کی صورت میں نکاح ہو جائیگا،

فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۲۶ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

نکاح خواں کے بغیر ایجاب و قبول کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص اگر اپنا نکاح خود پڑھے تو نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر دو گواہوں کے رُو برو عورت اور مرد اپنا نکاح کر دیں۔ تو ان کا عقد نکاح منعقد ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، ۸/۹/۸۴ھ

عورت پہلے زوجِ ثانی کی وطی کا انکار کرتی رہی اب اقرار کرتی ہے

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ بعد ازاں عمرو سے حلالہ کرایا۔ تقریباً پانچ سال بعد جبکہ دو بچے اور ہو گئے ہیں۔ عمرو نے بتایا کہ اس نے ہمبستری نہیں کی تھی بلکہ یوں ہی باتوں میں رات گزار دی تھی۔ عمرو کے اچانک انکشاف سے قبل عورت نے زید کو کئی مرتبہ کہا شرعی رُو سے میرا زید سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حلالہ کے وقت عمرو نے مجھ سے ہمبستری نہیں کی تھی۔ عورت اب دوبارہ برادری کے خوف سے بیان بدل رہی ہے کہ عمرو نے ہمبستری کی ہے اس مسئلہ کے بارے میں آپ فیصلہ فرمائیں؟

الجواب اگر اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ عورت نے زید سے کہا کہ "میرا نکاح قر... درست نہیں۔ کیونکہ عمرو نے ہمبستری نہیں کی" تو یہ نکاح زید کے ساتھ فاسد... ان دونوں میں تفریق کر دی جائے۔ اگر ثبوت نہ ہو۔ مگر زید اعتراف کرتا ہے کہ مجھے عورت نے یہی بات کہی تھی تو بھی ان کا نکاح فاسد ہے۔ بدوں حلالہ اب بھی پہلے کے لئے حلال نہیں، زید اب اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس عورت کو "چھوڑ دیا"۔ عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے۔ زوجِ ثانی وطی کرے۔ باتوں میں رات نہ گزارے، عورت پھر عدت گزارے پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔

ولو قالت دخل بي الثاني والثاني منكر فالمعتبر قولها وكذا في العكس اھ (شامیہ ص ۵۳۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

العبد الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

باپ بیٹی کے نکاح کا کسی کو وکیل بنا دے تو پھر بھی باپ کی ولایت ختم نہیں ہوتی

زید نے اپنی زوجہ کو اسکے مطالبہ پر اشٹام لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو بیٹی تیرے پیٹ سے عرصہ پانچ سال کے اندر پیدا کرے تو اسکے نکاح کی تو مالک ہوگی مجھے اس پر کوئی اختیار نہ ہوگا لڑکی ہوئی مگر خاوند زید نے اس اشٹام کی خلاف ورزی کی اور اپنی بیوی کی مزاحمت کا پرواہ نہ کرتے ہوئے بچی کا بچپن میں اسکی ماں کی غیر موجودگی میں نکاح کر دیا۔ اب لڑکی بلوغ کی عمر میں پہنچ گئی ہے۔ والد نے جہاں نکاح کر دیا تھا انہوں نے رخصتی کا مطالبہ کیا ہے بیوی نے علماء سے مسئلہ پوچھ کر دوبارہ مزاحمت شروع کر دی ہے کہ جب تُو نے مجھے حق نکاح دیا تھا تو تیرا نکاح کر دینا درست نہیں۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب اول تو یہ تعلیق و توکیل ہی محلِ نظر ہے۔ بالفرض صحیح بھی ہو تو باپ کے خود نکاح کر دینے سے یہ توکیل ختم ہو گئی۔

وينعزل الوكيل بلا عزل بنهاية الشيء الموكل فيه كما لو وكله بقبض دين فقبضه بنفسه أو وكله بنكاح فزوج الوكيل الى قوله وينعزل بتصرفه أي الموكل بنفسه فيما وكل فيه تصرفا يعجز الوكيل عن التصرف معه (در مختار على الشامية ص ۴۶۵ ج ۴) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

معتبر ذرائع سے پتہ چلے کہ خاوند فوت ہو گیا ہے تو عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے

ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور کچھ عرصہ بعد وہ بیرون ملک چلا گیا پھر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے عورت نے عدت گزار کر دو سال بعد نکاح کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد یعنی کل پانچ سال کے بعد پہلا خاوند واپس آ گیا اب پہلا خاوند کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے دوسرا کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے آیا دوسرا نکاح منعقد ہوا تھا یا نہیں اگر ہوا تھا تو اب باقی ہے یا نہیں دوسرے خاوند کو پہلے نکاح کا قطعی علم نہیں ہے کیا اس عورت یا مرد پر زنا کی حد لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب نکاح پہلے ہی خاوند کا باقی ہے اور یہ اسی کی بیوی ہے البتہ دوسرے خاوند کی عدت گزارنا بھی لازم ہے اس عدت کے دوران پہلا خاوند اپنی عورت کے قریب نہیں جا سکتا۔ پہلے خاوند کو نئے نکاح کی ضرورت نہیں ہے دوسرا نکاح ہو گیا تھا مگر ختم ہو گیا۔ اس عورت اور مرد پر حدِ زنا نہیں لگائی جائے گی۔

اذا اخبرها ثقة ان الزوج طلقها وهو غائب وسعها ان تعتد وتتزوج ولم يقيده بالديانة (رد المحتار ص ۵۳۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور غفرلہ،

عورت کو خیارِ بلوغ تھا مگر اسے علم نہیں تھا کہ خیار ہوتا ہے تو خیار ساقط ہوگیا

مسماۃ بہاراں کا عقد نکاح
پانچ سال کی عمر میں اس کے
مسمی احمد نے کر دیا تھا
بہاراں نے بالغ ہونے کے ایک ماہ بعد چھ آدمیوں اور اپنی والدہ کے سامنے کہا کہ مجھے
چچا کا کیا ہوا عقد منظور نہیں ہے۔ چونکہ عورت دیہات میں رہنے والی ہے، مسائل سے
واقف نہیں اس لئے بعد از بلوغ فوراً رد نہیں کر سکی اب کیا حکم ہے؟

الجواب اگر بالغ ہونے کے وقت مسماۃ بہاراں کو عقد نکاح کا علم تھا، پھر وہ جہالت
کی بناء پر خاموش رہی تو خیارِ بلوغ باطل ہوگیا۔ اب اس کا نکاح کو رد کرنا
نہ ہوگا۔ اور نہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

کما فی الهندیة واذا علمت بالعقد ساعة ما بلغت لكن جهلت بثبوت الخيار فسكتت بطل خيارها.

اگر بوقتِ بلوغ نکاح کا علم نہ تھا تو خیار باطل نہ ہوگا۔ جب تک نکاح کا علم نہ ہو خیار باقی
رہے گا۔ أما اذا لم تعلم بالعقد ساعة ما بلغت كان لها الخيار (عالمگیری ص ۱/۲)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

ایجاب و قبول، دونوں میں صرف لفظ قبول کہا گیا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

زید کا نکاح فرزانہ سے ہوا۔ گواہ صرف دو آدمی تھے وہ دونوں آدمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے
روبرو نکاح اس طرح ہوا نکاح خواں نے فرزانہ بیگم کو کہا تو نے زید کو قبول کیا؟ اس نے کہا
قبول کیا۔ تیسرے دن نکاح خواں نے ایک گواہ عبد القادر کو پیغام بھیجا کہ زید کو کہو اگر نکاح کو
بالکل مکمل اور صحیح کرانا ہے تو مجھے مبلغ تیس روپے دیدے ورنہ جس طرح نکاح پڑھایا ہے
میں اس کا ہرگز ذمہ دار نہیں تو کیا صورتِ مسئولہ میں نکاح ہوگیا؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں زید کا نکاح فرزانہ کے ساتھ درست ہوگیا۔ کیونکہ لفظ
قبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

قيل للزوج پذيرفتى فقال پذيرفت ينعقد النكاح وان لم تقل المرأة دادم والزوج پذيرفتم اھ (عالمگیری ص ۲۷۱/۱)

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ،

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

عورت کے معتدہ ہونے کا علم ہوتے ہوئے اس سے نکاح کیا جائے تو نکاح باطل ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت (غلام جنت) کا خاوند فوت
ہوگیا۔ اور وہ عورت بوقت وفات خاوند حاملہ تھی۔ خاوند کے دوسرے بھائیوں نے مشورہ
کیا کہ یہ عورت اگر وضع حمل کے بعد چلی جائے تو ہم کیا کریں گے تو انہوں نے آپس میں مل کر بغیر
حق المہر حالتِ حمل میں اس عورت کا نکاح ایک بھائی سے کرا دیا۔ نکاح کا ایجاب و قبول
بھی عورت نے بذاتِ خود نہیں کیا، بلکہ ایک دوسری عورت جو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی
ہاں کہتی تھی۔ خاوند کا بھائی (ناکح) حالتِ حمل میں ہی اس عورت کے ساتھ مجامعت کرتا
رہا ہے۔ کیا اس صورت میں نکاح ہوگیا ہے۔

۲. اس عورت کے شکم سے بعد میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تین سال تک وہ عورت اس مرد کے
ساتھ رہی۔ اب دس سال ہوگئے ہیں کہ یہ عورت اپنے میکے بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اب وہ حج کرنے
کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کو لوگ کہتے ہیں کہ جب تک تجھے خاوند اجازت نہ دے۔ آپ نہیں جا
سکتی۔ اگر یہ عورت حج کو جائے تو کیا بغیر اجازت کے جا سکتی ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ یہ نکاح باطل ہے عورتِ مذکورہ اس نکاح
سے آزاد ہے۔

كما فى الشامية (ص ۴۸۲/۲) ولكن فى البحر عن المجتبى كل نكاح اختلف العلماء فى جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه

موجب للعدة اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فا لدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً۔

اس لئے اب اگر یہ عورت حج پر جانا چاہے تو دوسرے خاوند (جس نے عدت کی حالت میں اس سے نکاح کیا ہے) سے اجازت حاصل کئے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ البتہ حج پر جانے کے لئے محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،
نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان۔

نکاح خواں کو جس لڑکے کیساتھ نکاح کرنے کا کہا، اس نے اسکی جگہ دوسرے سے کر دیا تو نکاح نہیں ہوا

چند نکاح ایک مجلس میں ہوئے ...... لڑکی اور لڑکے سب نابالغ ہیں، اور جس لڑکی کا نکاح بڑے لڑکے کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا اس کا نکاح چھوٹے کے ساتھ ہو گیا۔ مولوی صاحب بتانے پر بھی بھول گئے اور بڑے کا چھوٹی لڑکی کے ساتھ اور چھوٹے کا بڑی لڑکی کے ساتھ کر دیا اور چھوٹا لڑکا نابالغ ہے۔ شرعی حکم بتلائیں کہ اس کے ماں باپ اس بڑی لڑکی کو طلاق دے سکتے ہیں یا نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ بڑی لڑکی کا بڑے لڑکے کے ساتھ اور چھوٹی کا چھوٹے کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا لیکن ہو گیا اس کے برعکس؟

الجواب جہاں بھی نکاح خواں وکیل نے غلطی کی تھی یعنی اولیاء کے منشاء کے خلاف برعکس نکاح کر دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اب دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے بڑے لڑکے کا بڑی لڑکی کے ساتھ، اور چھوٹے لڑکے کا چھوٹی لڑکی کے ساتھ

وکلہ ان یزوجہ من قبیلتہ فزوجہ من قبیلۃ اخری لم یجز کذا فی الخلاصۃ اھ

(عالمگیری ص ۲۹۶ ج ۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ ۲۶/۱۱/ھ

جس کو مذہب، پیغمبر اور دین وغیرہ کا کوئی پتہ نہ ہو اسکی نابالغی کی حالت میں کئے ہوئے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرد ہو یا عورت کہ دنیاوی امور میں اس قدر ہوشیار ہیں کہ مشکل سے مشکل کام کو خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ پڑے حاصل کر کے رہتے ہیں۔ رات و دن دنیاوی کاموں میں سرگرداں اور محو ہے انہی کاموں کے حاصل کرنے کے شوق میں رات دن گزار دیتے ہیں۔ دینی امور کے سیکھنے میں اسقدر سستی اور کوتاہی کی ہوئی ہے کہ اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ میں کس دین یا مذہب پر ہوں اپنے دین یا مذہب کا نام ہی نہیں جانتا اور نہ ہی جانتا ہے کہ میں کس پیغمبر کی امت سے ہوں اور ان کا نام کیا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد سے اس نے ابھی تک اپنے ایمان کی صفت اجمالی یا تفصیلی کو ہرگز کسی سے نہیں سیکھا ہے اور نہ ہی سیکھنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی اسکے سیکھنے کو ضروری سمجھا ہے اسکے ناواقف دین ہونے کی یہ حالت ہے۔ اب بتایئے جس شخص کی یہ حالت ہو بالغ ہونے کے بعد اگر وہ مر جائے تو مسلمانوں کو ایسے شخص کا نماز جنازہ پڑھنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز، اگر صغر سنی کی حالت میں اس کا نکاح کسی شخص نے ولی بن کر باپ دادا وغیرہ نے کیا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ایسی حالت میں وہ نکاح برقرار رہے گا یا نہیں؟

الجواب جو بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہو کر جوان ہوا ہو تو بعد البلوغ جب تک وہ صراحتاً اپنی زبان سے کسی مذہب میں داخل ہونے کا اظہار نہ کرے یا کوئی کلمہ کفر کا نہ کہے معاذ اللہ تو اسوقت تک اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

لقولہ علیہ السلام کل مولود یولد علی فطرتہ الخ

نیز اولاد دین میں والدین کے تابع ہوتی ہے اس لئے ایسے شخص پر جنازہ پڑھ لینا چاہیے اور اس کا بچپن کا کیا ہوا نکاح بعد البلوغ باقی رہتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ،

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

زنا سے پیدا شدہ لڑکی کی ولایت نکاح اسکی ماں کو ہوگی

۱۔ غیر منکوحہ مزنیہ اپنی حرام زادی لڑکی کی متولی نکاح بن سکتی ہے یا نہ؟
۲۔ کیا خیارِ بلوغ میں عین وقت بلوغ میں انکار ضروری ہے۔ اگر پہلے انکار کرتی رہے اور بوجہ لاعلمی کے عین وقت پر ساکت رہے۔ کیا یہ انکار معتبر ہوگا؟

(المستفتی، مولانا علی محمد صاحب دار العلوم عیدگاہ کبیر والا)

الجواب ۱۔ بن سکتی ہے۔ درمختار میں ہے۔

فان لم یکن عصبة فالولایة للام (شامیہ ص۳۲۹ ج۲)

جیسا کہ ماں اپنی اس اولاد کے کل مال کی وارث بنے گی جن کی بابت اس نے خاوند سے لعان کیا ہو۔ شامی میں ہے۔

لماروی واثلة بن الاسقع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال تحرز المرأة ثلاث مواریث عتیقھا ولقیطھا وولدھا الذی لاعنت علیہ (شامی ص۷۹۵ ج۵)

جبکہ انکی ماں کے سوا کوئی وارث نہ ہو۔ ۲۔ جس وقت آثارِ بلوغ ظاہر ہوں۔ اسی وقت بلاکسی تاخیر کے زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ اگر عین اسی وقت میں ساکت ہوگئی اگرچہ پہلے انکار بھی کرتی رہی ہو تب بھی اس کا خیارِ بلوغ باطل ہوگا۔

ویبطل ھذا الخیار فی جانبھا بالسکوت اذا کانت بکرا ولا یمتد الی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وھی بکر بطل الخیار۔ (عالمگیری ص۲۸۶ ج۱) فقط واللہ تعالی اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، ۱۵/۵/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

عدالت کے سامنے اقرار کرنا کہ ہمارا نکاح ہے حالانکہ نکاح نہیں تھا

زید کے ہندہ کے ساتھ عرصہ دو تین سال سے ناجائز تعلقات تھے اب ہندہ کے بھائیوں نے

اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہا اور اس غرض سے وہ ہندہ کو جبراً اس آدمی کے گھر بٹھا آئے تھے زید نے عدالت کو بیان دیا کہ میرا ہندہ سے پہلے کا نکاح ہے ہندہ کے بھائیوں نے جبراً بکر کے گھر بغرض نکاح بند کیا ہوا ہے۔ عدالت نے دفعہ نمبر ۱۰۰ کے وارنٹ بکر کے خلاف جاری کر کے ہندہ اور بکر کو گرفتار کرایا اور بیانات قلمبند کرنے کے لئے پولیس نے انہیں عدالت میں پیش کیا ہندہ سے مجسٹریٹ نے پوچھا کہ کیا تمہارا زید کے ساتھ نکاح ہے (زید وہاں حاضر تھا) ہندہ نے جواب دیا کہ ہاں میرا نکاح ہے اور میری بچی جو تقریباً ایک ماہ کی ہے وہ اس زید کے نطفہ سے ہے مجسٹریٹ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا ہندہ نے وہی جواب دیا۔ مجسٹریٹ نے ہندہ کا نکاح تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کو زید (دعویدار) کے حوالے کر دیا عدالت میں بیان لینے کے وقت تین وکلاء، دو سپاہی دو منشی ہندہ اور بکر موجود تھے۔ کیا زید کو دوبارہ نکاح شرعی کی ضرورت ہے یا زید کا دعویٰ نکاح اور عورت کا تصدیق نکاح روبرو گواہوں کے نکاح کے لئے کفایت کر جائے گا۔

۲۔ اگر یہ نکاح صحیح نہیں ہے دوبارہ پڑھانے کی ضرورت ہے تو کیا یہ نکاح پڑھانے والا اس صورت میں گنہگار یا موجبِ ملامت ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ پہلے نکاح نہ تھا بلکہ ناجائز تعلقات تھے۔

الجواب صورت مسئولہ میں چونکہ عورت نے نکاح سابق کی خبر دی ہے اور مقصود انشاء نہیں اور فی الواقع پہلے نکاح نہ تھا پس یہ نکاح عورت وغیرہ کے اقرار کرنے سے منعقد نہیں ہوا۔ وقال فی الفتح قال قاضیخان وینبغی أن یکون الجواب علی التفصیل ان أقر العقد ماض ولم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا الخ (الشامیہ ص۲۸۹ ج۲)

لہٰذا دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس

الجواب صحیح،
عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

نکاح فضولی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی شیر احمد کوئٹہ بلوچستان کا باشندہ ہے یہاں بمقام ایبٹ آباد وارد ہوا یہ شخص اپنے فرزند

کی منکوحہ تلاش کر رہا تھا چنانچہ مسمی زید نے اپنی جوان لڑکی اس کے فرزند کو دے دی لیکن دولہا بذات خود موجود نہ تھا اس کے والد شیر احمد نے ایجاب کے جواب میں قبول کا تلفظ کیا ہے شاہدین کے سامنے یہ ایجاب و قبول ہوا ہے اور دونوں گواہ مقامی دو عاقل مسلمان ہیں۔ اب یہ دونوں فریق آپس میں ناراض ہو گئے ہیں شیر احمد کا دعویٰ ہے کہ میری قبولیت سے یہ نکاح منعقد قرار پایا ہے اور لڑکی کا والد مدعی ہے کہ لڑکے نے وہاں کورٹ میں اپنے جوان فرزند سے گواہوں کے رو برو قبول ہی نہیں کرایا اور ایجاب کے مقر گواہ یہاں موجود ہیں اور یہ شیر احمد مذکور اپنے فرزند کی طرف سے وکیل بھی مقرر نہ تھا صرف تلاش کے لئے اس علاقہ میں وارد ہوا تھا عند الشرع اس نزاع کو کیسے حل کیا جائے جب باپ بیٹے کی طرف سے وکیل مقرر نہ ہوا چانک رشتہ تلاش کرتے مل جائے اور بحضور شاہدین غائب فرزند کے لئے باپ قبول کرے تو ایسا نکاح درست ہے یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق وضاحت سے جواب عنائت کریں۔

(المستفتی حکیم مولوی محمد زمان۔ ایبٹ آباد)

الجواب صورت مسئولہ میں مسمی شیر احمد کا گواہوں کے سامنے قبول کر لینے سے نکاح منعقد ہو گیا۔ مگر موقوف ہے لڑکے کے قبول کر لینے پر اگر وہ قبول کرے گا تو لازم بھی ہو جائے گا اور اگر رد کر دے تو ختم ہو جائے گا لہذا اگر لڑکے نے اطلاع ملنے پر اس نکاح کو درست قرار دیا ہے تو اب یہ نکاح لازم و باقی ہے۔ اور لڑکے کا اس صورت میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے قبول کرنا کوئی ضروری نہیں، باپ فضولی کی حیثیت سے بھی قبول کر سکتا ہے۔

أمره بتزويج امرأة اه شرع في بعض مسائل الوكيل والفضولي وذكرها في باب الولي لان الوكالة نوع من الولاية لنفاذ تصرفه على الموكل ونفاذ عقد الفضولي بالاجازة بجعله في حكم الوكيل اه (شامی ص ۳۲۵ ج ۲)

اگر یہ مجلس نکاح کے لئے تھی تو مذکورہ الفاظ سے نکاح ہو گیا ورنہ صرف منگنی ہو گی نکاح نہیں ہو گا فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

دو ولیوں نے مختلف جگہ نکاح کر دیا اور مقدم کا علم نہ ہو تو دونوں باطل ہیں:

مسمّی زید اپنے والد بکر کو اجازت دیتا ہے کہ میری لڑکی مسماۃ ہندہ نابالغہ یعنی اپنی پوتی کا نکاح کر دے جہاں چاہے چنانچہ ہندہ کے دادا نے اپنے لڑکے کی غیر حاضری میں مسماۃ ہندہ کا نکاح کر دیا اور دادا چونکہ کہیں باہر سفر میں گیا ہوا تھا اور ہندہ کا نکاح والد مسمی زید نے کسی اور شخص سے پہلے نکاح کے عدم علم ہونے کی وجہ سے کر دیا۔ کیا اب دادا کا نکاح کیا ہوا درست ہے؟ یا دوسرا نکاح والد کا کیا ہوا درست ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں دونوں نکاحوں کے لئے وجہ جواز موجود ہے دادے کے نکاح کے لئے وجہ جواز کہ اس کے لڑکے نے اسے اجازت کلی دے رکھی ہے اور اس نے لڑکے کی غیر حاضری میں نکاح کیا۔ وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب (در مختار ص ۳۱۵ ج ۲) اور والد کے نکاح کے لئے بھی وجہ جواز موجود ہے ولو زوجها الاقرب حيث هو جاز (در مختار ص ۳۱۵ ج ۲) جب دونوں نکاحوں کے لئے وجہ جواز موجود ہے تو ایسی صورت میں جو تاریخ کے لحاظ سے مقدم ہو گا۔ وہ واقع ہو گا اور اگر دونوں ایک ہی ساعت میں واقع ہوئے یا سابق کا علم نہیں ہو سکتا تو دونوں باطل ہو جائیں گے کما فی الدر المختار ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق فان لم يدر أو وقعا معاً بطلا (ص ۳۱۴ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ، مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ، ۶/۲/۷۰ء

شہناز کی جگہ ممتاز کا نام لے دیا تو نکاح کس کا ہو گا

دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک کا نام شہناز بی بی اور دوسری کا نام ممتاز بی بی بڑی شہناز بی بی اور چھوٹی ممتاز بی بی ہے جب ان میں سے ایک کا نکاح کیا گیا تو شہناز کی عمر تقریباً تین سال اور ممتاز کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال تھی ان کے والدین نے جب ان میں سے ایک کا نکاح

کیا تو انہوں نے اپنی بڑی بیٹی شہناز بی بی کو نئے لال کپڑے پہنائے اور اس کو گود میں لے کر بیٹھ گئے اور جو کچھ مولوی صاحب یعنی نکاح پڑھانے والے نے پڑھایا وہ پڑھتے گئے، کیونکہ اس وقت لڑکی نابالغ اور ناسمجھ تھی، اور اس لڑکی کو جسے کپڑے پہنائے گئے تھے گود میں لے کر کلمہ بھی پڑھایا گیا یعنی کہ بظاہر بڑی لڑکی شہناز بی بی کا نکاح پڑھا گیا اور دعا خیر بھی کی گئی، لیکن جب کاغذات پر نام لکھوایا گیا تو اس پر شہناز بی بی کے بجائے ممتاز بی بی لکھوا دیا گیا اور کچھ سال گزرنے کے بعد شہناز بی بی بچپن میں انتقال کر گئی اور اب ممتاز بی بی جوان ہو گئی ہے اور جن کو شہناز بی بی کا نکاح دیا گیا اور نام اسکی بجائے ممتاز بی بی کا لکھوایا گیا تھا وہ شادی کرنے کے لئے آئے تو اس لڑکی کے والدین قسم دینے کے لئے تیار ہو گئے کہ ہم نے جس لڑکی کا نکاح دیا تھا۔ وہ انتقال کر گئی ہے اور اس لڑکی کا نکاح نہیں دیا ہے اور اب وہ ممتاز بی بی کا رشتہ ہم سے لینا چاہتے ہیں۔ اور اب ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ نکاح اس لڑکی کا تھا جسے گود میں بٹھایا گیا کپڑے پہنائے گئے اور گود میں لے کر نکاح پڑھا گیا اور کلمہ پڑھا گیا۔ اور وہ وفات بھی پا گئی یا جس لڑکی کا صرف نام لکھوایا گیا تھا اس کا نکاح ہے اور جس لڑکے کا نکاح شہناز کے ساتھ ہوا تھا۔ اس نے دوسری جگہ شادی کر لی اور اب وہ صاحب اولاد ہے۔ ایجاب وقبول کے وقت نام بھی شہناز کا لیا گیا، ممتاز کا کوئی ایجاب وقبول نہیں ہوا؟

الجواب اگر واقعہ یہی ہے کہ شہناز کو سامنے بٹھایا گیا اور ایجاب وقبول کے وقت اسی کا نام لیا گیا تو وہی منکوحہ بنے گی۔ رجسٹر میں ممتاز کا نام درج کرنے سے وہ منکوحہ نہیں بنے گی۔ فانها لو كانت مشارا اليها وغلط فی اسم أبيها أو اسمها لا يضر لان تعريف الاشارة الحسية أقوى من التسمية لما فی التسمية من الاشتراك العارض فتلغو التسمية عندها اھ

(شامی ص ۲۷۵ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴ / ۲ / ۱۴۱۰ھ

(۱)

خنثیٰ اور دریائی انسان کے نکاح کا حکم

۱۔ نکاح خنثیٰ کا کیا حکم ہے اگر اس میں علامات مذکر موجود ہو تو کیا حکم ہے اور علاماتِ مؤنث ہوں تو کیا حکم ہے؟

۲۔ دریائی انسان کا نکاح خشکی والی عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور اسی طرح انسان کا نکاح جنیہ سے ہو سکتا ہے؟ (المستفتی، محمد طاہر بلوچستانی)

الجواب اگر کوئی آدمی بالغ ہو جائے تو اس میں مختلف قسم کی علامات پائی جا سکتی ہیں مذکر ہونے کی علامات یہ ہیں۔ ذکر سے جماع کرنا اور ڈاڑھی نکلنا اور مردوں کی طرح احتلام ہونا اور پستان کا نہ ابھرنا۔

اور مؤنث ہونے کی علامات یہ ہیں پستان ابھر آنا یا پستان میں دودھ اتر آنا یا حیض آنا یا مرد کا اس سے فرج میں صحبت کر سکنا۔ لہٰذا جس میں جو علامات ہوں گی اس کا وہی حکم ہوگا، مردوں والی ہوں تو مرد کے حکم میں ہوگا۔ عورتوں والی ہوں تو عورت کے حکم میں ہوگا۔

كما فی العالمگيرية بعد ذكر هذه الاحتمالات قالوا وانما يتحقق هذا الاشكال قبل البلوغ فاما بعد البلوغ والادراك يزول الاشكال فان بلغ وجامع بذكره فهو رجل وكذا اذا لم يجامع بذكره ولكن خرجت لحية فهو رجل كذا فی الذخيرة وكذا اذا احتلم كما يحتلم الرجل او كان له ثدی مستو ولو ظهر له ثدی كثدی المرأة او نزل له لبن فی ثدييه او حاض او حبل او امكن الوصول اليه من الفرج فهو امرأة وان لم تظهر احدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل وكذا اذا تعارضت هذه المعالم كذا فی الهداية واما خروج المنی فلا اعتبار له لانه قد يخرج من المرأة كما يخرج من الرجل كذا فی الجوهرة النيرة قال وليس الخنثى يكون مشكلا بعد الادراك على حال من الحالات لانه اما ان يحبل او يحيض او يخرج له لحية

او یکون له ثدیان کثدی المرأة وبهذا یتبین حاله وان لم یکن له شیٔ من ذالك فهو رجل لان عدم نبات الثدیین کما یکون للنساء دلیل شرعی علی انه رجل کذا فی المبسوط شمس الائمة السرخسیؒ جلد، ص۲۸۵)

۲۔ شامی میں ہے لاتجوز المناکحة بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس۔ (الشامیة ص۲۸۱ ج۲)

لہذا یہ نکاح شرعاً درست نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار غفر اللہ لہٗ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲/۳/ ۱۴۱۳ھ

متعہ ، شغار اور مؤقت کی تعریفات اور ان میں باہم فرق

نکاح متعہ ، شغار ، مؤقت ،

حلالہ کی تعریفات شرعیہ کیا ہیں ۔ ان میں کیا فرق ہے ؟

۲۔ شرعی حکم کیا ہے حرام یا حلال منعقد ہوں گے یا نہیں ؟

۳۔ ان میں جو شرطیں لگائی جاتی ہیں مثلاً مؤقت میں وقت متعین کیا نکاح متعہ میں اجل مقرر کی اور حلالہ میں شرط ایک بار دخول کے بعد چھوڑنے کی یہ شرطیں باطل ہیں یا شرع ، اسی طرح نکاح شغار میں اپنی لڑکی کے عوض میں دوسرے کی لڑکی لینا اور شرط لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

۴۔ شرط باطل پر عاقدین عقد بیع یا عقد نکاح کو موقوف ٹھہرائیں بایں طور کہ اگر شرط فوت یا لغو کر دی جائے تو مشروط کو لغو اور کالعدم تصور کر لیا جائے اور یہی طریقہ لوگوں میں متعارف ہو تو اس عقد کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو اس کے بدلہ میں نکاح میں دیدے اور مہر مقرر نہ ہو بلکہ یہ لڑکی ہی دوسری لڑکی کا مہر ہو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب گنہگار ہے لیکن

اگر کوئی کرے تو نکاح منعقد ہو گا اور مہر مثل واجب ہو گا

قال فی النهر وهو (ای الشغار) أن یشاغر الرجل أی یزوجه حریمته علی أن یزوجه الآخر حریمته ولا مهر الا هذا کذا فی المغرب (شامیہ ص۳۶۱ ج۲)

نکاح متعہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کو کہے کہ میں اتنے روپوں کے بدلہ میں تجھ سے متعہ کرتا ہوں ، یا تو مجھ سے متعہ کر ، تو یہ نکاح باطل ہے ۔

نکاح مؤقت یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے وقت مقررہ تک کے لئے نکاح منعقد کیا جائے یہ بھی باطل ہے ۔ (فی الدر المختار وبطل نکاح متعة ومؤقت) وفی الحاشیة قال فی الفتح قال شیخ الاسلام فی الفرق بینهما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعة أتمتع أو أستمتع اھ یعنی ما اشتمل علی مادة متعة والذی یظهر مع ذلك عدم اشتراط الشهود فی المتعة وتعیین المدة وفی المؤقت الشهود وتعیینها (رد المحتار ص۳۱۸ ج۲)

صورت حلالہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کسی دوسرے آدمی سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور جب وہ وطی کر کے از خود طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر یہ عورت اس پہلے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے لیکن دوسرے نکاح کے وقت شرط لگانا کہ وطی کر کے طلاق دینا ہوگی یہ مکروہ تحریمی ہے ۔

وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها کذا فی الهدایة (عالمگیری ص۴۷۳ ج۱) ، فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد صدیق غفر اللہ لہٗ
۲۳/ ۸/ ۱۳۷۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مطلقہ ثلاث سے بدوں حلالہ دوبارہ نکاح باطل ہے یا فاسد ؟

واقعہ درپیش ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ چار سال بعد نکاح کر لیا گیا ۔ یا اس خیال پر کہ

تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں ۔ یا اس خیال سے کہ طلاق بائن دی ہے ، حالانکہ لوگوں کو کہتا رہا کہ میں تین دے چکا ہوں اور مغلظ کر چکا ہوں ۔ جب اس کو کہا گیا کہ یہ نکاح باطل ہے، کالعدم ہے حلالہ ضروری ہے تو ایک حیض کے بعد نکاح کرادیا اور محلل نے طلاق دیدی اور عدت گزار رہی تھی ۔ ایک حیض باقی رہتا ہے ، شبہ یہ ہوا کہ سابق نکاح کی عدت تھی یا نہ حلالہ ہوگیا یا دوبارہ نکاح کرا کر حلالہ کیا جائے ۔ روایات فقہیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو مختلف اقوال سامنے آئے یہ تو بالاتفاق مل گیا کہ تین طلاق مجمع علیہ ہیں ۔ مبسوط نے اس کو محارم کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ عدت نہیں ، کیونکہ محارم میں نفی عدت و نسب ہے ۔ (شامی ص۲۸۷ ج۲ اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۱۱۹) میں فاسد کی تقسیم کی ہے اور یہ لکھا ہے جس جواز پر کسی نے قول نہ کیا ہو ۔ اس پر عدت ہے نہ نسب کتاب الفقہ ص۱۲۲ پر شبہۃ العقد کی تفصیل کی ہے اور حد کو ساقط لکھا ہے لان العقد احدث عندہ شبھۃ المحل ۔ بعض مفتی حضرات اس سے نکاح فاسد کا بڑ کرتے ہیں ۔ شامی کی ذیل عبارت سے ایک فقیہ نے کہا جس سے باطل معلوم ہوتا ہے حلالہ صحیح ہوگیا ہے ۔ قالت لمطلقۃ الثلاث تزوجت غیرک وتزوجہا الاول ثم قالت کنت کاذبۃ فیما قلت لم اکن تزوجت فان لم تکن اقرت بدخول الثانی کان النکاح باطلا وان اقرت لم تصدق کتاب الفقہ ص۵۱۵ ج۴ ، اب عرض یہ ہے کہ آپ فرمائیں کہ کیا کیا جائے ۔ حلالہ صحیح ہے یا دوبارہ حلالہ کیا جائے ۔

(مولانا) علی محمد مہتمم دارالعلوم عیدگاہ ، کبیر والہ

الجواب صورتِ مسئولہ میں نکاح بعد الطلقات الثلاث باطل ہے ۔ اس پر ائمہ اربعہ اور سلفِ صالحین کا اجماع ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں ۔ اہلِ حدیث حضرات کا اختلاف اس نکاح کے جواز کے بارے میں اسے باطل سے فاسد بنانے میں مؤثر نہیں اور فقہاء کرام کے اصول کے ماتحت " کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ " بھی یہ باطل ہے ۔ کیونکہ اس نکاح کی حرمت تمام اہلِ علم ائمہ اربعہ وغیرہم کے نزدیک اجماعی ہے لہذا خاوند کے اس نکاح ثانی پر عدت نہیں ہوگی ، اور اس کو حد کے سقوط پر قیاس کرکے عاملہ قرار دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا لہذا زوج محلل کا نکاح اور تحلیل صحیح ہے ۔ خاوند اول

بعد از عدت گزرنے کے نکاح کر سکتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ
۲۴/۵/۱۳۷۸ھ

ایک گواہ کہتا ہے کہ میں نے لفظ قبول سنا ہے دوسرا منکر ہے تو نکاح کا حکم

ایک عورت باکرہ نابینی جس کا باپ دادا بھائی حقیقی نہیں ہیں صرف ابناء العم ہیں تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لیا اب وہ عورت نکاح کو نہیں مانتی بلکہ کہتی ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا صرف مار پیٹ کے ڈر سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا انکار کرتی رہی نکاح خواں مولوی صاحب کا بیان ہے کہ روبرو گواہاں اس نے کلمہ طیبہ پڑھ کر قبول کیا تھوڑی دیر بعد پھر انکاری الفاظ کہنے لگی ایک گواہ کہتا ہے کہ پہلے مجلس میں انکار کرتی رہی تسلی دلانے پر کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے قبول بھی کیا بعد میں انکاری ہوگئی دوسرا گواہ کہتا ہے کہ میں نے قبول کا لفظ نہیں سنا صرف کلمہ طیبہ پڑھا بعد میں آہ و فغاں اسی مجلس میں کرنے لگی جناب والا دیہات میں اس طرح مروج ہے کہ قبل از قبول کلمہ طیبہ پڑھاتے ہیں ۔ اس کو رضا سمجھتے ہیں تو اندریں صورت نکاح ہوا یا نہ اگر ہوا تو خلاصی کی صورت ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا کیونکہ لفظ قبول کے سننے پر ایک گواہ ہے اور دوسرا گواہ لفظ قبول کے صادر ہونے سے انکار کرتا ہے اس کے بیان میں صرف کلمہ طیبہ پڑھنا مذکور ہے البتہ اگر ناکح بھی علاوہ نکاح خواں اور دو گواہاں کے مجلس میں موجود تھا تب نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ لفظ قبول کے سننے پر ایک شاہد موجود ہے اور دوسرا شاہد نکاح خواں ہو جائے گا اور ناکح خود مباشر نکاح قرار پائے گا ۔

یدل علیہ ما فی الدر المختار ص۳۷۴ ج۲ أمر الاب رجلا أن یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل أو امرأتین والحال أن الاب حاضر صح لانہ یجعل عاقدا حکما والالا والدلیل علی الاول ذکرہ

فی صفحۃ ص $\frac{۲۷۲}{۲}$ ج وشرط حضور شاھدین حرین أو حر و حرتین مکلفین سامعین قولھما معًا الخ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ،
خیر محمد عفی عنہ ،

محمد عبد اللہ خادم الافتاء خیر المدارس
ملتان شہر

ولیٔ اقرب غائب بغیبتِ منقطعہ ہو تو ولی ابعد کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ولی اقرب کو تھے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد ولی اپنے بھائی شیر ولی کی عدم موجودگی میں اسکی دُو نابالغہ لڑکیوں کا عقد نکاح کر دینا چاہتا تھا بوقت انعقاد نکاح مجلس میں سوال پیدا ہوا کہ نابالغہ لڑکیوں کا والد زندہ ہے اور غیر حاضر ہے نکاح کس طرح ہوگا۔ محمد ولی مذکور اور مولوی نواب علی نکاح خواں نے جواب دیا کہ لڑکیوں کا والد جرم کا قیدی ہے ہم بوقت روانگی شیر ولی کے سیالکوٹ ملاقات کے لئے گئے تھے اس نے ہمیں کہا تھا کہ میری دونوں لڑکیاں محمد ولی جہاں چاہے دیکر اپنی شادی کرلے اس جواب کے بعد مولوی نواب نے نکاح کر دیا۔ اور رخصتی بھی ہوگئی بعدہ طرفین میں نااتفاقی ہوگئی بالغ ناکح سے طلاق لی گئی اور نابالغ ناکح کا بعد از بلوغت طلاق دینے کا وعدہ کیا گیا شیر ولی قید سے رہا ہو کر آیا تو وہ اجازت کا منکر ہوگیا اب وہ ناکح بھی بالغ ہوگیا اور شیر ولی نے بغیر طلاق لئے مولوی نواب علی مذکور کے بھتیجے سے نکاح کر دیا اور وہی مولوی نواب علی نکاح خواں ہوا اب چند امور طلب تشریح ہیں ۱۔ کیا مندرجہ بالا صورتوں میں باجازت والد جیسا کہ مذکور ہے نکاح اول درست ہے۔ یا کہ بلا اجازت بھی درست ہے (۲) اگر نکاح ہر دُو صورتوں میں درست ہے تو متناکحین اور نکاح خواں اور جو ممد و معاون انکے ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ کا کیا حکم ہے (۳) نکاح خواں مذکور کے پیچھے فرض عین اور فرض کفایہ کی نماز درست ہے یا نہ ۴۔ ایسے لوگوں پر تعزیر طعام مساکین بحسب طاقت ہے یا نہ اگر پہلا نکاح درست ہی نہیں تو معاملہ صاف ہے ۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نکاح اوّل جو محمد ولی نے اپنی بھتیجیوں کے بصورتِ قید ہونے لڑکیوں کے والد شیر ولی) کے کر دیے صحیح ہوگئے کیونکہ والد شیر ولی کا قیدی ہونا جرم کا غیبتِ منقطعہ ہے پھر اس کے ساتھ والد کی اجازت بھی بقول انکے برادر کے شامل ہے بہر حال نکاح صحیح ہوگیا اور لڑکیوں کو بوقتِ بلوغ خیار فسخ حاصل تھا جب ان لڑکیوں نے خیار فسخ استعمال نہ کیا برادر کے کئے ہوئے نکاح لازم ہوگئے بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کرنا جرم ہے سو جس لڑکی کے خاوند سے طلاق حاصل کر کے دوسری جگہ نکاح کر دیا گیا ہے وہ تو صحیح ہے اور جس لڑکی کا بغیر حصول طلاق نکاح کیا گیا وہ ناجائز ہے نکاح خواں اور شرکاء مجلس سب مجرم ہیں جو کہ اس نکاح میں ممد و معاون ہیں ایسی صورت میں اہل قریہ اور دیگر مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان سے علیحدگی اختیار کرلیں یہاں تک کہ وہ اپنے فعل سے تائب ہوں اور ایسے امام کی امامت بھی جائز نہیں جو ایسے افعال کا مرتکب ہو فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ،
خیر محمد عفا اللہ عنہ ،

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ
خادم الافتاء خیر المدارس

۲۸ / ۶ / ۱۳۷۵ھ

باپ سے اکراہ کی حالت میں نابالغہ کا نکاح لے لیا تو نکاح کا حکم

مسمی خیر محمد کا بیان ہے کہ میں موسم سردی میں رات کے وقت اکیلا کمرہ میں سویا ہوا تھا اور شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا تو مسمی بڈھا دروازے پر آیا اور کنڈی کھٹکھٹائی اور بولا کہ باہر نکل آؤ میں نے جواب میں کہا کیوں ؟ اس نے کہا کہ تو اپنی لڑکی مسماۃ زینب کا جس کی عمر تقریباً ۶ ، ۷ سال ہے مسمی امام بخش کے لڑکے صغیر سے نکاح کر دے تو میں نے کہا کہ یہ بات نہیں ہوگی ۔ ہم امام بخش کو نہیں دینا چاہتے چنانچہ اس نے اندر سے کنڈی کھولی اور مجھ تک پہنچ گیا نہ میں لڑنے کا تھا اور نہ مزید جواب کا کیونکہ بخار زوروں پر تھا، تو مسمی بڈھا نے کہا اگر تو اپنی لڑکی مسماۃ زینب صغیرہ کا نکاح نہیں کرواتا تو میں تمہیں مار دوں گا ۔ خدا کی قسم دونوں گھر تباہ ہو جائیں گے اگر پھانسی پر چڑھ جاؤں گا تو کوئی بات نہیں لیکن تجھے ختم کر دوں گا ، ڈر کے مارے میں بڑی مشکل سے ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں گیا ۔ اس کمرہ میں ایک مولوی صاحب ناکح کا باپ اور دو اور آدمی شیر محمد کو مجبور کرنے والے ہیں اور کوئی مجمع عام

نہیں اور کوئی شیرینی وغیرہ نہیں بانٹی گئی اور گھر والوں کو کوئی پتہ نہیں جب صبح ہوئی تو شیر محمد نے اپنی بیوی کو اطلاع دی اسکی بیوی نے شور مچا دیا اور اپنے خاوند کو گالی گلوچ دینی شروع کر دی اور یہ بات آہستہ آہستہ پھیلتی گئی جو کوئی شیر محمد سے پوچھتا تو وہ کہتا کہ موت وحیات کا سوال تھا میں کیا کرتا اسطرح بھی کوئی نکاح پڑھا جاتا ہے جس طرح مجھ سے پڑھوایا گیا چنانچہ اسکی بیوی رُوٹھ کر میکے چلی گئی اب تک انہوں نے جبکہ وہ لڑکی بالغہ ہو چکی ہے امام بخش کے گھر سے کوئی عید برات نہیں کی جب گواہوں سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے بھی کہا کہ اگر شیر محمد نکاح نہ کر دیتا تو اس کو جان سے ختم کر دیا جاتا مسمی بڈھا کا بیان ہے کہ میرے پاس لوڈ شُدہ پستول تھا اور حلفیہ کہا کہ اگر وہ نکاح نہ کرتا تو میں اسے پستول مار کر ہلاک کر دیتا۔ مُسمی امام بخش اور شیر محمد ایک ہی قوم کے ہیں کیا مذکورہ بالا صورت میں نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔ علاقہ کے علماء اور فضلاء فرماتے ہیں کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا؟

(السائل، شیر محمد)

الجواب اذا اکرہ الرجل ان یزوج ابنتہٗ الصغیرۃ من رجل لیس بکفءٍ لہا او باقل من مہر مثلہا ففعل فان کان النکاح بأقل من مہر مثل لا ینفذ الا ان یبلغ بہٖ مہر مثلہا وان لم یکن کفوًا لا یصح النکاح خانیہ ص۲۸۴ ج۳، وفی الدر المختار صح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ (الی ان قال) وتوکیلہ بطلاق وعتاق الخ مقتضاہ انہ لو اکرہ علی التوکیل بالنکاح یصح وینعقد ولکن لم أرَہٗ منقولاً۔

(شامی ص۹۶ ج۵ کتاب الاکراہ)

جزئیہ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ جن اُمور میں ہزل مؤثر نہیں ان میں اکراہ بھی مؤثر نہیں اور نکاح انہیں اُمور سے ہے اور اگر یہ توکیل بالنکاح ہے تو بھی اکراہ مضر نہیں نوٹ واضح رہے کہ اگر اس نکاح میں مہر مہر مثل سے کم باندھا گیا تھا تو پورا مہر مثل دینا لازم ہوگا تب نکاح نافذ ہوگا ورنہ خیار فسخ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فون پر ایجاب و قبول کا حکم

مکرم ومحترم جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گزارش بخدمت آنکہ دو عدد مسئلوں کا جواب درکار ہے۔ مرحمت فرماویں۔

۱۔ ٹیلیفون پر نکاح جائز ہے جبکہ لڑکا سعودیہ میں ہے۔ لڑکی پاکستان میں ہے

تو پاکستان میں مجلسِ نکاح منعقد کی جاتی ہے۔ پھر لڑکے سے فون کے ذریعہ رابطہ کیا جاتا ہے۔ نکاح کے گواہ اچھی طرح لڑکے کی آواز پہچانتے ہیں کہ یہ وہی مطلوبہ لڑکا ہے اور اس کے قبول کو اچھی طرح سنتے سمجھتے ہیں۔ آواز کی پہچان میں کسی قسم کا اشتباہ بھی نہیں۔ آیا مکتوب غائب عن المجلس کی طرح یہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔

۲۔ کوئی حافظ بیوی بچوں کے ساتھ گھر میں تراویح ادا کرتا ہے اور اس خیال سے فرض کی جماعت بھی گھر ہی کر دالیتا ہے کہ اہلِ خانہ بھی جماعت کا ثواب حاصل کر لیں کیا اس کا یہ فعل درست ہے یا اسے فرض مسجد میں ادا کرنے چاہیئے۔ (المستفتی، شیر محمد جامعہ دار العلوم ربانیہ)

الجواب ۱۔ نکاح کے انعقاد کے لئے مجلس کا ایک ہونا ضروری ہے۔ مجلس سے غائب ہونے کی صورت میں نکاح نہ ہوگا، ہندیہ میں ہے۔

ومنہا أن یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس۔ لا ینعقد وکذا اذا کان أحدہما غائبًا لم ینعقد الخ (ص۲ ج۲)

اگر ایسی ضرورت درپیش ہو تو خاوند کسی کو وکیل بنا دے وہ وکیل اس کا نکاح کر دے پھر فون پر خاوند کو مطلع کر دے اور خاوند اجازت دیدے۔

۲۔ مسجد میں فرض ادا کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۱۴۱۷/۱۰/۷ھ

جوابِ مذکور پر تحریر ذیل موصول ہوئی۔

بحضور جناب مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گزارش بخدمت آنکہ،

۱۔ بندہ نے آپ کے نام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ غائب کا نکاح براہ راست فون کے ذریعہ درست ہے کہ نہیں۔ ارسال کیا جس کا جواب ۹/۹۰ دار الافتاء کی طرف سے یہ موصول ہوا کہ یہ نکاح درست نہیں اسلئے کہ ہندیہ کی تصریح کے مطابق اتحاد مجلس شرط ہے جو یہاں موجود نہیں، حالانکہ ہندیہ کی اتحاد مجلس کی شرط کی تفصیل بلا توکیل مکتوب غائب کی صورت میں نکاح کا جواز ذکر کیا ہے اور اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ مجلس کا اتحاد معنوی کافی ہے "ولو ارسل الیہا رسولاً او کتب بذلک الیہا ...... جاز لاتحاد المجلس من حیث المعنی ج۱ ص۲۶۹"، اسی طرح درمختار کے اس قول "ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود" کے تحت صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں "فانہ ینعقد النکاح بالکتاب .... وصورتہ ان یکتب الیہا یخطبہا فاذا بلغہا الکتاب ج۲ ص۳۶۳" (وکذا فی فتاوی دار العلوم دیو بند) تو جب بلا توکیل کتابت کے ذریعہ غائب کا ایجاب معتبر ہے اور اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اس وجہ سے کہ اس میں مجلس کا اتحاد معنوی کافی ہے تو فون کے ذریعہ گواہ غائب کے ایجاب کو واضح طور پر پہچانیں اور اسکی آواز کی اچھی طرح شناخت کریں تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔

۲۔ ہمارے ہاں گوالوں کی یہ عادت ہے کہ شروع کا نکالا ہوا دودھ جو بہت پتلا اور روغن سے خالی ہوتا اور آخری حصہ جو بہت گاڑھا اور گھی سے بھرپور ہوتا ہے لیکن وہ اپنے خریداروں کو دھوکہ سے پہلے حصہ کا دودھ دیتے ہیں (گاہکوں سے یہ بات چھپاتے ہیں کہ ہم دودھ کا آخری حصہ خود رکھتے ہیں اور قیمت صحیح دودھ کی لیتے ہیں آیا انکا فعل جائز ہے اور بیع الغرر کے زمرہ میں تو نہیں آتا۔ فقط جوابات کی نوازش فرمائیں (شیر محمد مدرس جامعہ دار العلوم ربانیہ)

الجواب دراصل فون دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ اسکی آواز صرف وہی شخص سن سکتا ہے جس نے فون اٹھایا ہوا ہو۔ دوسرا فون وہ ہے جس کی آواز سب حاضرین کو سنائی دیتی ہے پہلی قسم کے فون پر نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ ایجاب و قبول کو معاً دونوں گواہوں کا سننا شرعاً ضروری ہے۔ اس فون پر معاً سننا نہ ہوگا بلکہ علی التعاقب ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ وشرط حضور شاہدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولہما معاً (شامیہ ص۲۷۲ ج۲)

چونکہ عموماً فون ایسے ہی ہیں۔ اس لئے نکاح کے عدم انعقاد کا قول کیا گیا ہے، دوسری قسم کے فون میں چونکہ مذکورہ شرط پائی جائے گی اس لئے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ فون کے ذریعہ جو براہ راست آواز آتی ہے اسے رسول کے پیغام ایجاب یا خط کے مضمون کے اعادہ کی طرح قرار دیں گے۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
۱۴۱۷/۱۱/۵ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

عورت نکاح کے معاملہ میں کس حد تک آزاد ہے؟

اس میں شک نہیں کہ یہ رحمت کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہی ہے کہ جس نے انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھلایا، عدل وانصاف کا قانون جاری کیا، عورت کو آزاد و خود مختار بنایا اور اس کو اپنی جان ومال کا ایسے ہی مالک قرار دیا جیسے کہ مرد اپنی جان ومال کا مالک ہے کوئی شخص خواہ وہ باپ دادا ہی کیوں نہ ہو زبردستی اسے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اگر وہ زبردستی نکاح کر بھی دے تو وہ اسکی اجازت پر موقوف رہے گا۔

لیکن جیسے عورت کو اس کے حقوقِ مناسبہ نہ دینا ظلم وجور اور قساوت وشقاوت ہے اسی طرح اس کو بالکل کھلی چھٹی دے دینا اور مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد کر دینا بھی بہت سے فتنوں و فسادات کا ذریعہ ہے۔ عورت کو مردوں کی سیادت ونگرانی سے بالکل آزاد کر دیا جائے تو یہ پورے انسانی معاشرہ کے لئے خطرۂ عظیم ہے جس سے فساد وخونریزی اور طرح طرح کے فتنوں کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے اسلئے قرآن حکیم نے عورتوں کے حقوقِ واجبہ کے بیان کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وللرجال علیہن درجۃ جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ مرد ان کے نگران اور ذمہ دار ہیں۔

عورتیں جب مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد ہوتی ہیں تو ایسے ایسے نتائج بد سامنے آتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ نکاح وشادی وغیرہ کے مسئلہ میں شریعت کا منشا یہ ہے کہ یہ امورِ عورت کے اولیاء اور سرپرست انجام دیں۔ ارشادِ باری ہے۔

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو الخ قولہ واماءکم الآیۃ (سورۃ نور آیت ۳۲) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس کے لائق ہوں۔

آیتِ مذکورہ کے طرزِ خطاب سے باتفاق ائمۂ فقہاء یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لئے کوئی مرد یا عورت بلاواسطہ اقدام کی بجائے اپنے اولیاء، وسرپرستوں کے واسطے یہ کام سرانجام دے اس میں دین ودنیا کے بہت سے مصالح اور فوائد ہیں بالخصوص لڑکیوں کے معاملہ میں کہ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے نہ کریں یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے اور اس میں فواحش کا راستہ کھل جانے کا بھی خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلاواسطۂ ولی کرنے سے روکا گیا۔

آیتِ کریمہ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں امام شافعیؒ لکھتے ہیں "ھذہ أبین آیۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ تدل علی ان النکاح لایجوز بغیر ولی اھ مبسوط سرخسی ص۱۱ ج۵)

کہ قرآن حکیم میں یہ آیت واضح ترین ہے جو یہ بتاتی ہے کہ نکاح ولی کے بغیر جائز نہیں، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت آتی ہے

"کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ایسے ہی ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل" کہ جو عورت ولی وسرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی وہ نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں تو اس سے زیادہ واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزوج المرأۃ المرأۃ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ولا تزوج المرأۃ نفسھا (ابن ماجہ)

کہ کوئی عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور کوئی عورت اپنا نکاح خود بخود نہ کرے۔

البتہ ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ بالغہ کفو میں نکاح کرلے تو منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ مقصد یہ کہ ایسے نکاح مآلاً باطل ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

ایجاب کے جواب میں دُولہا کے آمین کہنے سے نکاح کا حکم

نکاح خواں مولوی نکاح خوانی کے وقت دولہا کو کہتے ہیں فلاں دخترِ فلاں اتنے مہر کے بدلے میں آپ کی ملک کی، اور دولہا کو بجائے لفظ قبول کرنے کی تلقین کے لفظ آمین کہنے کی تلقین کرتا ہے اسی طرح نکاح خواں کی طرف سے لفظ ملک اور دولہا کی طرف سے لفظ آمین کہنے پر نکاح ہو جاتا ہے مزید براں کہ نکاح خواں کو بروقت آگاہ بھی کیا گیا کہ آپ لفظ ملک کی بجائے لفظ نکاح استعمال کریں اور دولہا لفظ آمین کی بجائے لفظ قبول استعمال کرے لیکن وہ ضد پر مصر ہیں اور اسی طرح نکاح کر دیا گیا یہ نکاح مطابق شریعت ہے؟

الجواب: نکاح ہر ایسے لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے جو مفید تملیک ہو جبکہ یہ لفظ بنیت نکاح استعمال کیا جائے وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانھما صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین فی الحال کھبۃ وتملیک اھ درمختار ملخصاً۔ پس صورت مسئولہ میں ایجاب تو درست ہے لیکن قبول کی بجائے آمین کہنا اس میں تردد ہے کہ قبول شرعی بنایا نہیں لغوی معنی کے اعتبار سے اس لفظ کا قبول نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس کا معنی استجب وغیرہ ہے جس کی حقیقت طلب شئی ہے اخبار واظہار عن تحقق الشئی نہیں چونکہ انعقاد نکاح کے لئے قبول بھی رکن ہے اور وہ بظاہر متحقق نہیں ہوا لہٰذا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ تجدیدِ نکاح ضروری ہے کم از کم احتیاطاً واجب ہے کیونکہ معاملہ نکاح کا ہے۔

نوٹ: ایسے ضدی نکاح خواں کو تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بے احتیاطی نہ کرے، ایجاب میں لفظ نکاح استعمال کیا کرے اور قبول میں یہ کہلوائے کہ میں نے قبول کیا فقط۔ واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح، بندہ عبداللہ غفرلہ،

جوابِ مذکور پر حسب ذیل تحریر موصول ہوئی۔

ہمارے علاقہ میں ایک مفتی صاحب نے قبل ازیں ایک فتویٰ صادر فرمایا ہے جس میں انہوں نے بوقتِ نکاح دولہا کی طرف سے لفظ آمین کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اور کہا کہ لفظ آمین کے معنی معروف ومشہور ہیں

"میں قبول کرتا ہوں" ان معنوں کا ثبوت مانگنے پر انہوں نے دوسرا فتویٰ صادر فرمایا جس میں انہوں نے حسبِ ذیل دلائل پیش کئے ۱۔ سب سے پہلی بحث یہ ہے کہ لفظ آمین کے معنی قبول کے ہیں کہ نہیں اس بحث کے متعلق گزارش ہے لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات کے ص۱۳ میں لفظ آمین کی بحث میں لکھے ہیں کہ آمین کہنا ۱۔ قبول کرنا ۲۔ ماننا ۳۔ ہاں میں ہاں ملانا ، آمین کہنے والا ہاں میں ہاں ملانے والا ہے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ آمین کا معنیٰ صرف قبول کرنے کے ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی ماننے وغیرہ کے بھی آتے ہیں دوسرے یہ کہ آمین کے صلات میں تغیر سے اس کے معنیٰ بھی تبدل پذیر ہو جاتے ہیں مثلاً آمین کا صلہ اللہ آئے اور آمین اللہ کہا جائے تو اس کے معنی ہیں خدا کی پناہ ۲۔ خدا نہ کرے ۳۔ نعوذ باللہ وغیرہ جب اس کا متعلق لفظ ہونا ہو یعنی آمین ہونا کا لفظ بولا جائے تو اس کا معنیٰ ۱۔ امن چین سے ہونا ۲۔ خوشیاں منانا ۳۔ مراد بر آنا آتے ہیں۔ جب آمین کا معنیٰ ماننے اور ہاں میں ہاں ملانے اور قبول کرنے کے آتے ہیں تو مجھے آمین ہے کا معنیٰ مجھے قبول ہے کیوں نہ ہوگا۔ پنجابی زبان کے مشہور قادر الکلام شاعر بلکہ تاج الشعراء پیر وارث شاہ اپنی معروف اور زبانِ زدِ خلائق کتاب ہیر وارث شاہ میں لکھتے ہیں

جنہاں شک کیتا او گمراہ ہوئے | پڑھ کے دیکھ ولا الضالین قاضی
اک وار جے رانجھناں دید دیوے | آکھاں مکھ تھیں لکھ آمین قاضی

یعنی قاضی صاحب جو کھیڑے کے ساتھ نکاح پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں یہ میں کبھی تسلیم نہیں کروں گی لیکن میرا محبوب رانجھا ایک بار منہ دکھائے تو لاکھ بار میں قبول و منظور کروں گی۔

۲۔ حکیم عبد اللطیف المعروف عارف اپنی مشہور و معروف تصنیف کملی والے ص۲۲ پہ لکھتے ہیں۔

ہو آزاد بلال نے آن ملی خدمت رحمۃ اللعالمین میاں
سر دین توں عار جانن کیونکہ جنہاں بولیا حرف آمین میاں

یعنی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ حضور علیہ السلام کے در مقدس کو کیسے اور کیونکر چھوڑ سکتے ہیں ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ آمین کہنا بمعنی قبول کرنا نہ صرف لغتاً مستعمل ہے بلکہ اہلِ زبان بھی اسکو عام طور پہ استعمال کرتے ہیں۔

دوسری بحث یعنی عقود میں معانی کا اعتبار ہے کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء کرام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عقود کے انعقاد کے لئے ہر وہ لفظ یا چیز کافی ہے جو مقصود کو متعین کرنے

پر دال ہو مثلاً عقدِ بیع میں مبادلۃ المال بالمال بالتراضی مقصود ہے۔ اس مقصد پر جو چیز بھی دلالت کرے گی وہی کافی ہے۔ ایجاب کے لئے بعت اور قبول کے لئے قبلت یا اشتریت ضروری نہیں بلکہ جو چیز بھی مقصود پر دلالت کرے گی انعقاد بیع کے لئے کفایت کرے گی حتیٰ کہ بعض اوقات ایجاب و قبول کے الفاظ سرے سے ناپید ہوتے ہیں یہ الفاظ بولے ہی نہیں جاتے بلکہ پھر بھی بیع شرعاً متحقق ہو جاتی ہے جیسے بیع بالتعاطی میں صرف مبیع اور ثمن کا لین دین ہوتا ہے فقہاء کرام کے ارشادِ گرامی کا یہ مقصد لینا کہ عقد میں قبول کے لئے وہ لفظ معتبر ہوگا جس کا معنیٰ میں قبول کرتا ہوں ضروری ہے جہالت و نادانی پر مبنی ہے یہ بات اہلِ علم کی شان سے بعید ہے۔

جناب من جواب طلب ہیں ۱۔ مفتی صاحب نے جن کتب سے حوالہ جات دیئے ہیں خصوصاً ہیر رانجھا اور کملی والے کیا یہ علماء کرام کے نزدیک قابلِ قبول ہیں اور فقہ کی مشہور و معروف کتب کے مقابلے میں حجت ہیں ۲۔ اگر واقعتاً آمین کا معنیٰ میں قبول کرتا ہوں کے ہیں جیسا کہ مفتی صاحب نے سابقہ فتویٰ میں تصریح فرمائی ہے تو طلبِ ثبوت میں مفتی صاحب نے کیوں عربی تفسیر یا فقہ کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ۳۔ کیا کسی مفتی دین کی شان کے لائق ہے کہ کتاب و سنت و فقہ کو چھوڑ کر ہیر رانجھا جیسی فحش کتاب اپنے فتویٰ میں بطور دلیل پیش کرے ان جملہ گزارشات کا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں؟

الجواب واضح رہے کہ سوال بدلنے سے جواب بدل جاتا ہے آپ نے جو سوال تحریر کیا تھا اس میں تھا کہ ناکح نے جواب میں کہا آمین چونکہ تنہا آمین کہہ دینا عرفاً قبول نہیں بنتا اس لئے نکاح کو غیر منعقد کہہ دیا گیا اب ہمارے ہاں دوسرا سوال مع جواب موصول ہوا ہے جس کے دلائل کو آپ ذکر کر کے تردید کر رہے ہیں اور ہم سے تصدیق کے طالب ہو رہے ہیں۔ ہم نے اس دوسرے سوال و جواب کو پورا دیکھا ہے اس میں ناکح کے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ مجھے آمین ہے اس پورے جملے میں اور صرف آمین کہنے میں فرق ہے اس پورے جملے کہنے سے مجھے آمین ہے قبول ہو جاتا ہے اور نکاح منعقد ہو جاتا ہے لہٰذا ہم نے مفتی عبد اللطیف صاحب کے جواب کی تصدیق کر دی ہے مفتی صاحب کے کلام میں جو اشعار پنجابی وغیرہ کے ہیں۔ یہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں استدلال کے طور پر پیش نہیں کئے گئے بلکہ محاورہ وغیرہ کے اثبات میں ہیں لہٰذا آپ کے اعتراضات صحیح نہیں ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ آپ تحقیق کر لیں کہ اگر ناکح نے کہا

ہے کہ مجھے آمین ہے تو نکاح منعقد ہے اور اگر صرف آمین کہا ہے تو نکاح غیر منعقد ہے یا کم از کم مشکوک ہے احتیاطاً تجدید ضروری ہے نیز ہم نے نکاح خواں کو تنبیہ لکھ دی ہے کہ قبول جیسے معروف لفظ کو چھوڑ کر مجھے آمین ہے کے الفاظ سے قبول نہ کرائیں اس میں فتنہ برپا ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

باپ کا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوتا ہے

۱۔ ایک لڑکی کی عمر ۲۵ سال عاقلہ بالغہ قوم مسی مذہب شیعہ مفرور ہو کر دو میل کے فاصلہ پر ایک لڑکا عمر ۲۵ سال اہل السنۃ والجماعۃ قوم کمہار کے ساتھ بلا اجازت باپ کے نکاح کر لیا ہے آیا یہ نکاح غیر کفو میں جائز ہے یا نہ؟

۲۔ لڑکی کے باپ نے زمینداروں کی امداد سے ایک ہفتہ کے اندر لڑکی کو واپس کر لیا ہے اب لڑکی کا باپ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے آیا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے یا نہ؟

۳۔ ایک شخص نے جان بوجھ کر اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے اور اب لڑکی بالغ ہو گئی ہے تو باپ کے کئے ہوئے نکاح کو منظور نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ میرے خاندان میں کیوں نہیں کیا گیا وہ لڑکی نہیں مانتی اور غیر کفو میں انکاری ہے۔ اسکی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

۴۔ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ایک کا نام اللہ وسائی اور دوسری کا نام نور بی بی ہے۔ اللہ وسائی کی ایک لڑکی عطاء الٰہی ہے۔ اب عطاء الٰہی کا نکاح در محمد کے ساتھ ہو گیا ہے در محمد نور بی بی کے ساتھ ناجائز زناکاری کرتا رہا ہے کیا در محمد کا نکاح جائز ہوگا یا نہ؟

الجواب ۱۔ اگر لڑکی اپنی مرضی سے بغیر اجازتِ ولی غیر کفو میں نکاح کرے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ درمختار ص ۳۰۹ ج ۲ پس اگر قوم مسی قوم کمہار کو پیشہ و درجہ میں کم سمجھتی ہے تو یہ دونوں کفو نہیں اور نکاح ان دونوں کا منعقد نہیں ہوا۔

۲۔ اور جب نکاح منعقد نہیں ہوا تو لڑکی کے والد کو اختیار ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے دوسری جگہ اس کا عقد کر دے۔

۳۔ یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا۔ لڑکی کا انکار غیر معتبر ہے درمختار میں ہے۔ وللولی الآتی

نکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او زوجھا بغیر کفؤ ان کان الولی المتزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا اھ ص ۳۲۰ ج ۲ درمختار علی الشامی

۴۔ در محمد نور بی بی سے ناجائز تعلق رکھنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے لیکن عطاء الٰہی سے اس کا نکاح باقی ہے کیونکہ نور بی بی عطاء الٰہی کی والدہ نہیں ہے فقط واللہ اعلم۔

سید احمد علی سعید

الجواب صحیح

سید مہدی حسن صدیقی — نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۵/۷

الاجوبۃ صحیحۃ

بندہ محمد عبداللہ غفر لہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

عورتوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنیوالوں سے کوئی عورت خرید کر اس کے ساتھ نکاح کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض افغانی وغیرہ لوگ سندھ میں کچھ عورتوں کو اغوا کر کے لاتے ہیں اور یہاں ان کو فروخت کر کے چلے جاتے ہیں، یہ لوگ اس تجارتی کاروبار کو منظم طریقہ سے چلا رہے ہیں۔ یہ لوگ بوقت فروختن مذکورہ عورتوں کو اپنی بیویاں اور بہنیں ظاہر کرتے ہیں لیکن بعد میں ساری زندگی بھی نہ انکے پاس آتے جاتے ہیں اور نہ خط و کتابت جاری رکھتے ہیں۔ جس سے ان عورتوں کا مغویہ ہونا متیقن طور سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کے کچھ لوگ ان عورتوں کو ان سے قیمتاً خرید کرتے ہیں۔ کبھی اپنے پاس رکھتے ہیں اور کبھی دوسروں کو بیچ دیتے ہیں۔ پھر بعض لوگ ان سے نکاح بھی کر لیتے ہیں اور بعض لوگ بلا نکاح ان سے ازدواجی تعلقات قائم رکھتے ہیں اکثر حالات میں بالخصوص جبکہ افغانی ہو، دیکھا گیا ہے کہ عورت بالکل نہ سندھی زبان بول سکتی ہے اور نہ اردو اور نہ ان دونوں کو سمجھ سکتی ہے لیکن باوجود اس کے لالچی ملا نکاح خواں ان عورتوں کا نکاح پڑھ دیتے ہیں جس کے باعث عورت جاہل لوگوں کے پاس ازدواجی زندگی پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اب آپ حضرات سے مندرجہ ذیل امور کا جواب مطلوب ہے۔ براہ کرم کافی و شافی جواب باصواب سے ممنون فرما دیں۔

۱۔ کیا یہ کام ان لوگوں کا عند الشرع جائز ہے یا حرام واجب الترک ۲۔ نیز ان عورتوں کا خریدنا

تعاون علی الاثم میں داخل ہے یا نہیں ۳. اور ان سے نکاح کرنا عند الشرع ناجائز ہے مکروہ ہے یا مشتبہ ہے یا حرام ہے اور جبکہ عورت ایجاب وقبول کے الفاظ کو نہ سمجھ سکتی اور نہ بول سکتی ہے ایسی حالت میں ایجاب وقبول درست ہے یا نہیں اور صرف باہمی ازدواجی تعلقات کو علامت نکاح قرار دے کر نکاح کے جواز اور صحت کا حکم دینا صحیح ہے یا غلط۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو ان میں اور اس شخص میں جو بلا نکاح ازدواجی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق کیا ہے۔ اگر یہ دونوں صورتیں حرمت سے خالی ہیں تو کیا یہاں کے جو وڈیرہ اور متمول لوگ جو کسی عورت غیر منکوحہ کو بطور آشنائی کے طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان سے جماع وغیرہ ہوتا رہتا ہے۔ تو کیا یہ عورت بھی ازدواجی تعلقات کی بنا پر ان کی منکوحہ زوجہ شمار کی جائے گی اور ان سے پیدا شدہ اولاد حلالی اور میراث کی حقدار ہوگی یا نہ۔ اگر جواب نفی میں ہے تو براہ کرم وجہ فرق بیان کریں اگر کچھ مدت گذرنے کے بعد (جبکہ عورت زبان دانی پر قادر ہو جائے) اگر عورت یہ بیان دے کہ بوقت اغوا، میرا خاوند اپنے وطن میں زندہ تھا اور میں اسکی منکوحہ ہوں۔ تو آیا اس کے اس بیان کو صحیح تصور کیا جاوے گا یا نہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو یہاں جو اسکی اولاد ہوئی وہ ثابت النسب ہوگی یا نہیں۔ براہ کرم جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں (المستفتی مولوی احمد خطیب جامع مسجد ...)

الجواب اغوا اور مغویہ عورتوں کی خرید وفروخت دونوں امر ناجائز اور حرام ہیں۔ اگر بالفرض یہ عورتیں لانے والوں کی بیٹیاں وغیرہ بھی ہوں، تب بھی ان کی خرید وفروخت حرام ہے۔ ۲. احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی عورتوں کے نکاح سے احتراز کیا جائے، لیکن اگر لانیوالے کے قول پر اعتماد ویقین آجائے تو نکاح کر لینے کی بھی گنجائش ہے۔ وکذا لو قالت لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی فلا بأس ان یتزوجہا (ہدایہ ص۵۲ ج۴)

ایسے امور میں خبر واحد کو فقہاء نے مقبول لکھا ہے جبکہ صدق کا غلبہ ظن ہو جائے اور اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ کما فی الہدایۃ ایضاً ومن علم بجاریۃ انہا لرجل فرأی آخر یبیعہا وقال وکلنی صاحبہا ببیعہا فانہ یسعہ ان یبتاعہا ویطأہا لانہ اخبر بخبر صحیح لا منازع لہ وقول الواحد فی المنازعات مقبول علی ای وصف کان لما مرّ من قبل الی ان قال وہذا

اذا کان ثقۃ وکذا اذا کان غیر ثقۃ واکبر رأیہ انہ صادق لان عدالۃ المخبر فی المعاملات غیر لازمۃ للحاجۃ علی مامر وان کان اکبر رأیہ انہ کاذب لم یسع لہ ان یتعرض لشیٔ من ذلک الخ (الہدایۃ ص۴۶۶ ج۴) عبارت ہذا کے آخری حصہ سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اگر غلبہ ظن شخص مذکور کے کذب کا ہو تو اس صورت میں ان عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

لہ واذا کان احد العوضین او کلاہما محرما فالبیع فاسد کالبیع بالمیتۃ والدم والخمر والخنزیر وکذا اذا کان غیر مملوک کالحر۔ (الہدایۃ ص۵۳ ج۳)

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان

خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۵/۱/۱۳۸۶ھ

ایجاب وقبول عقد نامہ کی شکل میں لکھ لینے سے نکاح نہیں ہوتا تاوقتیکہ زبان سے نہ کہا جائے

ایک عورت غیر ملک میں جاتی ہے جہاں اس کا محرم نہیں اور وہ مطلقہ ہے اور وہاں کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرتی ہے اس کا علم صرف اسکی بہن اور اس کے تین دوستوں کو ہے شادی کے بعد شوہر اور بیوی کی طرح بدنامی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوئے اور عورت کا شوہر کے ہاں قیام نہیں دونوں برتھ کنٹرول کے طریقے سے اولاد کا سلسلہ بھی ختم کر رہے ہیں چونکہ لوگوں کو ان کے عقد نکاح کا علم نہیں اس لئے بے باکی سے ملنے کو برا سمجھتے ہیں کیا یہ عقد جائز ہے اور ان کا اسی طرح زندگی گزارنا صحیح ہے۔؟

۲. مرد اور عورت کا آپس میں ارادہ نکاح کا ہوا مرد کسی شیخ کے پاس جا کر عقد نامہ لکھواتا ہے مہر مقرر ہوا عورت خود شیخ کے سامنے حاضر نہ ہوئی۔ شیخ کو مرد کے بتانے سے رضا عورت کا علم ہوا دو گواہ جاتے ہیں مگر وہ عورت کو نہیں جانتے بلکہ صرف مرد کو جانتے ہیں۔ نکاح میں مہر مقرر کر کے شیخ عقد نامہ لکھدیتا ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب ۲. عورت اگر کسی مرد سے کہے کہ تو مجھ سے نکاح کر تو شخص مذکور اگر اس عورت کو اس کے باپ دادا کیطرف منسوب کر کے دو گواہوں کے سامنے کہدے کہ

میں نے اپنا نکاح فلانہ بنت فلاں سے کر دیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح متصور ہوگا اور اگر الفاظِ مذکورہ زبان سے نہیں کہے اور ویسے ہی عقد نامہ تحریر کرایا گیا تو محض تحریر عقد نامہ سے بدوں ایجاب و قبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا گو تحریر میں انشاء عقد ہو کما فی الدر المختار ص۲۴۸ ج۲ ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول (الی قوله) کان اصیلاً من جانب ووکیلاً او ولیا من آخر..... لیس ذلك الواحد بفضولی من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح پس صورت مسئولہ میں چونکہ محض تحریر عقد نامہ ہی ہوا ہے ایجاب و قبول کرایا ہو تو دوبارہ سوال لکھ کر جواب حاصل کریں۔ واضح رہے کہ فقہاء نے کتابت کی جس مخصوص صورت میں نکاح کو منعقد سمجھا ہے وہ صورت یہاں موجود نہیں ہے۔

۱۔ عورت مذکورہ سے اگر نکاح صحیح ہوتا تو اس سے میل جول رکھنے کی گنجائش تھی مگر بہتر اظہار و اعلان ہی تھا لیکن اب چونکہ نکاح میں شبہ ہوگیا۔ لہٰذا سابقہ تعلقات فی الحال منقطع کر لئے جائیں تاوقتیکہ نکاح کا وجود متحقق نہ ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

عبد اللہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

نوٹ: آپکے سوال سے جو صورت ذہن میں آئی تھی اس کا حکم تو اوپر لکھ دیا گیا البتہ اگر یہ صورت ہوئی کہ شیخ کے پاس جا کر جب آپ نے اپنا قصد ظاہر کیا تو شیخ نے عورت کی طرف سے ایجاب زبانی کر دیا ہو کہ میں نے فلانہ کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا اور آپ نے ایسے الفاظ گواہوں کے ساتھ قبول کر لیا تو اس صورت میں نکاح درست متصور ہوگا جبکہ بعد میں عورت مذکورہ اس پر راضی ہو گئی ہو اور تمکین دیدی ہو۔ فقط، عبد الستار عفا اللہ عنہ،

مطلقہ مغلظہ مرتد ہو جائے تو بدوں حلالہ دوبارہ نکاح کا حکم

زید نے نومسلمہ عورت ساجدہ سے نکاح کیا۔ مگر برادری نے مجبور کر کے اسے تین طلاق دلوادیں جو منسلکہ طلاقنامہ میں درج ہیں۔ ساجدہ پھر عیسائی ہوگئی۔ زید بہت پشیمان

ہے وہ چاہتا ہے کہ ساجدہ کو دوبارہ مسلمان کرے پھر اس سے نکاح کر لے۔ کیا بدوں حلالہ کے نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب ومنه الصدق والصواب: ساجدہ کے دین سے مرتد ہو جانے سے حرمت مغلظہ ختم نہیں ہوئی۔ وہ بدستور حرام ہے۔ اسلام لانے کے بعد بھی تاوقتیکہ دوسری جگہ نکاح اور وظیفۂ زوجیت ادا ہونے کے بعد طلاق نہ ہو زید کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ولو طلقها ثنتین وهی امة ثم ملكها او ثلاثا وهی حرة فارتدت ولحقت بدار الحرب ثم سبيت وملكها لا يحل له وطؤها بملك اليمين حتى يزوجها فيدخل بها الزوج ثم يطلقها اھ (شامیہ ص۴۱۲ ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱-۹-۱۴۰۴ھ

صرف صبی غیر ممیز نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا

دو بچوں کے نکاح اس طرح ہوئے۔ ایک بچے کی عمر ۸ سال اور لڑکی کی عمر ۶ سال، دوسرے بچے کی عمر ۵ سال لڑکی کی عمر ۴ سال بچوں کے والدین کے اہتمام پر چند لوگوں کے مجمع میں مولوی صاحب نے بچے کو ایمان مجمل و مفصل، کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھائے اور نام لے کر کہ فلاں بن فلاں کی لڑکی بنام فلاں تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے تمہیں قبول ہے پھر بچہ نے اپنے والد کی ترغیب پر اقرار قبولیت کیا۔ نیز لڑکی کے والدین سے مولوی صاحب نے رجوع نہیں کیا۔ بہر حال رضامند تھے۔ اور تذکرہ حق مہر بھی نہیں ہوا۔ دوسرے بچے کے نکاح کی صورت بھی یہی تھی کیا نکاح ہوئے یا نہیں؟ (المستفتی عبد الحق کلرک معرفت عبد العزیز ممبر دارالعلوم)

الجواب: بر تقدیر صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں ہر دو نکاح منعقد نہیں ہوئے لہٰذا دوبارہ کئے جائیں اور ایجاب و قبول لڑکے لڑکی کے والدین کریں۔

واما شروطه فمنها العقل والبلوغ الخ ان الاول (ای العقل) شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبی الذی لا يعقل (عالمگیری ص۲۶۷ ج۱) والشرط لصحة الاذن أن يعقلا البيع سالباً للملك

عن البائع والشراء جالباً له الخ (درمختار علی ھامش رد المحتار ص۱۱ ج۵)

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ولی ابعد کے نکاح کر دینے پر بالغہ کا سکوت کرنا رضامندی نہیں بلکہ اسے سکوت کے بعد بھی ردّ وقبول کا اختیار ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکی مسمات زینب باکرہ بالغہ جس کا باپ زندہ ہے اس کے چچا نے غائبانہ بغیر اذن لڑکی اور اطلاع دینے باپ کو زید کے ساتھ روبرو گواہان کے نکاح کر دیا چچا نے خود یا اس کے رسول نے لڑکی کو اطلاع دی کہ تیرا فلاں یعنی زید کے ساتھ نکاح کر دیا گیا تو لڑکی نے سکوت اختیار کیا کیا یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں صرف لڑکی کے سکوت سے نکاح کا انعقاد متصور نہیں ہوگا بلکہ ابھی تک لڑکی مذکورہ کے لئے اس نکاح کو ردّ کرنے یا قبول کرنے کا اختیار باقی ہے کیونکہ جب ولی اقرب کی موجودگی میں غیر ولی اقرب بلا اطلاع ولیٔ اقرب ولڑکی کے از خود لڑکی عاقلہ بالغہ کا کسی جگہ نکاح کر دے تو لڑکی اس نکاح کی خبر ملنے پر سکوت اختیار کرے تو یہ سکوت اسکی رضا نہیں سمجھی جاتی۔ (کما فی العالمگیری ص۱۱ ج۲)

واذا قال لها الولی الخ قوله اذا كان المزوج هو الولی وان كان لها ولی اقرب من المزوج لا يكون السكوت منها رضاً ولها الخيار ان شاءت رضيت وان شاءت ردت - فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ اصغر علی عفا اللہ لہٗ
نائب مفتی

خفیہ نکاحوں کا حکم

زمانۂ حال میں یہ ہو رہا ہے کہ بیوہ عورت سے خفیہ نکاح کیا جاتا ہے اور اس نکاح کو صیغۂ راز میں رکھتے ہیں زانیوں کی طرح خفیہ شہوت رانی کرتے ہیں، بچہ پیدا نہیں ہونے دیتے بلکہ بذریعہ ادویہ نکال دیتے ہیں۔ ما بین الزوجین ارث کا اجراء بھی نہیں ہوتا البتہ بوقتِ نکاح گواہ موجود ہوتے ہیں اور ان کو اخفاء نکاح کا کہا جاتا ہے۔ کیا اندریں حالات یہ نکاح صحیح ہے یا نہ؟ اور ایسے نکاح سے حلت بین الزوجین ثابت ہے یا نہ؟ بلکہ نکاح سر اور فاسد واجب التفریق ہے یا نہ، فتاویٰ نور الہدیٰ معروف بجامع الفوائد ص۸۳ پر حسب ذیل جواب تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ فی الفتاویٰ ——

ولا يجوز نكاح السر صورته ان ينكح امرأة سراً بحضور الشاهدين ويمنعهما عن الاعلان استحياءً لانها لا ترضى باعتباره خوفاً او عاراً كما تفعله بعض النساء فان هذا النكاح غير جائز وهما زانيان ابداً وقد فعل هذا النكاح بعض الكلبة وقتلوا عليه ولعض القاصرين الذين لا يعلمون بحقيقة الروايات يحكمون بصحة هذا النكاح من جهل الخ — اس کتاب میں بالتغلیظ اس نکاح کو فی حکم الزنا بیان کیا گیا ہے اور اکثر کتب فقہ میں دو گواہ موجود ہونے پر حلت اور صحتِ نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔ اب قابلِ استفسار یہ ہے کہ ایسے نکاح میں حلت کا حکم دیا جائے یا تفریق کا؟ ——

الجواب صورتِ مسئولہ میں جب شرائطِ نکاح موجود ہوں تو نکاح کو صحیح کہا جائے گا۔ البتہ گواہوں کو چاہیے کہ وہ اس نکاح کا اظہار کریں اور توراث بھی جاری ہوگا۔ البحر الرائق میں ہے: ——

ان النكاح بحضور الشاهدين يخرج عن ان يكون سراً ويحصل بحضورهما الاعلان (ص۹۲ ج۳)

بدائع میں ہے:۔ ما روی انه نهى عن نكاح السر فنقول بموجبه لكن نكاح السر ما لم يحضره شاهدان فاما ما حضره شاهدان فهو نكاح علانية لا نكاح السر اذ السر اذا جاوز اثنين خرج من ان يكون سراً قال الشاعر... وسر كما كان عند امرئ... وسر الثلاثة غير الخفی وكذلك قوله صلى الله عليه وسلم اعلنوا النكاح لانهما اذا احضراه شاهدين فقد اعلناه اھ ص۲۵۳ ج۲ - فتح القدیر میں ہے:۔ وقول الكرخی نكاح السر ما لم يحضره شهود فاذا حضروا فقد اعلن.... فالتحقيق انه لا خلاف فی اشتراط الاعلان وانما الخلاف بعد

فلک فی ان الاعلان المشترط هل یحصل بالاشهاد حتی لا یضره بعده توصیة الشهود بالکتمان اذ لا یضر بعد الاعلان التوصیة بالکتمان او لا یحصل بمجرد الاشهاد حتی یضر فقلنا نحو وقالوا لا اهـ ——— (ص ۱۱۱ ج۳)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں کیا گیا نکاح سِر نہیں البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ایسا نکاح، نکاح سِر ہے جو ان کے نزدیک حرام و بدکاری ہے۔ ولو حضرہ شہود وشرط علیہم الکتمان لم یجز یعنی عند مالکؒ۔ (بدائع ص ۲۵۲ ج۲) فتاویٰ نور الهدیٰ میں غالباً امام مالکؒ کا مذہب نقل کیا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم ———

بندہ
عبد الستار عفا اللہ عنہ

———○———

کیا ناخن پالش لگانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ بعض خواتین ناخن پالش لگا کر وضو کر کے نماز ادا کر لیتی ہیں آیا اس طریقے سے نماز ادا کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور کفر صادر ہو جاتا ہے اگر یہ درست ہے تو نکاح جانے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب ناخن پالش لگا کر وضو کرنے سے نماز ادا کرنا صحیح نہیں لیکن اس سے نہ کفر لازم آتا ہے اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے کیونکہ بلا وضو نماز پڑھنا اس وقت موجب کفر ہے جبکہ بطورِ استخفاف ہو۔

وبحث فیه فی الحلیة لحدهما ما اشار الیه الشارح ثانیهما ان الجواز بعذر لا یوثر الا فی عدم الاکفار فی هذه المسائل هو الاستهانة فحیث ثبتت الاستهانة فی الکل تساوی الکل فی الاکفار وحیث انتفت منها تساوت فی عدمه وذلك لانه لیس حکم الغرض لزوم الکفر بترکه والا کان کل تارك لفرض کافراً وانما حکمه لزوم الکفر بجحده بلا شبهة دارئة اهـ ای والاستخفاف فی حکم الجحود (شامی کتاب الطهارة ص ۶۰ ج۱) اما لو کان بمعنی عدد ذلك الفعل خفیفا وهینا من غیر استهزاء ولا سخریة بل لمجرد الکسل او الجهل فینبغی ان لا یکون کفرا عند الکل (رد المحتار ص ۶۰ ج۱) فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۵-۱۲-۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

———○———

خاوند مسلمان ہو جائے تو عیسائی بیوی بدستور منکوحہ رہے گی

عیسائیوں کے نزدیک بھی دو بیویاں جائز ہیں

محمد عبد اللہ نو مسلم عیسائیت سے مسلمان ہوا اس کے ساتھ اس کی دوسری بیوی سکینہ بھی مسلمان ہو گئی۔ عیسائیوں نے اس کی دوسری بیوی پر قبضہ کر لیا اور اسے دوبارہ عیسائی بنا لیا۔ اور دلیل یہ پیش کی کہ عیسائیت میں دو شادیاں جائز نہیں۔ لہٰذا یہ عبد اللہ کی منکوحہ ہی نہیں تھی اس مسئلہ میں شرعی حکم سے آگاہ فرماویں پہلی بیوی بدستور عیسائی ہے اس کا حکم بھی بیان فرماویں۔ عیسائی کتب سے چند حوالہ جات جمع کردہ مولانا محمد یوسف رحمانی مدظلہ ہمراہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں دو شادیاں جائز ہیں۔

محمد عبد اللہ نو مسلم ساکن مکی مسجد میانچنوں ضلع ملتان

عیسائیت کی مسلمہ کتاب مقدس یعنی بائیبل کی رو سے ایک بیوی سے زائد بیویاں نکاح میں لانا کوئی جرم نہیں ہے چنانچہ مندرجہ ذیل حوالہ جات بغور دیکھیں۔

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ۔ ہاجرہ۔ قطورہ (کتاب پیدائش باب ۱۱/۲۹، ۱۶/۱تا۳، ۲۵/۱)

۲۔ حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں۔ لیاہ۔ راخل۔ بلہا۔ زلفہ۔
(کتاب پیدائش ۲۹/۲۲، ۲۹/۲۸، ۳۰/۳، ۳۰/۹)

حضرت یعقوب کی اولاد چار بیویوں سے ہوئی (کتاب پیدائش ۳۵/۲۳)

۳۔ حضرت عیسو کی تین بیویاں تھیں۔ عدہ۔ اُلیبامہ۔ بشامہ (کتاب پیدائش ۳۶/۲، ۳۶/۳، ۳۶/۴)

۴۔ حضرت داؤد کی ایک بیوی میکل کا ذکر (کتاب سموئیل اول ۱۸/۱۹)

۵۔ حضرت داؤد کی دو اور بیویوں ابیجیل اور اخینوعم کا ذکر (سموئیل اول ۲۵/۴۲، ۲۵/۴۳، ۲۷/۳)

۶۔ حضرت داؤد کی چھ اور بیویوں کا ذکر (سموئیل دوم ۳/۲تا۵)

۷۔ حضرت داؤد کی اور حرمیں اور بیویاں جن سے گیارہ بچے ہوئے (سموئیل دوم ۵/۱۳)

۸۔ حضرت داؤد کا اوریاہ کی بیوی سے نکاح (سموئیل دوم ۱۱/۲۷)

۹۔ حضرت داؤد نے یروشلم میں اور عورتوں سے بھی نکاح کیا جن کی تعداد معلوم نہ ہے (تواریخ اول ۱۴/۳) (تلک عشرة کاملة)

۱۰۔ حضرت سلیمان کی سات بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں (سلاطین اول ۱۱/۱)

بائبل مقدس کے مندرجہ بالا دس حوالہ جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں لانا جرم نہیں۔ اس کے برعکس پوری کتاب مقدس بائبل سے ایک حوالہ بھی نہیں ملتا جس سے ثابت ہوسکے کہ ایک بیوی سے زائد بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے ہاں البتہ جو شخص پادری ہو یا کلیسیا کا سربراہ ہو۔ اس کے لئے پولوس کے خطوط سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ صرف ایک بیوی کا شوہر ہو۔ عام آدمی کے لئے کوئی شرط او رقید نہیں۔ وہ جتنی چاہے۔ ایک بیوی سے زائد نکاح کرسکتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔

چنانچہ پادری کے لئے صرف ایک بیوی کا شوہر ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے (پولوس کا خط طبطس ۱/۶ تیمتھیس اول ۳/۲ دیکھئے)

انہی حوالہ جات کی بنا پر اپسکوپل پاکستان مشن چرچ نے اپنی قراردادوں میں لکھا ہے کہ دو بیوی کا شوہر کلیسیا میں تو مع خاندان شامل ہوگا مگر اس کو مذہبی عہدہ نہ دیا جائے گا نہ کلیسیا کے انتظامی امور میں شامل ہوسکتا ہے (مختصر ہسٹری اپسکوپل چرچ پاکستان ص)

محمد عبداللہ کا نکاح کرنے والا بشپ بھی اپسکوپل مشن چرچ آف پاکستان سے تعلق رکھتا ہے اس کے عقیدہ اور مذہب کے مطابق مسیحی دوسرا نکاح کرسکتا ہے

مخالفین کا تعلق چونکہ میتھوڈسٹ چرچ سے ہے۔ جو کہ غیر ملکی چرچ ہے جن کے ممبران اعلیٰ کنٹربری یارک وغیرہ نے برطانیہ میں فعل ہم جنسی کو تو جائز قرار دیا ہے مگر کسی عیسائی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ فوا اسفا۔

میتھوڈسٹ چرچ کا فتوی اپسکوپل پاکستان مشن چرچ کے لئے کوئی حجت دلیل نہیں ہے کیونکہ میتھوڈسٹ چرچ کے اصول و فروع اور ہیں۔ اپسکوپل پاکستان مشن چرچ کے اصول و فروع اور ہیں۔ دونوں میں باہمی اصولی اختلافات پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے کیلئے دلیل نہیں ہیں مختصراً صرف دس حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر مزید تفصیل درکار ہو تو بندہ اس کی تفصیلات کے لئے بھی تیار ہے جب حکم ہو حاضر خدمت ہو کر پوری تفصیل عرض کرسکتا ہے۔

واللہ یہدی الی الحق والی صراط مستقیم حسبنا اللہ و نعم الوکیل

محمد یوسف بقلم خود

خطیب جامع مسجد مکی ٹی چوک ——— میاں چنوں ضلع ملتان

الجواب صورتِ مسئولہ میں دونوں میاں بیوی کے اکٹھے مسلمان ہوجانے سے ان کا پہلا نکاح بدستور باقی تھا۔ ولو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینہما کذا فی الکنز اھ (عالمگیری ص۳۳۸ ج۱) اور محمد عبداللہ نومسلم مذکور کی پہلی بیوی عیسائیت پر رہتے ہوئے بھی شرعی قوانین کے تحت بدستور محمد عبداللہ مذکور کی بیوی ہے عالمگیری میں ہے وان اسلم زوج الکتابیۃ بقی نکاحہما کذا فی الکنز اھ (ص۳۳۸ ج۱) محمد عبداللہ اور اس کی بیوی جب مسلمان ہوگئے تو ان پر مسلمانوں والے احکام ہی نافذ ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے چار شادیوں کی اجازت ہے قال اللہ تعالیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع الآیۃ سکینہ مرتد ہوجانے کے باوجود وہ کسی اور جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

حیلہ ناجزہ میں مرتدہ عورت کے احکام بیان کرتے ہوئے بطور خلاصہ فتوی لکھا ہے۔

"اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوی کا یہ حاصل ہوا۔ کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہے گی۔ کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں اور اسے اسلام لانے پر سختی سے مجبور کیا جاتے گا۔ لیکن جب تک تجدید ایمان کرکے تجدید نکاح نہیں ہوجائے گا۔ خاوند اس سے استمتاع نہیں کرسکتا" (حیلہ ناجزہ ص۱۱۹)

واضح رہے کہ اسلامی ملک میں اسلام کے مطابق ہی فیصلے ہوں گے۔ عیسائیوں کو یہ حق نہیں کہ اپنی مرضی مسلمانوں پر مسلط کریں۔ اول تو عیسائیوں کے ہاں بھی ایک سے زائد شادیاں جائز ہیں۔ بالفرض نہ بھی ہوتیں۔ تو بھی جب وہ میاں بیوی مسلمان ہوگئے۔ تو اب عیسائیوں کو ان پر کسی قسم کا اختیار نہیں رہا۔ ان پر تمام احکام مسلمانوں والے نافذ ہوں گے۔

لہٰذا اربابِ اقتدار پر فرض ہے کہ مسمی محمد عبداللہ مذکور کی دونوں بیویاں اس کو دلانے پر پورا پورا تعاون کریں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

معتدۂ بائنہ کو کنایۃً پیغامِ نکاح دینا

مطلقہ بائنہ کی عدۃ میں اس کو خطبہ کی تعریض کرنا جائز ہے یا نہیں

اس کے متعلق مختلف کتب کا مطالعہ کیا، شامی اور ہندیہ وغیرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

معتدہ بائنہ کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا نہیں یعنی اس کو تعریض کرنا بھی جائز نہیں لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ اس کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو تعریض کرنا جائز ہے مختلف عبارات سامنے آنے سے بندہ متذبذب ہے بندہ کا زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ تعریض جائز نہ ہونی چاہیے جیسے فقہاء نے لکھا ہے آپ براہِ مہربانی اس مسئلہ میں بندہ کی راہ نمائی فرمائیں۔ وہ عبارات درج ذیل ہیں۔

وفی الدر المختار تحرم خطبتها وصح التعريض لو معتدة الوفاة لا المطلقة اجماعاً لافضائه الى عداوة المطلق وفی الشامية تحت قوله لا المطلقة اجماعاً الخ نقله فی البحر والنهر عن المعراج وشمل المطلقة البائن وبه صرح الزيلعي وفی الفتح ان التعريض لا يجوز فی المطلقة بالاجماع فانه لا يجوز لها الخروج من منزلها أصلاً فلا يتمكن من التعريض على وجه لا يخفى على الناس ولا فضائه الى عداوة المطلق وينافى نقل الاجماع ما فی الاختيار حيث قال ما نصه وهذا كله فی المبتوتة والمتوفى عنها زوجها أما المطلقة الرجعية فلا يجوز التصريح ولا التلويح لأن نكاح الأول قائم۔

(شامی باب العدة فصل فی الحداد ص ۵۳۲ ج ۳ ایچ ایم سعید)

لا يجوز للاجنبی خطبة المعتدة صريحاً سواء كانت مطلقة او متوفى عنها زوجها كذا فی البدائع أجمعوا على منع التعريض فی الرجعی وكذا فی البائن عندنا وانما التعريض فی المتوفى عنها زوجها كذا فی غاية السروجی (هندية ص ۵۳۴ ج ۱)

ولا تخطب معتدة الا تعريضا ولا تخرج معتدة الرجعی والبائن من بيتها اصلاً (شرح الوقايہ ص ۱۵۳ ج ۲)

قوله الا تعريضا ظاهره ان جوازه يعم لكل معتدة لكن ذكر فی البحر والنهر والمعراج والفتح وغيرها ان التعريض لا يجوز فی مطلقة الرجعی لقيام نكاح الاول ولا فی مطلقة البائن فانه لا يجوز لها الخروج من منزلها اصلاً فلا يتمكن من التعريض ولافضائه الى عداوة المطلق فعلى هذا يختص جواز التعريض بمعتدة الوفاة لكن ذكر فی الاختيار جوازه فی المبتوتة ايضاً والتعريض الخ (حاشیہ شرح الوقایہ ص ۱۵۳ ج ۲)

اور حضرت تھانوی نے بیان القرآن میں ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء او اكننتم " کے تحت لکھا ہے۔

" مسئلہ جو عورت طلاق بائن کی عدۃ میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے ممکن ہے کہ حضرت تھانوی سے اس کے حکم بیان کرنے میں تسامح ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت کے نزدیک مختار یہی ہو کہ اس کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا ہو کیونکہ ایک روایت اختیار میں اس کے متعلق بھی ہے جیسا کہ مذکورہ عبارات سے واضح ہے تو آپ برائے مہربانی اپنی رائے سے مطلع فرمادیں۔

بندہ محمد ادریس عفی عنہ

دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

الجواب حامداً ومصلیاً۔ مندرجہ ذیل عبارات میں یہ تصریح ہے کہ مطلقہ بائنہ کی عدت میں اس کو تعریض کرنا جائز نہیں؟

۱۔ لا يجوز للاجنبی خطبة المعتدة صريحاً سواء كانت مطلقة او متوفى عنها زوجها كذا فی البدائع اجمعوا على منع التعريض فی الرجعی وكذا فی البائن وانما التعريض فی المتوفى عنها زوجها كذا فی غاية السروجی۔ (عالمگیری ص ۵۳۴ ج ۱)

۲۔ ولا بأس بالتعريض فی الخطبة اذا المتوفى عنها زوجها اذ التعريض لا يجوز فی المطلقة بالاجماع۔ (فتح القدیر ص ۱۶۵ ج ۴)

۳۔ ولا ينبغی ان تخطب المعتدة ولا باس بالتعريض فی الخطبة الى قوله وهذا فی

المتوفی عنها زوجها۔ اما المطلقة فلا یجوز التعریض بخطبتها لانها لا تخرج من منزلها فلا یتمکن من ذلک۔ (الجوهرة ص۱۵۹ ج۲)

۴- المعتدة ولا باس بالتعریض هذا فی معتدة الوفاة واما فی معتدة الطلاق فلا یجوز التعریض سواء کان رجعیا او بائنا فعلی هذا لو قید المصنف بمعتدة الوفاة لکان اولیٰ۔ (مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر ص۴۸۰)

۵- واما التعریض فلا یجوز ایضاً فی عدة الطلاق ولا بأس به فی عدة الوفاة (بدائع الصنائع ص۲۰۴ ج۳)

۶- ولا بأس بالتعریض للمتوفی عنها زوجها نحو انی ارید التزوج الی قوله واما المطلقة فلا یجوز التعریض لها بالاجماع لافضائه الی عداوة المطلق الی قوله لکن فی القهستانی وفیه اشارة الی جواز التعریض لکل معتدة مع انه لا یجوز للمعتدة الرجعیة اصلاً وکذا فی معتدة البائن کما فی النهایة لکن فی المختار انه یجوز کالمتوفی عنها زوجها اتفاقاً (در المنتقی شرح الملتقی علی هامش مجمع الانهر ص۴۸۰)

۷- وفی الدر المختار تحرم خطبتها وصح التعریض لو معتدة الوفاة لا المطلقة اجماعاً لافضائه الی عداوة المطلق۔ وفی الشامیة تحت قوله لا المطلقة اجماعاً الخ نقله فی البحر والنهر عن المعراج وشمل مطلقة البائن وبه صرح الزیلعی وفی الفتح ان التعریض لا یجوز فی المطلقة بالاجماع فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلا فلا یتمکن من التعریض علی وجه لا یخفی علی الناس ولا فضائه الی عداوة المطلق وینافی نقل الاجماع ما فی الاختیار حیث قال ما نصه وهذا کله فی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اما المطلقة الرجعیة فلا یجوز التصریح ولا التلویح لان نکاح الاول قائم۔ (شامی ص۶۲۴ ج۲)

۸- (ویذرون ازواجا) ولا یمکن حملها علی الاستغراق لان من النساء من یحرم التعریض بخطبتهن فی العدة کالرجعیات والبائنات فی قول والاظهر عند الشافعی رضی الله عنه جوازه فی عدتهن قیاساً علی معتدات الوفاة (روح المعانی ص۱۵۰ ج۲)

۹- وظاهره ان التعریض جائز لکل معتدة ولیس کذلک بل لا یجوز الا للمتوفی عنها زوجها بالاجماع واما المطلقة فغیر جائز لما فیه من ایراث العداوة بین المطلق والخاطب بخلاف المیت فان النکاح قد انقطع فلا عداوة من المیت ولا ورثته (بحر الرائق ص۱۶۵ ج۴)

۱۰- ولا تخطب معتدة الا تعریضاً (شرح وقایہ ص۱۵۳ ج۲) اس کی تشریح حاشیہ کے اندر یوں ہے۔ قوله الا تعریضاً ظاهره ان جوازه یعم لکل معتدة لکن ذکر فی البحر والنهر والمعراج والفتح وغیرها ان التعریض لا یجوز فی مطلقة الرجعی لقیام نکاح الاول ولا فی مطلقة البائن فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلاً فلا یتمکن من التعریض ولافضائه الی عداوة المطلق فعلی هذا یختص جواز التعریض بمعتدة الوفاة لکن ذکر فی الاختیار جوازه فی المبتوتة ایضاً۔ (حاشیہ ۶ شرح وقایہ ص۱۵۲ ج۲)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ معتدہ بائنہ کے لئے بھی تعریض جائز نہیں اسی پر حضرات فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا ہے اور اسے مدلل بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختیار کی روایت غیر مختار ہے۔ علامہ شامی راجح مرجوح کی بحث میں لکھتے ہیں ؎

کذا اذا ما واحدا قد عللوا ∴ له وتعلیل سواه اهملوا

وفی شرحه قال (وکذا) لو ذکروا قولین مثلاً وعللوا لاحدهما کان ترجیحاً له علی غیر المعلل کما افاده الخیر الرملی فی کتاب الغصب من فتاواه الخیریة ونظیره ما فی التحریر وشرحه فی فصل الترجیح فی التعارض بین ان الحکم الذی تعرض فیه للعلة یترجح علی الحکم الذی

لم یتعرض فیہ لھا لان ذکر علتہ یدل علی الاھتمام بہ والحث علیہ انتہی

(عقود رسم المفتی صـ۳)

عقود کے اندر ایک اور جگہ ذکر ہے ففی شرح البیری علی الاشباہ ان المصرح عند المشائخ انہ متی اختلف فی المسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر انتہی (عقود صـ۳۳) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جب اور جس طرح میرے نکاح میں آئے اُسے طلاق کہنے کے باوجود فضولی کے ذریعہ نکاح کی گنجائش موجود ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندہ نے زبان سے کہا ہے کہ کلما تزوجت وکالۃً اصالۃً طفیلیاً حلیمۃ بنت نور محمد فہی طالق۔ طالق۔ طالق۔ اور ہر آن وزمان ہر وقت میرے نکاح میں آئے جس طرح آئے مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ بحوالہ جات تسلی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں حالف جب بھی حلیمہ سے نکاح کرے گا۔ اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص از خود حلیمہ کا نکاح حالف سے کر دے اور اسے آ کر اطلاع دیدے اور حالف اجازت بالفعل دے تو حانث نہیں ہوگا۔ حالف کے الفاظ او طفیلیاً سے اجازت بالفعل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

حلف لا یتزوج فزوجہ فضولیٌ فاجاز بالقول حنث وبالفعل لا اھ کل امرأۃ تدخل فی نکاحی اوتصیر حلالاً لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لایحنث اھ ملخصاً وھثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلاً ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجتُ امرأۃ بنفسی اوبوکیلی او بفضولی اودخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقاً لان قولہ او بفضولیٍ الخ عطف علی قولہ بنفسی عاملہ تزوجت وھو خاص بالقول وانما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولیٍ ولو بالفعل فلا مخلص لہ اھ (شامی صـ۱۲۱ ج۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
محمد صدیق غفرلہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

زانی اور مزنیہ کی اولاد کے باہم نکاح کا حکم

زید نے عمرو کی منکوحہ ہندہ کے ساتھ زنا کیا۔ جبکہ عمرو حالتِ حیات میں ہے۔ اسی حالت نکاح میں ہندہ کی ایک بچی پیدا ہوئی۔ ہندہ کی اس لڑکی کے ساتھ زید کے لڑکے کا نکاح ہوا اور بچے بھی ہوئے تو نکاح درست ہے یا نہ؟

مودودی نے یہ جواب دیا۔ کہ فقہاء حنفیہ کے فتویٰ کے مطابق زانی جس سے زنا کرتا ہے۔ اس عورت کے اصول وفروع زانی پر حرام ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک زانی کی اولاد کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے کہ اس کے اور مزنیہ کے اصول وفروع میں بھی حرمت مصاہرہ واقع ہوتی ہے یا نہ؟ کتبِ احناف میں مندرجہ بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت مصاہرہ کا تعلق صرف زانی سے ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ اس کے بالمقابل انہی کتابوں میں دوسرے اقوال موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حرمت مصاہرہ زانی کے اصول وفروع میں بھی متعدی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مبسوط صـ۲۰۸ ج۴ پر امام سرخسی نکاح کے علاوہ وطی مس بالشہوۃ اور نظر الی الفرج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحرمۃ المصاھرۃ بھٰذہ الاسباب تتعدی الی اٰبائہ وان علوا وابنائہ وان سفلوا من قبل الرجال والنساء۔

ان اسباب سے حرمۃ مصاہرہ زانی کے آباء اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ صاحب درمختار فصل فی المحرمات میں فرماتے ہیں۔

حرم علی المتزوج ذکراً کان اوانثیٰ نکاح اصلہ وفرعہ ان علا اونزل وبنت اخیہ واختہ وبنتھا ولو من الزنا۔

نکاح کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ اس کا اپنے اصول وفروع سے نکاح حرام ہے۔ اوپر نیچے تک اپنی بھتیجی اور بہن اور بھانجی سے مرد کا نکاح حرام ہے۔ خواہ یہ زنا کے نطفہ سے ہی پیدا ہوئے ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زانی نے جس عورت سے زنا کیا ہے اس عورت

کی اولاد بھی زانی کی اولاد پر حرام ہوگی۔ اور اس میں وہی حرمت ہے جو بہن بھائی میں ہے۔
اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔ أما التحريم علی آباء الزانی وأولاده
فلاعتبار الجزئية (شامی ص۳۰ ج۲) مذکورہ بالا تحریم جو زانی کے آباء و اولاد پر وارد ہوتی ہے،
وہ اس وجہ سے ہے کہ اولاد والدین کا جز ہوتی ہے۔ تجنیس کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ
زنی بامرأة فولدت فارضعت بهذا اللبن صبية لايجوز لهذا الزانی
تزوجها ولا لاصوله وفروعه۔ ایک مرد نے عورت سے زنا کیا پھر عورت
کے ہاں ولادت ہوئی۔ اس عورت نے اس دودھ سے کسی بچی کو دودھ پلایا تو اس
مرد کے لئے اس بچی سے نکاح جائز نہیں ہے اور نہ زانی کے اصول و فروع کے لئے اس
بچی سے نکاح جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یہی اقوال صحیح تر اور قابل ترجیح ہیں۔ جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ زانی کے علاوہ زانی کی اولاد اور مزنیہ اور اس کی اولاد کے مابین
بھی حرمت مصاہرہ قائم ہو جاتی ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں زید کے لڑکے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جائز ہے۔
کیونکہ مزنیہ کے فروع کے ساتھ اولاد زانی کا نکاح حلال ہے۔ ہاں
خود مزنیہ کے ساتھ اصول زانی یا اس کے فروع کا نکاح درست نہیں۔

قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع
حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة
اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا كما فی الوطیٔ الحلال
ويحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها شامی ص۳۸۴ ج۲۔

۲۔ امام سرخسی نے ملک یمین نکاح اور زنا میں حرمت مصاہرہ کو مساوی قرار دیا۔
کہ تینوں صورتوں میں حرمات اربعہ لازم آئیں گے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں۔
اذا وطیٔ الرجل امرأة بملك يمين او نكاح او فجور يحرم
عليه امها وابنتها وتحرم هی علی آبائه وابنائه اھ (ص۲۰۴ ج۴)

اور نکاح میں بلاشبہ منکوحۃ الاب کی سابقہ لڑکی سے واطی کی اولاد کا نکاح
جائز ہے۔ ایک شخص اپنی سوتیلی والدہ کی سابقہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو حرام نہیں ہے۔

جیسا کہ حوالہ جات ذیل سے معلوم ہوتا ہے، تو مزنیہ کی اولاد سے اولاد زانی کا نکاح
کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔ حوالہ جات۔

واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال قال الرملی ولا تحرم
بنت زوج الام ولا امه (شامی ص۳۸۳ ج۲)

عالمگیریہ میں ہے لا بأس بان يتزوج الرجل امرأة و
يتزوج ابنه ابنتها او امها ص۶ ج۲ اھ كذا فی البحر۔

مبسوط سرخسی میں ہے۔ وكذلك لا بأس بان يتزوج المرأة و
يتزوج ابنه امها او بنتها فان محمد بن الحنفية تزوج امرأة و
زوج ابنتها ابنه وهذا لان بنكاح الام تحرم الام هی علی ابنه فاما
ابنتها وامها تحرم عليه لا علی ابنه فلهذا اجاز لابنه ان يتزوج
امها او ابنتها۔ والله سبحانه اعلم ص۲۱۱-۲۱۲ ج۴۔

مسئلہ اور تعلیل سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ واطی پر موطوءۃ کے اصول و فروع
حرام ہیں۔ مگر واطی کی اولاد پر حرام نہیں۔ بصورت نکاح و ملک یمین بالاجماع حرمت
مصاہرہ ثابت ہے اور بصورت زنا اس کا ثبوت مختلف فیہ ہے۔
احناف کے نزدیک سفاح مثل النکاح ہے اور امام شافعیؒ اس کے منکر ہیں۔

پس جب اجماعی صورت میں فروع مزنیہ اولاد زانی پر حرام نہیں۔ کما مر۔ تو مختلف فیہ صورت
میں یہ فروع اولاد زانی پر کیسے حرام ہوں گے اور خاندان نبوت میں قرن ثانی میں ایسا نکاح
ہوا ہے۔ محمد بن الحنفیہ صاحبزادہ علیؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کی سابقہ
لڑکی سے اپنے سابقہ لڑکے کا نکاح کر دیا۔ کما مر۔ قرن صحابہ و تابعین میں ملت نکاح
کا جو مسئلہ خاندانِ نبوت میں موجود ہے۔ اس کی تردید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
استفسار کے ہمراہ لاہور کا فتویٰ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں ایسے نکاح کو ناجائز کہا ہے
اور فقہاء کی تین عبارتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ ذیل میں بقدر ضرورت اس کی تردید
کی جاتی ہے۔ فاضل مجتہد لکھتے ہیں۔ کہ حرمت مصاہرہ زانی کے اصول و فروع میں بھی متعدی
ہوتی ہے۔ مبسوط ص۲۰۸ ج۴ میں ہے۔ حرمة المصاهرة بهذا الاسباب

تتعدى الى آبائه وان علوا وابنائه وان سفلوا من قبل الرجال والنساء.

تردید فاضل مجتہد کو اس عبارت کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے۔ امام سرخسیؒ وہی بات فرما رہے ہیں جو تمام فقہاء کرام نے لکھی ہے۔ حرمت مصاہرہ سے مراد حرمات اربعہ ہیں۔ یعنی مزنیہ زانی کے اصول وفروع کے لئے حرام ہوگئی اور مزنیہ کے اصول و فروع زانی کے لئے حرام ہوگئے اور منکوحہ موطوءۃ واطی کے اصول وفروع پر حرام ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ موطوءہ کے فروع واطی کے فروع پر حرام ہوگئے۔ امام سرخسیؒ کا اگر یہی مطلب ہوتا تو اس باب کے آخر میں سوتیلی والدہ کی لڑکی سے نکاح کو کیسے جائز قرار دیتے۔ امام سرخسیؒ کے یہ جملے اصل مسئلہ کی تشریح میں واقع ہوئے ہیں۔ اصل مسئلہ وہی ہے جو بحوالہ مبسوط پہلے ہم نقل کر آئے ہیں۔ اذا وطئ الرجل امرأة بملك يمين الخ جس میں صرف حرمات اربعہ کی تصریح ہے۔

۲۔ فاضل مجتہد نے دوسرے نمبر پر اخت من الزنا کے ساتھ درمختار سے نکاح کا عدم جواز ثابت کیا ہے۔ اور اس طرح سے مسئلہ زیر بحث میں حرمت کے قائل ہوئے ہیں۔ یہ استدلال بھی غلط ہے۔ کیونکہ صورتِ مسئولہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ درمختار کا یہ جزئیہ ہر مزنیہ کی ہر اولاد کے بارے میں نہیں۔ بلکہ خاص مزنیہ کے ایک خاص بچے کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی نے غیر منکوحہ باکرہ عورت سے زنا کیا اور اس کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا۔ کسی دوسرے مرد کو اس کے قریب نہیں آنے دیا۔ اس مزنیہ سے جو بچی پیدا ہوگی زانی کے لئے بمنزلہ بیٹی کے سمجھی جائے گی۔ اس کا نکاح شاید زانی کی اولاد سے جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ بنت من الزنا صرف اسی صورت میں متصور ہوگی۔ ولو من الزنا پر شامی نقل کرتے ہیں۔

أى بأن يزنى الزانى ببكر ويمسكها حتى تلد بنتا بحر عن الفتح قال الحانوتى ولا يتصور كونها ابنته من الزنا الا بذلك اذ لا يعلم كون الولد الا به الخ أى لانه لو لم يمسكها يحتمل أن غيره زنى بها لعدم الفراش النافى لذلك الاحتمال (شامی بیروت ص ۲۷۷ ج ۲)

امام سرخسی نے بھی یہی خاص صورت نقل کی ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے دوسرے

کی منکوحہ سے زنا کرنے کی صورت میں جو اولاد پہلے سے موجود ہے یا بعد الزنا پیدا ہوئی ہے۔ وہ زانی کے لئے بنت من الزنا قرار نہیں دی جا سکتی بلکہ یہ ناکح کی جائز اولاد متصور ہوگی۔ الولد للفراش وللعاهر الحجر (الحدیث) خصوصاً وہ اولاد جو قبل الزنا موجود ہے وہ یقیناً ناکح کی ہے اور زانی کی قطعاً نہیں۔ پس اولاد زانی کے لئے ان کی حرمت کا سوال قطعاً پیدا نہیں ہوتا۔

۳۔ تجنیس کا جزئیہ لبن من الزنا کے بارے میں ہے۔ اس سے حرمت رضاعت ثابت ہے یا نہ؟ واضح رہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ شامی نے کتاب الرضاع میں اس کے بارے میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اور علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں۔ عدم ثبوت اوجہ ہے۔ علامہ شامی نے بھی۔ اس کو اختیار کیا ہے۔ پس تجنیس کا جزئیہ غیر اوجہ پر مبنی ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ لبن من الزنا کا تحقق اس خاص شکل میں ہوگا۔ جبکہ زانی باکرہ سے زنا کر کے گھر میں محفوظ رکھے۔ اور بچہ پیدا ہو۔ کمامر۔ اور صورت مسئولہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں منکوحہ سے زنا ہوا ہے جس کا فراش صحیح قائم وموجود ہے پس زیر بحث صورت میں لبن من الزنا کا تحقق متصور نہیں۔ ثالثاً یہ کہ زیر بحث صورت حرمۃ مصاہرہ کی ہے۔ اور جزئیہ تجنیس حرمت رضاعت کے بارے میں ہے اور دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں۔ حرمت رضاعت رضیع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے اور اولاد رضیع کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ رضیع کی اولاد کا نکاح مرضعہ کی اولاد سے یا اولاد الاولاد سے جائز نہیں۔ اور اولاد زوج کا نکاح منکوحہ کی سابقہ اولاد سے جائز ہے۔ پس ایک حرمت کو دوسری حرمت پر قیاس کرنا ممنوع ہے۔

الغرض حرمۃ مصاہرہ حرمات اربعہ میں منحصر ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زانی کے لڑکے کا نکاح مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ درست ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہرگز تردد نہ کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

باپ کے کیئے ہوئے جس نکاح کے بارے میں یقین ہو کہ بقصدِ اضرار کیا گیا ہے۔ وہ منعقد ہی نہیں ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ حاجی اللہ وسایا اور مسمی پیر بخش کی آپس میں عداوت تھی۔ اللہ یار کے گھر حاجی اللہ وسایا کی لڑکی شادی شدہ گھر میں آباد تھی۔ پیر بخش نے اپنے عداوتی جذبہ کے ماتحت اللہ یار سے کہا کہ اگر میں تیری دوسری شادی فلانہ باکرہ بالغہ سے کرا دوں تو کیا حاجی اللہ وسایا کی لڑکی کو گھر سے نکال دے گا۔ پھر نہ کبھی خرچ دینا ہوگا نہ کبھی طلاق۔ تادم زلیست اس طرح کرنا ہوگا۔ اور یہ جو تیری لڑکی اس کے بطن سے ہے۔ جس کی عمر ایک دو ماہ ہے۔ میرے لڑکے سے نکاح کر دے۔ العجب جس لڑکی کی طرف اللہ یار کی شادی کے واسطے اشارہ کیا گیا تھا۔ وہ اس کی والدہ کے ساتھ قصوروار تھا۔ مگر دوسری شادی کی خوشی اور لالچ میں آکر حرمت مصاہرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تمام شرائط محظورہ منظور کر لیں۔ چنانچہ شادی ہونے کے بعد ایفاء شرائط ہوا بائیس سال حاجی اللہ وسایا کی لڑکی اپنی لڑکی سمیت حاجی اللہ وسایا کے گھر رہیں۔ اس مدت میں اللہ یار سے اپنی لڑکی کے واسطے خرچ وغیرہ کا ایک جوتک وصول نہ ہوا اور نہ ہی عورت کو طلاق دی۔ اس وقت عورت فوت ہوگئی۔ لڑکی بالغہ ہونے کے وقت حالات سے آگاہی پاکر اس نکاح سے متنفر تھی۔ اب دریافت اس امر کی ہے کہ مسمی اللہ یار ان منہیات کے ارتکاب کرنے سے فاسق متہتک بے باک بے غیرت ہو سکتا ہے۔ وہ بھی سیئ الاختیار کے حکم میں ہے۔ کما فی اوائل باب الولی من الحیلۃ الناجزہ ص۹۵ اور پھر فرمایا ہے۔ کہ دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب اس نے نکاح کیا ہے۔ اس وقت اس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔ اللہ یار مذکور بالا پر بہت آدمی شاہد ہیں۔ کہ جب اس نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا تو لوگوں نے ملامت کی تو اس نے جواب دیا کہ لڑکی صغیرہ ہے۔ پتہ نہیں مرے گی یا بچے گی۔ کیا یہ لڑکی اپنے باپ کے فاسق متہتک ہونے کی بنا پر خیار بلوغ استعمال کر سکتی ہے۔

بعدالت مسلمہ حکومت پاکستان سے یہ لڑکی فسخ کرا چکی ہے۔

الجواب بشرط صحت سوال لڑکی مذکورہ کا والد فاسق متہتک ہے۔ اس لئے اس کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دینا صحیح نہیں۔ یہ لڑکی اس شخص سے طلاق حاصل کیئے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ کذا فی الحیلۃ الناجزۃ ص۹۵۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبداللہ غفرلہ	بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ
مفتی خیر المدارس ملتان	۲ / ۵ / ۱۳۷۷ھ

جواب از دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقول وباللہ التوفیق ھذا الجواب غیر صحیح لان الفاسق المتھتک وان کان فی حکم سیئ الاختیار لکن صرح فی الشامیۃ ان المعروف بسوء الاختیار لو زوجہا من کفو بمھر المثل صح لعدم الضرر المحض انتھٰی وفی الصورۃ المسئولۃ علیٰ حسب بیان السائل الاب انما زوجہا نسبًا وحرفۃً ومالًا ودینًا فکیف یقال بعدم صحۃ النکاح ولو سلم فالشامی صرح بان المانع من النکاح ھو کون الاب مشھورًا بسوء الاختیار قبل العقد فاذا لم یکن مشھورًا بذٰلک ثم زوجہا من فاسق صح وان تحقق بذٰلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس فلو زوج بنتًا اخریٰ من فاسق لم یصح الثانی لانہ کان مشھورًا بسوء الاختیار قبلہ بخلاف العقد الاول لعدم وجود المانع قبلہ الخ وفی الصورۃ المسئولۃ یقول السائل لم یکن ھذا الرجل قبلہ مشھورًا بسوء الاختیار ولم یکن زوج بنتًا اخریٰ من فاسق بل لم یزوج ھٰذہ البنت ایضًا

من فاسق او غیر کفو فکیف السبیل الی القول بعدم جواز النکاح
وقال مولانا التھانوی قدس سرہ فی الحیلۃ الناجزۃ لفظہ۔
اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی میں مشہور و معروف ہو۔ وہ اگر نابالغ
بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کردے یا مہر میں غبن فاحش کرے الخ ص۸۷ وقال قبل
ھٰذا بسطرتین۔ یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ نہ ہوا ہو۔ جس کی بنا پر الخ فبناءً
علی ھذا القول ھذا النکاح صحیح بلا ریب واما الفسخ من الحاکم
فلیس لہ وجہ شرعی لان الزوج یقبلھا وھی ناشزۃ متنفرۃ
عنہ بلا وجہ شرعی فیلزمھا الذھاب الی بیت الزوج لامحالۃ
والمعاونون لھا علی النشوز ممن یتعاون علی الاثم والعدوان
فقط لہ اعلم ان الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر
زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوًا ثم فجر لم یفسخ (درمختار
باب الکفارۃ) وھما الزوجان وقت النکاح کانا صغیرین معصومین
وابواھما کانا فاسقین واما الآن ای بعد البلوغ لو سلم
فسق الزوج فلا یضر والنکاح صحیح کما کان۔

واللہ تعالیٰ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان

الجواب از خیر المدارس

جاننا چاہیئے کہ نابالغ اولاد پر باپ کی ولایت نظریہ ہے۔
بچوں کا معاملہ اور نکاح کی باگ ڈور باپ کے ہاتھ اس
لئے سونپی گئی ہے۔ تاکہ ان کے مصالح کی حفاظت ہوسکے۔ چنانچہ حضرات فقہاء کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ نے جابجا اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ایک مقام پر صاحب ہدایہ
فرماتے ہیں۔ ولنا ان ھٰذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض
الی من لا ینتفع برأیہ الخ ص۲۹۹ ج ۲۔ اور ایک دوسرے مقام پر صاحب
ہدایہ فرماتے ہیں۔ ومعنیٰ ھٰذا الکلام انہ لا یجوز العقد عندھما

لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر فعند فواتہ یبطل العقد ص۳۰۱ ج۲
یہ آخری عبارت صاحب ہدایہ نے ایک مسئلہ خلافیہ کے ضمن میں صاحبین کے مسلک
کی دلیل میں پیش فرمائی ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ دادا اگر نابالغہ کا نکاح کریں۔
اور اس کا مہر کم کردیں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ صاحبین نکاح مذکور کے عدم
انعقاد کے قائل ہیں۔ دلیل مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ صاحبین نے فوات نظر کے
ساتھ کس طرح سے بطلان عقد کا حکم دے دیا۔ امام صاحب نکاح مذکورہ کے جواز
کے قائل ہیں۔ لیکن وہ بھی اس کی وجہ یہ نہیں بتلاتے کہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد
پر ولایت مطلقہ حاصل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ اس ظاہری ضرر سے
بڑھ کر کوئی دوسری مصلحت باپ کے پیش نظر ہو۔ جب یہ ہے تو جن صورتوں میں نابالغ
اولاد کا ضرر متحقق ہو۔ ان میں باپ کا تصرف نافذ نہیں ہوگا۔ اور یقینی ضرر کے تحقق
کی صورت میں باپ کی شفقت مظنونہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ نابالغ اولاد وغیرہ
پہ ولی کے نفاذ تصرف کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ تصرف مولیٰ علیہ کے لئے مضر نہ ہو۔
چنانچہ بدائع ص۲۴۵ ج ۲ میں ہے۔ واما الذی یرجع الی نفس التصرف
فھو ان یکون التصرف نافعًا فی حق مولیٰ علیہ لا ضارًا فی حقہ
والاضرار لا یدخل تحت ولایۃ الولی لان اطلاق التصرف
لھٰؤلاء مقید بالنظر اس سے آگے چل کر سابق الذکر مسئلہ خلافیہ پر بحث کرتے
ہوئے صاحبین کی دلیل میں صاحب بدائع فرماتے ہیں۔
وجہ قولھما ان ولایۃ الانکاح تثبت نظرا فی حق المولی
علیہ ولا نظر فی الحط بل فیہ ضرر بھما والاضرار لا یدخل
تحت ولایۃ الولی لسوء الاختیار۔
اور سکران والد کا کیا ہوا نکاح عام حالات میں درست تسلیم نہیں کیا جاتا۔
رجبکہ وہ غیر کفو میں ہو) یا غبن فاحش سے ہو۔ اس کی علت صاحب بحر تحریر فرماتے ہیں۔
لظھور سوء الاختیار فلا تعارضہ شفقۃ المظنونۃ
(بحر بحوالہ درمختار علی الشامیۃ ص۴۱۹ ج۲)

صاحب فتح القدیر اس قسم کے ایک مسئلہ کی تعلیل میں فرماتے ہیں۔

لان ترك النظر ههنا مقطوع فلا تعارضه شفقته المظنونة انتہی بحاصلہ۔

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ ولی کا جو تصرف مولیٰ علیہ کے حق میں یقیناً مضر ہو۔ وہ تصرف مولیٰ علیہ پر نافذ نہیں ہوگا۔ تحریر بالا سے دو امر ثابت ہوتے۔ ایک یہ کہ باپ کی اپنی نابالغ اولاد پر ولایت نظریہ ہے۔ دوم یہ کہ تحقق ضرر کی صورت میں باپ کو مسلوب الولایۃ قرار دیتے ہوئے اولاد کے حق میں اس کے تصرف کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ امر دوم کی تحقیق وتفصیل یہ ہے۔ کہ باپ کی دو حالتیں ہیں۔ جن کا صراحۃً تذکرہ فقہاء کی کلام میں ملتا ہے۔

۱۔ باپ کی عام حالت یعنی غیر معروف لبسوء الاختیار اور غیر سکران ہونے کی حالت جس کو فقہاء نے صاحی سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ معروف لبسوء الاختیار یا سکران ہونے کی حالت ان دونوں میں کئے گئے تصرفات کے اندر تحقق ضرر کا معیار علیحدہ علیحدہ ہے۔ صاحی والد کا کیا ہوا نکاح امام صاحب کے نزدیک ہر صورت میں درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ غیر کفو میں ہو۔ یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا گیا ہو۔ گویا کہ اس صورت میں ان کے نزدیک ضرر متحقق ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ دلیل شفقت سکر اور سوء الاختیار سے خالی ہونے کی حالت میں موجود ہے۔ اور دلیل شفقت کا بدیں صفت موجود ہونا عقد مذکور کے بارہ میں یہ احتمال پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ اگرچہ یہ عقد بظاہر مفید نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ اس میں مضرت ظاہرہ سے بڑھ کر کوئی مصلحت خفیہ موجود ہو۔ لہذا یہ مضرت ظاہرہ ثبوت اضرار کے لئے کافی دلیل نہیں۔ لیکن معروف لبسوء الاختیار یا سکران والد کے تصرف کا یہ حکم نہیں بلکہ غیر کفو میں یا غبن فاحش کے ساتھ اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دلیل شفقت اگرچہ یہاں موجود ہے۔ لیکن والد کی ظاہری حالت سے مطلوبہ مصلحت بینی اور عاقبت اندیشی کی توقع نہیں۔ بلکہ اس کی حالت اپنی سفاہت یا طمع کی وجہ سے عدم تامل کی ہے۔ وہ اس حالت میں نابالغ اولاد کی

مصلحت نہیں سوچ سکتا۔ لہذا ایک صورت میں اس کو مسلوب الولایۃ قرار دیا جائے گا۔ اور ایک صورت میں نہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

لان الظاهر من حال السكران انه لا يتأمل اذ ليس له رأى كامل فيبقى النقصان ضررا محضا والظاهر من حال الصاحى انه يتأمل بحر عن الذخيرة۔

فقہاء کی عبارات کو بنظر غائر دیکھنے سے باپ کی ایک تیسری حالت بھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ قصداً اضرار کی حالت ہے، ظاہر ہے کہ عدم تامل اور قصد اضرار دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور باہم ان میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ تو جب باپ کو دوسری حالت میں صرف اس کے عدم تامل کی بنا پر مسلوب الولایۃ قرار دے دیا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ قصد اضرار کی حالت میں اسے مسلوب الولایت نہ قرار دیا جائے۔ ہاں یہ فرق لازماً ہونا چاہیئے کہ عدم تامل کی حالت چونکہ قصد ضرر کی حالت نہیں۔ (اس میں کئے ہوئے تصرف کے بارہ میں یہ امکان موجود ہے۔ کہ یہ تصرف حقیقت کے اعتبار سے اتفاقاً مفید پڑ جائے۔ یا کم از کم مضر نہ ہو۔ کیونکہ عدم تامل کی حالت میں احتمال نفع وضرر دونوں بدرجہ مساوی موجود ہیں۔ اس لئے نفاذ تصرف اور عدم نفاذ کا معیار مفید اور مضر کی ظاہری علامات کو ٹھہرا دیا گیا) اس میں کیا گیا تصرف اگر بظاہر مُضر نہیں تو نافذ ورنہ نافذ نہیں۔ بخلاف قصد ضرر کی حالت کے کہ اس میں کیا گیا تصرف کبھی نافذ نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اس نے قصد ضرر کیا تو ولایت کہاں رہی۔ اس لئے کہ اضرار ضد ہے شفقت کی اور یہ ولایت شفقت ہی پر مبنی تھی۔ جیسے کہ پہلے محقق ہو چکا ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ عدم تامل کے ساتھ ضرر لازم نہیں۔ لیکن اضرار کے ساتھ ضرر لازم ومتحقق ہے۔ استفسار متنازعہ فیہ میں ہمارے نزدیک باپ کی تیسری حالت ہے۔ لہذا اس حالت میں باپ مذکور کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں۔ خصوصاً جب کہ تا ایندم بھی لڑکی اور سسرال والوں کے مابین عداوت موجود ہے۔ اور ظاہری حالات سے معاشرۃ بالمعروف کی قطعاً کوئی توقع نہیں۔ باپ مذکور کا قصد اضرار سیاق استفسار کے علاوہ استفسار کی خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نکاح مذکور کو ضرر محض تسلیم کرتے ہوئے لوگوں کی ملامت

کو ایک احمقانہ جواب کے ذریعے اپنے سے ٹالنا چاہا ہے تو اس صورت میں نکاح کے نفاذ کا فتویٰ دے دینا بہت مشکل اور تفقہ کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے (واضح رہے شامی وغیرہ سے جو جزئیہ نکاح مذکورہ کے جواز میں پیش کیا گیا ہے اس کا صحیح محمل وہی ہے جو ہم اوپر تفصیل سے بتلا چکے ہیں۔ یعنی یہ اس وقت ہے جب کہ باپ کی ظاہری حالت عدم تامل کی ہو نہ کہ قصد ضرر کی اور ان کا باہمی فرق اوپر واضح ہو چکا ہے) لہٰذا صورت مسئولہ میں لڑکی مذکورہ کا نکاح باطل ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
	۲۹ - ۱۲ - ۱۳۷۸ھ

جمعہ کی اذان اوّل کے بعد کیے جانے والے نکاح کا حکم

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اذان جمعہ کے بعد نکاح یا دوسرے مشاغل جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہیں اور احتیاطاً ان کا اعادہ ضروری ہے۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کو مطلقاً منع فرمایا ہے لیکن اس سے دوسرے مشاغل کو نکالنا کہ وہ سعی کو مخل نہیں درست نہیں۔ بلکہ وہ بھی اگر سعی کو مخل ہوں تو بیع کی طرح منع ہیں۔ کیونکہ اصل میں مقصود سارے مشاغل کا منع کرنا تھا۔ جن میں زراعت، تجارت، مزدوری مجلس نکاح وغیرہ سب معاملات وعقود شامل تھے۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

" اور باتفاق فقہاء امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام ہے جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب مفہوم میں داخل ہے۔ اس لئے اذان کے بعد کھانا پینا، سونا، کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری سے متعلق جو کام ہوں وہ کیے جا سکتے ہیں۔

(معارف القرآن ص ۴۴۱، ۴۴۲ ج ۸)

علامہ ابن عربیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں اس کی صراحت کی ہے، کہ بیع کی طرح نکاح وغیرہ تمام عقود منع ہو جاتے ہیں، کیوں کہ بیع کی ممانعت سعی جمعہ میں مخل ہونے کی وجہ سے ہے تو عقود میں سے ہر وہ کام جو اس میں مخل ہوگا وہ حرام ہوگا۔

" والصحیح فسخ الجمیع لان البیع انما منع للاشتغال بہ فکل امر یشغل عن الجمعۃ من العقود کلھا فھو حرام الخ "

(احکام القرآن لابن العربی ص ۱۷۹۴ ج ۴)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں ابن عربی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرحوم کے نزدیک بھی اذان جمعہ کے بعد نکاح نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو احکام القرآن ص ۴۴ ج ۶۔

مذہب شافعی کی تحقیق

مذہب شافعی کے مشہور امام علامہ نوویؒ شرح المہذب میں لکھتے ہیں کہ جب ہم نے بیع کو حرام کیا ہے تو تمام عقود جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں وہ بھی حرام ہوں گے۔ اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور حرمت زائل نہیں ہوگی یہاں تک کہ جمعہ سے فارغ نہ ہو جائیں۔

" حیث حرمنا البیع حرمت علیہ العقود والصنائع وکل ما فیہ تشاغل عن السعی الی الجمعۃ وھذا متفق علیہ ولا یزال التحریم حتی یفرغوا من الجمعۃ الخ "

(شرح المہذب ص ۵۰۰ ج ۴ بحوالہ اعلاء السنن)

مذہب حنبلی کے مشہور امام ابن قدامہ اپنی تصنیف "المغنی" میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیع کے علاوہ دوسرے عقود حرام نہیں ہوتے اور قیل کے ساتھ اپنے مسلک کے بعض حضرات کا مسلک نقل کرتے ہیں کہ دوسرے عقود وغیرہ بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

وقیل یحرم لانہ عقد معاوضۃ یشبہ البیع الخ ص ۱۴۶ ج ۲)

مذہب مالکی کے مشہور امام علامہ ابن رشد اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سارے عقود میں احتمال ہے کہ ان کا الحاق بیع کے ساتھ کر دیا جائے۔ کیونکہ ان میں بھی وہی علت ہے جو بیع میں ہے کہ یہ بھی سعی الی الجمعہ میں مخل ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کو بیع کے ساتھ ملحق نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ اس وقت میں بہت کم واقع ہوتے ہیں بخلاف بیوع کے۔

" واما سائر العقود یحتمل ان تلحق بالبیوع لان فیہا المعنی الذی فی البیع من الشغل بہ عن السعی الیہا ویحتمل ان لا تلحق بہ لانہا تقع فی ہذا الوقت نادرًا بخلاف البیوع الخ ص ۱۰۲ ج ۲۔

مذہب مالکی کے ایک دوسرے امام ابی البرکات احمد بن محمد بن احمد شرح الصغیر میں لکھتے ہیں کہ بیع جیسے عقد کے حکم سے مفہوم ہوتا ہے کہ نکاح، ہبہ، صدقہ، کتابۃ فسخ نہیں ہونگے اگر اذان کے وقت واقع ہوں۔ اگرچہ ایسا کرنا حرام ہے۔

" ومفہوم بیع ونحوہ ان النکاح والہبۃ والصدقۃ والکتابۃ لا تفسخ ان وضعت عند الاذان الثانی وان حرم۔ ص ۵۱۴ ج ۱ "

مذہب حنفی کی تحقیق ۔ مذہب حنفی کے مشہور امام علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں کہ بیع سے مراد ہر وہ کام ہے جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو۔ اگر بیع کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو جائے تو وہ بھی مکروہ ہوگا۔ مکروہ تحریمی کے ساتھ۔

والمراد من البیع ما یشغل عن السعی الیہا حتی لو اشتغل بعمل آخر سوی البیع فہو مکروہ ایضًا الی ان قال) وتصریح الوجوب یفید ان الاشتغال بعمل آخر مکروہ کراہۃ تحریم الخ ص ۱۵۶ ج ۲۔

مذہب حنفی کے مشہور محدث حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اعلاء السنن میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اذان جمعہ کے بعد بیع سے منع کی علت سعی الی الجمعہ میں مخل ہونا ہے۔ اور یہ علت دوسرے عقود میں بھی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جہاں علت پائی جائے گی وہاں حرمت کا حکم آجائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوگئی۔ کہ اذان جمعہ کے بعد بیع کی طرح دوسرے عقود ومعاملات مذہب شافعی میں حرام اور مذہب مالکی میں بھی منع بیع کے ساتھ ملحق کرنے کا احتمال ہے۔ اور مذہب حنفی میں بھی دوسرے عقود کراہت سے خالی نہیں، اور مکروہ تحریمی ہیں۔ جیسا کہ البحر الرائق کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نکاح اور دوسرے عقود کا اذان جمعہ کے بعد ہونا مکروہ ہے اور اس پر فقہاء امت کے اتفاق کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ہر وہ کام جو سعی جمعہ میں مخل ہو وہ نہی عن البیع کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ شرح المہذب کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ جن حضرات نے نکاح اور دوسرے عقود وغیرہ کو منع بیع کے حکم میں شامل نہیں کیا۔ ان کی دلیل ان عقود کا اذان جمعہ کے بعد واقع ہونا نادر بتایا گیا ہے۔ لیکن جب باوجود نادر ہونے کے منع کے وقت ان کا وقوع ہوگا۔ تو علت اصل منع کی طرف لوٹ آئے گی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان حضرات کے وقت کا زمانہ اور وہ لوگ آج کل کی بنسبت بہت نیک ہوتے تھے۔ وہ لوگ جمعہ کے دن تمام کام چھوڑ کر صبح سے جمعہ کی تیاری کر کے مساجد میں چلے جاتے تھے۔ جیسا کہ آج کل لوگ جمعہ کو اس طرح کاموں کے لئے غنیمت سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام ملازمین بآسانی مجلس نکاح میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ جمعہ کے دن شادی کرنا منع تو نہیں۔ لیکن جمعہ کے دن ہونے والی مجلس نکاح اور دعوت طعام وغیرہ اذان جمعہ کے بعد ہوتی ہیں اور تقریبًا ہمارے دیار کا عرف عام بن چکا ہے۔ اس ساری تفصیل سے اس پر فقہاء کا اتفاق نظر آتا ہے۔ کہ اذان جمعہ کے بعد اگرچہ نکاح پڑھلنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن کراہت اس میں باقی رہتی ہے۔ چونکہ نکاح جہاں ایک عقد ہے وہاں عبادت بھی ہے۔ لہٰذا عوام الناس پر لازم ہے کہ اذان جمعہ کے بعد نکاح کی مجلس منعقد نہ کریں اور آئمہ حضرات کو ضروری ہے کہ اذان جمعہ کے بعد نکاح پڑھ لیں تو اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے۔ لیکن احتیاطًا بعد الجمعہ دوبارہ نکاح پڑھا لیں تاآنکہ عام لوگ اس وقت مجلس نکاح منعقد ہی نہ کریں۔ لیکن اگر اذان جمعہ کے بعد پڑھلئے ہوئے نکاح کا دوبارہ اعادہ نہ کیا جائے گا۔ اور اولاد ہو جائے۔ تو چونکہ اصلًا نکاح ہو گیا ہے۔ اس لئے اولاد ثابت النسب ہوگی۔

هذا عندی واللہ اعلم بالصواب علمہ اتم واحکم۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم۔ اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ بعد اذان الجمعہ نکاح بعد الجمعہ واجب الاعادہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالشکور عفا اللہ عنہ

دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جمعہ کی اذان اوّل کے بعد مجلس نکاح کا انعقاد منع ہے۔ لیکن ایسی مجلس میں پڑھا گیا نکاح فاسد نہیں اور اعادے کی بھی حاجت نہیں۔ پس اولاد صحیح النسب تصور کی جائے گی۔

والجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ولی اقرب کتنی مسافت پر ہو تو ولی البعد اس کے قائم مقام ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صغیر یا صغیرہ کا ولی اقرب یعنی باپ مثلاً لاہور ہے اسکی عدم موجودگی اور اسکی اجازت کے بغیر ولی البعد نے اسکی لڑکی یا لڑکے کا نکاح کیا۔ ولی اقرب کو جب اس نکاح کی خبر اور اطلاع ہوئی تو اس نے اس نکاح پر ناراضگی کا اظہار کیا اگر ولی اقرب کو نکاح کی پہلے خبر دیتے یا بلاتے تو وہ ضرور آ بھی سکتا تھا اور اس کے آنے تک کفو بھی زائل نہ ہوتی۔ اور نہ ہی اس کے آنے کے انتظار میں رشتہ کے نقصان اور فوت ہونے کا اندیشہ تھا۔ اب اس صورت میں ولی اقرب کا لاہور ہونا غیبۃ منقطعہ میں داخل ہے یا نہیں۔ اگر اس کا لاہور ہونا غیبۃ منقطعہ میں داخل نہ ہو تو ولی اقرب کی عدم اجازت کی صورت میں ولی بعید نے جو اسکی لڑکی یا لڑکے کا نکاح کیا ہے وہ شرعاً ناجائز قرار دیا جائے گا یا نہیں؟

۲۔ ولی اقرب کا لاہور ہونا اگر غیبۃ منقطعہ میں داخل ہے اور ولی بعید نے جو اسکی اجازت کے بغیر اور اسکی عدم موجودگی میں اسکی لڑکی یا اس کے لڑکے کا نکاح کیا ہے وہ اسکی اجازت پر موقوف تھا تو اس صورت میں جب اس کو نکاح کی خبر ہوئی اور اس نے نکاح پر

ناراضگی اور عدم رضا کا اظہار کیا تو وہ نکاح شرعاً جائز قرار دیا جائے گا یا ناجائز؟

(سائل مولوی محمد عالم جہلم)

الجواب ولی اقرب کا یہاں سے دُور ہونا اصح قول کے مطابق غیبۃ منقطعہ میں داخل نہیں جب ولی اقرب کا اتنے دور سفر پر غائب ہونا غیبۃ منقطعہ میں داخل نہیں تو اسکی عدم موجودگی میں اسکی لڑکی یا لڑکے نابالغ کا نکاح ولی بعید کرے تو شرعاً وہ نکاح ہرگز لازم نہ ہوگا جیسا کہ صاحب شامیؒ نے تصریح کی ہے شامی جلد دوم ص۳۳۲ پر مکتوب ہے۔ وقال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب الیٰ أن قال فینبغی ان ینظرها الی الکفو ان رضی بالانتظار مدۃ یرجی فیہا ظہور الاقرب المختفی لم یجز نکاح الابعد والا جاز پس شامی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ لاتنے سفر پر ولی اقرب کا غائب ہونا غیبۃ منقطعہ نہیں اور صورت مذکورہ میں ولی بعید کا ولی اقرب کے لڑکے یا لڑکی نابالغہ کا نکاح کرنا ہرگز لازم نہیں، فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ،

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۵/۵/۲۳ھ

مرزائی کے پڑھائے ہوئے نکاح کا حکم

زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح کے لئے مجلس منعقد کروائی اور ایک مولوی صاحب کو برائے عقد نکاح بلایا، اس مولوی صاحب نے باپ سے اجازت لے کر نکاح کر دیا، اس وقت معلوم نہ تھا بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ مولوی مرزائی تھا۔ پھر نکاح بھی اسطرح کیا کہ گواہ وغیرہ بالکل متعین نہ کئے۔ ویسے اس مجلس نکاح میں باپ بھی موجود تھا اور سامعین ایجاب وقبول بھی موجود تھے فقط گواہوں کی تعیین نہیں کی گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں جبکہ ناکح ومنکوحہ ومتولیان وغیرہ مسلم ہیں تو اس مرزائی مُلاں کا باپ سے اجازت لے کر ایجاب

قبول کر دینے سے اور عدم تعیینِ گواہوں سے نکاح میں کوئی خلل آیا یا نہ یہ نکاح معتبر ہے یا کالعدم ہے کہ دوبارہ کیا جاوے یا دوسری جگہ کر دیا جاوے۔

مستفتی: مولیٰنا منظور الحق صاحب مدرس مدرسہ دار العلوم کبیر والا

الجواب شامی میں ہے صفحہ ۲۹۷/۲ (قولہٗ لانہ یجعل عاقداً حکماً) لان الوکیل فی النکاح سفیر ومعبر ینقل عبارۃ الموکل فاذا کان الموکل حاضراً کان مباشراً لان العبارۃ تنتقل الیہ وھو فی المجلس ولیس المباشر سوی ھذا بخلاف ما اذا کان غائباً لان المباشر ماخوذ فی مفھومہ الحضور فظھر ان انزال الحاضر مباشراً جبری الخ اھ۔

صورتِ مسئولہ میں مذکور مرزائی مولوی زید کیطرف سے اسکی لڑکی مذکورہ کے نکاح کا وکیل تھا پس جب اس نے زید کی موجودگی میں نکاح پڑھایا ہے تو وہ سفیر محض تھا حقیقت میں نکاح پڑھانے والا زید خود ہی تھا (بحوالۂ بالا) اس لئے اس کے نکاح پڑھانے سے نکاح کے انعقاد پر کوئی اثر نہیں پڑا اور نکاح کے لئے گواہوں کا مقرر اور متعین ہونا ضروری نہیں صرف مجلس نکاح میں دو گواہوں کی حاضری ضروری ہے اس لئے عدم تعیین گواہوں کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ،
عبد اللہ غفر اللہ لہٗ، ۳۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

صرف "میں نے بچہ دے دیا" کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا بوجۂ عدم تعیین کے

خدا بخش نے اپنی لڑکیوں کا نکاح اور شادی کے دن مقرر کر دیئے لوگوں نے اسکی مخالفت شروع کر دی حتیٰ کہ خدا بخش کو زبردستی بال بچے سمیت گھر سے نکال دیا ان کا یہ مطالبہ تھا کہ خدا بخش اپنی لڑکیوں کے معاوضہ میں ہم کو رشتہ لے کر دے خدا بخش نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے، لیکن رشتہ دلوانے سے انکار کر دیا ہے۔ خدا بخش نے زید سے کہا کہ میری لڑکیوں کے معاوضہ میں

ان لوگ تجھ سے مطالبہ کریں گے اگر مجھ کو زبردستی لے کر آئیں تو میں بھی ساتھ آؤں گا، لیکن تم رشتہ ... نے صاف انکار کر دینا سوموار کی رات کو مخالف پارٹی نے علاء گھڑتے کو بھیج دیا خدا بخش ... بھی ساتھ لے گئے زید نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا —— غلام حیدر نے کہا زید ... ے بھی منوا دو کہ جس طرح تم نے صدیق سے منوایا تھا اس بات کے جواب سے زیادہ شرارت ہوگئی ... خدا بخش نے زید سے کہا کہ ان لوگوں سے خطرہ ہے کہ بوقت نکاح کوئی شور شرابہ کریں تاکہ زید کوئی نہ کوئی تدبیر نکالے لیکن زید نے اپنی مصلحت تمام لوگوں سے چھپا رکھی تھی وہ مصلحت یہ تھی کہ ایسے الفاظ زبان سے نکالوں گا جس سے نکاح کا تعلق ہی نہ ہوگا اور نہ ہی نکاح ثابت ہو سکے، جب خدا بخش کی تین لڑکیوں کے نکاح مکمل ہو گئے تو زید نے نکاح پڑھنے والے پر رعب ڈالا تاکہ حافظ کی ضرورت باقی نہ رہے جو الفاظ نکاح سے تعلق رکھتے ہیں ان کا مطالبہ نہ کرے زید نے کہا کہ میں نے اپنا بچہ دے دیا بچے کے الفاظ سے زید بکر کا پتہ نہیں چل سکتا اپنے بچے کا نام مذکر یا مؤنث نہیں لیا مخالف پارٹی کو اپنے بچے کا نام بتایا اور نہ کسی نے ان سے پوچھا دونوں فریق اپنے ... تھے زید نے بچے کا لفظ اپنے منہ سے اس لئے نکالا ہے کہ فتنہ فساد ختم ہو جائے اور اس کے ساتھ نکاح کے تمام فرض ختم کر دیئے ہیں، دونوں فریق کے دو، دو چار چار یا کم و بیش بچے ہیں اپنے اپنے بچوں کے نام بتانے کی بات چیت نہیں ہوئی اب آپ اس کا جواب فرمائیں کہ بچے کے لفظ سے نکاح ہوگیا یا نہیں۔ سائل نے بتایا کہ مخالف پارٹی کی طرف سے نہ قبول ہوا اور نہ مہر کا ذکر ہوا نہ خطبہ مسنونہ پڑھا گیا۔ خلاصہ یہ کہ زید نے صرف یہی الفاظ کہے کہ میں نے بچہ دے دیا، فریقین نے نہ بچے کی تعیین کی نہ بچی کی نہ پہلے سے کسی قسم کی تعیین تھی مخالف پارٹی کے کئی بچے ہیں

(المستفتی: محمود احمد موضع بیٹ خاروالا تحصیل وضلع لیہ)

الجواب برتقدیرِ صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں اگر زوجین کی یا کسی ایک کی تعیین نہیں کی گئی تو یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں بلکہ صرف یہ لفظ (میں نے اپنا بچہ دے دیا) کہنے سے تعیین کی صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا صحتِ نکاح کی شرطیں بیان کرتے ہوئے عالمگیریہ میں لکھا ہے۔ ومنھا ان یکون الزوج والزوجۃ معلومین الی قولہ ابو الصغیرۃ اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان وقال فلان قبلت لابنی ولم

یسم الابن ان کان له ابنان لایجوز الخ (ہندیہ ج ۲۷/۱۲) ، فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

دوسری طرف سے قبول بھی نہیں پایا گیا لہذا حسب سوال نکاح نہیں ہوا ۔

والجواب صحیح ،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۲/۱۰/۱۴۰۳ھ

لفظِ نکاح استعمال ہو تو نکاح ہی ہو گا خواہ مجلس منگنی کی ہو !

مسمی زرداد خان فضل داد خان کے ہاں مہمان کی صورت میں آئے اور دو آدمیوں کو لے کر فضل داد خان کو کہنے لگے کہ زرداد خان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے تم اپنی لڑکی زرداد خان کو دے دو اور زرداد خان کی لڑکی بلقیس اپنے لڑکے کے لئے لے لو چنانچہ وہاں زرداد خان مذکور نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ سکینہ جان آپکے لڑکے کے لئے دی فضل داد خان نے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کی فضل داد خان نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تم کو نکاح میں دیدی مہر وغیرہ کچھ مقرر نہیں ہوا ۔ دوسرے دن زرداد خان گھر چلا گیا اور خط لکھا کہ میں نہ تمہاری لڑکی نکاح میں لیتا ہوں نہ اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کے نکاح میں دیتا ہوں ۔ عرصہ تقریباً چار سال کا ہو گیا اب ایک مولوی صاحب نے کہا کہ فضل خان اپنی لڑکی کا جہاں چاہے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ وعدہ ہے دوسرے مولوی صاحب نے کہا ہے کہ یہ نکاح ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتا ۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ صورت مذکورہ منگنی ہے یا نکاح ؟ دوسری جگہ عقد سکینہ اور بلقیس کا جائز ہے یا نہیں ۔ جو مسئلہ شرعاً ہو بحوالہ کتب مع عبارت تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے ؟

الجواب از دار العلوم دیوبند

یہ مجلس جس میں ایجاب و قبول ہوا مجلس نکاح نہیں تھی بلکہ یہ مجلس اور یہ گفتگو رشتہ کی تھی جو دراصل وعدۂ نکاح ہے لہذا اس صورت میں نکاح نہیں ہوا ۔ اس لئے مسماۃ سکینہ اور بلقیس کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے جیسا کہ فتویٰ النقروِیہ میں ہے ۔

قال لہ ھل اعطیتہا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد

فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح ۔ فقط واللہ اعلم ،

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب از جامعہ خیر المدارس ملتان

ہماری رائے میں دونوں نکاح لازم ہو گئے ہیں اسلئے کہ زرداد خان نے دو آدمیوں کے سامنے فضل داد سے درخواستِ نکاح کی اور اپنی لڑکی نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا ۔ یہاں تک یہ مجلس مجلسِ خطبہ تھی اس کے بعد فضل داد نے یہ کہہ کر میں نے اپنی بیٹی سکینہ جان تم کو نکاح میں دی ۔ زرداد نے کہا کہ میں نے قبول کی ۔ اب یہ مجلس ، مجلس نکاح ہو گئی بوجہ صراحتِ نکاح کے اس کے بعد زرداد نے اپنی لڑکی فضل داد کے لڑکے کو دی اور فضل داد نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کر لیا ۔ یہ دوسرا نکاح ہو گیا ۔ اور ھل اعطیتہا والا جزئیہ اسکے مطابق نہیں کیونکہ وہاں مجلس واحد ہے ۔ اور اعطیتہا محتمل نکاح اور خطبہ دونوں کے لئے ہے ۔ برخلاف صورتِ مسئول کے کہ اس میں مجلس میں تغیر آ چکا ہے مجلس کا پہلا حصہ خطبہ کا ہے اور مجلس کا آخری حصہ مجلس نکاح بن گیا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے ایک شخص کھانا کھاتا ہے یہ مجلسِ اکل ہے اس کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن کریم شروع کر دیتا ہے اب یہ مجلس ، مجلس تلاوت ہو گی ۔ نیز اس جگہ تصریح موجود ہے کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیدی زرداد خان نے کہا قبول کی اور اعطیتہا میں نکاح کی تصریح موجود نہیں وہاں وعدۂ نکاح کا احتمال ہے لہذا مجلس کو قرینہ بنایا جائے گا اور جہاں تصریح ہو وہاں قرینہ کی ضرورت نہیں صریح کے منطوق پر عمل کیا جائے گا نیز شامی ص ۳۶۵ میں مرقوم ہے ۔

وانما یصح بلفظ التزوج والنکاح لانہا صریح ۲ ۔ وما ینعقد بہ النکاح نوعان صریح وکنایۃ فالصریح لفظ النکاح والتزویج ۔

ان دو عبارات سے معلوم ہوا کہ تزویج اور نکاح کا لفظ انعقادِ نکاح کے لئے صریح ہے پس اس پر مجلس مذکور کا مجلسِ خطبہ ہونا اثر انداز نہیں ہو گا جیسا کہ طلاق صریح میں ۔ پس نکاح اول بوجہ صراحت کے منعقد ہو گیا اور عقدِ ثانی اگرچہ اس میں لفظِ نکاح صریح نہیں ہے ۔ لیکن یہ عقدِ اول کے بدلہ میں کیا جا رہا ہے ، اس لئے یہ بھی منعقد ہو جائے گا ۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

بیوی کو ماں بہن کہنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔

کوئی آدمی بغیر ذکرِ حرفِ تشبیہ کے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو میری ماں ہے یا تو میری بہن ہے۔ اس سے طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں ؟

احسن الفتاویٰ میں ایک مفصل فتویٰ بعنوان "بیوی کو ماں کہنا طلاق بائن ہے" موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان الفاظ کے کہنے سے بلا نیت بھی طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔ احسن الفتاویٰ کا فتویٰ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ براہِ کرم اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ بیوی کو ماں، بہن کہنے سے بلا نیت طلاق ہوجائے گی یا نہیں۔؟ بینوا توجروا،

المستفتی ! احقر عبد القدیر ٹانکوی
متعلم افتاء۔ جامعہ خیر المدارس ملتان

بیوی کو ماں کہنا طلاقِ بائن ہے:

سوال: ایک آدمی نے اپنی عورت کو کہا کہ تو میری ماں ہے، یا تو میری بہن ہے (انت امی او انت اختی) اور حروفِ تشبیہ میں سے کوئی حرف ذکر نہیں کیا، آیا طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب: طلاق واقع ہوجائے گی، قال فی شرح التنویر والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا، وفی الشامیۃ (قولہ لغا) لانہ مجمل فی حق التشبیہ فمالم یتبین مراد مخصوص لا یحکم بشئی، فتح (رد المحتار ص۲۳۶ ج ۲) اس سے ثابت ہوا کہ تعیینِ ارادۂ طلاق کی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی، اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر سے نقل فرماتے ہیں: ——

وفیہ حدیث رواہ ابوداؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لامرأتہ یا اخیۃ فکرہ ذلک ونہی عنہ ومعنی النہی قربہ من لفظ التشبیہ ولولا ھذا الحدیث لامکن ان یقال ھو ظہار لان التشبیہ فی انت امی اقوی منہ مع ذکر الاداۃ ولفظ یا اخیۃ استعارۃ بلا شک وھی مبنیۃ علی التشبیہ لکن الحدیث افاد کونہ لیس ظہاراً حیث لم یبین فیہ حکماً سوی الکراھۃ والنہی فعلم انہ لا بد فی کونہ ظہاراً من التصریح باداۃ التشبیہ شرعاً۔ (رد المحتار ص۲۳۶ ج۲)

ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حذفِ اداۃِ تشبیہ کی صورت میں بمقتضائے قیاس بطریقِ اولیٰ وقوعِ طلاق یا ظہار کا حکم ہونا چاہیے، مگر حدیث کی وجہ سے قیاس کے مطابق حکم نہیں لگایا جائے گا، ابن

ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال میں یہ اشکال ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں قرائن سے یہ علم نہ تھا کہ اس نے یہ الفاظ بنیتِ طلاق نہیں کہے اور اس وقت ان الفاظ سے طلاق کا عُرف عام بھی نہیں تھا، اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا حکم نہیں فرمایا، طلاق کی نیت یا عُرف کی صورت میں حدیث سے عدمِ وقوع ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا بمقتضائے قیاس تشبیہ بلیغ سے بطریقِ اولیٰ طلاق بائن واقع ہوگی کما یدل علیہ ما نقلنا عن الشامی من قول ابن الھمام نفسہ فمالم یتعین مراد مخصوص لا یحکم بشئی اھ، وقال الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ قال العلماء لا بد فی الظہار من التشبیہ، واذا قال انت امی لا یکون ظہاراً بل لغو، اقول لا بد من ان یکون طلاقاً بائناً عند النیۃ، وقد روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی العمدۃ (العرف الشذی ص۳۰) ——

وقال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت باب اذا قال لامرأتہ وھو مکرہ ھذہ اختی فلا شئ علیہ، قال ابن بطال اراد البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بھذا التبویب رد قول من نہی ان یقول الرجل لامرأتہ یا اختی ... من قال لامرأتہ کذلک وھو ینوی ما نواہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فلا یضرہ شئ، قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان لم یکن لہ نیۃ فھو تحریم وقال محمد بن الحسن ھو ظہار اذا لم یکن لہ نیۃ ذکرہ الخطابی —— (عمدۃ القاری ص۲۵ ج۲۰) ——

وقال ایضاً فی باب الظہار اعلم ان الالفاظ التی یصیر بھا المرء مظاھراً علی نوعین، صریح نحو انت علی کظہر امی او انت عندی کظہر امی وکنایۃ نحو ان یقول انت علی کامی او مثل امی ونحوھما یعتبر فیہ نیتہ فان اراد ظہاراً کان ظہاراً وان لم ینو لا یصیر ظہاراً وعند محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ ھو ظہار وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ھو مثلہ ان کان فی الغضب وعنہ ان یکون ایلاء وان نوی طلاقاً کان طلاقاً بائناً (عمدۃ القاری ص۲۸۱ ج۲۰) ——

عمدۃ القاری کی عبارتِ اولیٰ میں اداۃِ تشبیہ محذوف ہے اور عبارتِ ثانیہ میں مذکور ہے، معہٰذا دونوں میں حکم واحد ہے، اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دونوں صورتوں میں حرمت تحریر فرمائی ہے، ونصہ تحت قولہ تعالیٰ (وان اللہ لعفو غفور) ای عما کان منکم فی حال الجاھلیۃ وھکذا ایضاً عما خرج من سبق اللسان ولم یقصد الیہ المتکلم کما رواہ ابو داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لامرأتہ یا اختی فقال اختک ھی؟ فھذا انکار ولکن لم یحرمھا بمجرد ذلک لانہ لم یقصدہ ولو قصدہ لحرمت علیہ لانہ لا فرق علی الصحیح بین الام وبین غیرھا من سائر المحارم من اخت وعمۃ وخالۃ وما اشبہ ذلک (تفسیر ابن کثیر ص۳۲۱ ج۴ سورۃ المجادلۃ) غرضیکہ حذفِ اداۃِ تشبیہ کی صورت میں بھی نیت یا عُرفِ طلاق

سے طلاق بائن ہوجاتی ہے، آج کل کے عُرف عام میں یہ الفاظ صرف طلاق ہی کے لئے متعین ہیں، لہٰذا بدوں نیت بھی طلاق بائن واقع ہوجائے گی بلکہ زوج کوئی دوسری نیت بتائے تو بھی طلاق ہی کا حکم دیا جائے گا، اس کا قول بوجہ ظاہر ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا جائے گا ـــــ

العبارات المزيدة :

(۱) قال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ تحت "باب اذا قال لامرأته وهو مكره هٰذه اختی فلا شیٔ علیه الخ" قال ابن بطال اراد بذلك رد من كره ان يقول لامرأته يا اختی وقد روی عبد الرزاق من طريق ابی تميمة الهجيمی مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل وهو يقول لامرأته يا اخية فزجره قال ابن بطال ومن ثم قال جماعة من العلماء يصير بذلك مظاهرًا اذا قصد ذلك فارشده النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اجتناب اللفظ المشكل ـــــ

ـــــ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۳۰ ج ۹)

(۲) وقال الشیخ محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ وقال الباجی ان قال انت علی کامی فقد قال مالك وهو مظاهر قال ابو القاسم كانت له نية اولا قال ابن القاسم وكذلك ان قال انت امی خلافا لابی حنيفة والشافعی فی قوليهما ان لو ينو الظهار فهو محمول علی البر والكرامة "انتهی" ـــــ (اوجز المسالك، ص ۵۰، ج ۱۰)

(۳) وقال العلامة ابو الوليد الباجی رحمہ اللہ تعالیٰ وان اثبت للجملة حكم الجملة فقال انت علی كامی فقد قال مالك رحمہ اللہ تعالیٰ هو مظاهر قال الشيخ ابو القاسم كانت له نية اولو تكن قال ابن قاسم وكذلك اذا قال لها انت امی قال القاضی ابو محمد خلافا لابی حنيفة والشافعی رحمهما اللہ تعالیٰ فی قوليهما ان لو ينو الظهار فانه محمول علی البر والكرامة وهذا يقتضی ان يكون مظاهرًا ان لم تكن له نية جملة واما ان كانت له نية الاكرام والبر فيجب ان لا يكون مظاهرًا (المنتقی ص۳ ج۴)

(۴) وقال العلامة السهارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ تحت "باب فی الرجل يقول لامرأته يا اختی" ان يكون النهی عند والكراهة سدًا للباب فانه يحتمل انه اذا لو ينبه علی ذلك يعتدون فيه ويمكن ان يتكلموا بلفظ يؤدی الی الظهار فتحرم عليه وتجب الكفارة او الفراق اذا نوی الظهار، قال الحافظ نقلًا عن ابن بطال ومن ثم قال جماعة من العلماء يصير بذلك مظاهرًا

اذا قصد ذلك فارشده النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اجتناب اللفظ المشكل، قال وليس بين هذا الحديث وبين قصة ابراهيم معارضة لان ابراهيم عليه السلام انما اراد بها اخته فی الدين فمن قال ذلك ونوی اخوة الدين لم يضره (بذل المجهود ص۳ ج۴)

ـــــ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب وهو الموفق للصواب

الفاظِ ظہار کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح جیسے کہ انت علی کظہر امی او انت عندی کظہر امی۔ (۲) کنایہ جیسے کہ انت علی کامی او انت علی مثل امی۔ کنایہ میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیت ظہار کی ہے تو ظہار ہوگا، طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ عمدۃ القاری میں ہے:

اعلم ان الالفاظ التی يصير بها المرء مظاهرًا علی نوعين صريح نحو انت علی كظهر امی او انت عندی كظهر امی وكناية نحو ان يقول انت علی كامی او مثل امی او نحوهما يعتبر فيه نيته فان اراد ظهارًا كان ظهارًا وان لو ينو لا يصير ظهارًا عند محمد بن الحسن هو ظهار وعن ابی يوسف هو مثله ان كان فی الغضب وعنه ان يكون ايلاء وان نوی طلاقًا كان طلاقًا بائنًا۔ (عمدۃ القاری ص۲۸۱ ج۲۰)

عالمگیریہ میں ہے: لو قال لامرأته انت علی كظهر امی كان مظاهرًا سواء نوی الظهار او لا نية له اصلا ولو قال لها انت علی مثل امی او كامی ينوی فان نوی الطلاق وقع بائنًا وان نوی الكرامة او الظهار فكما نوی هكذا فی فتح القدير (عالمگیری ص۵۰۷ ج۱)

اور بلا حرف تشبیہ انت امی کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ نیتِ طلاق سے کہے یا بلا نیتِ طلاق، کیونکہ یہ لفظ نہ طلاق و ظہار کے صریح الفاظ میں شامل ہے نہ کنایات میں بلکہ حضرات فقہاءؒ نے اسے الفاظِ کنایہ کے مقابلہ میں ذکر کرتے ہوئے اس کی لغویت کی تصریح کی ہے ـــــ

درمختار میں ہے: وان نوی بانت علی مثل امی او كامی وكذا لو حذف علی خانية برًا او ظهارًا او طلاقًا صحت نيته ووقع ما نواه لانه كناية والا ينو شيئًا او حذف الكاف لغا وقال الشامیؒ تحت قوله او حذف الكاف بان قال انت امی ـ

ـــــ (درمختار مع الشامیۃ ص۴۳۶ ج۳)

اس تقابل اور لغویت کی تصریح کا بالکل واضح مطلب یہی ہے کہ نیت کرنے سے بھی اس لفظ کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی ــــــ

حضرات فقہاء کے علاوہ اکابر علماء جو مدارِ فتویٰ ہیں۔ ان اکابر نے بھی اس لفظ انت امّی کے لغو ہونے کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص۴۸۰ ج۲، مجموعۃ الفتاویٰ ج۲ ص۶۶، عزیز الفتاویٰ ص۶۲۹ ج۲، کفایت المفتی ص۲۳۰ ج۶، امداد المفتین ص۴۲۵) ــــــ

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔ اس لفظ کہنے سے نہ طلاق ہوئی نہ ظہار لغو اور مہمل لفظ تھا بیکار گیا۔ ــــــ اگر اس میں نیت کا اعتبار ہوتا تو یہ لفظ کنایات طلاق وظہار میں شامل ہوتا اور اسے لغو نہ قرار دیا جاتا ــــــ

الفاظ کنایات کو کسی نے لغو قرار نہیں دیا، لغو ہونے کا معنی ہی یہی ہیں کہ نیت یا بلا نیت کسی طرح سے اس لفظ کے ساتھ طلاق وظہار نہ ہوگا۔ جیسے بیوی کی طرف سے ظہار لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ قال فی الدرالمختار وظهارها منه لغو فلا حرمة ولا كفارة ــ

لغو ہونے کے علاوہ حضرات فقہاء نے انت امّی کے بطلان کی بھی تصریح کی ہے اگرچہ نیت بھی کی ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ نے صاحب درمختار کے قول تشبیہ المسلم کے تحت ذکر کیا ہے واحترز به عن نحو أنت أمي بلا تشبيه فانه باطل وان نوى الخ (شامی ص۶۲۶ ج۲)

پس لغو اور باطل لفظ میں نیت طلاق کا معتبر نہ ہونا ظاہر ہے۔ جب تک حرف تشبیہ ذکر نہیں کیا جائے گا باوجود نیت کے بھی ان الفاظ سے ظہار یا طلاق واقع نہ ہوگی تقریباً سب فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے ــــ

علامہ شامیؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ بأن قال أنت أمي ومن بعض الظن جعله من باب زيد أسد درمنتقى عن القهستانى قلت ويدل عليه ما نذكره عن الفتح من أنه لابد من التصريح بالاداة ــــ (شامی ص۶۳۶ ج۲)

علامہ شامیؒ نے چند سطر بعد فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ فعلم أنه لابد فى كونه ظهارا من التصريح بأداة التشبيه شرعا ــــ (شامی ص۶۳۶ ج۲)

بحرالرائق میں بھی یہی الفاظ ہیں ــــ (بحرالرائق ص۱۰۴ ج۴)

الغرض انت امّی میں معنوی تشبیہ سے انکار نہیں ــــــ لیکن یہ تشبیہ مؤثر نہیں۔ طلاق وظہار بننے کے لئے لفظی تشبیہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسا کہ عباراتِ بالا سے ظاہر ہے ــــــ

عباراتِ حضرات فقہاءؒ

(۱) درمختار میں ہے:۔ وان نوى بأنت على مثل أمي أو كأمي وكذا لو حذف على خانية برا أو ظهارا أو طلاقا فصحت نيته ووقع ما نواه لانه كناية والا ينوشيا أو حذف الكاف لغا وتعين الادنى أى البر يعنى الكرامة ويكره قوله أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه وقال الشامى تحت (قوله ويكره) جزم بالكراهة تبعا للبحر والنهر والذى فى الفتح وفى أنت أمي لا يكون مظاهرا وينبغى أن يكون مكروها فقد صرحوا بأن قوله لزوجته يا أخية مكروه وفيه حديث رواه أبو داود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لامرأته يا أخية فكره ذلك ونهى عنه ومعنى النهى قربه من لفظ التشبيه ولولا هذا الحديث لأمكن أن يقال هو ظهار لان التشبيه فى أنت أمي أقوى منه مع ذكر الاداة ولفظ يا أخية استعارة بلاشك وهى مبنية على التشبيه لكن الحديث أفاد كونه ليس ظهارا حيث لم يبين فيه حكما سوى الكراهة والنهى فعلم أنه لابد فى كونه ظهارا من التصريح بأداة التشبيه شرعا ومثله أن يقول لها يا بنتي أو يا أختي ونحوه اهـ ــــ (شامی ص۶۳۶ ج۲)

(۲) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:۔ لو قال لها أنت أمي لا يكون مظاهرا وينبغى أن يكون مكروها ومثله أن يقول يا ابنتي ويا أختي ونحوه ولو قال لها أنت على مثل أمي أو كأمي ينوى فان نوى الطلاق وقع بائنا وان نوى الكرامة أو الظهار فكما نوى هكذا فى فتح القدير۔ وان لم تكن له نية فعلى قول أبى حنيفة (رحمه الله تعالى) لا يلزمه شئ حملا للفظ على معنى الكرامة كذا فى الجامع الصغير والصحيح قوله هكذا فى غاية البيان وان نوى التحريم اختلفت الروايات فيه والصحيح أنه يكون ظهارا عند الكل قال لها أنت مثل أمي ولم يقل على ولم ينوشيا لا يلزمه شئ فى قولهم كذا فى فتاوى قاضى خان۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج۱ ص۵۰۷)

(۳) صاحب بحرالرائق علامہ زین الدین ابن نجیمؒ انت علی مثل امی کے تحت فرماتے تھے۔ وقيد بالتشبيه لانه لو خلا عنه بان قال أنت أمي لا يكون مظاهرا لكنه مكروه لقربه من التشبيه وقياسا على قوله يا أخية المنهى عنه فى حديث أبى داود المصرح بالكراهة ولولا التصريح بها لأمكن القول بالظهار فعلم أنه لابد فى كونه ظهارا من التصريح باداة التشبيه شرعا ومثله قوله يا بنتي يا أختي ونحوه اهـ (بحرالرائق ص۱۰۴ ج۴)

فتاویٰ اکابرؒ

حضرت مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ظہار نہ ہوگا اگرچہ نیت بھی کی ہو۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: ولو قال انت امی بدون اداۃ التشبیہ فالظاہر انہ مثل کامی علی ما عرف فی زیادات لکن فی فتاویٰ صدر الاسلام انہ لو نوی بہ الظہار فھو باطل لانہ کذب وھکذا یروی عن محمد رحمہ اللہ وفی العالمگیریۃ انت امی لا یکون مظاہرا وینبغی ان یکون مکروھا ومثلہ ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوہ الخ ——— (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۶۶ ج ۲)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے محض لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا" (امداد الفتاویٰ ص ۳۸۰ ج ۲)

عزیز الفتاویٰ میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہ قول اس شخص کا لغو ہے۔ طلاق کسی قسم کی واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے کہ نیت طلاق سے اس میں طلاق واقع ہوجائے اور نہ الفاظ ظہار میں سے ہے کہ ظہار ہوجائے اور نہ ایلاء ہے۔ شامی میں ہے ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح بالاداۃ الخ وفیہ ایضا والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاہرا وینبغی ان یکون مکروھا ومثلہ ان یقول لہا یا ابنتی او یا اختی ونحوہ۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۶۳۹ ج ۲۰۲) ———

کفایت المفتی میں ہے: ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو غصہ کی حالت میں یہ کہہ دیا۔ کہ میری ماں ادھر آجا ———

الجواب اس لفظ کے کہنے سے نہ طلاق ہوئی نہ ظہار، لغو اور مہمل لفظ تھا بیکار گیا۔ (کفایت المفتی ج ۹)

عبارات فقہا اور اکابر کے فتاویٰ سے انت امی کے بارے میں امور ذیل معلوم ہوئے ———

(۱) یہ طلاق یا ظہار کے صریح الفاظ میں سے ہے نہ کنایہ میں سے (۲) محض لغو ہے (۳) باطل ہے۔ (۴) اس میں نیت کا اعتبار نہیں ورنہ یہ کنایہ ہوتا (۵) صریح یا کنایہ بننے کے لیے حرف تشبیہ کا لفظ مذکور ہونا ضروری ہے۔ (۶) اگر حدیث ابی داؤد نہ ہوتی تو اس کا کنایہ بننا ممکن تھا۔ یعنی اس حدیث نے اس کے کنایہ بننے کا امکان بھی ختم کردیا ہے۔ ان امور کی روشنی میں یہ امر قطعی طور پر واضح ہوگیا کہ انت امی محض لغو ہے۔ اس کے کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اگرچہ نیت طلاق کی ہو یا اس کا عرف ہو ———

اس لئے احسن الفتاویٰ میں مذکور یہ فتویٰ صحیح نہیں کہ بدوں نیت طلاق کے طلاق بائن واقع ہوجائیگی بلو

زوج کوئی دوسری نیت بھی بتائے تو بھی طلاق ہی کا حکم کیا جائے گا۔ احسن الفتاویٰ کے مطابق انت امی کا لفظ گویا صریح الفاظ طلاق سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ طلاق صریح میں تو غیر طلاق کی نیت فی الجملہ معتبر ہے لیکن انت امی میں بالکل معتبر نہیں۔ جس لفظ کو تمام فقہاءؒ اور اکابرؒ نے بالکل لغو قرار دیا ہے احسن الفتاویٰ کے مطابق وہ طلاق صریح سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یہ امر ناقابل فہم ہے ———

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احسن الفتاویٰ کے ان دلائل کا بھی سرسری جائزہ لے لیا جائے جو فتویٰ بالا کے سلسلہ میں ذکر کئے گئے ہیں ———

احسن الفتاویٰ کا اہم استدلال

علامہ شامیؒ کی نقل کردہ تعلیل سے ہے۔ قولہ لغا لانہ مجمل فی حق التشبیہ فما لم یتعین مراد مخصوص لا یحکم بشیء۔ فتح تعلیل ہذا کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں "کہ اس سے ثابت ہوا کہ تعیین ارادہ طلاق کی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی" (احسن الفتاویٰ ص ۵ ج ۵)

الجواب مذکورہ استدلال محل نظر ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ کی مذکورہ تعلیل کو حرف تشبیہ اور عدم حرف تشبیہ والی دونوں صورتوں کے لئے عام سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس عموم کی کوئی دلیل نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تعلیل کا تعلق صرف حرف تشبیہ والی صورت کے ساتھ ہے (اور اس صورت کا مراد کے تعیین کے بغیر غیر مؤثر ہونا متفق علیہ ہے) اور یہ تعلیل حذف تشبیہ والی صورت (انت امی) کو شامل نہیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

(الف) لفظ لغا تنویر الابصار کی عبارت ہے جس کے اثبات کے لئے علامہ شامیؒ یہ تعلیل نقل کررہے ہیں۔ اور تنویر الابصار میں صرف حرف تشبیہ والی صورتیں مذکور ہیں حذف تشبیہ والی صورت مذکور نہیں ———

(ب) علامہ شامیؒ نے یہ تعلیل بحوالہ فتح القدیر نقل کی ہے۔ اور فتح القدیر میں یہ تعلیل انت علی مثل امی حرف تشبیہ والی صورت کے متعلق ذکر کی گئی ہے۔ انت امی کے بارے میں نہیں۔ انت امی کا مفصل حکم کراہت اور عدم وقوع ظہار وغیرہ ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں وفی مثل امی او کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا کقولہ انت علی حرام وان نوی الکرامۃ او الظہار فکما نوی کما فی الکنایات وافادانہ کنایۃ فی الظہار فعلوان صریحہ بکون التشبیہ بعضو وان لم یکن لہ نیۃ فلیس بشیء عندھما وھو ظہار عند محمد رحمہ اللہ الی ان قال فما لم یتبین مراد مخصوص لا یحکم بشیء خصوصا والحمل علی الظہار حمل علی المعصیۃ ولا یجوز الزام المسلم المعصیۃ من غیر قصد الیہا ولا لفظ صریح فیہا وما امکن صرف تصرفاتہ عنہا وجب اعتبار ذلک فی حقہ وان

نوی به التحریم لا غیر ــــ (فتح القدیر ج۴ ص۹۱)

معلوم ہوا کہ ابن الھمامؒ کے نزدیک اس تعلیل میں عموم نہیں ــــ

ج ــــ علامہ شامیؒ کے نزدیک اس تعلیل کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، ورنہ ان کی دو عبارتوں میں تناقض لازم آئے گا۔ علامہ شامیؒ پہلے تصریح کر کے آئے ہیں کہ انت امّی نیت ظہار وغیرہ کرنے کی صورت میں بھی لغو ہے، اگر علامہ شامیؒ کے نزدیک یہ تعلیل (حرف تشبیہ اور حذف تشبیہ والی دونوں صورتوں کو شامل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ انت امّی سے بصورت نیت طلاق واقع ہوجائے گی حالانکہ خود پہلے اس کی صراحۃً نفی کر چکے ہیں اور یہ کھلا تناقض ہے ــــ

الغرض اصل معلّل ابن الھمامؒ اور اس کے ناقل علامہ شامیؒ دونوں کے نزدیک یہ تعلیل حذف تشبیہ والی صورت انت امّی کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔ پس مسئلہ زیر بحث کے لئے اس تعلیل سے استدلال کرنا درست نہیں۔ (د) اگر بالفرض اس تعلیل سے بصورتِ نیت وقوع طلاق مفہوم بھی ہوتا ہو۔ تو بھی استدلال محل نظر ہے کیونکہ صریح منطوق کے مقابلہ میں ضمنی مفہوم کو کسی طرح قابل عمل اور باعث ترجیح قرار نہیں دیا جا سکتا یا اُخَیَّۃ کہنے والے شخص کے متعلق یہ کہنا، کہ حضور علیہ السلام نے قرائن سے جان لیا تھا کہ اس کی نیت طلاق کی نہیں ہے " یہ دعویٰ خیال محض ہے جس کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی اور احتمال محض کافی نہیں خصوصاً جبکہ یہ خیال حضرات فقہاء کی واضح تصریحات کے خلاف بھی ہے ــــ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل سے نیت دریافت نہ کرنا یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ کراہت اور عدم وقوع طلاق کا حکم مطلق ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ محل استفصال میں ترک تفصیل کو اطلاق حکم کی دلیل تصور کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب کا عدم عُرف کا دعویٰ کہ بیوی کو ماں بہن کے الفاظ سے طلاق دینے کا عُرف نہ تھا بلا دلیل ہے جو قابل قبول نہیں بظاہر عہد رسالت بلکہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس نوعیت کے الفاظ کو طلاق کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اسلام نے اسے حرمت موقتہ ظہار سے بدل دیا ــــ

قال سعید بن جبیرؓ کان الایلاء والظھار من طلاق الجاھلیۃ فوقت اللّٰہ للایلاء اربعۃ اشھر وجعل فی الظھار الکفارۃ ــــ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۳۲۱)

جبکہ حدیث شریف کی رو سے بلا تشبیہ یا اختی وغیرہ کے الفاظ لغو ہیں ــــ کما مرّ ــــ

اگر عدم عُرف کو تسلیم کر لیا جائے تو گویا صاحب بحر، ابن الھمامؒ، علامہ شامی، حضرت تھانویؒ مولانا عبدالرحمٰن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ حضرات کے وقت تک یہ عُرف معدوم رہا ــــ اور احسن الفتاویٰ کے وقت یہ عُرف

یکبارگی تبدیل ہو گیا ــــ

عرف شذی میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ انت امّی سے وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی عُرف شذی کتب فتاویٰ میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ بظاہر شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے اس قول کا ماخذ امام ابو یوسفؒ کی وہ روایت ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے عمدۃ القاری سے جس کا حوالہ دیا ہے اور عمدۃ القاری کی اس عبارت کا مفصل جواب آگے آرہا ہے جو یہ ہے ــــ

عمدۃ القاری کی پہلی عبارت مجمل ہے بظاہر علامہ خطابی کی مذکورہ عبارت انت علی مثل امّی حرف تشبیہ والی صورت پر محمول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ خطابیؒ نے اس صورت کے بارے میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ نیت نہ کرنے کی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ تحریم بن جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار بنے گا ــــ

قال ابو یوسف رحمنا اللہ تعالیٰ ان لم یکن لہ نیۃ فھو تحریم وقال محمد بن الحسن ھو ظھار اذا لم یکن لہ نیۃ ــــ ذکرہ الخطابی (عمدۃ القاری ج۲۰ ص۲۵۰) ــــ

اور صاحبینؒ کا باہمی اختلاف انت علی مثل امّی کے بارے میں تو حضرات فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ لیکن انت امّی بلا حرف تشبیہ کے متعلق صاحبینؒ کا ایسا کوئی اختلاف کسی فقیہ نے قطعاً ذکر نہیں کیا کہ انت امّی بلا نیت کہنے سے بھی ایلاء یا ظہار ہوجائے گا۔ امام قاضی خانؒ پہلے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں: ولو قال أنت علی کامی أو مثل امّی ونوی به البر والکرامۃ لا یلزمہ شیء

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطابیؒ کو ان الفاظ کے بارے میں اشتباہ واقع ہوا ہے انت امّی اور مثل امّی کو برابر تصور کرتے ہوئے دوسرے لفظ کا اختلاف پہلے میں ذکر کر دیا۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ جب انت امّی کا مسئلہ کتب حنفیہ میں واضح طور پر مذکور ہے تو فتویٰ کے لئے اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔ کسی شافعی المذہب کی نقل غریب کو مفتیٰ بہ قرار دینا خلافِ اصول ہے ــــ

انت علی مثل امّی اور انت امّی چونکہ مفہوماً قریب قریب ہیں اس لئے علامہ خطابیؒ نے انت امّی میں انت مثل امّی کا حکم ذکر کر دیا۔ چنانچہ تفسیر عثمانی میں حضرت خولہؓ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیوی کو ماں کہنا نقل کیا ہے۔ اور حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں " الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔" اور وہ لوگ جو بیویوں کو ماں کہتے ہیں بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات ہے " (ص۱۱۱) حالانکہ اصل واقعہ انت علی کظھر امی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ مفہوماً قریب ہیں۔ اس لئے علامہ خطابیؒ نے " انت مثل امی " والا حکم واختلاف " انت امّی " میں ذکر کر دیا ــــ

عمدۃ القاری کی عبارت سے استدلال اس لئے بھی درست نہیں کہ اس میں بلا نیت طلاق، تحریم کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔ احسن الفتاویٰ کی تحریر کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نیت طلاق کرنے کی صورت میں انت امی کے الفاظ سے "طلاق بائن" واقع ہو گی ورنہ نہیں ۔

اگر کہا جائے کہ احسن الفتاویٰ میں بلا نیت بھی وقوع طلاق کا حکم لگایا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں کیونکہ احسن الفتاویٰ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ عرف عام کی وجہ سے ارادہ و نیت خود بخود متعین ہے اور اس میں نیت طلاق خواہ مخواہ ہوتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اکرام و احترام کی نیت سے انت امی کہے اور فی الواقع نیت طلاق بالکل نہ ہو اور وہ قبل ازیں اس کے گواہ بھی بنا چکا ہو تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہرگز ایسا نہیں ــــ اس لئے عمدۃ القاری کی عبارت سے استدلال صحیح نہیں ــــ

علاوہ ازیں خود عمدۃ القاری کی دوسری عبارت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ صاحبینؒ کا یہ باہمی اختلاف کن الفاظ کے بارے میں ہے ــــ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں ــــ

اعلم ان الالفاظ التی یصیر بھا المرأ مظاھرا علی نوعین، صریح نحو انت علی کظھر امی وکنایۃ نحو ان یقول انت علی کامی او مثل امی او نحوھما یعتبر فیہ نیتہ فان اراد ظھارا کان ظھارا وان لم ینو لا یصیر ظھارا وعند محمد بن الحسنؒ ھو ظھار وعند ابی یوسف رحمہ اللہ ھو مثلہ ان کان فی الغضب وعنہ ان یکون ایلاء وان نوی طلاقا کان طلاقا بائنا (عمدۃ القاری ص۲۸۱ ج۲۰)

تفصیل بالا سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ صاحبینؒ کا باہمی اختلاف انت علی مثل امی کے بارے میں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطابیؒ یا ابن بطالؒ کے کلام میں اشتباہ واقع ہوا ہے یا اختی کو حرف تشبیہ والی صورت کے مساوی سمجھتے ہوئے اس میں بھی صاحبینؒ کا باہمی اختلاف نقل کر دیا ہے تو ایسی مبہم اور مشتبہ عبارت پر ہرگز فتویٰ نہیں دیا جا سکتا خصوصاً جب کہ فقہاء احنافؒ کی واضح تصریحات اس کے خلاف ہیں۔ آخر اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اپنے مذہب کی واضح تصریحات چھوڑ کر شافعیہ کی مبہم عبارات کو مدار فتویٰ بنایا جائے

دوسری بات یہ ہے کہ حنفی مسلک کا مسئلہ شافعیؒ حضرات یا دوسرے مسلک والوں سے پوچھنے کی بجائے حنفیوں سے پوچھنا چاہیئے، شامی، بحر، فتح القدیر وغیرہ کتب مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے بلکہ خطابی شافعی المسلک ہیں ان کی نقل کتب حنفیہ پر حجت نہیں ہو سکتی

تیسرا حوالہ تفسیر ابن کثیرؒ کا ہے وہ بھی شافعی المسلک ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ بھی شافعی ہیں اور انہوں نے حکم طلاق یا ظہار کو حنفیہ کی طرف منسوب بھی نہیں کیا۔ تو ان کی عبارات مفید مدعیٰ نہیں اور نہ ہی احناف پر حجت

ثانیا ــــ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی نقل کردہ عبارت مفید مدعیٰ نہیں کیونکہ ان کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سداً للباب یا اُختی کہنے سے منع فرمایا کیونکہ لوگ تجاوز کرتے کرتے کوئی ایسا لفظ نہ بول دیں جس سے عند النیۃ ظہار مراد لیا جا سکتا ہو، پھر ظہار بن کر عورت حرام ہو جائے اور کفارہ دینے کی نوبت آئے ــــ عبارت درج ذیل ہے ـ

قال العلامۃ السہارنفوری رحمہ اللہ تحت "باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی" ویحتمل ان یکون النھی عنہ والکراھۃ سداً للباب فانہ یحتمل انہ اذا لم ینبہ علی ذلک یتعدون فیہ ویمکن ان یتکلموا بلفظ یؤدی الی الظھار فتحرم علیہ وتجب الکفارۃ او الفراق اذا نوی الظھار۔ (بذل المجہود ص۶۲ ج۳)

عرف عام کی بات اس لئے بھی معتبر نہیں۔ اگر بالفرض ایسا عرف ہو بھی تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ تصور کیا جائے گا کہ انت امی کہنے والے نے بظاہر نیت طلاق کی ہو گی کیونکہ لوگ اسی نیت سے یہ الفاظ کہتے ہیں۔ صرف بظاہر ہی نہیں بلکہ قائل نے جب قطعی طور پر طلاق کی نیت کی ہو ــــ تو ایسی صورت میں بھی جب تصریحات فقہاء رحمہم اللہ اجمعین طلاق واقع نہیں ہوتی۔ تو "بظاہر نیت" کی صورت میں کیونکر طلاق واقع ہو جائے گی۔؟

ھذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب ـــ

بندہ عبدالستار عفی عنہ

۲۶ / ۵ / ۱۴۱۷ھ

نابالغہ کا نکاح باپ کر دے تو اسے خیارِ بلوغ نہ ہونے کے حدیث سے دلائل۔

اگر باپ صغیرہ کا نکاح کرے تو کیا بالغ ہونے کے بعد اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں ـــــ
(السائل، عبدالصمد لودھروی متعلم الافتاء)

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ اما بعد! صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھا الولی بکراً کانت الصغیرۃ او ثیبا ـــــ	نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح اگر ان کا ولی کرے تو جائز ہے خواہ وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی بکر ہوں یا ثیب۔

بکر کا معنی کنواری ہے اور بکارت دوشیزگی اور کنوارے پن کو کہتے ہیں (مصباح اللغات ص۶۹) اور ثیب بکر کی ضد ہے یعنی شادی شدہ خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ اور شرح وقایہ میں ہے: "جو عورت بکر ہے اور نابالغہ ہے تو اس پر

ولی جبر کر سکتا ہے۔ واسطے نکاح کے اتفاقاً اس پر اجماع ہے مجتہدین کا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر ولی کو نابالغہ کے نکاح کا حق ہے

اور شرح وقایہ میں ہی ہے کہ "اگر نکاح کر دیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہوگیا"۔ (ف) یعنی وقت بالغ ہونے کے اُن کو اختیار نکاح کے فسخ کا نہیں (نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ صـ۱۳ ج۲) اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ چنانچہ امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: اما البکر الصغیرۃ فلا خلاف فیھا کہ نابالغہ، کنواری کے اس نکاح کے لازم ہونے اور فسخ کا اختیار نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور امام ابن المنذر ۳۱۸ھ فرماتے ہیں: اجمع کل من نحفظ عنہ من اھل العلم ان نکاح الاب ابنتہ البکر الصغیرۃ جائز۔ یعنی تمام اہل علم جن کے مذاہب محفوظ ہیں کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغہ کنواری بیٹی کا نکاح کر دے تو جائز ہے (اوجز المسالک صـ۲۳۹ ج۴) اور امام مالک ۱۷۹ھ "موطا مالک" میں روایت کرتے ہیں۔

مالک انہ بلغہ ان القاسم بن محمد وسالم بن عبد اللہ وسلیمان بن یسار کانوا یقولون فی البکر یزوجھا ابوھا بغیر اذنھا ان ذالک لازم لھا۔ (موطا مع الاوجز صـ۲۳۵ ج۴)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار فرمایا کرتے تھے کہ کنواری کی شادی اس کا باپ اُس سے اجازت لئے بغیر کر دے تو یہ نکاح اُس کو لازم ہو جاتا ہے یعنی اب اُسے فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے۔

حضرت سالمؒ ۔ آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مدینہ منورہ کے نامور فقیہ ہیں۔ آپؒ کا قول حجت ہے۔ اور آپ کی ذات میں علم و عمل اور زہد و شرف جیسے صفاتِ عالیہ مجتمع ہیں۔ ۱۰۶ھ میں وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ، اردو صـ۸۸ ج۱) ———

حضرت سلیمان بن یسارؒ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے چوٹی کے فقیہ ہیں۔ آپ کا شمار آئمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔ کوئی شخص حضرت سعید بن المسیبؒ کے پاس فتویٰ لینے جاتا تو فرماتے سلیمان بن یسارؒ کے پاس جاؤ ۱۰۷ھ میں وصال فرمایا (تذکرۃ الحفاظ صـ۹۰ ج۱) ———

حضرت امام قاسم بن محمدؒ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے ممتاز فقیہ ہیں۔ اپنی پھوپھی اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی۔ انہیں سے فقہ اور حدیث سیکھی ۱۰۸ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ان کو خلیفۃ المسلمین نامزد کر دیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ صـ۹۵ ج۱) یہ تینوں حضرات مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے

ہیں مصنف ابن ابی شیبہ صـ۱۳۷ ج۴ پر ان کے فتویٰ کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ نکاح لازم ہے۔ وان کرھت اگرچہ وہ اس کو ناپسند کرے۔ ان تینوں کے فتویٰ کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ یہ تو مدینہ منورہ کے فقہاء کا اجماع ہوا مدینہ منورہ کے بعد خیر القرون میں کوفہ بہت بڑا علمی مرکز تھا ——— امام شعبیؒ جنہوں نے پانچسو صحابہ کرامؓ کی زیارت کی، فرماتے ہیں۔ لا یجبر علی النکاح الا الاب۔ نکاح پر باپ کے علاوہ کوئی جبر نہیں کر سکتا۔ (مصنف عبد الرزاق صـ۱۶۵ ج۶) یعنی کوئی اور ولی نکاح کرے تو نابالغہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا جیسا کہ اسی صفحہ پر عطاء اور طاؤس سے مروی ہے مگر باپ کے نکاح کے بعد خیار بلوغ نہ ہوگا۔ امام شعبیؒ کے بعد کوفہ میں امام حمادؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی فتویٰ تھا: "عن ابی حنیفۃؒ عن حماد قال النکاح جائز ولا خیار لھا"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ صـ۳) کہ نکاح جائز ہے اور اس صغیرہ کو خیار نہیں"۔ اور کسی بھی فقیہ نے اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی۔ اسی طرح مرکز علمی بصرہ میں امام حسن بصریؒ بھی فتویٰ دیتے تھے۔ عن الحسن انہ کان یقول نکاح الاب جائز علی ابنتہ بکرا کان او ثیبا کرھت اولم تکرہ (ابن ابی شیبہ صـ۱۳۶ ج۴) ——— امام حسنؒ فرماتے تھے کہ باپ کا نکاح بیٹی پر جائز ہے خواہ وہ کنواری ہو یا ثیبہ، وہ اس نکاح کو پسند کرے یا نہ کرے۔ اور یہاں بھی کسی فقیہ نے اُن کے اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی جس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں اس مسئلہ پر اجماع تھا۔ اسی لئے آئمہ اربعہ کا بھی اس مسئلہ پر اجماع ہی رہا۔ صاحب ہدایہ اس کی یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ ولی کو ولایتِ نکاح حاصل ہے۔ اس لئے ولی جو نکاح نابالغہ کا کرے گا وہ نکاح ہو جائے گا۔ البتہ سب اولیاء میں وہ کامل شفقت نہیں ہوتی جو باپ اور دادا میں ہوتی ہے اس لئے باپ اور دادا کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے تو اُن کو ولایت حاصل ہے اس لئے نکاح ہو جائے گا، لیکن قصورِ شفقت کی وجہ سے اس لڑکی پر جبر نہیں ہوگا جب وہ بالغ ہوگی تو اس کو خیار بلوغ کا حق ہوگا۔ اس کے برعکس باپ دادا میں جس طرح ولایت کامل ہے شفقت بھی کامل ہے۔ اس لئے ولایت کے کامل ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور چونکہ شفقت بھی کامل ہے۔ اس میں کوئی قصور نہیں اس لئے خیار بلوغ کا حق نہیں ہوگا (ہدایہ صـ۳۱۴ ج۲)

البتہ اُمت کے اس اجماع کے خلاف غیر مقلدین نابالغہ کے نکاح میں اگرچہ باپ نے کیا ہو، خیار بلوغ دیتے ہیں اس بارے میں نہ تو اُن کے پاس کوئی آیتِ قرآنی ہے۔ اور نہ ہی کوئی حدیث نبویؐ جس میں صراحت ہو کہ نابالغہ بیٹی کا نکاح اگرچہ باپ نے بھی کیا ہو تو بالغ ہونے پر اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ البتہ حضرت خنساء بنت خذامؓ کی روایت سے دھوکا دیتے ہیں۔ کہ ان اباھا زوجھا وھی ثیب فکرھت ذالک کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا حالانکہ وہ ثیبہ تھی۔ اس نے اس نکاح کو ناپسند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرد نکاحھا تو آپؐ نے اس نکاح کو رد فرما دیا (بخاری صـ۷۷۱ ج۲) حالانکہ اس حدیث میں ثیب کا لفظ ہے۔ اس سے اُن کی مطلب براری نہیں ہوتی۔ تو کہتے ہیں کہ بخاری کی یہ روایت

غلط ہے، صحیح نسائی کی روایت ہے جس میں بکر کا لفظ ہے۔ اور بکر کا لفظ بالغہ اور نابالغہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کا یہی حکم ہے تو غرض یہ ہے کہ یہ خالص دھوکا ہے۔ اس حدیث میں آپ نے کوئی عام قانون تو بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ ایک خاص عورت کا واقعہ ہے اور وہ یقیناً ایک ہی وقت میں بکر اور ثیب دونوں نہیں ہو سکتی جب تک غیر مقلد اُس کے نابالغہ ہونے کی صراحت نہ دکھائیں اُن کی دلیل نہیں بن سکتی۔ پھر حدیث کے مفہوم میں اگر فقہاء اور سفہاء میں اختلاف ہو تو فقہاء کے بیان کردہ مفہوم کا اعتبار ہے جیسا کہ حدیث مشہور "رب حامل فقہ غیر فقیہ" سے ثابت ہے۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :-

قال امام الحرمین الذی الیہ ذھب اھل التحقیق ان منکری القیاس لا یعتدون من علماء الامۃ وحملۃ الشریعۃ لانھم معاندون مباھتون فیما ثبت استفاضۃً وتواتراً لان معظم الشریعۃ صادرۃ عن الاجتہاد ولا تفی النصوص بعشر معشارھا وھؤلاء ملتحقون بالعوام

امام الحرمین ۴۷۸ھ فرماتے ہیں۔ علماء محققین کا کہنا ہے کہ منکرین کا شمار علماء اُمت میں نہیں اور نہ ہی حاملین شریعت میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عناد و مباہتہ پر اتر کر مستفیض اور متواتر کا انکار کر رہے ہیں۔ کیونکہ احکام شریعہ کا بڑا حصہ اجتہاد سے صادر ہوا ہے اور نصوص سے تو دسویں کا دسواں حصہ مسائل کا بھی ثابت نہیں اس لئے یہ منکرین قیاس عوام میں شامل کئے جائیں گے (نہ کہ علماء میں)"۔

علامہ نوویؒ کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ قیاس پر عمل اُمت میں مستفیض اور متواتر ہے۔ اور متواتر و مستفیض کے انکار سے اکثر احکام شریعت کا انکار لازم آتا ہے۔

(۳) منکرین قیاس کا شمار علماء میں ہے ہی نہیں، اس لئے اُن کے اختلاف سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا غیر مقلدین کے فتویٰ سے منکوحہ کا نکاح آگے کر دینے سے نکاح نہیں ہوتا ساری عمر کا گناہ ہے اور اجماع کی مخالفت کی وجہ سے آخرت میں جہنمی بنیں گے اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہوں گے۔ خدا تعالیٰ فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ فقط محمد امین صفدر

۶ رجمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ

کسی عورت سے اس لئے نکاح کرنا کہ یہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے۔

کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو غصہ میں آکر تین طلاقیں دے دی ہیں لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی پریشان ہیں اور آباد ہونا چاہتے ہیں تو چونکہ بغیر حلالہ کے اب دوبارہ آباد نہیں ہو سکتے اس لئے شخص مذکور کا ایک دوسرا بھائی ہے جو چاہتا ہے کہ میں اس عورت کے ساتھ نکاح کر لوں اور پھر بعد میں طلاق دیدوں تاکہ میرے بھائی کا گھر آباد ہو جائے۔ اس شخص پر شرعاً کوئی گناہ ہے یا نہیں۔؟

الجواب ایسی صورت میں حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا اور بعد میں ناکح کو طلاق دینے پر مجبور کرنا تو مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث میں ایسے شخص پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ لعن المحلل والمحلل لہٗ ہاں البتہ اگر حلالہ کی شرط نہ لگائی جائے اور نہ ہی ناکح کو طلاق پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی اور اصلاح کی غرض سے یہ کام کرے گا تو یہ اس کے لئے موجب اجر ہوگا۔ (کما فی الدر من الشامیہ ص ۴۳۳ ج ۲)

کرہ تحریماً بشرط التحلیل وان حلت للاول واما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً ——

لہٰذا شخص مذکور واقعی اپنے بھائی کی خیر خواہی اور اصلاح کے لئے یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ میرے بھائی کا گھر آباد ہو جائے تو اس پر اس کو کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب کی اُمید ہے بشرطیکہ نکاح میں حلالہ وغیرہ کی شرط نہ لگائی جائے —— اور نہ بعد میں اس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے، بلکہ اس کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے اور اس شخص کے لئے بھی مناسب یہ ہوگا کہ اس بات کو ظاہر نہ کرے اور عورت کو پانچ دس دن اپنے پاس رکھ کر اپنی خوشی سے اصلاح کی نیت سے طلاق دے دے۔ یہ یاد رہے کہ عورت کے ساتھ زوج ثانی کا ہمبستری کرنا ضروری ہے خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ ورنہ عورت پہلے کے لئے حلال نہ ہوگی ——

فقط واللہ اعلم ——
بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہٗ

خاوند نکاح کے گواہ پیش کرے اور عورت عدمِ نکاح کے، تو کس کے گواہ معتبر ہونگے؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص (گودر خان) کہتا ہے کہ میرا نکاح شرع محمدی کی رُو سے مسماۃ شفیعہ بیگم کے ساتھ پڑھا ہوا ہے اور مسماۃ شفیعہ بیگم نکاح کی منکرہ ہے اور ہر دو فریق اپنے اپنے مُدعیٰ پر اگر مجلسِ قضاء میں شہادت پیش کریں اور قاضی بھی تراضیٔ طرفین سے مقرر کیا ہو تو قاضی کے نزدیک مُدعی کی شہادت معتبر ہے یا کہ مُدعیٰ علیہ کی. شرع محمدی کی رُو سے قاضی کو ہر دو فریق کی شہادت سے کس فریق کی شہادت سماعت کرکے فیصلہ کرنے کا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب صورت مذکورہ میں مسمیٰ گودر خان اثباتِ نکاح کا مدعی ہے اور مسماۃ شفیعہ بیگم نکاح سے منکرہ ہے اور مدعیٰ علیہ ہے. از رُوئے قواعد شرعیہ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کے شہادت گودر خان مدعی کی جانب سے معتبر ہے نہ کہ شفیعہ بیگم کی طرف سے جو نکاح سے منکرہ اور مدعیٰ علیہ ہے. شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہادت اثبات کے لئے مقرر کی ہے نہ کہ انکار و نفی کے لئے جیسا کہ مجمع الانہر صفحہ ۱۹۲ ج ۲ پر مرقوم ہے لان البینة للاثبات لا للنفی یعنی شہادت اثبات کے لئے ہوا کرتی ہے نہ کہ نفی اور انکار کے لئے. نفی اور انکار کی شہادت شرعاً ہرگز قابلِ سماعت نہیں. جیسا کہ شامی صفحہ ۱۱۵ ج ۲ پر مرقوم ہے.

قوله لان شهادة النفی لا تعارض الاثبات لان البینات للاثبات لا للنفی فتقبل شهادة المثبت لا النافی بحر أی لان المثبت معه زيادة علم الخ

اور اسی طرح شامی صفحہ ۳۲۹ ج ۲ پر مرقوم ہے.

ان الشهادة علی النفی غیر مقبولة مطلقا أحاط به علم الشاهد أولا

اور اسی طرح مجمع الانہر صفحہ ۲۶۴ ج ۲ پر لکھا ہوا ہے.

پس ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام نے انکار کے لئے قسم اور اثبات کے لئے شہادت وضع اور مقرر کی ہے صورت مسئولہ میں قاضی کو گودر خان کی شہادت سماعت کرنے

کا حق حاصل ہے جو کہ نکاح کے اثبات کا مُدعی ہے اور شفیعہ بیگم کی شہادت اس مقام میں ہرگز قابلِ قبول نہیں. اور نہ وہ غور کرنے کے قابل ہے. اس لئے کہ وہ نکاح کی نفی اور انکار کرنے والی ہے. اور نفی اور انکار پر جو شہادت قائم کی جائے. وہ شرعاً ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوسکتی ہے.

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

مُتعہ کے بارے میں تحقیق انیق قائلینِ جواز کا مدلل و مسکت جواب

متعہ کیوں جائز نہیں ہے جبکہ آج کل کے دور میں جائز ہونا چاہیئے؟ اور شیعہ متعہ کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں اور ہماری طرف سے ان کا جواب کیا ہے؟ وضاحت فرما کر مستفید فرمائیں۔ ــــ جزاکم اللہ خیراً المستفتی عبدالبصیر سول سیکرٹریٹ پشاور

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً. اما بعد. اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے. اس کی بنیادی ضرورتیں دو قسم کی ہیں جلب منفعت اور دفع مضرت. جلب منفعت کا مطلب ہے. کہ انسان کو جن ضروریات سے چارہ نہیں اُن کو حاصل کیا جائے. اور دفع مضرت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نقصان پہنچانے والی یا حصول ضروریات میں رکاوٹ بننے والی چیزیں ہیں. اُن سے کس طرح بچا جائے. ان دونوں قسم کی ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کی قوتیں عطا فرمائیں. قوت شہویہ جلب منفعت کے لئے اور قوت غضبیہ دفع مضرت کے لئے. ان کو جذبات بھی کہتے ہیں. کیونکہ یہ قوتیں انسان کو دفع مضرت یا جلب منفعت کے لئے آمادہ کرتی اور کھینچتی ہیں پھر قوتِ شہویہ کی بھی دو قسمیں کردی گئیں. ایک شہوتِ بطن جو انسان کی بقائے اصل کے لئے ہے. انسان کو بھوک لگتی ہے. پیاس لگتی ہے. وہ کھاتا پیتا ہے. اور اس سے اُس کی زندگی قائم رہتی ہے. دوسری شہوت شرمگاہ جو انسان کی بقائے نسل کے لئے رکھی گئی. انسان اس شہوت کی تسکین کے لئے نکاح کرتا ہے. اور اسی سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو کر خدا کی زمین بھی آباد ہوتی ہے. ان جذبات میں افراط و تفریط اور بے راہ روی سے انسان بلکہ اس کا پورا معاشرہ برباد ہوتا ہے. اور ان جذبات کے فوائد پیچھے رہ جاتے

ہیں۔ اور مفاسد سے پورا معاشرہ تباہ ہوجاتا ہے۔ بلکہ اس بے راہ روی کا بعض اوقات اتنا شدید ردِ عمل ہوتا ہے کہ دین و دنیا دونوں برباد ہوجاتے ہیں۔ اخلاقیات تباہ ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اِن جذبات کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے عقل اور شریعت کی لگام دینا نہایت ضروری ہے۔

نکاح اِس شہوت کی تسکین کے لئے شریعت نے دو طریقے بتائے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

والذین هم لفروجهم حافظون الّا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغیٰ وراء ذلك فاولئك هم العادون (المؤمنون ۵-۷، المعارج ۲۹ تا ۳۱)

اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر۔ سو اُن پر نہیں کچھ الزام۔ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا۔ سو وہی ہیں۔ حد سے بڑھنے والے۔

یعنی اپنی منکوحہ عورت اور باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے۔ وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں متعہ۔ زنا۔ لواطت۔ استمنا ء بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں۔ خداوند قدوس نے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی راستہ تلاش کرنے والے کو حد سے گزرنے والا فرمایا۔ مگر شیعہ نے علی الاعلان اس حد کو توڑ کر دو کو چار کرلیا۔ چنانچہ ابن بابویہ لکھتا ہے۔ اسباب حل المرأة عندنا اربعة النکاح وملك الیمین والمتعة والتحلیل (اعتقاداتِ ابن بابویہ) ہمارے ہاں عورت کے حلال ہونے کے چار اسباب ہیں ۱۔ نکاح ۲۔ ملک یمین یعنی باندی ہونا ۳۔ متعہ۔ ۴۔ تحلیل۔ اس کو عاریۃ الفرج بھی کہتے ہیں۔ یعنی اپنی بہن۔ بیٹی وغیرہ کو ادھار کھاتے میں مفت لطور احسان کسی اور کے لئے حلال کردینا۔ شیعہ نے اس مسئلہ میں قرآن پاک کی کھلی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ نہ تو بیوی ہے۔ کیونکہ نہ مرد پر اُس کا نان ونفقہ فرض ہے نہ ہی اس کے لئے طلاق نہ عدّت اور نہ میراث۔ اور نہ وہ باندی ہے نہ اُس کی خرید وفروخت جائز نہ کسی کو ہبہ کرنا درست نہ اُس کو آزاد کرنا صحیح۔ جب یہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی۔ تو لا محالہ فمن ابتغیٰ وراء ذلك فاولئك هم العادون میں شامل ہوئی۔ اس لئے متعہ احکام شریعہ سے تجاوز کرنا اور حلال کو چھوڑ کر حرام میں

پڑتا ہے۔ اسی لئے متعہ کے حرام ہونے پر صحابہؓ کرام اور تابعین کا اجماع ہے۔ اور چاروں آئمہ مجتہدین اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ دوسری جگہ خداوند لایزال فرماتے ہیں۔ ولا تکرهوا فتیٰتکم علی البغاء (النور-۳۳) اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں۔ جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ اسی بدکاری کی جس کو قرآن نے بغا کہا ہے۔ اِس کا نام شیعہ کے ہاں متعہ ہے۔ اور قرآن پاک کے خلاف ان کا کہنا ہے کہ "متعہ سنت مؤکدہ ہے۔ مگر مخالفین نے ظلم و عناد سے منع کیا۔ اس بارہ میں احادیثِ صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہاں ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ جو حضرت سلمان فارسیؓ۔ مقداد بن اسود الکندیؓ۔ اور عمار بن یاسرؓ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ راویانِ حدیث کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن خدمت باسعادت حضرت سرورِ اصفیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے۔ کہ آپؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ حمد وثنا مخصوص خدائے پاک کے لئے ہے۔ پھر اپنے اوپر درود بھیج کر ازراہِ التفات اپنا روئے مبارک ہماری طرف پھیر کر ارشاد فرمایا۔ اے گروہِ مردم تحقیق کہ آیت فما استمتعتم الخ کا تحفہ لے کر پروردگار عالم کی طرف سے میرے بھائی جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے۔ خدائے واحد نے ایسی نعمت سے ہمیں سرفراز کیا۔ جو پیغمبران ماسبق میں سے کسی کو نہیں بخشی گئی۔ میں تم کو متعہ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ تاکہ میرے بعد اور میرے زمانے میں میری سنت رہے۔ جو میرا قول قبول کرکے اس پر عامل ہوگا اور اسے رواج دے گا وہ مجھ سے ہے۔ جس نے امور متعہ میں اختلاف کیا۔ اس نے حکم خداوندی کی مخالفت کی۔ جتنے لوگ اس مجلس میں ہیں۔ آگاہ ہوجائیں۔ کہ مجھ سے عداوت رکھنے کی وجہ سے جو اس کی تکذیب یا اُسے معطل اور برطرف کرے۔ میں اُس پر حضرتِ رب العزت کو گواہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ وہ اہل جہنم سے ہے اور خدا کی لعنت اُس پر ہے۔ جس نے احکامِ متعہ میں میری مخالفت کی گویا وہ خدا کا مخالف ہے اور دشمنِ خدا دوزخی ہے۔ واضح ہو کہ مخصوص کیا خدا تعالیٰ نے متعہ کرنا میرے اور میری امت کے لئے۔ اس شرف کی وجہ سے جو دوسروں کے مقابلہ میں مجھے حاصل ہے (عجالۂ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ ملا باقر مجلسی ص۱۰) شاید یہی روایت پڑھ کر کسی منچلے نے کہہ دیا تھا۔

؎ منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

بات دور نکل گئی۔ اصل یہی تھا کہ اس شہوت کی تسکین کے لئے نکاح تمام ادیان میں رائج ہے۔ اور انسان کے لئے حیوانات سے مابہ الامتیاز نکاح اور حفاظتِ نسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ چیزوں کی حفاظت کا اہتمام ہر ملت و مذہب میں ضروری ہے۔ ۱۔ حفاظتِ نفس۔ ۲۔ حفاظتِ دین۔ ۳۔ حفاظتِ عقل۔ ۴۔ حفاظتِ نسب۔ ۵۔ حفاظتِ مال۔ تاہم اسلام چونکہ دین کامل ہے۔ اس میں ان کی حفاظت کا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔ اس لئے حفاظتِ نفس کے لئے قصاص۔ حفاظتِ دین کے لئے حدِ ارتداد۔ حفاظت عقل کے لئے حدِ خمر حفاظتِ نسب کے لئے حدِ زنا۔ اور حفاظتِ مال کے لئے حدِ سرقہ مقرر کی ہے۔ اور انسان کی عزت کی حفاظت کے لئے حدِ قذف زائد کی ہے۔ نکاح کے بعد اب متعہ کا مطلب بھی سمجھنا چاہیئے۔

مُتعہ متعہ کا لفظ متاع سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ تھوڑا فائدہ حاصل کرنے کے ہیں۔ چنانچہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیا کی چندروزہ زندگی کو قرآن نے متاع فرمایا ہے "انما ھذہ الحیوٰۃ الدنیا متاع" مطلقہ عورت کو جو کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے۔ اُس کو بھی متعہ اس لئے کہتے ہیں کہ بمقابلہ مہر کے وہ نفع قلیل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ متعوھنّ اور فرمایا وللمطلقات متاع بالمعروف اسی طرح نکاح جو زندگی کا معاہدہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورت سے تھوڑا نفع حاصل کرنے کو بھی متعہ کہتے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ نکاحِ مؤقّت کہ ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کر لیا جائے۔ اور مدتِ معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت ہو جائے۔ لیکن مفارقت کے بعد استبراءِ رحم کے لئے ایک ماہواری کا انتظار کرے۔ تاکہ دُوسرے کے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے۔ یہ نکاحِ مؤقّت کا طریقہ عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھا۔ لمبے سفر یا دوسرے ملک میں تجارت یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے کچھ عرصہ قیام کے لئے یہ طریقہ استعمال کر لیتے تھے۔ جس طرح اسلام سے قبل لوگ سود لیتے تھے۔ شراب پیتے تھے۔ مگر ان کی حرمت اسلام میں بھی شروع میں ہی نازل نہ ہوئی۔ تو بعض لوگ اسلام لانے کے بعد بھی اُس

عادت پر رہے۔ بالآخر اسلام نے ان کو حرام قرار دے دیا۔ اسی طرح یہ متعہ یعنی نکاح مؤقّت جو جاہلیت سے رائج تھا۔ اس سے ابتدائے اسلام میں ہی منع نہ کیا گیا۔ بلکہ بعد میں اس متعہ کی حرمت کا اعلان ہوا۔ اور اب باجماع امت یہ قیامت تک حرام ہے۔ دوسری قسم متعہ کی یہ ہے کہ جیسے آج کل بعض عورتیں متعہ کا لائسنس لے کر بازارِ حسن میں بیٹھ جاتی ہیں یا اپنا الگ کاروبار چلاتی ہیں۔ چونکہ اُن سے بھی لوگ منکوحہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑا نفع اٹھاتے ہیں۔ اسں لئے اس کو بھی متعہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ متعہ خالص زنا ہے۔ صرف نام کا دھوکا ہے۔ جیسے کوئی خنزیر کا نام بکرا۔ شراب کا نام شربت اور سود کا نام غنیمت رکھ لے۔ کیونکہ زنا اسی کو کہتے ہیں کہ ایسی عورت سے جنسی تسکین کرنا جو نہ بیوی ہو نہ باندی۔ اور متعہ والی عورت نہ بیوی ہے اور نہ باندی۔ متعہ کی یہ قسم جو زنا کا دوسرا نام ہے یہ کسی دین میں بھی جائز نہ تھی۔ اسلام نے سود۔ جُوا اور شراب کو تو کچھ مدت تک برداشت کیا۔ مگر اس متعہ کو اسلام نے کبھی بھی برداشت نہیں کیا۔

فضائلِ مُتعہ اس متعہ سے سب دین بیزار ہیں۔ مگر روافض کے ہاں یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ اور اس کے ثواب کو نہ نمازیں پہنچ سکتی ہیں نہ روزے نہ زکوٰتیں نہ حج۔ چنانچہ جناب ملا باقر مجلسی نقل کرتے ہیں۔

"حضرت سلمان فارسی و مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم حدیث صحیح روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب ختم المرسلین نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں ایک دفعہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہے۔ جب متعہ والی عورت کے ساتھ متعہ کے ارادہ سے کوئی بیٹھتا ہے۔ تو ایک فرشتہ اترتا ہے۔ اور جب تک اس مجلس سے وہ باہر نہیں جاتے اُن کی حفاظت کرتا ہے۔ دونوں کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑتے ہیں تو اُن کی انگلیوں سے اُن کے گناہ ٹپک پڑتے ہیں۔ جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے (خدا تعالیٰ ہر بوسہ پر انہیں ثواب حج و عمرہ کا بخشتا ہے۔ جس وقت وہ عیشِ مباشرت میں مصروف ہوتے ہیں — پروردگار عالم ہر ایک لذت اور شہوت پر اُن کے حصہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ جب فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اِس کا بھی یقین رکھتے ہوں۔ کہ ہمارا

خدا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اور متعہ کرنا سنّتِ رسول ہے۔ تو خدا تعالیٰ ملائکہ کی طرف خطاب کرتا ہے۔ کہ میرے اِن بندوں کو دیکھو۔ جو اُٹھے ہیں۔ اور اِس علم و یقین کے ساتھ غسل کر رہے ہیں۔ کہ میں اُن کا پروردگار ہوں۔ تم گواہ رہو۔ میں نے اُن کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ وقتِ غسل جو قطرہ اُن کے موئے بدن سے ٹپکتا ہے ہر ایک بوند کے عوض دس دس ثواب عطا۔ دس دس گناہ معاف۔ اور دس دس درجہ مراتب اُن کے بلند کئے جاتے ہیں۔ راویانِ حدیث (حضرت سلمانؓ وغیرہ) بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی رضی بن ابی طالب نے متعہ کی فضیلتیں سن کر عرض کیا۔ اے حضرت ختمی مرتبت میں آپ کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ جو شخص اس کارِ خیر میں سعی کرے (کمیشن ایجنٹ) اُس کے لئے کیا ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب وہ فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں۔ تو باری تعالیٰ عزّ اسمہ ہر قطرہ سے (جو اُن کے بدن سے جُدا ہوتا ہے) ایک ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں۔ جو قیامت تک خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔ اور اُس کا ثواب اِن (کمیشن ایجنٹوں) کو پہنچتا ہے۔ جناب امیر المؤمنین فرماتے ہیں جو اس سنت کو دشوار سمجھے اور اسے قبول نہ کرے۔ وہ میرے شیعوں سے نہیں ہے۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ حضرت سید عالمؐ نے فرمایا۔ جس نے زنِ مؤمنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستّر مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ جناب سید البشر شفیع محشر نے فرمایا۔ اے علی۔ مؤمنین اور مؤمنات کو رغبت دلانی چاہیئے کہ دنیا سے اٹھنے سے پہلے متعہ کر لیں۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ خدائے پاک نے اپنے نفس کی قسم کھائی ہے۔ کہ آتشِ دوزخ سے اُس مرد اور عورت پر عذاب نہ کروں گا جس نے متعہ کیا ہو۔ پس ایک دفعہ متعہ کرنے والا نارِ جہنّم سے بے خوف رہے گا۔ جو دو مرتبہ کرے گا اُس کا حشر نیک بندوں کے ساتھ ہوگا۔ تین مرتبہ متعہ کرنے سے جنّت کی سیر نصیب ہوگی۔ جس نے اِس کارِ خیر میں زیادتی کی ہوگی۔ پروردگارِ عالم اُس کو مدارجِ اعلیٰ عطا کرے گا۔ اے علیؓ۔ قیامت کے دن اس مرد اور عورت کے لئے ایسی نورانی سواریاں لائی جائیں گی۔ جن کے پاؤں مروارید کے۔ کان زبرجد سبز۔ آنکھیں یاقوت شکم لؤلؤ اور مرجان کے ہوں گے۔ یہ لوگ بجلی کی طرح پُلِ صراط سے گزر جائیں گے۔ اِن کے ساتھ ساتھ ستّر ستّر صفیں فرشتوں کی ہوں گی۔ دیکھنے والے کہیں گے یہ لوگ

شاید خدا کے مقرب فرشتے ہیں۔ یا نبی اور رسول ہیں۔ فرشتے جواب دیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنّتِ پیغمبرؐ (متعہ) کی اجابت کی ہے۔ اور وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ یا علیؑ۔ برادرِ مؤمن کے لئے جو (کمیشن ایجنٹ بن کر) کوشش کرے گا۔ اُس کو بھی انہیں کی طرح ثواب ملے گا۔ یا علیؑ جب وہ غسل کریں گے کوئی قطرہ اُن کے بدن سے جدا نہ ہوگا مگر یہ کہ خدا تعالےٰ ہر بوند کی تعداد میں ایسے فرشتے پیدا کرے گا۔ جو تسبیح تقدیس باری تعالیٰ کا لا کر اُس کا ثواب انہیں بخشیں گے۔ (عجالۂ نافعہ ص۱۴ تا ص۱۷)

ایک ذاکر نے یہ احادیث سنا کر کہا کہ لوگو غور کرو۔ سب نبی اور آئمہ معصومین میدانِ قیامت میں ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور ایران کی طوائفیں اور بھڑوے کس شان سے پُل صراط پار کر کے جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسرے صاحب بولے انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ کسبیاں سب سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں گی۔ تیسرا بولا اس عمل کا نام متعہ کسی دشمن نے رکھا ہے۔ متعہ کے معنی تھوڑا فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ یہاں تو اتنا فائدہ ملا۔ کون ہے جو ایک ہی پیشہ ور طوائف کے حج اور عمروں کو شمار کر سکے۔ اور خانہ کعبہ کی ہر دفعہ ستّر بار زیارت کے ثواب کا شمار کر سکے ایک طوائف جس نے اس کارِ خیر کے لئے زندگی وقف کر دی ہے۔ اُس کے عمر بھر کے غسلوں کے ہر قطرے سے جو فرشتے پیدا ہوئے۔ اُن کا شمار کون کر سکتا ہے۔ چوتھے صاحب بولے ابھی تو آپ نے وہ حدیث ہی سنی ہے۔ جس میں جناب نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب وہ غسل کرتے ہیں۔ تو اُن کے جسم سے گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں آئمہ کرام کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اِس ثواب میں مزید اضافہ فرما دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے۔ پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اُس کے بدن سے گرے۔ خدا تعالےٰ ستّر ستّر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اُس شخص کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

(برہان المتعہ ص۵۰ مؤلفہ سید علی الحائری)

درجاتِ عالیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؑ کا پائے۔ جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ

امام حسینؓ کا حاصل ہو۔ تین دفعہ متعہ کرنے سے علیؓ کا مرتبہ ملے۔ اور چار مرتبہ متعہ کرنے والا رسولِ پاکؐ کا ہم مرتبہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین ص۲۹۳ ج ۲)

یہ روایت سن کر ایک لطیفہ گو کہنے لگے۔ اس روایت میں ایک کمی رہ گئی۔ آخر میں یہ اضافہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ جو پانچ مرتبہ متعہ کرے۔ اُس کا درجہ اللہ تعالیٰ جیسا ہو گا۔ تاکہ متعہ کی عظمت و شان پورے طریقے سے ثابت ہو۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۱۵)

اس پر دوسرے صاحب بولے کہ جو طوائف عمر بھر متعہ میں مصروف رہی وہ کب حضرت امام حسینؓ یا حضرت علیؓ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطر میں لائے گی۔ یہ حضرات تو جنت میں اُس کا مقام دیکھنے کو ترس جائیں گے۔ خیر اس متعہ کا ثواب تو ختم ہونے والا نہیں۔ بس ایک حدیث اور سن لیں۔ تفسیر منہج الصادقین میں ہے۔ کہ "جو اس دنیا سے فوت ہو گیا۔ اور اُس نے ایک دفعہ بھی متعہ نہیں کیا۔ تو روزِ قیامت وہ نہایت بدشکل اٹھایا جائے گا۔ اُس کے کان اور ناک کٹے ہوئے ہوں گے۔ (ص۲۹۴ ج ۲)

خدا معاف کرے روایات کی روشنی میں تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات معاذ اللہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات آئمہ معصومین ہوں گے۔ جن سے یہ کارِ خیر ایک دفعہ بھی ثابت نہیں۔ ڈاکٹر تیجانی جس کی کتابیں آج کل شیعہ خوب پھیلا رہے ہیں کہ وہ پہلے سنی مالکی تھا۔ اور اب بڑی تحقیق کے بعد شیعہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے شیعہ ہونے کی اصل وجہ یہی لکھی ہے۔ کہ میں جب کالج میں پڑھتا تھا۔ اور وہاں مخلوط تعلیم تھی۔ شب و روز نوجوانوں کا میل جول۔ تو میرے دل میں یہ بات بار بار اٹھتی تھی۔ کہ ایسے معاشرے میں جنسی تعلقات پر حدود وغیرہ اور پابندی ایک ظلم ہے۔ اُس کے دل میں یہ بات تھی۔ اب اس نے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اُسے اس جنسی آزادی کی اتنی کھلی چھٹی۔ اور اتنا اجر و ثواب نہ یہود کے ہاں ملا نہ ہنود کے ہاں۔ نہ سکھوں میں نہ عیسائیوں میں۔ اس سخاوت اور عبادت میں شیعہ مذہب دنیا میں وحدہٗ لا شریک ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر تیجانی صاحب فوراً شیعہ ہو گئے۔ اس پر شیعہ حضرات نے متعہ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اور سنیوں نے خس کم جہاں پاک کہے۔

شیعہ کی دلیل

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن پاک میں متعہ کا حکم ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة (الآیۃ) کہ جن سے تم متعہ کرو اُن کو متعہ کی اُجرت دے دو۔ مگر اس استدلال میں شیعہ نے آیت کو سیاق و سباق سے بالکل کاٹ کر ایسا ہی استدلال کیا ہے۔ جیسے ایک بے نماز نے استدلال کیا تھا۔ کہ قرآن پاک میں صاف اور صریح آیت ہے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اور لفظ استمتاع سے خاص متعہ مراد لینا ایسا ہی ہے جیسے عیسائی قرآن پاک سے حضرت اسماعیلؑ کا غلام ہونا اس آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ فبشرناه بغلام حليم۔ حالانکہ یہاں غلام بمعنی زرخرید کسی نے نہیں کہا۔ اس آیت سے پہلے نکاح اور محرمات کا بیان چلا آرہا ہے۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ اُن کی تفصیل بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واحل لكم ما وراء ذالكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو اُن کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو۔ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ "یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی۔ اُن کے سوا سب حلال ہیں۔ چار شرطوں سے اوّل یہ کہ طلب کرو۔ یعنی زبان سے ایجاب قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ اُن عورتوں کو قید میں لانا مقصود ہو صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اُس کی زوجہ ہو جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو۔ اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا۔ جس پر اہل حق کا اجماع ہے۔ اور چوتھی شرط دوسری آیت (ولا متخذات اخدان) میں ہے۔ کہ مخفی طور پر دوستی نہ ہو۔ یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں۔ اگر بدون گواہوں کے ایجاب و قبول ہو گا تو وہ نکاح درست نہ ہو گا زنا سمجھا جائے گا"۔

الغرض جب آیت سے پہلے نکاح کا ذکر اور متعہ جو صرف مستی نکالنے کے لئے کیا جاتا ہے اُس کی حرمت ہے تو اب استمتاع سے مستی نکالنے والا متعہ کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بیوی کا ذکر چل رہا ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة

یعنی جب بیویوں کو تم قید میں لا چکے ہو" پھر جن کو تم کام میں لائے اُن (منکوحہ) عورتوں میں سے تو اُن کو اُن کے حق (مہر) جو مقرر ہوئے ہیں"۔ یعنی نکاح کے بعد جب ایک دفعہ ہی وطی یا خلوت صحیحہ ہو گئی تو اب اُس بیوی کا مہر پورا لازم ہو گیا۔ پھر اس حق مہر کی بات ختم کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔" اور جو کوئی تم میں نہ رکھے مقدور کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان۔ تو نکاح کر لے اُن سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں۔ جو تمہاری آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان" یعنی جس کو اس بات کا مقدور نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے۔ اور اُس کے مہر اور نفقہ کا تحمل کر سکے تو بہتر ہے کہ ایسا شخص آپس میں کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کر لے کہ اُس کا مہر کم ہوتا ہے اور نفقہ میں بھی یہ سہولت ہے کہ مالک نے اگر اُس کو اپنے یہاں رکھا جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ تو زوج اُس کے نفقہ سے فارغ البال رہے گا۔ اور اگر زوج کے حوالہ کر دیا تو بھی بہ نسبت حرّہ کے تخفیف ضرور رہے گی۔

اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ جو آزاد عورت کے مہر و نفقہ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اُس کے لئے ایک ہی طریقہ ہے کہ مسلمان لونڈی سے نکاح کرے۔ جس کا مہر و نفقہ کم ہے۔ اگر متعہ کی بھی گنجائش ہوتی تو اُس طرف رہنمائی ضروری تھی۔ جہاں سرے سے نفقہ کا بوجھ ہے ہی نہیں۔ اور اس سے آگے ان عورتوں سے منع کیا جو صرف مستی نکالنے والی اور چھپی یاریاں کرنے والی ہیں۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ متعہ والی عورت صرف مستی نکالنے والی اور چھپی یاریاں کرنے والی ہوتی ہے۔ جب آیت کے سیاق میں بھی متعہ کی حرمت ہے۔ اور سباق میں بھی تو درمیان سے ایک ٹکڑا کاٹ کر سیاق و سباق کے خلاف متعہ کا جواز نکالنا کلام الٰہی کی تحریف ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ یہود کی عادت تھی۔ اُس عادت کی مشق یہ لوگ کر رہے ہیں۔ جب قرآن پاک کی اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے سیاق و سباق سے متعہ کی حرمت واضح ہوتی ہے۔ تو متواتر قرآن کو چھوڑ کر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ایک شاذ قرأۃ کا سہارا لے کر متعہ کی خرمستیوں کا جواز نکالا جاتا ہے۔ حالانکہ امام نوویؒ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

وقرأۃ ابن مسعود ھذہ شاذۃ لا یحتج بہا قرآنا ولا خبرا (نووی ص۴۵۱ ج۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی یہ قرأت (جس میں الی اجل مسمّی ہے) شاذ ہے نہ اس سے

بحیثیت قرآن دلیل لی جا سکتی ہے نہ بحیثیت حدیث" کیونکہ نہ شاذ قرأت بمقابلہ متواتر مقبول ہے۔ نہ ہی شاذ حدیث بمقابلہ قرآن و اجماع امت۔

قال محمد اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی متعۃ النساء قال انما رخصت لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ لھم شکوا فیھا العزوبۃ ثم نسختھا آیۃ النکاح والمیراث والصداق۔ (کتاب الآثار ص۲۶۳)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے ہمیں خبر دی حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے ابن مسعودؓ سے کہ عورتوں سے متعہ کی رخصت صحابہ کے لئے ایک غزوہ میں ملی جس میں انہوں نے مجرد ہونے کی شکایت کی۔ تو آیت نکاح، آیت میراث اور آیت صداق نے اس کو منسوخ کر دیا۔

اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ قرآن پاک کی تین آیات سے متعہ کو منسوخ مانتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ متعہ سے نکاح کے مقاصد برباد ہوتے ہیں۔ کیونکہ نکاح کا مقصد حفاظتِ نفس کے ساتھ حفاظت نسب و حفاظت نسل بھی ہے۔ جب کوئی شخص محلہ محلہ بستی بستی۔ ملک ملک متعہ کرتا پھرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اُسے پتہ ہی نہ چلے گا۔ کہ اس کے نطفہ کے گل بوٹے کہاں کہاں کھلے۔ پتہ چل بھی جائے۔ تو سب کو اپنی زیر تربیت رکھ کر اُن کی حفاظت کیسے کرے گا۔ لامحالہ ایسے بچے آوارہ گردوں کی طرح پلیں بڑھیں گے جو معاشرہ کے لئے مستقل ناسور ہوں گے۔ اور اُن میں یقیناً لڑکیاں بھی ہوں گی۔ تو اور بھی مصیبت کہ ان کے لئے ہم قوم۔ ہم نسل اور ہم کفو شوہر ملنا تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔ نکاح میں اولاد کی تربیت کی ذمہ داری تھی۔ متعہ میں اولاد کی تباہی و بربادی ہے۔ پھر متعہ کی صورت میں خود نکاح بھی تو خراب ہوں گے۔ ایک آدمی سفر میں گیا ہر جگہ متعہ کرتا گیا۔ پندرہ بیس سال بعد وہ لڑکیاں جوان ہو چکی ہیں جو اُس کے نطفہ سے پیدا ہوئیں۔ لیکن کس کو یاد ہے یہ کون ہے۔ اُس کا بیٹا جا کر نکاح کرے۔ خود باپ ہی متعہ کے وسیلہ سے اُس سے جا ٹکرائے۔ اب باپ کی بیٹی سے بھائی کی بہن سے چچا کی بھتیجی سے ماموں کی بھانجی سے مڈبھیڑ ہو رہی ہے۔ محرمات کی حرمتیں پامال ہو رہی ہیں۔ نکاح برباد ہو رہے ہیں۔ یہ ہیں متعہ کے شگوفے۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

آیت نکاح سے متعہ کو منسوخ مان رہے ہیں۔ اور عورت کا مہر بھی اس کی شرافت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ متعہ نے اس کا بھی ستیاناس کر دیا۔ اور میراث کا مسئلہ ہی ناقابل عمل ہوگیا۔ کیونکہ متعہ کی اولاد نہ وارث بن سکے گی نہ مورث۔ اُس کو معلوم ہی نہیں اُس کے باپ بھائی کون کون ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ اور جب تک تمام ورثاء کی تعداد کا پتہ نہ چلے تو میراث کیسے تقسیم ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اُن وارثوں کی جنس کا حال معلوم نہیں کہ کون عورت ہے کون مرد۔ اور وہ کتنے ہیں۔ جب تک یہ تفصیل معلوم نہ ہو تو میراث کیسے تقسیم ہوگی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس ارشاد میں متعہ کو نکاح۔ صداق اور میراث کا برباد کرنے والا قرار دے کر حرمت متعہ پر ایسی دلیل قائم فرمائی کہ سب کے سب بنون متعہ اور بنات متعہ مل کر بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ اور حیرانی ہے کہ اس کے بعد بھی شیعہ دھوکا دیتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جوازِ متعہ میں اُن کے ہمنوا ہیں۔

متعہ وطن میں یا سفر میں

انسان وطن میں رہتے ہوئے نکاح بھی کرتا ہے اور بوقت ضرورت ملک یمین سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ لیکن کسی صحابی سے ابتدائے اسلام میں بھی ثابت نہیں کہ کسی نے وطن میں رہتے ہوئے متعہ کیا ہو۔ حالانکہ مکہ و مدینہ میں حالتِ قیام میں ابتدائے اسلام میں شراب پینا ثابت ہے۔

قال الامام ابو جعفر الطحاوی کل ھٰؤلاء الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاقھا اخبروا انھا کانت فی سفر وان النھی لحقھا فی ذالک السفر بعد ذلک فمنع منھا ولیس احد منھم یخبر انھا کانت فی حضر۔

(تفسیر قرطبی ص۱۳۱ ج۵)

امام ابو جعفر طحاوی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے بھی متعہ کی رخصت کا بیان کیا ہے۔ سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا ہے کہ یہ وقتی رخصت فقط حالت سفر میں پیش آئی ہے۔ اور پھر یہ بھی بیان کیا کہ پھر اسی سفر میں رخصت کے بعد متصل فوراً ہی متعہ کی ممانعت کا اعلان ہوا ہے۔ اور ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جو یہ بیان کرتا ہو کہ متعہ کا واقعہ حضر میں پیش آیا ہو۔

اسی طرح امام حازمی ۵۸۴ھ بھی بحث متعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

وانما کان ذلک فی اسفارھم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ لھم وھم فی بیوتھم۔

(کتاب الاعتبار ص۱۷۸)

متعہ کا جو واقعہ بھی ہوا وہ جز ایں نیست کہ سفر میں ہوا۔ اور ہم کو کسی ایک راوی سے یہ خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور وطن میں رہنے کی حالت میں بھی متعہ کی اجازت دی ہو۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وطن میں رہ کر کسی نے متعہ کیا ہو۔

حرمتِ متعہ کا بار بار اعلان

متعہ کی حرمت کی تاکید کے لئے اس کا بار بار اعلان کیا گیا۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام غزوۃ خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ وعن متعۃ النساء وما کنا مسافحین۔

(کتاب الآثار ص۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے سال گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ اور عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ ہم مستی نکالنے والے نہیں تھے۔ غزوۂ خیبر محرم ۷ھ میں واقعہ ہوا۔

حضرت علیؓ:- امام بخاریؒ اپنی صحیح بخاری میں باب باندھتے ہیں۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیرا۔ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ یعنی نکاح مؤقت سے منع فرمادیا۔ چنانچہ امام محمد بن حنفیہ سے روایت لاتے ہیں۔

ان علیاً قال لابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر۔

(بخاری ص۷۶۷ ج۲)

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے زمانۂ خیبر میں منع فرمایا تھا۔

اس کے بعد امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے وضاحت فرمادی کہ نبیؐ نے متعہ کو منسوخ فرمایا (بخاری ص۷۶۷ ج۲)

پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ خیبر میں متعہ کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ البتہ خیبر میں

مالِ غنیمت بکثرت ہاتھ آیا۔ اور بہت سی لونڈیاں ہاتھ آئیں۔ تو احتمال وقوع متعہ کا تھا۔ اِس لئے وقوع سے قبل ہی حرمت کا اعلان کروا دیا۔

عن علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المتعۃ قال وانما کانت لمن لم یجد فلما انزل النکاح والطلاق والعدۃ والمیراث بین الزوج والمرأۃ نسخت۔ (کتاب الاعتبار ص ۱۳۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تو اُس وقت تھا جب مقدرت نہ تھی۔ جب میاں بیوی کے درمیان نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ میراث کی وضاحت ہوگئی۔ تو متعہ منسوخ قرار دے دیا گیا۔

ان احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ متعہ کو منسوخ مانتے تھے۔ لیکن متعہ کے شیدائی اپنی مستی کے جوش میں نہ علیؓ کی سنتے ہیں۔ نہ نبی کی۔ اور نہ ہی خداوند قدوس کی۔

عن ثعلبۃ بن الحکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم خیبر عن المتعۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ (مجمع الزوائد ص ۲۶۵ ج ۴)

حضرت ثعلبہ بن الحکم سے روایت ہے کہ نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں۔

عن ربیع بن سبرۃ الجہنی عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعۃ وقال الا انہا حرام من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ۔ (صحیح مسلم ص ۴۵۲ ج ۱)

حضرت ربیع بن سبرۃؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور فرمایا خبردار متعہ آج کے دن سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

یہ اعلان آپؐ نے فتح مکہ کے دن رمضان ۸ھ میں باب کعبۃ اللہ اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ (صحیح مسلم ص ۴۵۱ ج ۲)

اور چونکہ اسی سال کے بعد دیگرے غزوۂ حنین اور غزوہ اوطاس پیش آئے۔ تو

بعض راویوں نے اِن دونوں کا بھی ذکر کر دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بار بار حرمت کا تاکیدی اعلان فرمایا ہو۔

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ کے بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت جابرؓ سے احادیث مروی ہیں کہ آپؐ نے خیموں کے پاس کچھ عورتوں کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون عورتیں ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔ ہم نے ان سے متعہ کیا تھا (کبھی پہلے) قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتغیر لونہ واشتد غضبہ وقام فینا خطیباً فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم نہی عن المتعۃ (کتاب الاعتبار ص ۱۴۰)

پس غصہ میں آگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ آپؐ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ اور غصہ سے آپؐ کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور غصہ میں بہت شدت آگئی تو آپؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد متعہ سے منع فرمایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ گویا ۸ھ سے ۱۰ھ تک ہر سال آپ بار بار متعہ کی حرمت کا اعلان فرماتے رہے۔ بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اِس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ حلال کیا گیا اور دو تین مرتبہ حرام کیا گیا۔ حالانکہ دوبارہ اور سہ بارہ کوئی جدید تحریم نہ تھی۔ بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔ کیونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے۔ تو اُس کی حرمت کو بار بار یاد دلایا جاتا تھا۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں اسلام خوب پھیلا۔ بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جو متعہ کی حرمت سے ناواقف تھے۔ اور بعض کے ناواقفیت کی وجہ سے جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی۔ اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو حضرت فاروق اعظمؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ تاکہ اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہ رہے۔ اور فرمایا کہ میرے اِس اعلان کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اُس پر زنا کی حد جاری کر دوں گا۔ اُس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا۔ اور اسی پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

چنانچہ علامہ حازمی ۵۸۴ھ فرماتے ہیں۔

فلم يبق اليوم في ذلك خلاف بين فقها الامصار وآئمة الامة الاشيئاً ذهب اليه بعض الشيعة۔

اب تمام شہروں کے فقہاء اور اُمت کے اماموں میں متعہ کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سوائے چند شیعہ کے۔

(کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۳۹)

حکایت جاء عبد الله بن عمير الليثي الى ابي جعفر فقال له ما تقول في متعة النساء فقال احل الله في كتابه وعلى لسان نبيه فهي حلال الى يوم القيامة فقال يا ابا جعفر مثلك يقول هذا۔ وقد حرمها عمرؓ ونهى عنه فقال وان كان فعل فقال اعيذك بالله من ذلك ان تحل شيئاً حرمه عمر قال فقال له فانت على قول صاحبك وانا على قول رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ فهلم الاعنك فان القول ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الباطل ما قال صاحبك قال فاقبل عبد الله بن عمير فقال ايسرك ان نساءك وبناتك واخواتك وبنات عمك يفعلن فاعرض عنه ابو جعفرؑ

عبداللہ بن عمیر لیثی امام باقر کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ متعہ کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے عورتوں سے متعہ کرنے کو حلال کیا ہے اور یہ قیامت تک حلال ہے۔ اس نے کہا حضرت آپ ایسا فرماتے ہیں جب کہ حضرت عمرؓ نے متعہ کو حرام فرمایا۔ اور منع کیا فرمایا اگرچہ اُس نے ایسا کیا۔ اُس نے کہا۔ میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تو اس چیز کو حلال کہے جسے عمرؓ نے حرام کیا ہے۔ امام نے فرمایا تو اپنے ساتھی کے قول پر ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوں۔ آؤ مباہلہ کریں۔ بے شک بات وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور عمرؓ کا قول باطل ہے۔ تو عبداللہ بن عمیر امام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کیا آپ کو پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں یہ فعل کریں۔ تو امام باقر نے اس سے منہ پھیر لیا۔

حين ذكر نساءه وبنات عمه۔ (فروع کافی ص ۱۹۰ ج ۲)

جب اُس نے آپ کی عورتوں اور پھوپھیوں کا ذکر کیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ قصہ یار لوگوں کی بناوٹ ہے اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقرؒ معاذ اللہ متعہ کے اتنے قائل ہوتے کہ اِس کو سنتِ رسول اور قیامت تک جائز سمجھتے۔ تو پھر عورتوں کا ذکر آجانے پر کیوں خفگی آجاتی۔ کہ ایسے خاموش ہوئے کہ کوئی جواب بن نہ پڑا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل اتنا بڑا ثواب کا ہو۔ وہ مردوں کے لئے قیامت تک حلال ہو اور باعث ثواب ہو۔ اور عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں کہ مرد کے لئے مباح اور عورت کے لئے حرام ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ متعہ مرد و عورت کے لئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اسے درست مانتی ہے اور نہ نقل سے اس کا ثبوت ہے۔ بہرحال امام باقرؒ ایسے لاجواب ہوئے۔ کہ اس کا اثر اُن کے صاحبزادہ پر بھی رہا۔

چنانچہ مفضل روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کسی عورت کی شرمگاہ دیکھو اور اُس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرو۔ (فروع کافی ص ۱۹۲ ج ۲)

اور امام ابوالحسنؑ نے اپنے بعض خدام کو لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو۔ صرف سنت بجالاؤ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ ہمارا گریبان پکڑیں اور ہم پر لعنت برسائیں کیونکہ ہم نے متعہ کا حکم دے کر اُن پاکبازوں کے حقوق تلف کرائے۔ (فروع کافی ص ۱۹۲ ج ۲)

فطرت سلیمہ

آپ نے پڑھا کہ حضرت باقرؒ اپنی عورتوں کے بارہ میں متعہ کا ذکر آتے ہی خاموش ہوگئے۔ امام جعفر صادقؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں۔ کہ متعہ بے شرمی اور بے حیائی ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے الحياء شعبة من الايمان۔ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اور امام ابوالحسن بھی اپنا تجربہ یہی بتاتے ہیں۔ کہ متعہ باز اپنی بیویوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔ اور وہ بیچاری تنگ آمد بجنگ آمد کے ماتحت شیعہ مفتیان کرام کا گریبان پکڑتی اور اُن پر لعن طعن کرتی ہیں۔

آج بھی آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ کہ ہر شریف الطبع سلیم الفطرت باغیرت انسان اپنی بیٹی اور بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے۔ اور غایت مسرت اور انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب اور احباب کو مدعو کرتا ہے۔ بخلاف متعہ کے۔ کہ اس کو چھپاتا ہے۔ اور اپنی بیٹی۔ بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے۔ آج تک کسی ادنیٰ غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطورِ ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کرائے۔ نیز تمام عقلاء نکاح پر مرد عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں۔ مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سنا گیا۔ النجم رسالہ میں ایک واقعہ پڑھا کہ لکھنؤ میں ایک شیعہ لڑکی کی شادی تھی۔ بارات آئی۔ بہت تکلف کیا گیا تھا۔ نکاح پڑھا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہوئے۔ بارات والوں نے کہا کہ دلہن کو جلد تیار کر دیں تاکہ ہم جلد گھر پہنچ جائیں۔ کئی بار یہ کہا مگر دلہن کوئی تیاری نظر نہ آتی تھی۔ آخر بار بار کے اصرار پر دلہن کے والد نے بارات والوں سے معذرت کی۔ کہ آپ حضرات آج واپس تشریف لے جائیں۔ کیونکہ دلہن متعہ کے مقدس عمل سے حاملہ ہے۔ جب وضع حمل ہو جائے پھر آ کر لے جانا۔ یہ سنتے ہی بارات پر تو سناٹا چھا گیا۔ اور دلہا میاں کے تو تن بدن کو آگ لگ گئی۔ اُس نے کہا۔ کہ اب اُس کو متعہ ہی کے لئے رکھو۔ وہ نکاح کے قابل نہیں رہی۔ ایک دو ساتھیوں نے کہا۔ اتنا غصہ تو نہیں چاہیئے۔ آخر متعہ بھی تو سنّتِ رسول ہے۔ دلہا میاں نے کہا۔ میں ایسے مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جس میں معاذ اللہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے غیرت ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اُس نے مذہب اہل سنت والجماعت قبول کر لیا۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ اُس کی بیٹی، بہن، ماں متعہ کراتی پھرے۔

بحث و مناظرہ ایک دفعہ ایک شیعہ ڈاکٹر نے متعہ پر مناظرہ طے کر لیا۔ وہ اپنے ذاکر صاحب کو لے آیا۔ اُس نے کہا۔ میں تین دلیلیں دوں گا۔ ایک فرمان خداوندی سے دوسری عمل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور تیسری

فقہ حنفی سے۔ پہلی دلیل میں اُس نے قرآن کی وہی آیت پڑھی۔ جس کی تفصیل گزر چکی۔ اور سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کی۔ جیسے کسی بھوکے سے پوچھا گیا تھا۔ دو اور دو کتنے اُس نے کہا چار روٹیاں۔ جب میں نے بتایا کہ اس آیت کے سیاق میں متعہ کی حرمت ہے۔ اور سباق میں بھی اور یہ تو نکاح اور مہر کا ذکر ہے۔ تو سب لوگ سمجھ گئے کہ یہ قرآن پر جھوٹ بول رہا ہے۔ اب شیعہ صاحبان نے شور مچایا کہ اگر قرآن نے متعہ کو حرام کہا ہوتا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود متعہ کیوں کرتے۔ کیا حضور پاک ؐ کو قرآن نہیں آتا تھا۔ یہ سن کر لوگ دم بخود ہو گئے۔ کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعہ کیا۔ ہم نے پوچھا کب کیا۔ کہاں کیا۔ کس سے کیا۔ کتنی دفعہ کیا۔ اُس نے کہا میں تمہاری صحاح ستہ سے دکھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے حدیث پڑھی۔ تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ہم نے کتابیں پیش کیں۔ کہ ذرا نکال کر پڑھیں۔ وہ کہنے لگا۔ پہلے لکھ کر دو۔ کہ یہ حدیث ان کتابوں میں نہیں ہے۔ اور اگر ہم نے دکھا دی تو تمہیں شیعہ ہونا پڑے گا۔ ہم نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے کبھی متعہ نہیں کیا۔ نہ ہی صحاح ستہ میں کوئی ایسی حدیث ہے۔ اگر کوئی صاحب دکھا دیں تو ہم عمر بھر بات مان لیں گے۔ آخر میں نے کہا بھئی یہ حدیث نکال کر نہیں دکھائیں گے۔ ہاں پورے علاقے میں شور مچائیں گے۔ کہ ہم صحاح ستہ کی حدیث سنا آئے ہیں۔ میں نے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی سے کھول کر دکھایا۔ کہ یہ حدیث کتاب الحج میں ہے اور ابو داؤد اور نسائی میں کتاب المناسک میں ہے۔ خود قرآن پاک میں ہے۔ فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى (۲-۱۹۶) اور جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ۔ تو اُس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے۔ تو یہ تمتع حج کی ایک قسم ہے۔ آپ ؐ نے حج تمتع فرمایا تھا۔ نہ کہ کسی عورت کے ساتھ معاذ اللہ متعہ کیا تھا۔ اس پر تو ہر طرف سے لعنت لعنت۔ جھوٹے جھوٹے۔ دیکھو متعہ کی محبت میں نبی پاک ؐ پر بھی جھوٹ بولنے سے نہیں شرمائے۔ میں نے کہا لوگو۔ متعہ کے شیدائی نے متعہ کے شوق میں خداوند قدوس پر جھوٹ بولا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ اب یہ فقہ حنفی پر بھی جھوٹ بولے گا۔ اب

وہ تو جان چھڑا رہا تھا۔ مگر ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ حوالہ بتاؤ۔ اُس نے کہا میں حوالہ صرف بتاؤں گا دکھاؤں گا نہیں۔ ہم نے کہا چلو بتا ہی دو۔ اس نے کہا فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ متعہ واجب ہے۔ میں نے ہدایہ شریف کھولی۔ اور سب کو مسئلہ دکھایا۔ کہ یہاں لکھا ہے کہ کسی عورت سے نکاح ہوا۔ لیکن مہر مقرر نہیں تھا۔ اور رخصتی سے قبل اس کو طلاق ہوگئی۔ تو اس عورت کو ایک جوڑا کپڑوں کا دینا واجب ہے۔ اس جوڑے کو متعہ کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ فمتعوھن۔ اس کا اُس متعہ سے کیا تعلق۔ بس اب کیا تھا یہ جا وہ جا۔ اُنہوں نے اپنی خیر اسی میں سمجھی۔ اہل حق اُن کے دھوکوں سے اچھی طرح آگاہ ہوگئے۔ اور اُن کے پلے ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہ رہا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا نظارہ لوگوں نے آنکھوں سے کرلیا۔

آخری سہارا

چند روز بعد وہی ڈاکٹر صاحب آئے۔ کہنے لگے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو جواز متعہ کے قائل تھے۔ میں نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے کی ہے۔ اور آٹھ یا نو سال کی عمر تک وہ اپنے والدین کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہی رہے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں جب حضرت عباسؓ نے مع اہل و عیال ہجرت فرمائی تو ابن عباسؓ اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ اور غزوۂ خیبر (جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہوا تھا۔ وہ آپ کے مدینہ منورہ آنے) سے پہلے ہوچکا تھا۔ اس لئے انہوں نے متعہ کے بارہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا دوسرے صحابہ سے سنا۔ اور قرآن پڑھا۔ ترمذی شریف میں ہے۔

عن ابن عباسؓ قال انما كانت المتعة فی اول الاسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعًا وتصلح له شيئهٗ حتّٰى اذا نزلت الآية إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم قال ابن عباس فكل فرج سواهما حرام (۱۵۱-۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ متعہ شروع اسلام میں تھا۔ کوئی آدمی ایسے شہر میں جاتا۔ جہاں کوئی واقفیت نہ ہوتی۔ تو وہ عورت سے متعہ کرلیتا وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرتی اس کی ضروریات بھی تیار کرتی پھر جب آیت نازل ہوئی۔ کہ بیوی یا باندی کے علاوہ زیادتی ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ان دونوں کے علاوہ سب فرج حرام ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو قرآنی حکم کے موافق متعہ کو حرام فرماتے تھے۔ البتہ وہ یہ قیاس کرتے تھے۔ کہ جس طرح قرآنی فیصلہ کے مطابق مردار حرام ہے۔ خنزیر کا گوشت حرام ہے۔ مگر جان بچانے کے لئے بوقت اضطرار بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ان کا استعمال مباح ہے۔ اسی طرح متعہ بھی مردار اور خنزیر کی طرح حرام ہے۔ مگر حالت اضطرار میں مباح ہے۔ اس پر بھی حضرت علیؓ اُن کے خلاف تھے۔ یہاں تک کہ رجل تائہ تک فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تو بہت ہی سخت جملے ارشاد فرمائے۔ جو صحیح مسلم میں ہیں۔ چنانچہ اُن کے اس قیاس کو کسی صحابی نے نہ مانا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے تو فرمایا کہ بعد میں انہوں نے اس قیاس سے رجوع فرمالیا تھا۔ امام حازمیؒ لکھتے ہیں۔

قال الخطابی فهذا يبين لك أنه سلك فيه مذهب القياس وشبهه بالمضطر الى الطعام الذی به قوام الانفس وبعدمه يكون التلف وانما هذا من باب غلبة الشهوة ومصابرتها ممكنة وقد تحسم مادتها بالصوم والعلاج وليس احدهما فی حكم الضرورة كالآخر والله اعلم (کتاب الاعتبار ص۱۴۱)

خطابی نے کہا کہ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ (حضرت ابن عباسؓ) اس مسئلہ میں قیاس پر چلے ہیں اور اس کو مضطر الی الطعام کے ساتھ تشبیہ دی ہے حالانکہ طعام بقائے حیات کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر موت واقع ہوجاتی ہے۔ مگر یہ مسئلہ غلبۂ شہوت سے متعلق ہے۔ جس پر صبر بھی ممکن ہے اور اس غلبۂ شہوت کے مادہ کو روزہ اور علاج سے توڑا بھی جاسکتا ہے اس لئے ان دونوں مسئلوں میں فارق موجود ہے۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ روافض میں رائج الوقت متعہ خالص زنا ہے۔ اس کی کسی دین اور کسی زمانہ میں اجازت نہیں رہی۔ یہ پوچھنا کہ متعہ کیوں جائز نہیں جبکہ آج کل کے

دور میں جائز ہونا چاہیئے؟ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ زنا کیوں جائز نہیں؟ جبکہ آج کل کے دور میں جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ خدائے بصیر نے زنا و متعہ کو حرام فرمایا ہے۔

فقط واللہ اعلم،
محمد امین صفدر
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بعد میں مضطر کے لئے بھی اس کے جواز سے رجوع کر لیا تھا۔

چنانچہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واما ما یحکی فیھا عن ابن عباس فانہ کان یتأول اباحتھا للمضطرالیھا بطول الغربۃ وقلۃ الیسار والجدۃ ثم توقف وامسک عن الفتوی بھا (نصب الرایہ ج۳ ص۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو جوازِ متعہ کا قول منقول ہے وہ بھی مضطر کے لئے ہے اور بعد میں انہوں نے اس سے بھی رجوع کر لیا تھا اور اس کو جائز کہنے سے رک گئے تھے

والجواب صحیح،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،



حرمتِ مصاہرہ کے مسائل

بہت کمسن بچی کو ہاتھ لگانے سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہ ہوگی

۱۔ ہمبستری کے وقت جبکہ اپنی لڑکی شیر خوار چیخ رہی ہو اس کا باپ خاموش کرانے کے لئے تھپکیاں دے تو کیا اس صورت میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوجاتی ہے۔

۲۔ عورت بچے کو دودھ پلا رہی ہو اور خاوند ہمبستری میں مشغول ہوجائے تو اس صورت میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوجائیگی؟ جبکہ شیر خوار بچی کو بوسہ دینا یا سونے کی وجہ سے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب دونوں صورتوں میں حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی۔

کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار هذا اذا کانت حیۃ مشتهاة ولو.... أما غیرها یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بها أصلاً اھ (ص۳۰۵ ج۲) فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

سسر نے بہو کے بوسے لئے اور کہتا ہے کہ شہوت نہیں تھی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت کو اس کے حقیقی سسر نے زبردستی دبوچ کر چھیڑ خانی کی۔ منہ پہ دانتوں سے کاٹا اور پستانوں سے پکڑا۔ حتیٰ کہ اس کا بیٹا (یعنی عورت مذکورہ کا شوہر) اچانک آگیا اور اس نے بھی دیکھ لیا۔ از روئے شریعت اس عورت کے لئے کیا حکم ہے اور کیا اس کا نکاح برقرار ہے؟ سسر کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ محبت میں کیا ہے۔ مجھے شہوت نہیں تھی۔

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ مذکورہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہوچکی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا تاکہ وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

لومس أو قبل وقال لم أشته صدق الا اذا كان المس على الفرج والتقبيل فی الفم ــــــ (شامیہ ص۳۰۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

سوتیلی ماں سے زنا کرنے والے کا اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کا حکم

زید کو اس کی بیوی ہندہ نے اپنی سوتیلی ماں خالدہ کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پکڑا اور پھر حلفاً اس بات کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ دوسری دفعہ بیوی کے علاوہ ہمسایہ اور پڑوس کے لوگوں نے بھی مذکورہ شخص کو اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب پایا پھر چیئرمین کے پاس لے گئے۔ جس نے مذکورہ شخص کو سر عام بھرے بازار میں رسوا کیا اور جوتے لگائے۔ اب مذکورہ شخص کا اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ نکاح باقی ہے یا نہیں؟ جو کہ اس کی چچازاد بہن بھی ہے۔

۲۔ اپنی سوتیلی ماں سے بدفعلی کرنے کی وجہ سے اب مذکورہ شخص کے والد بکر کا اس کی سوتیلی ماں سے نکاح باقی ہے یا نہیں۔؟

الجواب ہندہ اور زید کا باہمی نکاح باقی ہے کیونکہ ہندہ، خالدہ کے اصول فروع میں سے نہیں۔ لیکن خالدہ بکر کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔ بشرطیکہ بکر مذکورہ واقعہ کو تسلیم کرتا ہو۔ یا شہادت شرعیہ موجود ہو۔

قال فی البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على أصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا الخ (شامی ص۲۷۹ ج۲) قال فی الفتح وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها الی قوله و على هذا ينبغی أن يقال فی مسه اياها لا تحرم على ابيه وابنه الا أن يصدقاه الخ (شامی ص۲۸ ج۲)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۱۴ر ۶ر ۱۴۰۶ ھجری

بیٹی سے وطی کرنے سے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے

ایک شخص بوجہ بدبختی اپنی آٹھ سالہ بچی کے ساتھ کئی بار مرتکب زنا ہوا اور اب نادم ہو کر صورت خلاصی چاہ رہا ہے۔ کوئی صورت ہے۔ کیا وہ حد شرعی کا سزاوار ہے یا نہیں؟ اس کی زوجہ اس کے لئے حلال ہے یا حرام اور کیا کوئی صورت توبہ ہے۔؟

الجواب بیٹی سے وطی زنا محض ہے اور موجب حد ہے۔ ثبوت شرعی کے بعد قاضی حد شرعی جاری کرے گا۔

ولو وطی أمة المحرمة عليه برضاع او نسب او صهرية كاخته و بنته منهما او امة من الرضاع وموطوءة ابيه او ابنته يجب الحد على الاظهر (فتح القدير ص۵۸۸ ج۲) قاضی کے پاس مقدمہ جانے سے پہلے اگر اس فعل کو چھپا لے تو جائز ہے۔ مگر توبہ واستغفار ضروری ولازم ہے۔ امید ہے کہ عذاب اخروی سے بچ جاوے گا

وفی البحر عن الظهيرية رجل اتی بفاحشة ثم تاب واناب الی الله تعالیٰ عز وجل فانه لا يعلم القاضی بفاحشته لاقامة الحد عليه لان الستر مندوب اليه وفی شرح الاشباه للبيری عن الجواهر رجل شرب الخمر وزنی ثم تاب ولم يحد فی الدنيا هل يحد له فی الآخرة قال الحدود حقوق الله الا انه تعلق بها حق الناس وهو الانزجار فاذا تاب توبة نصوحا أرجو ان لا يحد فی الآخرة اھ (شامیہ ص۱۴۰ ج۳)

بیٹی سے وطی کرنے والے کی زوجہ یعنی بیٹی کی والدہ قطعی حرام ہو گی واطی پر۔

وتثبت بالوطئ حلالا كان او عن شبهة او زنا كذا فی فتاوی قاضی خان فمن زنی بامرأة حرمت عليه امها وان علت اھ (عالمگیری ص۴ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

ساس کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہوگئی

بیوی نے خاوند کو اپنی ماں سے زنا کرتے دیکھ لیا۔ اور وہ آٹھ سال سے نہ اپنے خاوند کے گھر آباد ہوئی اور نہ ہی حقوق زوجیت ادا کئے۔ تو کیا اب دوبارہ آباد ہو سکتی ہے۔ یا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ یا ویسے ہی بیٹھی رہے؟

الجواب اگر خاوند بھی اس کا اعتراف کرتا ہے تو اہل اثر و رسوخ کو چاہئے کہ خاوند کو مجبور کریں۔ کہ وہ کہہ دے میں نے اس عورت کو چھوڑا۔ تاکہ وہ عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔ اگر اس طرح دباؤ سے کوئی کامیابی نہ ہو۔ تو عدالتی چارہ جوئی کر لی جائے۔ بہرحال خاوند کے متارکہ یا عدالت کے فیصلے کے بغیر دوسری جگہ عقد صحیح نہ ہوگا۔

وأم زوجته وأن لم توطأ الزوجة لما تقرر أن وطئ الامهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الامهات كذا في الشامية صـ ۳۸۳ ج ۲۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فعلِ بد سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک نابالغ لڑکے سے بدفعلی کی ہے۔ تو کیا مفعول کو فاعل مذکور اپنی لڑکی دے سکتا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا ——— مستفتی حافظ عبد اللہ کریم بخش میانوالی۔

الجواب فعلِ بد سے حرمتِ مصاہرہ متحقق نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں عقد نکاح جائز ہے۔

اتى رجل رجلاً له أن يتزوج ابنته لان هٰذا الفعل لو كان في الاناث لا يوجب حرمة المصاهرة ففي الذكر أولىٰ اھ (شامی صـ ۳۸۴ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۳، ۱۲، ۹۸ ھ

خاوند حرمتِ مصاہرہ کا اقرار کرے تو تفریق ضروری ہے

ایک عورت نے مشہور کیا کہ فلاں نے اپنی بہو کے ساتھ زنا کیا ہے۔ جب کہ سسر اور بیوی انکار کرتے ہیں۔ شوہر نے صرف ایک مرتبہ اقرار کیا ہے۔ اب وہ بھی انکار کرتا ہے۔ خاوند کے اس اقرار پر تین گواہ موجود ہیں۔ عورت حاملہ ہے نکاح باقی ہے یا نہیں۔

الجواب بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں خاوند کے اقرار کی بنا پر عورت اس پر حرام ہو چکی ہے۔

رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وانكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج وان صدقه الزوج وقعت الفرقة ويجب المهر۔ (عالمگیری صـ ۵ ج ۲)

اقرار کے بعد خاوند کا انکار حکم مذکور پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ خاوند پر لازم ہے۔ کہ وہ زبانی طور پر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ عدت گذرنے پر یعنی وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔ اگر خاوند اس پر آمادہ نہ ہو۔ تو کسی عدالت سے تفریق کرا لے۔ ان دونوں صورتوں کے بغیر عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرا سکتی۔ اگرچہ خاوند پر حرام ہو چکی ہے اور اس کے قریب نہیں جا سکتی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نو سال سے کم عمر بچی کو چھونے سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

زید نے اپنی بیوی کی اس لڑکی کو جو اس کے پہلے خاوند سے ہے۔ دو مرتبہ پشت پر ہاتھ لگایا۔ جب دوسری مرتبہ ہاتھ لگایا تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں گناہ تو نہیں؟ لڑکی کی والدہ نے بتلایا کہ لڑکی کی عمر چار ماہ کم نو سال ہے۔ تو کیا اس چھونے سے حرمت ثابت ہوئی یا نہیں؟

میاں جند وڈہ قصبہ سمینہ

الجواب اگر لڑکی کی عمر نو برس نہیں ہوئی ہے یا درمیان میں کپڑا حائل تھا۔

تو حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوئی۔

وفیما بین الخمس والتسع اختلاف الروایۃ والمشائخ والاصح انہا لاتثبت الحرمۃ اھ (شامی ص ۴۸۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

اپنی بیوی کی بھتیجی سے زنا کرنے کی وجہ سے اسکی بیوی اس پر حلال رہتی ہے

۲۶/۱/۱۴۰۰ھ

ایک شخص کے گھر اس کی بیوی کی حقیقی بھتیجی ملنے کے لئے گئی۔ لیکن اس آدمی کا دل بے ایمان ہوگیا۔ اس نے رات کے گیارہ بجے کے قریب اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ مگر اس لڑکی نے شور مچانا شروع کر دیا جس سے باقی عورتیں جو اس کے قریب سوئی ہوئی تھیں جاگ اٹھیں۔ اس لئے وہ شخص اپنے ناپاک ارادے میں ناکام ہوگیا۔ صبح کو لڑکی نے والدین کو بتایا اس نے اقرار بھی کر لیا ہے جس سے ان کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی ہے۔ الغرض اس آدمی کا نکاح بیوی کے ساتھ باقی ہے یا نہیں۔

الجواب شخص مذکور کا فعل ناجائز اور خلافِ شریعت ہے۔ اس سے توبہ استغفار کرنی چاہیئے۔ لیکن اس فعلِ بد کی وجہ سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ بلکہ نکاح اس کا باقی ہے اور بیوی اس کی اس پر حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ

بندہ اصغر علی غفرلہ
معین مفتی خیر المدارس۔ ۲۷/۳/۱۱ھ

بیوی کی رضاعی ماں سے زنا کرنا بھی موجبِ حرمتِ مصاہرہ ہے

زید کی دو بیویاں تھیں۔ اللہ وسائی اور مہر مائی۔ مہر مائی کی دختر سرور مائی نے اپنی سوتیلی والدہ کا دودھ پیا۔ پھر سرور مائی کا نکاح ایک شخص مسمّی حاجی سے ہوگیا۔

اس کے بعد مسمّی حاجی کا ناجائز تعلق سرور مائی کی سوتیلی و رضاعی والدہ سے ہوگیا یعنی اس نے زنا کیا گواہوں نے بھی تصدیق کر دی۔ اب سرور مائی بالغ ہوچکی ہے۔ لہٰذا از روئے شریعت سرور مائی کا نکاح مسمّی حاجی سے ہوسکتا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں سرور مائی اپنے خاوند مسمّی حاجی پر حرام ہوگئی ہے۔ کیونکہ اللہ وسائی حاجی کی بیوی کی رضاعی والدہ ہے اور اپنی بیوی کی رضاعی والدہ سے نکاح کرنا بھی موجبِ حرمتِ مصاہرہ ہے جیسے کہ نسبی کے ساتھ۔

قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً اھ (شامیہ ص ۲۸ ج ۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں سرور مائی حاجی پر حرام ہوچکی ہے اور ان کی تفریق کسی مسلمان حاکم سے کرائی جائے۔ کیونکہ اس میں قضاء قاضی شرط ہے۔ ھکذا فی الحیلۃ الناجزہ ص ۹۸

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۷ محرم ۱۳۷۴ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان

محض جسم دیکھنے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حامد نے اپنے بیٹے زید کی بیوی کو جب کہ وہ غسل خانہ میں غسل کر رہی تھی۔ جھانک کر ایک نظر سے دیکھ لیا۔ اور حامد کے بیٹے کی بیوی نے غسل کرتے ہوئے حامد کو دیکھ لیا۔ حامد نہایت دیندار صوم و صلوٰۃ کا پابند تہجد گزار ہے۔ وہ اپنے اس عمل پر نہایت پشیمان اور شرمندہ ہے۔ کہ یہ فعل مجھ سے کیسے ہوگیا۔ جبکہ اس کے دل میں کبھی بھی بہو کے متعلق برا خیال تک نہ آیا تھا۔ بلکہ وہ اپنی بیٹی ہی تصور کرتا آیا ہے۔ غیر اختیاری طور پر یہ فعل سرزد ہوگیا ہے۔ حامد اس وقت رو رو کر استغفار کر رہا ہے۔ کہ میری سابقہ زندگی برباد ہوگئی۔ اور میں ہلاک ہوگیا۔ دیگر یہ کہ اپنے بیٹے کی بیوی اور بیٹے سے معافی مانگی جائے اگر وہ معاف کر دیں پھر کیا صورت ہے؟

الجواب زید پر اسکی بیوی حرام نہیں ہوئی۔ کیونکہ حرمت کا ثبوت فرج داخل کی

طرف نظر کرنے سے ہوتا ہے۔ شامیہ میں ہے۔

انهم اتفقوا على ان النظر بشهوة الى سائر أعضاءها لا عبرة به ماعدا الفرج (الى قوله) لان هذا حكم تعلق بالفرج والداخل فرج من كل وجه والخارج فرج من وجه والاحتراز عن الخارج متعذر فسقط اعتباره۔ (فصل فی المحرمات ص ۳۰۴ ج ۲)

حامد کو چاہیئے توبہ کے ساتھ ساتھ حسبِ توفیق خیرات بھی کر دے۔ اللہ پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ توبہ کے بعد ذھن کو اس گناہ کی طرف نہ لائیں۔ خالدہ اور زید سے تذکرہ کرنے سے کشیدگی ہو سکتی ہے اس لئے تذکرہ نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ / ۱۲ / ۱۴۰۶ھ

فرجِ داخل کو شہوت سے دیکھنے سے حرمتِ مصاہرہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت کے اندام نہانی کو عمداً دیکھا بلکہ دیکھنے میں ڈاکٹر کی طرح معائنہ کیا۔ لیکن زنا نہیں کیا۔ تو کیا اس عورت کی بچی سے نکاح کر سکتا ہے۔

مستفتی رحیم بخش منڈی یزمان

الجواب اگر شرم گاہ کا اندرونی حصہ شہوت سے دیکھا ہے یا شہوت سے بلا حائل جسم کو چھوا ہے۔ جیسا کہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہوا ہوگا تو حرمتِ مصاہرہ ثابت ہو گئی۔ مذکورہ عورت کی بچی سے نکاح درست نہیں ہے۔

وحرم أصل مزنيته وأصل ممسوسته بشهوة والمنظور الى فرجها الداخل ولو من زجاج او ماء هي فيه وفروعهن (درمختار علی الشامیہ ص ۳۸۴ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۵ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ڈاکٹر یا حکیم کو مریضہ کی نبض دیکھتے وقت شہوت پیدا ہو جائے تو حرمت کا حکم

جناب محترم المقام حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحب

اما بعد۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کی وضاحت کا طالب ہوں۔

صورت حال یہ ہے کہ زینب جو عمرو کی خالہ زاد بہن ہے۔ اس نے عمرو خالہ زاد بھائی کو کوئی کھانے کی چیز بطور ہدیہ اپنے ہاتھ سے دی۔ محض صلہ رحمی کی بنا پر اور کسی قسم کی نیت اور برا ارادہ طرفین میں موجود نہیں تھا۔ جب عمرو نے ہاتھ بڑھایا ہدیہ پکڑنے کے لئے تو اچانک دل میں یہ تصور کر لیا کہ اگر یہ خالہ زاد بہن بنام زینب میرے نکاح میں ہوتی۔ اور اس طرح اشیاء اپنے ہاتھ سے بوجہ زوجیت دیتی تو کیا خوب ہوتا۔ اس تصور کے دوران طبع میں سرور پیدا ہوا۔ اور انتشار انگیزی بھی وجود میں آئی۔ اس وقت عمرو نے سوچا کہ زینب کے ہاتھ سے ہدیہ لوں۔ کیونکہ شہوت سے ہاتھ لگ جائے گا تو گناہ ہوگا۔ اور مصاہرت ثابت ہو گی۔ لیکن ماحول اور زینب کی رنجیدگی کی وجہ سے ہدیہ زینب سے عمرو نے وصول کیا اور کچھ ہاتھ کی انگلیوں کے سرے زینب کے ہاتھ کو لگ گئے۔ بس فوراً ہاتھ ہٹا لیا۔ شہوت اور سرور کی حالت بعد میں تدریجاً ہٹ گئی۔ کیا اتنے مس کرنے سے اور تصور کرنے سے زینب کے ساتھ حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی۔ اور زینب کی لڑکی کے ساتھ عمرو کا نکاح جائز ہو گا یا نہ۔ یا کوئی حکیم یا ڈاکٹر عورت کو نبض سے پکڑتے وقت شہوت کا خیال کرے اور اسے انتشار پیدا ہو جائے تو اس ڈاکٹر کی بھی اس مریضہ عورت کے ساتھ حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی یا نہ۔

سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ شخص مذکور کو لمس سے شہوت کا ازدیاد نہیں ہوا۔ البتہ تصور سے تدریجاً شہوت کا بڑھتا گیا۔ شرم کے مارے مجھ کو وہ ہدیہ لینا نصیب نہ ہوا۔

الجواب (۱) فی الدر المختار (وحدّها) لا ای الشهوة فيهما ای المس والنظر تحرك آلته او زيادته .... به يفتى وفى رد المحتار وفرع عليه ما لو انتشر وطلب امرأته الى قوله لا تحرم أمها مالم يزدد الانتشار۔ (ص ۳۵۸ ج ۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورۃ مذکورہ میں حرمۃ مصاہرہ نہ ہوگی۔

۲- حکیم یا ڈاکٹر کو اجنبیہ عورت کی نبض پکڑتے وقت ایسی شہوت ہوئی کہ جس میں تحرک آلہ اور انتشار میں ازدیاد تھا۔ تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

احقر العباد محمد صابر غفر اللہ لہ
نائب مفتی دار العلوم کراچی

الجواب صحیح
ولی حسن غفر اللہ لہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی

الجواب صحیح۔ بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان شہر ۵/۶/۷۶ھ
جواب دار العلوم کراچی والا صحیح ہے۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ ۵/۶/۷۶ھ

محض شبہ سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہ ہوگی

ایک شخص موسم سرما میں پلنگ پر اس طرح سویا کہ پاؤں کی طرف اس کی بیوی اور لڑکی سو گئی۔ رات کے وقت نیند سے بیدار ہوا۔ تو بیوی کی پنڈلی کو پکڑا۔ بعد میں شبہ ہوا۔ کہ یہ لڑکی کی پنڈلی ہے۔ اس حادثہ کو چودہ[14]، پندرہ[15] سال گزر گئے۔ اتنا یاد ہے کہ پنڈلی کے پکڑتے وقت شہوت کا درجہ میلان قلب تھا۔ اور ممکن ہے کہ حرکت قلب ہو یاد نہیں۔ انتشار آلہ اور ازدیاد انتشار بالکل یاد نہیں۔ ظن غالب ہے کہ انتشار کا درجہ نہ تھا۔ صرف میلان تھا۔ اس حادثہ کے بعد قریب زمانہ میں بیوی سے دریافت کیا۔ کہ فلاں رات تمہاری پنڈلی کو پکڑا تھا۔ اس نے کہا کہ میری پنڈلی تھی۔ الغرض یہ شبہ رہا کہ پنڈلی بیوی کی تھی یا کہ لڑکی کی۔ مس کے وقت شہوت کا درجہ غالباً میلان قلب تھا۔ اس سے زیادہ موہوم ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ لڑکی کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ یا کم یا زیادہ۔ دریافت اب یہ ہے۔ کہ ان حالات میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی یا نہیں۔ بیوی حرام ہوگی یا نہ۔ بیوی حرام ہونے کی صورت میں متارکت فرض ہے یا نہیں۔ یا احتیاطاً بیوی کو علیحدہ رکھے یا پاس رکھے اور وہ صاحب اولاد ہے اور عمر رسیدہ ہے۔

المستفتی محمد حسن بانی ومفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔

الجواب صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ بایں وجوہ کہ

شہوت کا درجہ میلان قلب ہے۔ اور اس سے زائد تو تہم کے درجہ میں ہے۔ شریعت میں موہوم کا اعتبار نہیں۔ غلبۂ ظن ہونا ضروری ہے۔

قال فی الفتح ثم هذا الحد فی حق الشاب أما الشيخ والعنين نحدهما تحرك قلبه أو زيادته ان كان متحركا لامجرد ميلان النفس فانه يوجد فيمن لاشهوة له أصلا كالشيخ الفانی (شامیہ ص ۳۸۶ ج ۲)

ثانیاً جب قریب زمانہ میں بیوی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پنڈلی بیوی کی تھی۔ تو اب شبہ کرنا موہوم اور وسواس ہے۔ شریعت میں وساوس اور توہمات کا اعتبار نہیں۔ بلکہ غلبۂ ظن کا اعتبار ہے۔ چنانچہ عورت کے مس کرنے میں لکھا ہے۔

وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع فی أكبر رأيه صدقها (شامیہ ص ۳۸۵ ج ۲)

بہر حال صورت مسئولہ میں از روئے قواعد فقہیہ حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوئی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۳/۱۲/۱۳۷۶ھ

بیٹی سے مُتّہَم کو شرعاً کیا تعزیر لگائی جائے

ایک شخص پر ایک شخص نے شہادت دی۔ قرآن شریف کو سر پر رکھ کر کہا۔ کہ فلاں شخص نے اپنی لڑکی سے زنا کیا اور زنا کرتے خود میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ لیکن اس کی لڑکی اور وہ خود منکر ہے۔ اور نیز اس شخص پر اس کے پوتے کی زوجہ نے مجمع عام میں کہا اور خطیب شہر کے پاس شہادت دی کہ ایک رات میں اور میرے خاوند کے دادا اکیلے تھے۔ نصف رات مجھ کو کہا کہ چارپائی اندر ڈالو۔ اور جب مجھے کہا تو اس کا آلہ منتشر تھا اور مجھے اس کی بُری نیت کا خیال ہوگیا تو میں نے انکار کیا۔ کہ اندر چارپائی نہیں ڈالتی۔ انکار پر اس نے مجھ پر گھونسے چلائے اور وہ شخص گھونسے مارنے اور چارپائی اندر ڈلوانے کا اقراری ہے۔ لیکن بُرے ارادے کا منکر ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں قلبہ رانی کے لئے جا رہا تھا۔ کوٹھا اکیلا تھا۔ حفاظت مال کے لئے

اندر سونے کے لئے کہا۔ میری نیت بد نہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک عورت جو اس کی پڑوسی ہے وہ شہادت دیتی ہے کہ اس کی زوجہ مر گئی ہے۔ کئی مدت سے اس کی لڑکی اس کی حویلی میں اکیلی اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اور کئی دن صبح کو اس شخص اور اس کی لڑکی کو غسل کرتے دیکھا ہے۔ ان شہادت کی بنا پر اب اس شخص پر شہر کے مفتی نے بائیکاٹ کا حکم دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ان شہادتوں کی بنا پر عدم برتاؤ کا حکم صحیح ہے یا نہ۔ اس مفتی کے خلاف اور مفتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک چار گواہ شہادت نہ دیں تو اس پر حد نہیں آسکتی۔ لہذا ان گواہوں کی شہادت زد رہے اور یہ قابل حد قذف ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس سے عدم برتاؤ نہ کیا جائے۔ تو عوام کی جرأت اس قسم کے گناہ پر بڑھ جائے گی۔ اور اب صاف کہہ رہے ہیں کہ مولوی رشوت لے کر لڑکی کے ساتھ جماع کو جائز کہہ رہے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں از روئے سیاست مفتی ایک یا دو سال کے لئے حکم عدم برتاؤ اور مالی جرمانہ کا کر دے تو کیا لیا جاسکتا ہے۔ شخص مذکور نے سات لڑکیوں کو رقم لے کر فروخت کیا ہے۔ عام شہر کے لوگ اس سے بدظن ہیں۔

الجواب حد اور تعزیر میں رات دن کا سا فرق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زنا کے معاملہ میں جب تک چار گواہ شہادتیں نہ دیں کسی پر حد نہیں آسکتی۔ لیکن تعزیر میں اتنی شہادتیں ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ ایک شخص محض اتہام اور شبہ کی بنا پر بھی قابل تعزیر ہوسکتا ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۱۵۲۔ التعزیر یثبت مع الشبھۃ۔ درمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۹۳ ج ۵ میں ہے للقاضی تعزیر المتھم و ان لم یثبت علیہ اور تہمت کا اثبات ایک ہی عادل کی شہادت اور مستورین کی شہادتوں سے ہوسکتا ہے۔ درمختار کے مذکورہ قول کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں۔ ذکروا فی کتاب الکفالۃ ان التھمۃ تثبت بشھادۃ مستورین او واحد عدل۔ نیز درمختار میں ہے۔ وکل تعزیر للہ تعالٰی یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالٰی یقضی فیھا بعلمہ اتفاقاً بناء علیہ۔ صورۃ مسئول عنہا میں جس شخص پر سنگین بدکاری کی تہمت مذکور ہے وہ

محض تہمت و شبہ کی بنا پر بھی لائق تعزیر ہوسکتا ہے۔ لیکن وہاں تو عینی شاہد بھی موجود ہے۔ جس نے حلف اٹھا کر شہادت دی ہے تو اب اس کے قابل تعزیر ہونے میں کون سا تردد ہوسکتا ہے۔ تہمت اتنی سنگین ہے کہ اس سے درگزر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا سوال میں جس تعزیر کو تجویز کیا گیا ہے وہ ہرگز شرعاً قابل اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعزیر ایسے شخص کے لئے اقل درجہ کی تعزیر ہے۔ علاوہ ازیں عدم برتاؤ کی تعزیر ماثور بھی ہے۔ کتب حدیث و تفسیر میں اس سلسلہ کی ایک حدیث موجود ہے۔ جس کا مختصر مضمون بطور واقعہ کے یہ ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہوسکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آکر ان کے لئے یہی عدم برتاؤ کی تعزیر مقرر فرمائی اور مسجد کے ستون سے باندھے بھی رہے (خازن زیر آیت وآخرون اعترفوا بذنوبھم) تو اس مقام پر تفسیر خازن کے لفظ یہ ہیں۔ فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھم فاطلقھم وعذرھم تو معلوم ہوا کہ عدم برتاؤ کی تعزیر ایک ایسی تعزیر ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ تعزیر ہے۔ لیکن عدم برتاؤ کے لئے میعاد مقرر کرنا اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ عدم برتاؤ کا حکم اس وقت تک بحال رہنا چاہیئے۔ جب تک متہم کے اس جرم سے تائب ہونے کا بہمہ وجوہ یقین نہ ہوجائے۔ اگر ذرہ بھی اشتباہ اور اثبات کا ہو۔ کہ اس نے یہ جرم تاحال نہیں چھوڑا۔ اور اس نے جرم کے مطابق توبہ نہیں کی تو اس وقت تک اس پر تعزیر جاری رکھی جائے۔ بہرحال یہ تعزیر ماثور و شرعی تعزیر ہے۔ جس سے شرعاً انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ المسکین غلام فخر الدین گانگوی بمقام میانوالی

الجواب مالی تعزیر جرمانہ وغیرہ کرنا ناجائز ہے۔ شامی ص ۱۷۸ ج ۳ میں ہے۔ لا یاخذ مال فی المذھب قال فی الشرح ای ردالمحتار والحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذ المال۔ باقی جواب صحیح ہے۔

فقط بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان مورخہ ۲/۱۲/۱۳۷۱ھ

حرمتِ مصاہرہ ثابت ہو جانے کی صورت میں حضرت امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کی گنجائش ہے یا نہیں۔

زید شادی شدہ ہے۔ اس کی بیوی کو زید کے والد نے بشہوۃ مس کیا۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اور عورت خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے یہ مسئلہ بیان کیا۔ تو وہ بہت روئی اور پریشان ہوئی۔ کیونکہ اس کو خاوند سے بے حد محبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کیا خاوند کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ فقہ حنفی سے تو مسئلہ اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شوافع وغیرہ کے ہاں کچھ توسع معلوم ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت بتلائی جائے کہ ان دونوں کی جدائی نہ ہو۔ اور دونوں خاوند بیوی بن کر رہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں جب عورت مس بشہوۃ کی مدعیہ ہے اور خاوند کے نزدیک وہ جھوٹ بھی نہیں بول رہی بلکہ غلبۂ ظن اس کے صادق اور سچے ہونے کے ساتھ متعلق ہے۔ تو حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی اور عورت دائماً حرام ہو گئی۔ اب خاوند کو لازم ہے۔ کہ بیوی سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے اور زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا تجھے طلاق دے دی۔ اور اس مسئلہ پر آج تک کسی حنفی عالم نے فقہ شافعی پر فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی اس کو ضرورت تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسی ضرورتیں تو ہر مستفتی کو پیش آتی ہیں۔ ایسی ضرورتوں کی بنا پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا دین کو لہو ولعب قرار دینا ہے۔ جو کہ حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ خیر محمد

بندہ محمد عبداللہ ۲۴ شوال ۱۳۷۱ھ

خاوند حرمتِ مصاہرہ کا اقرار کرنے کے بعد انکار کرتا ہے تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں

اللہ وسایا کاروبار کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ گھر میں بیوی، والد اور بھائی تھے۔ رات کے وقت اللہ وسایا کا والد اور اس کی بیوی ایک مکان میں سوئے تو اس کے والد نے اللہ وسایا کی بیوی سے زنا کیا اور بھائی کو پتہ چل گیا۔ واپسی پر بھائی نے اس کو اطلاع دی۔ اللہ وسایا

نے اپنی زوجہ سے پوچھا۔ تو پہلے تو وہ خاموش رہی پھر اقرار کر لیا۔ اس پر اللہ وسایا ناراض ہو کر بیوی کو لے کر سسرال چلا گیا۔ اور اپنے سسر سے دونوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ کی حاجی کریم بخش اور موسیٰ کو بھی اطلاع ہو گئی۔ اللہ وسایا کا باپ چالاک آدمی تھا وہ اپنے بیٹے کو واپس لانے کی کوشش کرتا رہا۔ تو برادری نے ایک عالم کو بلایا۔ اس نے بیوی سے بیانات لیئے مگر کوئی فیصلہ نہ کیا۔ اب اللہ وسایا اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا اب اللہ وسایا کا والد اس فعل سے منکر ہے اور لڑکی بھی اپنے خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کی وجہ سے عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ دوبارہ اس کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
۲۵ / ۳ / ۷۲ھ

بندہ محمد صدیق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۳ / ۳ / ۷۲ھ

جواب مذکور پر حضرت مولانا فیض اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان کا شبہ

صورتِ مسئولہ میں حرمۃ مصاہرہ کے ثبوت کی کوئی وجہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہراً معلوم نہیں ہوتی۔ لہٰذا نائب مفتی صاحب خیر المدارس کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے۔ کہ تصریح فرما دیں وجہ ثبوت کی مدعیٰ علیہ پر بینہ ہیں یا اس کا اقرار ہے یا کوئی اور وجہ ثبوت کی ہے۔ ناراضگی معاف۔

فیض اللہ صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

مستفتی کے بیانات مستفتی سے معلوم ہوا کہ اللہ وسایا خاوند نے حاجی موسیٰ اور کریم بخش کے سامنے متعدد مرتبہ اقرار کیا کہ میرے والد نے میری زوجہ کے ساتھ زنا کیا ہے۔ لیکن اب والد کے سمجھانے کی وجہ سے منکر ہے۔ حاجی موسیٰ نے کہا کہ یہ لڑکی تمہارے اوپر حرام ہے۔

تم دوسرا نکاح کرلو۔ تو اس نے کہا کہ تم اس بات کو اخفا میں رکھو اور ایسے ہی رہنے دو۔ مستفتی اس شخص کو لانے کے لئے تیار ہے جس کے سامنے اس نے اقرار کیا ہے یعنی حاجی موسیٰ نیز اس کے اقرار پر دوسرا گواہ کریم بخش موجود ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

بجواب حضرت مولانا فیض اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان شہر۔

معروض ہے کہ اگرچہ اللہ دسایا اب اپنے اقرار سے منحرف ہوچکا ہے۔ لیکن اس کے اقرار پر دو گواہ موجود ہیں۔ حاجی موسیٰ، کریم بخش اور دوسرے لوگ بھی اور وہ خود بھی اپنے اقرار کو مانتا ہے۔ اگرچہ تاویل کرتا ہے کہ میں نے بہکانے سے اقرار کیا وغیرہ۔ بہرحال اقرار اللہ دسایا کا موجب حرمۃ مصاہرۃ ہے۔

عالمگیری میں ہے ص۲۷۵ ج۱ لواقر بحرمة المصاهرة يواخذ به ويفرق بينهما الخ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ والاصرار على هذا الاقرار ليس بشرط حتى لورجع عن ذلك وقال كذبت فالقاضى لايصدقه ولكن فيما بينه وبين الله تعالى ان كان كاذبا فيما اقر لاتحرم عليه امرأته

نیز واضح رہے کہ اقرار سابق کے لئے علم یقینی شرط نہیں ہے بلکہ غلبۂ ظن بھی کافی ہے شامی میں ہے۔ تحت قولہ شری أمة أبيه لم تحل له ان علم انه وطئها اھ قال العلامة الشامى فى شرح هذا القول المراد بالعلم ما يشمل غلبة الظن اذحصول العلم اليقينى فى ذلك نادر ومنه اخبار الاب بانه وطئها وهى فى ملكه الخ (شامی مصری ص۳۸۴ ج۲ ۔ فصل فی المحرمات)

بحر الرائق میں ہے ص۱۰۱ ج۳ تزوج امرأة على انها بكر فلما أراد مجامعتها وجدها مفتضة قال لها من افتضك فقالت أبوك ان صدقها الزوج بانت منه ولا مهر لها وان كذبها فهى امرأته۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ زوج کا اپنی بیوی کے قول کی تصدیق کر لینا اور اس کے کہنے پر اقرار کر لینا اقرار صحیح ہے۔ اور موجب حرمتِ مصاہرہ ہوجاتا ہے

فقط واللہ اعلم

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء

حرمۃ مصاہرہ کے گواہوں کی گواہی ایک دفعہ رد کردی جائے تو دوبارہ انہی کی گواہی کی وجہ سے حرمت کا حکم نہیں لگا سکتے۔

ایک اہم مفصل فتویٰ

مسمّی دلمیر ولد محمد نے الزام لگایا ہے کہ مسمّی زید ولد عنایت کا ناجائز تعلق اپنی ساس کے ساتھ ہے۔ یہ واقعہ پنچائیت کے سپرد کیا گیا۔ پنچائیت کے اشخاص سات ہیں۔ مذکورہ بالا اشخاص کی پنچائیت کے سامنے واقعہ پیش ہوا۔ پس پنچائیت مذکور نے مسمّی دلمیر سے گواہ طلب کئے۔ مسمّی دلمیر نے اس پر امیر ولد شاہ محمد قوم موچی مسمّی غلام رسول ولد شاہ محمد کو بطور گواہان پیش کیا۔ پنچائیت نے فیصلہ کیا کہ مدعی دلمیر پنچائیت کے سامنے حلف اٹھائے کہ میرا الزام سچ ہے اور گواہان امیر اور غلام رسول قسم اٹھائیں کہ ہم الزام مذکور کے بہ چشم گواہ ہیں۔ تو ہم پنچائیت والے ملزم زید سے طلاق لیتے ہیں۔ تو مدعی دلمیر اور گواہ غلام رسول اور گواہ امیر تینوں نے قسم اٹھانے سے انکار کردیا۔ تو پنچائیت نے فیصلہ کیا۔ کہ چونکہ دعویٰ شرعاً گواہوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ تم اور نہ تمہارے گواہ حلف اٹھاتے ہیں۔ اس واسطے ہم پنچائیت والے تجھے جھوٹا تصور کرتے ہوئے مقدمہ خارج کرتے ہیں۔ یہ واقعہ ۲۶؍۱۰؍۷۸ کا ہے۔ اب ایک سال گزر جانے کے بعد مدعی مذکور دلمیر دوبارہ کہتا ہے۔ کہ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میرا الزام سچ ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ اب ایک سال گزر جانے کے بعد قسم اٹھانا شرع شریف میں قابل قبول ہے اور جائز ہے یا ناجائز۔

تنقیح۔ سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ دلمیر اور اس کے گواہ چشم دید بات پر بیان نہیں دیتے۔ بلکہ یوں ہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت کے لئے مدعا علیہ کا اقرار یا دو گواہ عادل کا ہونا ضروری ہے۔ جو کہ صورت مسئولہ میں متحقق نہیں ہے۔ اس لئے زید مذکور کی عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔ لیکن یہ معاملہ چونکہ حلت و حرمت

کلہے اسلئے اگر زید مذکور سے حقیقت میں یہ گناہ سرزد ہوا ہے۔ تو پھر اس پر لازم ہے کہ اس عورت کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کرے اور فعل مذکور سے توبہ تائب ہو۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہٗ

الجواب صحیح
عبد اللہ غفر اللہ لہٗ

۲۱ / ۴ / ۱۳۷۸ھ

مذکورہ بالا جواب پر کچھ دنوں کے بعد ایک تحریر موصول ہوئی جو درج ذیل ہے۔

آج بتاریخ ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ کو مسمی دلمیر قوم موچی ساکن حرمل پور ضلع جھنگ اور مسمی زید ولد عنایت قوم موچی ساکن حرمل پور ضلع جھنگ مدعی علیہ حاضر ہوئے۔ مدعی مذکور نے قسم کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے زید مدعی علیہ کو دیکھا ہے۔ کہ مسماۃ عنایت ساکنہ خسانہ ضلع جھنگ کے ساتھ زنا کر رہا تھا۔ جس پر میں نے زید کی ہمشیرہ کو (جو کہ مدعی کی عورت ہے) سارا قصہ بیان کیا اور مسمی غلام رسول ولد شاہ محمد قوم موچی ساکن خسانہ ضلع جھنگ اور اللہ دتہ قوم موچی ساکن نگھیانہ نے قسم اٹھا کر بلفظ اشہد کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ مذکور عنایت مذکورہ کے ساتھ بدکاری کر رہا تھا۔ ہم نے دونوں کو خوب پہچانا۔ لہٰذا فیصلہ دیا جاتا ہے۔ کہ عنایت مذکورہ کی لڑکی زید مذکور پر ابداً حرام ہے۔ حرمت مصاہرہ کی وجہ سے اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہے۔

تحریر مذکور کا خیر المدارس کی طرف سے یہ جواب دیا گیا۔

الجواب صورت مسئولہ کے بارے میں ایک دفعہ مقدمہ خارج ہو چکنے کے بعد جناب مولانا قمر الدین صاحب کا دوبارہ اس کے متعلق گواہی لینا اور فیصلہ کرنا شرعاً درست نہیں۔ کیونکہ پہلی مرتبہ دلمیر کے گواہوں کی گواہی رد کی جا چکی ہے اور شہادت کے متعلق اصول ہے۔ کہ ایک دفعہ مردود ہونے کے بعد اس حادثہ میں دوبارہ شہادت قابل سماعت نہیں ہوتی۔ قال صدر الشریعۃ

اذا ردّت مرۃ فی حادثۃ لا تقبل فیہا ابداً (شرح وقایہ ص ۲۹۵ ج ۲)

نیز یہ حرمت مصاہرہ حقوق اللہ میں سے ہے۔ جس میں بلا دعویٰ شہادت

مسموع ہے (شامی ص ۳۸۶ ج ۴) اور ان میں تقادم حادثہ ایک قول کے مطابق مُسقط شہادت ہے۔ اور تقادم ایک شبہ کے ساتھ مقدر ہے۔ تو گواہان مذکور کی گواہی اگر قبل ازیں مردود نہ بھی ہوتی تو بوجہ تقادم کے ساقط ہو جانی چاہیے تھی۔ چہ جائیکہ وہ پہلے سے مردود ہے۔ لہٰذا جناب موصوف کا فیصلہ قواعد کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات اور غیر صحیح ہے اور ہمارا سابقہ فتویٰ بالکل درست ہے کہ حرمت مصاہرہ ثابت نہیں۔ مخفی نہ رہے کہ ہمارے زمانہ میں استحلافِ شہود جائز ہے

(صرح بہ فی البحر ص ۶۹ ج ۷)

وفی التہذیب للقلانسی وفی زماننا لما تعذرت التزکیۃ بغلبۃ الفسق اختار القضاۃ کما اختار ابن ابی لیلیٰ استحلاف الشہود بغلبۃ الظن الخ قلت ولا یضعفہٗ ما فی الکتب المعتبرۃ کالخلاصۃ والبزازیۃ من انہ لا یمین علی الشاہد لانہ عند ظہور عدالتہ والکلام عند خفائہا خصوصاً فی زماننا الخ

اور پنچائیت کا دلمیر کے گواہوں کی گواہی کو رد کرنا بوجہ انکار حلف درست متصور ہوگا۔ نیز واضح رہے کہ قضاءً یہی فیصلہ ہے۔ جو مذکور ہوا۔ لیکن اگر فی الواقع زید سے یہ فعل شنیع واقع ہوا ہے۔ تو دیانتاً اس پر واجب ہے کہ فوراً اپنی بیوی کو طلاق دے کر الگ ہو جائے۔ ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ گواہوں کو علم ہونا الگ بات ہے۔ لیکن خود زید تو اپنی حرکات کو خوب جانتا ہے اور حق تعالیٰ سبحانہٗ کو بھی پورا علم ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۲ / ۷ / ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اس کے بعد حضرت مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی دامت برکاتہم کی طرف سے پھر ایک تحریر موصول ہوئی۔ جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصورة النفس الامرية هذه انه لما جائتنى حامل القرطاس الذى نمقت فيه اولاً قال ان المدعى نكل عن دعواه كما امتنع عن الحلف وكذ الشهود فبنكولهم كتب ان حكم پنچائت صحيح ولما ارسلوا الى المدعى ومن ادعى عليه والشهود وثبت ان المدعى امتنع عن الحلف فقط كما ان الشهود امتنعوا عن الحلف فقط واما عن الدعوى والشهادة فلانهم باقون مستبدّون مستقلون عليها الى الأن وقد ادعى المدعى المذكور حسب ما ادعى عند پنچائت واشهد الشهود على المدعى عليه بعد انكاره حكم بثبوت حرمة المصاهرة هٰذا هو الواقع۔ واما من ردقولى فلا يعلم ان رد الشهادة لا يعتبر الا بوجه صحيح كما فى فتاوى الامام الغزى على صفحة ص۲۰۰ وامتناع المدعى والشهود عن الحلف ليس له وجه شرعى حتى يرد الشهادات والدعوى بذلك وفى المناقب الكردرى اعلم ان تحليف المدعي والشاهد امر منسوخ بطلانه والعمل بالمنسوخ حرام وقد ذكر فى فتاوى القاعدى وخزانة المفتين ان السلطان اذا امر قضاته بتحليف الشهود يجب على العلماء ان ينصحوا السلطان ويقولوا له لا تكلف قضاتك امرًا ان اطاعوك يلزم منه سخط الخالق وان عصوك يلزم منه سخطك الى أخر ما فيها (الاشباه والنظائر وشرحه للحموى ص۳۳۸ ص۳۳۹ ج۲) فالعجب كل العجب بمن يجعل الامر الباطل الحرام الموجب سخط الخالق وجها شرعيا لرد الدعوى والشهادة الحق ان حرمة المصاهرة ثابتة قطعًا يقينًا ومن قال خلاف ذالك فلا يصغىٰ اليه ولا يعبأ بما يقول۔

حرره المفتقر قمر الدين السيالوى

۲۹ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ

الجواب ہمارے سابقہ فتوٰی کے بارے میں بعض علماء نے جو عربی میں رد تحریر فرمایا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض گواہوں کو پنچائت کے رد کی بناپر مردود الشہادۃ نہ بھی قرار دیا جائے تو بھی تقادم حادثہ کے سبب ان کی شہادت مردود ہوگی (جیسا کہ ہم اپنے سابقہ فتوٰی میں تحریر کرچکے ہیں) اس لئے کہ حرمتِ مصاہرت حقوق اللہ میں سے ہے (شامی ص۳۸۶ ج۴) اور تقادم حادثہ حقوق اللہ میں مسقط شہادت اور موجب تفسیق شہود ہے۔ خصوصاً جبکہ زوجین بدستور اکٹھے رہ رہے ہوں۔ اور شاہدین یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود عدالت میں پہنچ کر ان میں تفریق نہ کرائیں۔

کما صرح به غير واحد۔ علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں فرماتے ہیں۔

وانما قيدنا بحقوق العباد لما فى القنية اجاب المشائخ فى شهود شهدوا بالحرمة المغلظة بعد ما اخروا شهادتهم خمسة ايام من غير عذر انها لا تقبل ان كانوا عالمين بانهما يعيشان عيش الازدواج ثم نقل عن العلاء الحمانى والخطيب الانماطى وكمال الائمة البياضى شهدوا بعد ستة اشهر باقرار الزوج بالطلقات الثلاث لا تقبل اذا كانوا عالمين بعيشهم عيش الازدواج وكثير من المشائخ اجابوا كذلك فى جنس هذا وان كان تاخيرهم بعذر تقبل مات عن امرأة وورثته فشهد الشهود انه كان اقر بحرمتها حال صحته ولم يشهدوا بذلك حال حياته لا تقبل اذا كانت

(البحر ص۶۳ ج۷)

هذه المرأة مع هذا الرجل وسكتوا الا انهم فسقوا

متى اخر شاهد الحسبة شهادة بلا عذر فسق

۲- درمختار میں ہے۔

فترد (درمختار على حاشية ابن عابدين ص۳۸۶ ج۴)

وجہ اس رد شہادت کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اب کسی دنیوی عداوت کے سبب مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے رہے ہوں۔ ورنہ اتنی مدت تک تاخیر کی کیا وجہ۔ مخفی نہ رہے کہ بعض مقامات میں جو تقادم کو پندرہ سال وغیرہ سے محدود کیا گیا ہے یہ اس وقت

ہے کہ جب دعویٰ حقوق العباد کے بارے میں ہو۔ جن میں سماعت شہادت کے لئے تقدم دعویٰ شرط ہے۔ حقوق اللہ میں ایسا نہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور دیگر کتب فقہ میں مصرح ہے۔ نیز تنازعہ ہذا کا ایک دفعہ پنچائت میں پیش ہو جانا مانع تقادم نہیں۔ جبکہ دوبارہ موصوف کے پاس پورے سال بھر کے بعد پیش کیا گیا۔ کیونکہ دونوں دعواجات کی درمیانی مدت ایک ماہ سے زائد ہے۔ جس سے تقادم کو مقدر کیا گیا ہے۔

کما صرح به فی الشامی فی بحث الرابع عدم سماعها حیث تحقق ترکها هذه المدة فلو ادعی فی اثنائها لا یمنع بل تسمع دعواه ثانیا ما لم یکن بین دعوی الاولی والثانیة هذه المدة (شامی ص۳۹۳ ج۴ بحث من الدعوی فی حقوق العباد خمس عشر سنة)

خواجہ قمر الدین صاحب نے تحلیف شہود کو جو امر ممتنع باطل اور اس پر عمل کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ سو اولاً تو گزارش ہے کہ اگر یہ صحیح ہے۔ تو موصوف نے پنچائت کے فیصلہ کی تصدیق کیسے کی۔ حالانکہ وہاں بھی امتناع عن الحلف تھا رجوع نہ تھا۔ عربی تحریر میں نکول مدعی اور شہود کا تذکرہ بھی غلط ہے۔ نیز بعد میں جو فریقین تنازعہ موصوف کے پاس لے گئے ہیں۔ تو خود موصوف اس حرام یعنی تحلیف شہود کے کیوں کر مرتکب ہوئے۔ اور کیا موصوف کے اس دانستہ ارتکاب حرام کے بعد متذکرہ فیصلہ پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ثانیاً یہ درست ہے کہ اصل مذہب میں تحلیف شہود نہیں۔ جیسا کہ اصل کتب مذہب میں مسطور ہے۔ البتہ تزکیۂ شہود کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جب بوجہ غلبہ فسق تزکیہ متعذر ہو جائے تو بعض فقہاء نے تحلیف شہود کو اختیار فرمالیا ہے۔ جیسا کہ بحوالہ بحر سابقہ فتویٰ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اور صاحب درمختار نے بھی اسے نقل کیا ہے اور فرمایا۔

اقره المصنف ثم نقل عنه عن الصیرفیة تفویضه للقاضی قلت فلا تنافیه ما مر عن الاشباه (ص۳۸۸ ج۴)

شامی میں سابقہ فتویٰ میں خود صاحب بحر کی طرف سے دونوں لفظوں میں

تطبیق بھی ذکر کی گئی تھی۔ تاکہ دوسری عبارات سے کسی کو دھوکہ نہ ہو کہ عدم تحلیف شہود ظہور عدالت کے وقت ہے اور تحلیف اس کے خفاء کے وقت۔ تو اب جو عبارات تحلیف شہود کے عدم جواز پر پیش کی گئی ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں۔ پس ہمارے زمانے میں اگر کوئی قاضی وغیرہ کسی مقدمہ میں تحلیف شہود کو ضروری سمجھے تو شاہدین کو قسم کھانا ضروری ہوگا اور انکار حلف کی صورت میں اگر قاضی کا غلبہ گمان یہ ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اسے گواہان مذکور کو رد کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ تو پنچائت کی شہادت کو بوجہ انکار حلف رد کرنا درست متصور ہوگا۔ نیز موصوف نے جو عبارت اشباہ سے نقل کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کے لئے تحلیف شہود کا قانون بنانا درست نہیں۔ کہ ہر گواہ سے قسم لینا ضروری ہو اور حاکم اس کا مکلف ہو۔ اور یہ مطلب نہیں کہ کسی خاص مقدمہ میں اگر کوئی قاضی حلف لینا ضروری سمجھے تو اس کی بھی اجازت نہیں

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفی عنہ
۲۹/۸/۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ

هذا الجواب وما اشبهه حق والحق احق ان یتبع وما عارض الحق الا صاحب الفساد فلا یکون علی قوله الاعتماد ربنا لا تزغ قلوبنا بالتعنت والالحاد وانا الافقر الراجی الی رحمة ربه الاحد۔

خیر محمد
مدیر المدرسہ خیر المدارس بملتان
۳۰/۸/۱۳۷۹ھ

جمہور فقہاءِ امّت حرمتِ مصاہرہ کے قائل ہیں اور اس کے حوالہ جات

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سگے بیٹے کی بیوی کے پستان خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ کھینچے یعنی مسلے۔ اور بیٹا خود اس عمل کو دیکھ کر اپنی بیوی کو گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ کیا معافی کی کوئی صورت ہے؟ اور باپ کے اوپر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ عورت کے پانچ بچے ہیں، بڑے کی عمر سات سال ہے۔

الجواب یہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ یہ کہہ دے میں نے اس عورت کو چھوڑا۔ تاکہ بعد از عدت وہ دوسری جگہ نکاح کر سکے۔ ولا تذروھا کالمعلّقۃ کذا فی عامۃ کتب الفقہ۔

چند دلائل لکھنا ضروری تو نہیں۔ کیونکہ دلائل کو سمجھنا اور ان کے ضعف و قوت کو معلوم کرنا عام آدمی کا کام نہیں۔ لیکن چونکہ سوال کے متعلق کسی غیر مقلد کا فتویٰ بھی بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا ہم فتویٰ کی قابل جواب عبارتوں پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں۔

(۱) مجیب مذکور نے حرمتِ مصاہرہ کے مسئلہ کو کوفی شریعت قرار دیا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اس کوفی مذہب کا جمہور علماء اسلام نے انکار کیا ہے۔ ہم یہ بدگمانی تو نہیں کرتے کہ مجیب مذکور کو پتہ ہونے کے باوجود کہ یہ مذہب احناف کے علاوہ کس کس کا ہے۔ پھر بھی اس کو صرف حنفیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔ بلکہ حسنِ ظن کی بنا پر یہی سمجھتے ہیں کہ مجیب مذکور کو چونکہ پتہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اسے صرف حنفیہ کا مذہب کہا ہے۔ یہ بتانے سے قبل کہ جمہور امّت میں سے حرمت مصاہرہ کا کون کون قائل ہے۔ یہ گزارش ضرور کریں گے۔ کہ اگر علمی معلومات اس درجہ کم ہوں تو شریعت کے ایسے اہم مسائل میں فتویٰ دینے اور بحث کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار أو کما قال۔

بہرحال یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، عمران بن حصینؓ، جابرؓ، اُبیؓ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہی مسلک ہے۔

جمہور تابعین مثلاً حسن بصری، شعبی، نخعی، اوزاعی، طاؤس، مجاہد، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، حماد، ثوری، اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ کی ایک روایت اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ مجیب مذکور کو ان اسماء گرامی سے اندازہ ہو جائے گا۔ کہ جمہور فقہاء کس مسلک کے پیروکار تھے۔

(۲) مجیب مذکور فرماتے ہیں کہ شریعت محمدیہ میں ان مسائل کا نام و نشان ہی نہیں ہے اور ان پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ یہ لکھنے کے بعد کہ یہ مسلک اتنے جلیل القدر صحابہ و تابعین اور ائمہ کا ہے۔ کسی دلیل کی حاجت تو نہیں رہتی مگر پھر بھی فاضل مجیب کی علمیت میں اضافہ کرنے کے لئے چند دلائل لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اٰباءکم الاٰیۃ نکاح کا حقیقی معنیٰ وطی ہے۔ یعنی جن عورتوں سے تمہارے آباء نے وطی کی ہے۔ تم ان سے وطی نہ کرو۔ حاصل یہ ہے کہ باپ کی موطوئہ بیٹے کے لئے حرام ہے۔ باپ نے وطی حلال کی ہو یا حرام۔ کیونکہ اصل سبب حرمت وطی ہے نہ کہ نکاح۔ نکاح صحیح میں جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس کا سبب بھی وطی ہے نہ کہ نفس نکاح۔ اور اثبات حرمت کے لئے وطی کو مقید بحلال کرنا زیادۃ علی الکتاب ہے۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا۔ کیا میں اس عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہوں۔ تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا (فتح ص ۱۱۹ ج ۳)

۳۔ عن ابن جریج ان النبی علیہ السلام قال فی الذی یتزوج المرأۃ فیغمز ولا یزید علی ذلك لا یتزوج ابنتہا اھ

۴۔ روی الجوزجانی باسنادہ عن وھب بن منبہ قال ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وابنتہا۔ اھ

۵۔ اخرج ابن ابی شیبۃ مرفوعاً من حدیث ام ھانی من نظر الی فرج امرأۃ لم تحل لہٗ امہا ولا ابنتہا اھ

۶۔ اخرج ابن ابی شیبۃ بسندہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ھکذا اھ

۷۔ بیہقی نے یہی روایت حجاج بن ارطاۃ کے واسطہ سے ام ہانی سے نقل کی ہے۔ اور حجاج مسلم کے رواۃ میں سے ہیں مزید احادیث و آثار کتب میں موجود ہیں۔ ہم خوف طوالت کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ فاضل مجیب نے اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے کیسے کہہ دیا۔ کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ مسلک کے خلاف دلائل کا نقل نہ کرنا تو ایک بات بھی ہے گو انصاف کے خلاف ہے۔ مگر فریق مخالف کے دلائل کا سرے سے انکار ہی کر دینا یہ جرأت تو فاضل مجیب میں ہی دیکھی ہے۔

(۳) فاضل مجیب نے جن دلائل کی بنا پر فتوٰی دیا ہے۔ اب ذرا ان کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو۔ سب سے پہلے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کی ہے۔ اس کی سند میں اسحٰق بن ابی خمرہ موجود ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں۔ بلکہ عراق کے کسی قاضی کا کلام ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے جو روایت نقل کی جاتی ہے۔ اس میں عثمان بن عبد الرحمٰن وقاصی موجود ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ امام بخاریؒ امام ابوداؤدؒ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ ھو لیس بشئی۔ فاضل مجیب نے جن دلائل کی بنا پر اتنا طویل و عریض فتوٰی لکھا ہے۔ ان میں سے سند کے اعتبار سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ اب بتائیں کہ دلائل ان کے پاس نہیں ہیں یا احناف کے پاس۔

الحاصل: مذکورہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جبکہ مس بلا حائل ہوا ہو اور انزال بھی نہ ہوا ہو۔ اس غلط فتوٰی سے وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ فتوٰی میں جواب کم اور احناف پر اعتراضات زیادہ کئے گئے ہیں۔ ہم ایسی باتوں کو فتوٰی اور عالمانہ شان کے منافی سمجھتے ہوئے ان کے جواب سے گریز کرتے ہیں۔

ع۔ گفتگو آئین درویشی نبود۔ ورنہ باتو ماجراہا داشتیم۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
۷/۱۲/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

حرمتِ مصاہرہ میں گواہ نہ ہوں تو خاوند کا تصدیق کرنا ضروری ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارے میں۔ کہ ایک عورت ہندہ مسمی زید کی منکوحہ مدخولہ ہے۔ اس کے بطن سے دو بچے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ جو کہ بقید حیات ہیں۔ زید کے والد حقیقی نے ہندہ (اپنی بہو) کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔ خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آیا ہندہ زید کے حق میں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ اس واقعہ میں زید اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ میرے باپ نے یہ فعل بد کیا ہے۔

اللہ بچایا ولد حاجی ملک وزیر احمد

الجواب: بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مسمات ہندہ مسمی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ہے۔

قال فی الفتح وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بأن یصدقہا ویقع فی اکبر رأیہ صدقہا وعلی ھذا ینبغی أن یقال فی مسہ ایاہا لاتحرم علی ابیہ وابنہ الا أن یصدقاہ او یغلب علی ظنہما صدقہ ثم رأیت عن ابی یوسف مایفید ذلک اھ (ص۲۸۰ ج۲ شامی)

زید کو چاہیے کہ وہ ہندہ کو فوراً علیحدہ بھی کر دے اور اسے کہہ دے کہ میں نے ہندہ کو چھوڑ دیا (طلاق دی) اس کے بعد ہندہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ وبحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ (ص۲۸۳ ج۲ شامیہ)

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۶/۷/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفی عنہ
خیر المدارس ملتان

رضاعت کے مسائل

بیوی کی رضاعی ماں سے نکاح کر لیا جائے تو دونوں حرام ہوگئیں دونوں کو چھوڑنا ضروری ہے

مسماۃ پیراں مائی میری سرپرستی میں ہے۔ میری ماموں زاد بہن بھی ہے اب وہ جوان ہے۔ متوفی والد صاحب مذکورہ نے اپنے پیچھے دو بیوگان کو چھوڑا ہے متوفی نے مذکورہ کا نکاح بوقت نابالغی باز محمد سے پڑھ دیا۔ نکاح کے رجسٹر میں اس لڑکی کا انگوٹھا رضامندی کا ابھی تک نہیں لگا ہے۔ مسمی باز محمد نے اس لڑکی کی رضاعی ماں سے شادی کرلی ہے۔ مذکورہ اپنی ماں کا دودھ بھی پی چکی ہے۔ تو مذکورہ لڑکی مسمیٰ باز محمد کے نکاح میں رہی ہے یا نہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں پیراں جو کہ اپنی سوتیلی ماں کی رضاعی بیٹی ہے کا نکاح چونکہ اس کے باپ نے حالت نابالغی میں کر دیا تھا اس لئے نکاح صحیح ہوا اور دوسرا نکاح جو کہ باز محمد نے اس کی سوتیلی ماں جو کہ اس لڑکی مذکورہ کی رضاعی ماں بھی ہے سے کیا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ رضاعی ماں اور رضاعی لڑکی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ (والدلیل علیہ قول العالمگیریہ ص ۲۷۷ ج ۲)

والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداھما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینھما برضاع او نسب ـــــ اور جن دو کو جمع کرنا جائز نہیں انہیں سے جس سے بعد میں نکاح کیا ہو اسی سے نکاح فاسد ہوتا ہے۔ والدلیل علیہ وان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ۔

نوٹ: باز محمد پر لازم ہے کہ دوسری بیوی کو علیحدہ کردے اور اس عورت پر عدت لازم ہے اور نسب اسی خاوند سے ثابت ہوگا اور عورت کے لئے مہر مقررہ اور مہر مثل میں سے جو اقل ہو وہ دینا پڑے گا۔ بشرطیکہ باز محمد دوسری عورت سے دخول کر چکا ہو۔ والدلیل علیہ قول العالمگیریہ وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر ویجب الاقل من المسمی ومن المھر المثل وعلیھا العدۃ ویثبت النسب۔ (نوٹ) صورت مسئولہ میں پہلی بیوی بھی حرام ہوگئی۔ حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی وجہ سے کیونکہ جب اس نے اس کی رضاعی ماں سے جماع کرلیا تو اب اس کی پہلی بیوی حرام ہوگئی۔ لہٰذا جس طرح دوسری بیوی کو چھوڑنا لازم ہے پہلی کو بھی چھوڑنا لازم ہے حرمت مصاہرت کے لئے فسخ یا طلاق کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے خاوند کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ طلاق دے۔ ورنہ عدالت سے فسخ کرالیا جائے ـــــ فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبداللہ

رضاعت میں نفی کی گواہی قبول نہیں۔

زوجہ نے شہادت میں رضاع بین المتناکحین کو ثابت کیا اور زوج نفی رضاع پر شہادت پیش کرے تو کیا یہ شہادت شرعاً صحیح و مقبول ہے۔؟

الجواب شہادتِ نفی غیر معلوم بالتواتر پر مقبول نہیں۔ شامی باب الیمین فی البیع میں ہے۔

(قولہ لو تقبل الخ) حاصلہ انہ لا یفصل فی النفی بین ان یحیط بہ علم الشاھد فتقبل الشہادۃ والا فلا بل لا تقبل علی النفی مطلقاً۔

الجواب صحیح، سراج محمد | حررہ عبدالواحد خانپوری

صورت مسئولہ میں اگر رضاع پر دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل ہیں تو رضاع ثابت ہوجائے گی اور نفی رضاع پر گواہی معتبر نہیں

والجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

سفید پانی سے بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی

بڑی بہن اور چھوٹا بھائی ممتاز اکٹھے سوئے تھے جبکہ بڑی بہن کی لڑکی کی عمر تقریباً دو ماہ سے فوت ہوچکی ہے تو ممتاز نے اپنی بڑی بہن کے پستانوں کو چوسا جبکہ اس کی بڑی بہن کا بیان ہے کہ میرا دودھ خشک ہوچکا تھا سفید پانی آتا تھا، مسمی ممتاز احمد کی عمر تقریباً دو سال تھی۔ کیا مسمی ممتاز احمد کی رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں، اگر ہوتی ہے تو کیا ممتاز احمد کی لڑکی نامرہ اور اس کی بڑی بہن کے لڑکے طارق کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب مسماۃ نامرہ اور طارق کا آپس میں نکاح نہ کیا جائے۔ یہ سفید پانی درحقیقت دودھ ہے جو کسی وجہ سے متغیر ہوگیا ہے لہٰذا یہ رشتہ نہیں ہوسکتا۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الحدیث، فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

اگر ممتاز نے دودھ ۲½ سال کے اندر پیا ہے تب تحریم ثابت ہوگی۔ فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی۔ (درمختار علی الشامی ص ۲۲۴ ج ۲)

والجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفی عنہ

رضیعہ کا نکاح رضاعی باپ کی دوسری بیوی کی اولاد سے بھی درست نہیں

ہندہ، خالدہ کی رضیعہ ہے، خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب ہے، کیا ہندہ کا نکاح خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب کی اولاد سے ہوسکتا ہے۔

الجواب ہندہ کا نکاح خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب کی اولاد سے بھی جائز نہیں۔

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من هذا الرجل أو غیرہ قبل هذا الارضاع أو ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع وأخواته وأولادهم أولاد اخوته وأخواته الخ۔ (عالمگیری ص۳۴۳ ج۱)

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
	۶/ ۲/ ۱۳۸۷ھ

رضاعت کے عادل گواہ موجود ہوں تو غیر مدخولہ ہونے کی صورت میں فسخ قاضی کی کوئی ضرورت نہیں

غیر شادی شدہ (غیر مدخولہ) عورت کے ہاں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت رضاعت گزری جس پر اس نے اپنا نکاح فسخ کرکے بذریعہ درخواست مجسٹریٹ سے تفریق کی طالب ہوئی جس نے گواہ نفی رضاعت مقدم رکھ کر فیصلہ عدم رضاع دیا۔ کیا شرعاً نکاح رہا یا نہ؟

الجواب بوجہ غیر مدخولہ ہونے کے تفرق ابدان سے نکاح فسخ ہوگیا۔ قضاء قاضی کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ رضاعت سے نکاح فاسد ہوا جس میں غیر مدخولہ کے فسخ نکاح کے لئے تفریق ابدان کافی ہے اور مدخولہ کے لئے قضاء قاضی ضروری ہے جبکہ زوج متارکہ نہ کرے، فیصلہ قانونی برخلاف فتویٰ شرعیہ ہونے کے کالعدم ہے مگر دفع جرم قانونی ازدواج مکرر سے بچنے کے لئے تجدید نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے۔ شامی ص۵۶۹ ج۲ میں ہے:-

قولہ وحجتہ حجۃ المال وهی شهادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنها حق العبد الخ الحاصل ان المذهب عندنا ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ الرضاع والمصاهرۃ بل یفسد وفی الفاسد لابد من تفریق القاضی او المتارکۃ بالقول واللہ اعلم۔

(از دار الافتاء سراج العلوم خان پور)

اگر رضاعت کا ثبوت عینی شہادت سے ہو جاوے اور شہادت میں تمام شرائط ملحوظ ہوں تو ثابت ہوا کہ عورت نکاح کے وقت محرمات میں سے تھی اور نکاح محارم باطل ہے کما هو قولهما وهو المفتیٰ به تو تفریق کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر اس نکاح کو فاسد بھی کہا جائے۔ کما هو قول الامام تو بھی علیٰ وفق جواب المجیب، عورت مذکورہ کو فسخ نکاح اول اور تجدید نکاح کا اختیار حاصل ہے۔

الجواب صحیح	واللہ اعلم
محمد عبداللہ غفر لہ	محمود عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان	مفتی قاسم العلوم ملتان

تین سال کی عمر میں دودھ پینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکے نے کچھ دن اپنی نانی کا دودھ پیا اس وقت لڑکے کی عمر تین سال تھی اور اسکے ساتھ اسکی خالہ نے بھی دودھ پیا جس کی عمر ۵ یا ۶ دن تھی اس لڑکے کا نکاح بڑی خالہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح خالہ کی لڑکی سے شرعاً درست ہے کیونکہ تین سال کی عمر میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

فی وقت مخصوص هو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندهما وهو الاصح، فتح: وبه یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون (درمختار علی الشامیۃ ص۴۴۷ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور

رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے رضاعت کی گواہی دینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ میں اپنے لڑکے کا نکاح اپنی بھانجی سے کرنا چاہتا ہوں ایک شخص کچھ دنوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ اس لڑکے اور لڑکی نے اپنی نانی کا دودھ پیا تھا۔ اس بات کا قائل شخص مذکور کے علاوہ اور کوئی نہیں اور ان بچوں کی نانی بھی فوت

ہوگئی ہے اس شخص نے یہ باتیں اسوقت کہنی شروع کیں جب اس کو یہ رشتہ مانگنے پر نہ ملا۔ آیا اس ایک شخص کے کہنے سے حرمت ثابت ہو گی یا نہ ؟

الجواب: برتقدیرِ صحتِ واقعہ اگر آپکے لڑکے اور بھانجی نے نانی کا دودھ نہیں پیا تو ان کا عقدِ نکاح شرعاً درست ہے محض ایک آدمی کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ والرضاع حجتہٗ حجۃ المال وھی شھادۃ عدلین أو عدل وعدلتین (درمختار علی الشامیۃ ص۴۲۸ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد انور

مزنیہ کی رضیعہ سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات تھے خالدہ نے ہندہ کا دودھ پیا تھا تو کیا زید ہندہ کی رضیعہ خالدہ سے نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب: زانی مزنیہ کی رضاعی اولاد سے نکاح نہیں کرسکتا کیونکہ مزنیہ عورت زانی کے اصول وفروع پر خواہ وہ نسبی ہوں خواہ رضاعی حرام ہے اسی طرح مزنیہ کے اصول وفروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی زانی پر حرام ہیں لہذا زید خالدہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔ أراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی أصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً وحرمۃ أصولھا وفروعھا علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطء الحلال۔ (بحر الرائق ص۱۰۸ ج۳ فصل فی المحرمات)

فقط واللہ اعلم ،

محمد انور
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

سوئے ہوئے بچے کے منہ میں پستان دے دیا تو حرمۃ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بچہ نیند کی حالت میں سویا ہوا تھا

کہ ایک عورت نے اسی حالت میں پستان اس کے منہ میں دے دیا بچے کی طرف سے دودھ چوسنے کے بارے میں کوئی حرکت نہیں ہوئی بچہ بدستور سویا رہا پستان منہ سے نکالنے کے بعد بھی بچہ سویا ہوا تھا۔ تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی؟

الجواب: حرمتِ رضاعت اسوقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور پر دودھ کے حلق تک پہنچنے کا یقین نہ ہوجائے۔

فلو التقم الحلمۃ ولم یدر أدخل اللبن فی حلقہ أم لا لم یحرم لان فی المانع شکا (الدر المختار ص۴۳۹ ج۲)

لو أدخلت الحلمۃ فی فی الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمۃ بالشک۔ (رد المحتار ص۴۳۹ ج۲) فقط واللہ اعلم ، محمد انور
۱۴۰۶/۲/۱۱

دودھ پینے کے بعد قے کر دی تو بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری والدہ نے میری پھوپھی زاد بہن کو دو مرتبہ دودھ پلایا اور اس نے قے کر دی اب میرے والدین اس لڑکی سے میرا نکاح کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: برتقدیرِ صحت واقعہ جس بچی نے آپکی والدہ کا دودھ پیا ہے اس سے آپکا نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ دودھ پینے کی وجہ سے وہ لڑکی آپ کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن سے شرعاً نکاح درست نہیں قے کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ یہ دودھ پینا مدتِ رضاعت میں ہوا ہو۔

ویثبت بہ وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ أو أنفہ (درمختار علی الشامیۃ ص۴۳۹ ج۲)

فقط واللہ اعلم۔

محمد انور ۵/۱۲/۱۴۱۲ھ

ناک کان میں دُودھ ڈالنے سے رضاعت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ کسی مرض کی وجہ سے عورت کا دودھ بچے کے کان : ناک : آنکھ میں ڈالا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر استعمال کرلیا تو ایسا کرنے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب بغیر کسی عُذر کے عورت کا دودھ استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ بطور دواء اسوقت استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب مسلمان حاذق حکیم تجویز کرے کہ اس کے علاوہ کوئی دواء کارگر نہ ہوگی۔

والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح (درمختار ص ۴۲۸ ج ۲)

وفی الشامیة قیل یرخصُ اذ علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیه الفتوی۔ ص ۴۲۸ ج ۲

اگر مدتِ رضاعت میں منہ اور ناک کے ذریعے دودھ استعمال کیا تو رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ مگر کان کے ذریعے استعمال کرنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ویثبت به وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غیر۔ (درمختار باب الرضاع) (ص ۴۳۹ ج ۲)

ثم أجاب بان المراد بالمص الوصول الی الجوف من المنفذین (شامی ص ۴۴۰ ج ۲)

ولا الاحتقان ولا اقطار فی أذن واحلیل وجائفة وآمة

(درمختار ص ۴۴۴ ج ۲ علی الشامیة باب الرضاع) فقط واللہ اعلم،

محمد انور،

حُرمت کے لئے وقتِ رضاعت ایک ہونا ضروری نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کیا حُرمتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ لڑکی اور لڑکے نے اکٹھے دُودھ پیا ہو اگر لڑکی نے بیس سال پہلے اور لڑکے نے بیس سال بعد

دودھ پیا ہو تو کیا حُرمتِ رضاعت پھر بھی ثابت ہوگی۔؟

الجواب جب دو بچوں نے ایک عورت کا دُودھ پیا ہے تو ان میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوگئی تقدیم وتاخیر کا اعتبار نہیں۔

ولا فرق فی التحریم بین الرضاع الطارئ والمتقدم کذا فی المحیط (عالمگیری ص ۳۴۵ ج ۱)

قوله وان اختلف الزمن کأن أرضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنة مثلاً وکان کل منهما فی مدة الرضاع (شامی ص ۴۴۳ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور، ۱۱/۲/۱۴۰۷ھ

مُردہ عورت کا دُودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک بچی کو مردہ عورت کا دودھ پلا دیا جائے کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ بدلیل جواب دیں۔

بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا، المستفتی، محمد ارشاد جھنگوی

الجواب بر تقدیرِ صحتِ واقعہ صُورتِ مسئولہ میں جس بچی نے مُردہ عورت کا دودھ پیا ہے اُس کی حرمتِ رضاعت ثابت ہوگئی۔

ولبن الحیة والمیتة سواء فی التحریم کذا فی الظهیریة۔ (عالمگیری ص ۳۴۴ ج ۱ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

واذا حلب لبن المرأة بعد موتها فاوجر الصبی تعلق به التحریم (ہدایہ ص ۳۳۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور ۲۷/۱۲/۱۴۱۷ھ

از خود دُودھ اُتر آئے تو حُرمت صِرف مرضعہ سے ثابت ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ اصغر نے کبریٰ سے نکاح کیا ایک عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی بدوں اولاد ہی کبریٰ کو دُودھ اُتر آیا اور اس نے وہ دودھ ایک بچی کو پلایا۔ کیا مذکورہ بچی کا نکاح اصغر کے اس لڑکے سے ہو سکتا ہے جو پہلی بیوی سے ہے۔

الجواب بدوں ولادت دودھ اُتر آئے تو حرمت کا تعلق صرف مرضعہ سے ہوگا لہٰذا اس لڑکی کا نکاح خاوند کی پہلی بیوی کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔

رجل تزوج امرأۃ ولم تلد منہ قط ثم نزل لہا لبن فارضعت صبیا کان الرضاع من المرأۃ دون زوجہا (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱)

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

۲/۹/۱۴۱۱ھ

بیوی کا دُودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوئی

کوئی خاوند جوش محبت میں اپنی بیوی کی چھاتیوں کو چُوسنے لگے۔ اور اس وجہ سے ان سے دُودھ نکل کر خاوند کے منہ میں چلا جائے تو اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔ کیا اس شخص کا نکاح ٹھیک رہے گا یا نہیں۔ برائے مہربانی اس مسئلے کے بارے میں جلد از جلد لکھیں۔

الجواب بیوی کا دودھ پی لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ اور بیوی حرام نہیں ہوتی، البتہ دانستہ بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے اور دودھ آنے کا اندیشہ ہو تو چُوسنے سے بھی پرہیز کی جائے جو ہو چکا اس کے لئے استغفار کیا جاوے۔

مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم۔ (درمختار ص ۴۲۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم ، محمد انور ۸/۱۰/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

رضیعہ کا نکاح مرضعہ کے پوتے کے ساتھ

مسماۃ ساجدہ دختر غلام رسول نے سرور خاتون زوجہ اللہ بخش کا دُودھ پیا ہے جبکہ اسوقت ساجدہ کی عمر ایک سال ہوگی سرور خاتون کا لڑکا اسلم اور مسماۃ ساجدہ دونوں نے ملکر مسماۃ سُرور کا دودھ پیا ہے اب سرور خاتون مسماۃ ساجدہ کا رشتہ اپنے پوتے ارشد بن رضا حسین کے لئے مانگ رہی ہے کیا مسماۃ ساجدہ کا نکاح ارشد کے ہمراہ جائز ہے یا نہیں۔

طارق، محلہ قدیر آباد۔ ملتان

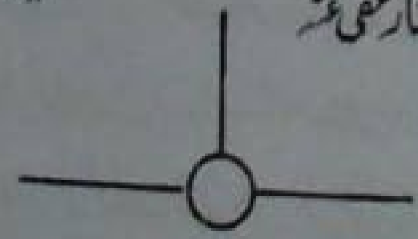
الجواب درمختار علی الشامیہ ص ۴۳۹ ج ۲ میں ہے۔ ویثبت بہ امومۃ المرضعۃ للرضیع الی قولہ فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مُسماۃ ساجدہ کا عقدِ نکاح مُسمّی ارشد بن رضا حسین سے شرعاً درست نہیں ہے رشتہ میں ارشد مذکور مسماۃ ساجدہ کا رضاعی بھتیجا ہے۔ جس سے عقدِ نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

۱۱/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفی عنہ



رضاعی ماموں اور بھانجی کا نکاح دُرست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک عورت شرمن نامی کی ایک بہن حمیدہ ہے اور شرمن کا ایک بیٹا عبدالحمید ہے۔ ان دونوں نے شرمن کا دودھ پیا ہے۔ اب حمیدہ کی بھی شادی ہوگئی ہے۔ اور لڑکی پیدا ہوگئی ہے اور شرمن کی دُوسری جگہ شادی ہوگئی ہے اور لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اب شرمن کے دوسرے گھر والے لڑکے سے حمیدہ کی لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صُورت مذکورہ میں شرمن کے دوسرے گھر والے لڑکے سے حمیدہ کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان بھانجی اور

ماموں کا رشتہ ہے۔ ولاحل بین الرضیعة وولد مرضعتها أی التی أرضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ " درمختار ص۲۱۳"

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص$\frac{۲۲۸}{ج۸}$) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

رضاعت کے لئے کس طرح کی گواہی ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں صورت حال یہ ہے کہ اکرم کی شادی ہوئی ہاجرہ سے جس کو تقریباً پندرہ سال ہوگئے ہیں۔ ایک بچہ بھی اسوقت موجود ہے۔ دوسرا بچہ فوت ہوچکا ہے کندن ایک بوڑھی عورت ہے۔ جوکہ اکرم کی نانی اور ہاجرہ کی دادی ہے کہتی ہے کہ میں نے اکرم کو اکرم کے بچپن میں اپنی چھاتی پر لگایا ہے لیکن دودھ نہیں پلایا اور میں اس بارے میں قرآن اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ اسوقت میرا سب سے چھوٹا بچہ کئی سال کا تھا اور میرے پستانوں میں دُودھ خشک ہوچکا تھا۔ لیکن ہاجرہ کے گھر والے کندن کے اس قول کی آڑ میں (کہ مَیں نے چھاتی پر لگایا) اپنا مقصد (ہاجرہ کو چھڑانا) پورا کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم زنا کروانا نہیں چاہتے آپ فرمائیں کہ کیا محض بچہ کو چھاتی پر لگانے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے؟

الجواب اوّل تو محض عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی پھر وہ بھی دُودھ پلانے کی نفی کرتی ہے لہٰذا اس کو بُنیاد بناکر کوئی فیصلہ کرنا درست نہیں ہاں اس کے علاوہ کوئی ثبوت ہو تو ذکر کریں۔

والرّضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین أو عدل و عدلتین اھ (درمختار علی الشامیۃ ص$\frac{۲۳۸}{ج۲}$ ، فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہٗ

محمد انور
غرۃ رجب ۱۴۱۵ھ

مرضعہ حالتِ نیند میں دُودھ پلادے تو رضاعت کا حکم

گذارش ہے ناصرہ کی والدہ اپنی بچی ناصرہ کے ساتھ سوئی ہوئی تھی ساتھ ہی اس کا بھتیجا سویا ہوا تھا اچانک وہ رونے لگا تو ناصرہ کی والدہ نے اس بھتیجے کو دُودھ پلادیا نیند کی حالت میں، اور اسی حالت میں سوئی رہی نہ معلوم بچہ نے کتنا دودھ پیا، کتنی دیر پیا کہ اس عورت کی بھابی یعنی لڑکے کی والدہ نے اس کو آکر جگایا۔ اب ناصرہ اور اس لڑکے کی شادی ہورہی ہے کیا نکاح کرنا مذکورہ صورت میں جائز ہوگا؟ نیز اہلِ محلہ کے لئے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا شرکت کریں یا کہ شرکت نہ کریں۔ والسلام،

قاری محمد عرفان
اقرأ مسجد محبوب آباد ملتان شہر

الجواب صورتِ مسئولہ میں ناصرہ مذکورہ لڑکے کی رضاعی بہن ہے لہٰذا شرعاً ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں اگر کریں گے تو جائز نہ ہوگا اور بدکاری کے مرتکب گردانے جائیں گے اہلِ محلہ کو چاہیئے کہ ان کی شادی میں شرکت نہ کریں۔

کما فی الهندیة یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً (ص$\frac{۳۴۳}{ج۱}$) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد انور

رضاعت کی شہادت میں تناقض کا حکم

زید اور خالدہ کا آپس میں رشتہ ہورہا ہے۔ عبدالغفور گواہی دیتا ہے کہ زید اور خالدہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ جبکہ یہی عبدالغفور پہلے اس رشتہ کا حامی تھا اور جو لوگ رضاعت کا دعوٰی کرتے تھے ان کی تردید کرتا تھا۔ ویسے عبدالغفور کے علاوہ ایک عورت اور ایک مرد گواہ ہیں۔ (سائل: زین العابدین کرنالوی)

الجواب قاضی خان کے مطابق مسئلہ رضاع میں قبل النکاح ایک عادل معتمد شخص کی گواہی قابلِ قبول ہے اور نکاح کی شرعاً اجازت نہیں۔

لکن فی محرمات الخانیة ان کان قبله ای النکاح والمخبر عدلٌ ثقة لا یجوز النکاح (ص۲۱۳ ج۲)

صورتِ مسئولہ میں دو مردوں اور ایک عورت کی گواہی موجود ہے مسمی عبد الغفور کی شہادت شرعاً قابلِ قبول ہے تناقض کی وجہ سے رد نہیں کی جاسکتی کیونکہ فقہائے تصریح کی ہے کہ مسئلہ رضاعت میں تناقض مؤثر نہیں درمختار میں ہے۔

قال لزوجته هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیه (درمختار علی الشامیہ مطبوعہ کوئٹہ ص۲۴۷ ج۲)

لہٰذا سابقہ مسئلہ ہی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
۲۲/۶/۱۴۰۶ھ

رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ خالدہ اور ساجد نے ہندہ نامی عورت کا دودھ پیا ہے۔ آیا خالدہ اور ساجد کا نکاح باہم جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : بر تقدیر صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں خالدہ اور ساجد کا باہم نکاح جائز نہیں کیونکہ ہندہ کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ رضاعی بہن بھائی ہیں۔

لقوله تعالیٰ واخواتكم من الرضاعة (الآیة)

فقط واللہ اعلم ، محمد انور

مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی

مسئلہ۔ ایک لڑکی نے تین یا چار سال کی عمر میں ایک اجنبیہ عورت کا دودھ پیا اور

وہ عورت ایک لڑکے کی بھی والدہ ہے اور لڑکا بعمر ڈیڑھ سال یا دو سال کا ابھی تک دودھ پیتا ہے۔ تو انکا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیا یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی بن گئے یا نہیں۔ اور دودھ پلانے والی رضاعی ماں بن گئی ؟ شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب اڑھائی سال کے بعد کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پیئے تو بالاتفاق اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا جس لڑکی نے تین چار سال کی عمر میں اس عورت کا دودھ پیا ہے وہ عورت اس کے لئے رضاعی ماں نہیں بنی اس کے لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح درست ہے۔

ویثبت التحریم فی المدة فقط ولو بعد الفطام والاستغناء (درمختار علی الشامیہ) ص۴۲۶ ج۲ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

دوا سے اُترنے والے دودھ سے رضاعت کا حکم

گل محمد نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اس حال میں کہ اسکی دادی کی آخری اولاد کی عمر دس بارہ سال تھی یعنی اس کا دودھ ختم ہو گیا تھا دوا، وغیرہ کرنے سے دودھ اُترا اب اس جدہ کی لڑکی کی بیٹی سے یعنی جدہ کی نواسی سے گل محمد کی شادی کرنا جائز ہے ؟

الجواب اس صورت میں یہ نواسی گل محمد کے لئے بھانجی بن گئی ہے رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے دوا وغیرہ کے ذریعے سے جو دودھ اُترے وہ بھی حرمت پیدا کرتا ہے۔ فقط محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ بانی و مہتمم خیر المدارس ملتان ۸ / ۲ / ۷۱ھ

رضاعی بھتیجی سے نکاح درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں میرے چھوٹے

بھائی عبدالشکور کے بچے محمد مدنی نے میرے سب سے چھوٹے بھائی اقبال کے ساتھ مل کر میری والدہ کا دودھ پیا ہے۔ اب کیا میرے لئے عبدالشکور کے اس لڑکے (محمد مدنی) سے اپنی لڑکی کا عقدِ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی عبدالعزیز۔ نیو ملتان

الجواب مذکورہ صورت میں یہ نکاح دُرست نہیں ہے۔ اس لئے کہ محمد مدنی ولد عبدالشکور دادی کا دُودھ پینے کی وجہ سے آپ کا رضاعی بھائی بن گیا ہے اور آپ کی لڑکی اسکی بھتیجی ہے

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا ..... الی قولہ : فالکل اخوۃ الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد اخوتہ وأخواتہ الخ عالمگیری ص۳۴۳ ج۱

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفی عنہ، فقط واللہ اعلم بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

نسبی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اور علماء شرع شریف کہ ایک شخص افضل نامی نے اپنی خالہ (ماسی) کے ساتھ ملکر دونوں نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا یعنی افضل نے اپنی نانی کا اور خالہ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا تو ایسی صورت میں افضل خود تو خالہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا ۔ افضل کا ایک حقیقی چھوٹا بھائی اصغر ہے۔ وہ اپنی خالہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں، مسئلے کا جواب جلدی عنایت فرمادیں ۔ شکریہ والسلام ۔
المستفتی محمد رمضان غفرلہ خطیب جامع مسجد ریڑہ

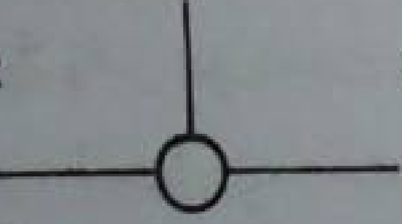
الجواب رضاعت سے افضل کی رشتہ داری ثابت ہوگی اصغر کی نہیں، اصغر اپنے بھائی کی رضاعی بہن اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔
للقاعدۃ المعروفۃ وتحل اخت اخیہ رضاعا اھ۔ فقط واللہ اعلم،
الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ،

مرضعہ کی نواسی سے نکاح جائز نہیں

دادی نے زید کو دودھ پلایا، یہ دودھ علاج معالجہ سے اُتارا گیا۔ کیونکہ دادی کا خاوند پندرہ سال سے فوت ہوچکا ہے دُودھ مدتِ رضاعت کے اندر پلایا گیا۔ زید اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے ؟

الجواب زید کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے جائز نہیں کیونکہ وہ رشتہ میں اسکی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح درست نہیں۔

الجواب صحیح ، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
فقط واللہ اعلم بندہ اصغر علی غفرلہ،



بوجہ مجبوری دو سال کے بعد بھی دُودھ پلانا

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بچہ بہت کمزور ہے حکماء کہتے ہیں دو سال کے بعد بھی اس کو دودھ پلاؤ۔ کیا شریعتِ مطہرہ میں اسکی گنجائش ہے ؟

الجواب اگر عذر اور ضرورت شدیدہ ہو تو اڑھائی سال تک دُودھ پلایا جاسکتا ہے اس سے زیادہ قطعاً جائز نہیں ہے۔

ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح اھ درمختار (قولہ ولم یبح الارضاع بعد مدتہ) اقتصر علیہ الزیلعی وھو الصحیح کما فی شرح المنظومۃ بحر لکن فی القھستانی عن المحیط لو استغنی فی حولین حل الارضاع بعدھما الی نصف ولا تأثم عند العامۃ خلافا لخلف بن أیوب ۔ اھ (ردالمحتار ص۴۳۸ ج۲)
فقط واللہ اعلم ،
محمد انور عفا اللہ عنہ



بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

عبدالستار کے لڑکے منیر احمد نے منظور مائی کا دودھ مدت رضاعت میں پانچ چھ روز پیا۔ پھر منیر احمد چند دن کے بعد فوت ہو گیا عبدالستار منظور مائی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ لڑکی منیر احمد سے بڑی ہے۔ سائل نے بتایا کہ عبدالستار کا منظور مائی کے ساتھ یا اسکی لڑکی کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ محرم نہیں ہے۔

الجواب اگر کوئی اور شرعی مانع نہ ہو۔ تو عبدالستار کا نکاح منظور مائی کی لڑکی کیساتھ درست ہے۔ وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ اھ درمختار وفی الشامیۃ بان تقول انما حرمت علیہ اخت ابنہ وبنتہ نسباً لکونہا بنتہ او بنت امرأتہ وھذا المعنی مفقود فی الرضاع۔ الخ ص۲۰۷ ج۳ مطبوعہ بیروت

نقط واللہ اعلم، الجواب صحیح،

محمد انور عفا اللہ عنہ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

سوتیلے رضاعی ماموں سے نکاح کا حکم

سائلہ رفیعہ زہراں بی بی کا بیان ہے کہ میں دو تین ماہ کی تھی کہ میری والدہ فوت ہو گئی۔ میرے چچا ملک موسیٰ کی دختر مسماۃ لعل خاتون جو کہ میرے ماموں شیر محمد کی بیوی ہے نے مجھے اپنا دودھ پلایا یہاں تک کہ میں سات آٹھ برس کی تھی کہ میری رضاعی ماں فوت ہو گئی۔ میں اپنے والد کے گھر واپس آ گئی۔ جب بالغ ہوئی تو میرے چچا نے میرا رشتہ اپنے بیٹے کیلئے طلب کیا تو مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ زہراں ملک موسیٰ کی رضاعی نواسی ہے اس کی اولاد پر حرام ہے میرے ماموں شیر محمد نے دوسرے ایک قوم کی جھنڈیرنی عورت خرید کے شادی کی اس سے احمد یار پیدا ہوا تو زہراں کی دختر مہر خاتون سے احمد یار کا نکاح کر کے شادی کر دی کہتے ہیں کہ احمد یار تو غیر عورت جھنڈیرن کے پیٹ سے پیدا ہوا زہراں رفیعہ کی دختر مہر خاتون اس کے لئے کیسے حرام ہو سکتی ہے۔ دودھ پینے کی بہت سی عورتیں اور بہت سے مرد بلکہ زہراں کا شوہر بھی چشم دید شہادت دیتا ہے۔

مسئلہ پوچھنے کا بہت ساری برادری کو انتظار ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ رضاعت ثابت ہے یا نہیں اور جو تسلیم نہ کریں ان پر شرعاً کیا جرم ہے۔ برادری اور مقامی مولویوں پر اور زمینداروں پر شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب مہر خاتون، احمد یار کی رضاعی بھانجی ہے۔ ان کا نکاح باہم جائز نہیں۔ نکاح کرنے والوں نے سخت ترین غلطی کی ہے۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً ان میں تفریق کرائیں۔

حتی أن المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل أو غیرہ قبل ھذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت رضیعاً أو ولد لھذا الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع أو بعدہ أو أرضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل أخوۃ الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد أخوتہ وأخواتہ اھ عالمگیری ص۳۴۳ ج۱

نقط واللہ اعلم، الجواب صحیح،

محمد انور عفا اللہ عنہ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان مفتی خیر المدارس ملتان ۲ صفر ۱۴۰۲ھ

پندرہ ۱۵ برس کی عمر میں دودھ پیا تو رضاعت کا حکم

مؤدبانہ گزارش ہے کہ میرے کل پانچ بچے ہیں جب میرا بڑا بیٹا پانچ ماہ کا تھا تو میری چھوٹی بہن نسیم اختر جو تقریباً پندرہ برس کی کنواری تھی۔ دودھ کی زیادتی کی وجہ سے میرا دودھ تقریباً" ایک دو گھونٹ پیالی میں پی گئی۔ میں اپنے دوسرے نمبر کے بیٹے ندیم کا اس کی تیسرے نمبر کی بیٹی امینہ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ نہیں۔ الحاصل نسیم کی لڑکی مسمات امینہ کا نکاح مسمات زینب کے لڑکے ندیم سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سائل ندیم اسحاق نواں شہر ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں مسمی ندیم اور مسمات امینہ کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے اس عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں۔ ہوتی۔ درمختار میں ہے۔

ویثبت التحریم فی المدۃ (شامیہ ص ۴۰۴ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

بھابی کی بھائی سے اولاد ہونے سے پہلے جس لڑکی نے بھابی کا دُودھ پیا اس سے نکاح کا حکم

ایک عورت نے ایک جگہ نکاح کیا۔ وہاں سے طلاق کے بعد وہ میرے بھائی کے نکاح میں آئی۔ اس کی پہلے خاوند سے ایک لڑکی تھی۔ نکاح ثانی کے وقت لڑکی شیر خوار تھی اور نکاح کے کافی عرصہ تک شیر خوار رہی۔ اب اس لڑکی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں نیز اسکی لڑکی نے میرے دوسرے بھائی کے لڑکے کے ساتھ ایک دو دفعہ دودھ بھی پیا ہے یعنی وہ لڑکی میرے حقیقی بھتیجے کی رضاعی بہن بھی ہے۔

۲۔ زید........ نے اپنی خالہ کا دُودھ پیا ہے۔ کیا زید اپنی اس خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔؟

الجواب مذکورہ بھائی کے نطفہ سے اس بھابی کے اولاد ہونے سے پہلے پہلے اگر اس بچی نے دُودھ پینا ختم کر دیا تھا۔ تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ ایسے ہی دوسری وجہ بھی مانع نہیں۔ اذا طلق الرجل امرأتہ ولھا لبن فتزوجت بزوج آخر بعد ما انقضت عدتھا ووطئھا الثانی أجمعوا انھا اذا ولدت من الثانی فاللبن من الثانی وینقطع من الاول واجمعوا علی انھا اذا لم تحبل من الثانی فاللبن من الاول واذا حبلت من الثانی ولکن لم تلد منہ قال ابو حنیفۃؒ اللبن یکون من الاول حتی تلد من الثانی۔ (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱)

۲۔ زید مذکورہ خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

مفتی خیر المدارس ملتان

زرد رنگ کے پانی سے رضاعت کا حُکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بچہ پیدا ہوا اور وہ بچہ پیدا ہونے کے چھ مہینہ بعد فوت ہو گئی۔ تو اس بچے کی نانی جس کی عمر ۶۵ سال ہے وہ بچے کا دل بہلانے کے لئے اپنے پستان بچے کے منہ میں ڈالتی تھی تقریباً دو سال تک اور پستانوں سے دودھ کی بجائے پانی آتا تھا۔ وہ پانی نکے (زرد) رنگ کا تھا۔ کبھی کبھی کچھ پانی آتا تھا۔ اور اس عورت کے کئی سالوں سے بچہ بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس لڑکے کی والدہ فوت ہو گئی تھی اسکی عمر اب ۱۸۔۱۹ سال ہے کیا وہ لڑکا اپنے ماموں یا خالہ کی اولاد سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ العارض،

محمد حنیف ولد اللہ بخش

تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

الجواب اگر وہ پانی بچے کے حلق سے نیچے اتر گیا تھا تو وہ اپنے ماموں یا خالہ کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کے رضاعی بھائی بہن ہیں۔ دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونہ أصفر تثبت حرمۃ الرضاع لانہ لبن تغیر لونہ اھ (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۴۱۰/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

دادی کا دُودھ پینے والی بچی کا نکاح باپ کے بھانجے سے دُرست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی نے زید کی والدہ کا دُودھ پیا یعنی اپنی دادی کا۔ اب زید اس اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھانجے سے کرنا چاہتا ہے کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں بینوا توجروا

الجواب یہ نکاح جائز ہے کیونکہ صرف زید اپنی دادی کا رضاعی بیٹا ہے نہ کہ اسکی بہن لہذا زید کی رضاعت کا اسکی بہن پر کوئی اثر نہیں ہے تو قانون شریعت

کے مطابق یہ بھائی بہن ہیں اور بہن اپنے بھائی سے اپنے لڑکے لئے رشتہ لے سکتی ہے
کمافی عامۃ الکتب

احمد سدیدی عفی عنہ
خادم الافتاء مدرسہ اسلامیہ جامعہ خیر المعاد ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا جواب درست نہیں۔ زید کی لڑکی کا نکاح زید کے بھانجے سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ دادی کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ لڑکی اپنی پھوپھی کی رضاعی بہن ہوگئی اور اس لڑکے کی جس سے نکاح طے کیا جا رہا ہے رضاعی خالہ ہوگئی۔ اس لئے یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔

ویثبت به وان قل أمومیة المرضعة للرضیع وابوة زوج مرضعة لبنها منه له فیحرم منه مایحرم من النسب (تنویر الابصار کتاب الرضاع) ویحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعًا حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غیره قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضیعا او ولد لهذا الرجل من غیر هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضیعا فالکل اخوة الرضیع وأخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته الخ۔ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار غفرلہ،
رئیس دار الافتاء خیر المدارس ملتان

دادی کا دودھ پینے والا چچا یا پھوپھی کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا

من فیض احمد ولد میاں حامد قوم لاہر یچ سکنہ محلہ پیرانوالہ جھنگ صدر کا ہوں۔
نمبر ۱:- میں حلفا بیان کرتا ہوں۔ من حالف کے پسرم طارق جواد حسین کے پیدا ہونے کے

چند دن بعد اسکی والدہ بقضائے الٰہی فوت ہوگئی۔ پسرم مذکور کو من حالف کی والدہ پسرم کی دادی نے دودھ پلایا۔ چونکہ اس وقت من حالف کی ایک ہمشیرہ پیدا ہوئی تھی۔ مگر بعد میں فوت ہوگئی۔

نمبر ۲:- میں دریافت کرتا ہوں کہ من حالف کا پسرم مذکور اپنے چچا یا پھوپھی کی دختران سے نکاح کر سکتا ہے۔؟

الجواب طارق مذکور کا نکاح اس کے چچا یا پھوپھی کی کسی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ یہ لڑکی طارق کی رضاعی بھتیجی یا بھانجی بنتی ہے۔

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا۔ (حوالہ عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم

۱۴۰۲/۶/۱۲ھ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نانی کا دودھ پینے والا خالہ زاد سے نکاح نہیں کر سکتا

مسئلہ:۔ ایک شخص نے اپنی نانی کا دودھ پیا۔
نمبر ۱:- اسکی خالہ رضاعی بہن بن جائے گی یا نہیں؟
نمبر ۲:- وہ شخص اپنی خالہ کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟

الجواب مدت رضاع میں ارضاع حرمت کا سبب ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ شخص نے مدتِ رضاع میں دودھ پیا ہے تو نانی رضاعی والدہ ہوگی۔ اور خالہ رضاعی بہن بن جائے گی۔ لہٰذا مذکورہ خالہ کی لڑکی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

ارضعت امرأة من لبنه رضیعاً فالکل اخوة الرضیع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رضاعی پھوپھی سے نکاح کا حکم

زید نے مسماۃ جمیلہ کا دودھ پیا ہے۔ اب وہ جمیلہ کے شوہر مسمی بکر کی حقیقی بہن مریم سے نکاح کرنا چاہتا ہے ۔کیا زید کا نکاح مریم سے درست ہے۔

الجواب زید کا نکاح اپنے رضاعی باپ بکر کی بہن سے درست نہیں۔
وأخو الرجل عمه وأخته عمته اھ عالمگیری (ص ۳۴۳ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۳ ر ذی قعدہ ۱۴۰۲ ھ

حقیقی بیٹے کی رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کی نسبی ماں سے نکاح کا حکم

زید کے بیٹے عیسیٰ نے عمرو کی بیوی کا دودھ پیا اور عمرو کے بیٹے مغیرہ نے زید کی بیوی کا دودھ پیا۔ بنابریں چند صورتوں میں حکم کی وضاحت تحریر فرمادیں کہ کون سی صورتوں میں نکاح جائز ہے اور کون سی صورت میں ناجائز ہے۔؟

۱۔ زید کا نکاح عمرو کی بیوی سے ۔(جب کہ وہ مطلقہ یا بیوہ ہو جائے۔)
۲۔ عمرو کا نکاح زید کی بیوی سے ۔(جبکہ وہ مطلقہ یا بیوہ ہو جائے۔)
۳۔ زید کے بیٹے عیسیٰ کا نکاح عمرو کی بیٹی زینب سے
۴۔ عمرو کے بیٹے مغیرہ کا نکاح زید کی بیٹی طاہرہ سے
۵۔ زید کے بیٹے طاہر کا نکاح (جس نے عمرو کی بیوی کا دودھ نہیں پیا) عمرو کی بیٹی ام ایمن سے
۶۔ عمرو کے بیٹے اسلم کا نکاح (جس نے زید کی بیوی کا دودھ نہیں پیا) زید کی بیٹی حفصہ سے

الجواب نمبر ۱، ۲ : زید و عمرو کے لئے ایک دوسرے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے میں مذکورہ رضاعت حرمت کا سبب نہیں بنے گی۔ کیونکہ ہر ایک کی بیوی دوسرے کے لئے اس کے حقیقی بیٹے کی رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کی حقیقی ماں ہے اور ان میں سے کوئی رشتہ بھی سبب حرمت نہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ، جدۃ الولد من الرضاع کی

حلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
واحترز بجدة الولد عن ام الولد لانها حلال من النسب وكذا من الرضاع اھ (شامی ص ۴۴۰ ج ۲)
الحاصل ہر طرح کے بیٹے کی ہر طرح کی ماں حلال ہے

نمبر ۳، ۴ : عیسیٰ کا نکاح زینب سے اور مغیرہ کا نکاح طاہرہ سے جائز نہیں، کیونکہ زینب عیسیٰ کی رضاعی بہن ہے اور ایسے ہی طاہرہ مغیرہ کی۔ ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها اھ (شامی ص ۴۴۳ ج ۲)

نمبر ۵، ۶۔ طاہر کا نکاح عمرو کی ہر بیٹی سے اور ایسے ہی اسلم کا نکاح زید کی ہر بیٹی سے جائز ہے۔ ۃ المعروفة وتحل أخت اخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبى له اخت رضاعية وبالمضاف اليه كان يكون لاخيه رضاعاً اخت نسباً وبهما وهو ظاهر اھ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۴۲ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بلا ضرورت دوسرے کے بچے کو دودھ نہ پلایا جائے

ہمارے ہاں کپاس چننے کے وقت عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ بچوں کو اکٹھے ایک جگہ لٹا دیتی ہیں۔ کوئی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو دوسری کا بچہ بھی رو رہا ہو تو اسے بھی پلا دیتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ (مستفتی محمد ارشد اوکاڑوی متعلم افتاء خیر المدارس ملتان)

الجواب یوں بلا ضرورت شدیدہ دودھ نہ پلایا جائے اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے تو اسے باقاعدہ یاد رکھا جائے بلکہ لکھ لیا جائے تاکہ آئندہ چل کر غلطی سے اس کا نکاح کسی ایسے شخص کے ساتھ نہ ہو جائے جو رضاعاً اس کے لئے حرام ہو۔
والواجب على النساء ان لا يرضعن كل صبي من غير ضرورة وان فعلن ذلك فليحفظن او يكتبن اھ (عالمگیری ص ۳۴۵ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

رضاعی باپ کی بیٹی سے نکاح کا حکم

زید عمرو دونوں بھائی ہیں زید کی بیوی ہندہ سے زید کا ایک لڑکا بکر پیدا ہوا کچھ دن بعد ہندہ فوت ہوگئی تو اس لڑکے کو عمرو کی بیوی زینب نے دودھ پلایا اس کے بعد زینب بھی فوت ہوگئی تو عمرو نے دوسری شادی خالدہ سے کی اس خالدہ سے بچی ناصرہ پیدا ہوئی تو کیا زید کے لڑکے کا نکاح عمرو کی بیوی خالدہ سے جو بچی پیدا ہوئی اس سے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں بکر کے ساتھ ناصرہ کی شادی نہیں ہوسکتی جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعاً الخ (عالمگیری ص۳۴۳ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبدالستار عفا اللہ عنہ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

رضاعی پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کا حکم

زید اور بکر دو حقیقی بھائی ہیں۔ زید چھوٹا ہے اور بکر کا رضاعی بیٹا بھی ہے۔ کیا بکر کی نواسی کا نکاح زید کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید نے چھ ماہ کی عمر میں بکر کی بیوی کا دودھ پیا تھا اور کئی بار پیا۔

الجواب صورت مسئولہ میں بکر کی نواسی کا نکاح زید کے لڑکے سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفی عنہ
الجواب صحیح، عبدالستار عفی عنہ،

مرضعہ کی جو اولاد دوسرے خاوند سے پیدا ہو اس کا حکم

ایک عورت صفیہ خاتون نے اپنی چھوٹی بہن دلشاد بیگم کو جس کی عمر تقریباً ۸ یا ۹ ماہ

تھی مجبوری کی وجہ سے یعنی چپ کرانے کے لئے اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال دیا جس سے وہ چپ ہوگئی۔ بعد میں صفیہ خاتون کا سابقہ خاوند مرگیا بعد عدت کے دوسرا نکاح ہوا اور دوسرے خاوند سے اولاد پیدا ہوئی اور لڑکے بھی پیدا ہوئے کیا صفیہ خاتون کے ان لڑکوں کی شادی اس کی بہن دلشاد بیگم کی لڑکیوں سے ہوسکتی ہے ؟

الجواب جب ایک دفعہ صفیہ خاتون کا دودھ دلشاد بیگم کے پیٹ میں پہنچ گیا تو وہ اسکی رضاعی بیٹی بن گئی۔ اب صفیہ کے کسی بھی لڑکے کا نکاح دلشاد بیگم کی کسی لڑکی کیساتھ درست نہیں۔ کیونکہ وہ ان لڑکوں کی رضاعی بھانجیاں ہیں۔

قلیل الرضاع وکثیرہ اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق بہ التحریم قال فی الینابیع والقلیل مفسر بما یعلم انہ وصل الی الجوف (عالمگیری ص۳۴۲ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۰/۵/۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ

مدتِ رضاعت دو سال ہے یا اڑھائی سال

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ بچہ کو دودھ دو سال (حولین کاملین) تک پلانا چاہیئے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال تک پلا سکتے ہیں۔ امام صاحب کی دلیل، قرآن وحدیث سے واضح فرمائیں۔

الجواب حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول حولین کا ہے۔ اگرچہ امام صاحب کا قول اڑھائی سال کا ہے۔ عدم لزوم اجرت بعد الحولین پر صاحبین اور امام صاحب کا اتفاق ہے۔ آیت حولین کا ایک جواب یہی دیا گیا ہے۔ دوسرا جواب حضرت تھانوی نے بیان القرآن کے حاشیہ میں دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حولین والی مدت تام ہے اور حولین ونصف اتم ہے۔ اگرچہ حنفیہ کا مفتی بہ قول یہی ہے لیکن اس کے باوجود امام

صاحب کا قول دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مُبرھن ہے صرف ایک دو دلیلوں پر اکتفا کیا جاتا ہے

نمبرا: قولہ تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا (الآیۃ)

طریق استدلال - اللہ پاک نے حمل اور دُودھ چھڑانے کو ذکر کر کے ایک مدت بیان فرمائی ہے یہ مدت تیس ماہ ہے۔ یہ ہر ایک کے لئے مستقل ہوگی۔ جیسا کہ کسی نے کہا کہ لفلان علی الف درھم وخمسۃ اقفزۃ حنطۃ الی شھرین۔ تو اس مثال میں شھرین دونوں چیزوں کی الگ الگ مدت ہوتی ہے دونوں پر تقسیم نہیں ہوتی اسی طرح آیۃ کریمہ میں ثلاثون شھراً بھی تقسیم نہ ہونا چاہیئے اور مدتِ حمل کے لئے حدیثِ عائشہ مخصص ہے۔ لہذا وہ اس سے خارج ہو جائے گی۔ اگر حمل سے مراد ہی حمل علی الید لے لیا جائے تو کوئی اشکال نہیں۔

دلیل عقلی : دو سال تک دودھ پلانا یہ بچے کا حق ہے۔ اور والدہ پر دیانۃً واجب ہے اگر دو سال کے بعد فوری طور پر دُودھ چھڑا کر دوسری غذا شروع کی جائے تو یہ مفضی الی الھلاک ہوگی۔ اسلئے عادت بالتدریج تبدیل کرائی جائے اس تبدیلی کیلئے چھ ماہ مدت مقرر کی گئی ہے۔ حمل کی ادنیٰ مدت پر قیاس کرتے ہوئے کیونکہ جنین کی غذا خون تھی۔ چھ ماہ کے بعد رضیع کے لئے لبن غذا بنی تو اسطرح رضیع کو فطیم بنانے کے لئے بھی یہی مُدت مقرر کی گئی ہے۔ بعض حضرات نے فان ارادا فصالا سے بھی استدلال کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ،

بچی کے ناک میں دُودھ ڈالنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جائیگی

ایک عورت نے اپنی یک سالہ بھتیجی ھندہ کے ناک میں درد ہونے کی بنا پر اسکے ناک میں دودھ ڈالا۔ اس سے وہ بچی ٹھیک ہوگئی۔ اب مذکورہ عورت اس بچی ھندہ کا نکاح اپنے لڑکے زید سے کرنا چاہتی ہے۔ آیا ان دونوں کا نکاح آپس میں درست ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید اور ھندہ کا نکاح آپس میں دُرست نہیں وکما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور۔ کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری ص ۳۴۲ ج ۱)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

پیالی سے دُودھ پیا تو رضاعت کا حکم

ایک لڑکی جس کی عمر ایک یا ڈیڑھ سال تھی اس عمر میں اس نے اپنی بہن کا دُودھ پیالی کے ذریعہ پیا۔ کچھ عرصہ بعد اسکی بہن فوت ہو جاتی ہے۔ کیا اس لڑکی کا نکاح اسکی بہن کے خاوند کے ساتھ جائز ہے یا نہیں ؟ ایک عالمِ دین نے فتویٰ دیا کہ یہ نکاح جائز ہے۔ چنانچہ سائل نے اس فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے نکاح کر لیا۔ اس لڑکی سے تین بچے ہو چکے ہیں۔ اب پھر سائل کو کسی طریقہ سے یہ شبہ پیدا ہوا۔ اب پھر فتویٰ طلب کر رہا ہے کہ آیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور بصورت عدمِ جواز مذکورہ تین بچوں کا نسب ثابت ہو سکے گا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں دُودھ پینے والی بچی کا نکاح شخص مذکور کے ساتھ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اسکی رضاعی بیٹی ہے۔ لہذا علی الفور اس سے یہ رشتہ ختم کر دے۔ اور اس سے پہلے پیدا ہونے والے بچے ثابت النسب ہوں گے اور اسکی طرف منسوب ہوں گے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منہ عند ابی حنیفۃ (عالمگیری باب ثبوت النسب ج ۲ ص ۵۴۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ،
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ،

اپنی بیوی کو رضاعی بہن کہنے پر مصر کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے

رضا مندی سے ایک عورت سے شادی کرلی۔ بعد ازاں اس کو مارتا پیٹتا رہا۔ اور اس کے حقوق ادا نہیں کئے۔ نیز وہ آدمی کمیونسٹ خیال کا آدمی ہے اور خدا کی ذات پر گستاخانہ لہجہ میں بکواسات کرتا ہے۔ اور لڑکے کے والدین اور لڑکا خود بھی اس کا معترف ہے کہ میں نے اور اس نے بچپن میں اکٹھا دودھ پیا ہے۔ لہٰذا یہ میری رضاعی بہن ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر لڑکا اپنے اس اقرار پر مصر ہے کہ یہ میری رضاعی بہن ہے تو آپ اسی کو بنیاد بنا کر عدالت سے نکاح فسخ کرالیں۔ اس کے بعد عدت گزار کر عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

ولو تزوج امرأة ثم قال بعد النكاح هی اختی من الرضاعة او ما اشبهه ثم قال او همت ليس الامر كما قلت لا يفرق بينهما استحسانا ولو ثبت على هذا المنطق وقال هو حق كما قلت فرق بينهما ولو جحد بعد ذلك لا ينفعه جحوده۔ (عالمگیری ص ۴۵ ج ۲)

اور اگر خاوند کمیونسٹ ہے تو کمیونسٹ ہونے کی وجہ سے اگر نکاح کے وقت بھی خیالات کافرانہ تھے تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ،
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

محض پستان منہ میں لینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میری والدہ اسوقت فوت ہوئیں جب میری عمر ایک سال تھی۔ میں دودھ پی رہا تھا۔ والدہ کے بعد اور کوئی ایسی عورت نہیں تھی جو مجھے دودھ پلاتی۔ پھر نانی صاحبہ نے پرورش شروع کردی۔ جب میں روتا تو میرے منہ میں پستان دے دیتی۔ دودھ وغیرہ کچھ نہ آتا۔ حتیٰ کہ بقول نانی صاحبہ میں دانتوں سے پستانوں کو کاٹتا۔ جب میں جوان ہوا تو میری شادی میرے سگے ماموں محمد خان کی لڑکی سے کر

دی گئی۔ جس سے تین بچے پیدا ہوئے۔ بیوی فوت ہوگئی۔ اب جب دوبارہ نکاح کا پروگرام بنا تو میرے بڑے ماموں سلطان خان کی لڑکی سے پروگرام بنا۔ اب مجھے شک ہوا ہے کہ شاید ماموں صاحب رضاعی بھائی نہ ہوں۔ نیز ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام سے بھی مطلع ہوا ہوں۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب اگر واقعۃً دودھ نہیں آتا تھا اور کوئی زرد رنگ کا پانی وغیرہ خارج نہیں ہوتا تھا تو آپ اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کرسکتے ہیں۔ محض پستان منہ میں لینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

امرأة كانت تعطی ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثدی لبن حين القمتها ولم يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية۔ (شامی ج ۲ ص ۴۵) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

رضاعی بھائی کی نسبی بہن کے ساتھ نکاح کا حکم

گزارش ہے کہ ایک لڑکی نے ایک لڑکے کے ساتھ دودھ پیا ہے اور اس لڑکے کا جس نے دودھ پیا ہے ایک بڑا بھائی ہے یہ لڑکی اس بڑے لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں اگر آسکتی ہے تو لکھ دیں اگر نہ آتی ہو تو بھی فتویٰ لکھ دیں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں لڑکی کا نکاح اپنے رضاعی بھائی کے نسبی بھائی سے جائز ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔

اخت اخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبی له اخت رضاعية۔ (درمختار علی الشامیۃ ص ۲۰۸ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

بندہ محمد صدیق غفرلہ
خیر المدارس ملتان

رضاعی بھانجی کی نسبی بہن سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک لڑکی زید کی پدری بہن کی رضاعی بیٹی ہے جو کہ اس کے خاوند کی دوسری بیوی سے ہے، اسی بیوی سے اسکی ایک اور لڑکی ہے زید کا ارادہ ہے کہ وہ بہن کی رضاعی بیٹی کی دوسری حقیقی بہن سے نکاح کرے تو کیا یہ ہوسکتا ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب زید رضاعی بھانجی کی حقیقی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم ،
محمد انور عفا اللہ عنہ ،
۳ / ۴ / ۱۳۹۸ ھ

الجواب صحیح ،
بندہ محمد صدیق عفرلہ ، مدرس خیر المدارس



ولایت وکفارت کے مسائل

بے نمازی صالحہ کا کفو نہیں ہوسکتا.

ایک شخص نے اپنی نابالغہ چچازاد بہن کا نکاح اپنے بیٹے سے کردیا. وہ خود اور اس کا بیٹا دونوں اس قدر مسکین تھے کہ اگر اس کا مکان سکنیٰ اور جائیداد کو فروخت کردیتے. تو پھر بھی اس کے مہر مُعجل کے ادا کرنے پر قادر نہ تھے. لڑکی یتیمہ بڑی جائیداد کی مالکہ تھی. فقط دنیاوی لالچ اور جائیداد سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے سے کردیا. اگر اس لڑکی یتیمہ سے نکاح اس طریقہ سے نہ کرتے. تو قطعاً وہ نکاح نہ کرسکتا. اور نہ اب اس لڑکی کے سوا کر سکتا ہے. گذارہ کرتا رہتا ہے. مالیت میں لڑکی کا کفو نہیں. نیز لڑکا بسا اوقات نماز ترک کرتا رہتا ہے، اور پہلے سے ہی ایسا ہے. اور لڑکی اس وقت نابالغہ تھی جسکی عدالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. صغر سنی سے اس وقت تک برابر نکاح سے انکار کرتی رہتی ہے. کیا شرعاً یہ نکاح ہوچکا ہے یا نہیں. لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا.....

الجواب باسمہٖ تعالیٰ ؛ سوال میں صرف چار ہی نکات ہیں. ۱ عدم قدرت بر نفقہ ۲ عدم قدرت بر مہر معجل ۳ انکار منکوحہ ۴ نکاح ثانی. سب کی تفصیل ۱ کفائت کے لئے مالاً قدرت کم از کم ایک مہینہ کے نفقہ پر ضروری ہے۔ جیسا کہ تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں موجود ہے. مگر یہ تب ضروری ہے. کہ عورت جماع کی طاقت رکھتی ہو. اور چونکہ صورت مسئول عنہا میں عورت صغیرہ ہے. جماع کی طاقت نہیں رکھتی. لہذا قدرت نفقہ ایک ماہ پھر بھی ضروری نہیں، تو نکاح مذکورہ اس اعتبار سے صحیح ہے. جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے صراحۃً ثابت ہے . (شامی ص ۳۴۸ ج ۲)

قوله لوتطيق الجماع فلوصغيرة لاتطيقه فهوكفؤ وان لم يقدر على النفقة لانه لانفقة لها فتح ومثله فى الذخيرة (شرح الياس ص۲۵ ج۲) قوله فللغنية وفى الذخيرة هذا فى الكبيرة واما الصغيرة التى لا تطيق الوطئ فالعاجز عن النفقة كفؤ لها لانها لا نفقة لها وكذا لوكان يجد نفقتها ولايجد نفقة نفسه يكون كفوًا لها ۱۲ شمنى (وفى مجمع الانهر ص۳۴۱ ج۱) ولوكانت الزوجة صغيرة لاتطيق الجماع فهوكفؤ وان لم يقدر على النفقة وكذا لوكان يجد نفقتها ولا يجد نفقة نفسه يكون كفوًا لها كما فى التمنى۔ یہ تو معلوم ہوا کہ قدرت مہر معجل پر بوقت نکاح ضروری ہے۔ نہ مہر مؤجل پر اگرچہ کل مہر حالاً کیوں نہ ہو۔ لما فى الفتح القدير وبين ان المراد من المهر ملك ما تعارفوا تعجيله وان كان كله حالا۔ اور اگر عُرف میں کل کا کل مہر مؤجل ہو۔ تو وہاں کسی قسم کی قدرت کی ضرورت نہیں، لما فى الفتح القدير وفى المجتبىٰ قلت فى عرف اهل خوارزم كله مؤجل فلا تعتبر القدرة عليه۔ اور صورت مسئول عنہا میں مہر پورے کا پورا شرعاً مؤجل ہے۔ اور عرفاً بھی شرعاً اس لئے کہ لڑکی صغیرہ یتیمہ ہے اور صغیرہ کا مہر سوائے باپ، دادا اور وصی کے کوئی قبض نہیں کر سکتا۔ لما فى فتاوىٰ تنقيح الحامدية وليس لغير الاب والجد من الاولياء قبض المهر الا ان يكون اوصياء (من ادب الاوصياء) اور شامی جلد ثانی میں مذکور ہے۔ للاب والجد والقاضى قبض صداق البكر صغيرة كانت او كبيرة الا اذا نهته وهى بالغة صح النهى وليس لغيرهم ذلك وشمل قوله ليس لغيرهم الام فليس لها القبض الا اذا كانت وصية۔ (شامی ص۴۳۷ ج۲) فعلم ان مهر تلك المرأة المسئولة عنها مؤجل شرعًا حتى البلوغ لعدم وجود الاب والجد الوصى۔ وكذا مؤجل عرفا ايضًا لان عرف بلدتها هكذا ______ اور جو مٹھائی تقسیم کرنے کا رواج ہے، وہ ناکح مذکور نے بھی ادا کیا ہے۔ تو صغیرہ مذکورہ کا مہر شرعاً بھی مؤجل ہے۔ اور عرفاً بھی

اور عمدۃ الرعایۃ میں ہے قوله واحترز به عن المؤجل فان العجز عن اداءه فى الحال لا يغير فى الكفاءة وكذا فى فتح القدير۔ تو ثابت ہوا کہ مرد مذکور عورت مذکورہ کا کفو ہے۔ اور نکاح از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہب حنفی بالکل صحیح ہے، رہا انکار منکوحہ اور فسخ نکاح بخیار بلوغ تو انکار منکوحہ غیر معتبر ہے۔ ہاں اسے خیار بلوغ ہے۔ لیکن بشرط غیر القضاء (ص۴) دوسری جگہ شادی کرنا اس عورت کے لئے جائز نہیں کیونکہ پہلا نکاح بالکل صحیح ہوچکا ہے۔ فقط واللہ اعلم ...

الجواب جواب مذکور بالکل غلط ہے۔ اور ہمارا اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ لڑکا بے نمازی ہونے کی وجہ سے فاسق ہے۔ اور فقہاء نے تصریح کی ہے۔ والفاسق لايكون كفوًا الصالحة (شامی ص۳۳۰ ج۲) اور لڑکی نابالغہ ہے۔ جس کی صالحیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ علاوہ ازیں سوال میں یہ تصریح نہیں۔ کہ لڑکی ایسی چھوٹی ہے جو کہ لا تطیق الجماع کا مصداق ہو۔ ہو سکتا ہے۔ لڑکی مُراہقہ تطیق الجماع ہو۔ پھر خاوند اس کا بوجہ عدم قدرت علی النفقہ بھی غیر کفو ہوگا۔ بہر حال نکاح لڑکی مذکورہ کا غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے غیر صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ
۲۰ / ۷ / ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا، صحیح النسب کا کفو نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء کہ دو خواتین جن کا تعلق بازارِ حسن سے ہے ان دونوں نے توبہ کر لی ہے اور بازارِ حسن سے مکمل ناطہ توڑ دیا ہے اور دونوں بہنوں نے نکاح کر لیا ان میں سے ایک کے تین لڑکے ہیں اور دوسری کی اولاد نہیں ہے اور یہ تین لڑکے بازارِ حسن میں ہی پیدا ہوئے تھے نکاح سے پہلے۔ ان کے والد کا کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے۔ دوسری بہن کی لڑکی پیدا ہوئی۔ نکاح کے بعد اس کے والد کا پتہ ہے۔ دونوں بہنوں نے بچوں کا رشتہ آپس میں کر دیا۔ کتاب

وسنت کی روشنی میں یہ جواب دیں کہ یہ نکاح درست ہے یانہیں ؟

(۲) دوسرے لڑکے کی شادی اسی بازار حسن کی ایک عورت کی بیٹی سے ہوئی ہے اس لڑکی کے والد کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے۔ اب ان دونوں سے جو اولاد ہوئی کوئی شریف آدمی ان سے اپنی بچی یا بچے کا نکاح کرسکتا ہے یانہیں ؟

(۳) ایک آدمی اپنی بیوی کو بار بار طلاق دے چکا ہے اور پھر وہ رُجوع بھی کرلیتا ہے جبکہ اس نے تین چار مرتبہ ایسا کیا ہے۔ طلاق سے پہلے کی اولاد سے رشتہ کرسکتے ہیں یانہیں اور طلاق کے بعد والی اولاد سے رشتہ کرسکتے ہیں یانہیں ؟

الجواب (۱) صورت مسئولہ میں ابن الزنا کا صحیح النسب لڑکی سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ لڑکی اور اس کا ولی اس نکاح پر رضامند ہوں۔ (امداد الفتاوٰی ص۳۳۷ ج۲) لیکن ابن الزنا صحیح النسب لڑکی کے کفو میں سے نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند عزیز الفتاوٰی مکمل ص۲۹۰ ج۲)

(۲) صورت مذکورہ میں ابن الزنا اور بنت الزنا میں نکاح ہوا پھر ان سے جو اولاد ہو ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (۳) صورت مذکورہ میں جو اولاد طلاق سے پہلے کی ہے یہ ثابت النسب ہے لہٰذا یہ صحیح النسب کا کفو ہے اور اس سے نکاح کرنا بھی جائز ہے اور جو اولاد طلاق کے بعد پیدا ہوئی ہے ان سے نکاح کرنا تو جائز ہے لیکن یہ صحیح النسب کا کفو نہیں کیونکہ یہ زنا کی اولاد ہے فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خاندانی مسلمان لڑکی کا نومسلم سے نکاح کرنے کا حُکم

ایک مسلمان بچی جو کہ عاقلہ، بالغہ، بی اے پاس حنفی العقیدہ، اہلِ سنت والجماعت ہو۔ اس کا ناجائز تعلق کسی عیسائی لڑکے سے ہوجائے اور وہ لڑکی اس عیسائی لڑکے کو مسلمان ہونے کے لئے کہے۔ اور وہ مسلمان ہوجائے۔ لڑکی مذکورہ بغیر والدین کی رضامندی کے عدالت میں جاکر مذکورہ نومسلم لڑکے سے نکاح کرلے۔ جبکہ لڑکا محض نکاح کے لئے مسلمان ہوا ہو۔ عیسائی والدین کے گھر میں رہتا

ہو اور ارکانِ اسلام سے بھی واقف نہ ہو اور نماز ودیگر اسلامی اعمال سے بھی واقف نہ ہو۔ اِس صورتِ حال میں والدین پر کیا فرض ہے؟ کیا والدین مذکورہ لڑکی کو اس نومسلم لڑکے کے ساتھ رخصت کرسکتے ہیں؟ شرعی وقانونی حکم سے مطلع فرمائیں بسیاق وسباق کے ساتھ تاکہ اگر عدالت سے رجوع کرنا پڑے تو آسانی ہو۔ شکریہ

الجواب صورتِ مسئولہ میں عندالاحناف مفتی بہ قول کے مطابق یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے کیونکہ عورت اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو وہ منعقد نہیں ہوتا اور نومسلم خاندانی مسلمان کا کفو نہیں نیز فاسق نیک اور نیکوں کی لڑکی کا کفو نہیں بن سکتا۔

واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن أبوھا مسلم اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۳۲۶ ج۲) وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ اھ (درمختار) والظاھر أن الصلاح منھا او من آبائھا کاف لعدم کون الفاسق کفوا لھا اھ۔ (شامیہ ص۳۲۷ ج۲) فی العالمگیریۃ ومنھا اسلام الاباء من اسلم بنفسہ ولم یکن لہ اب فی الاسلام لایکون کفوا لمن لہ اب واحد فی الاسلام کذا فی فتاوی قاضی خان۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۶ / ۸ / ۱۴۱۱ھ

مغل اور اعوان تقریباً ہم کفو ہیں۔

ایک بیوہ بالغہ عورت نے بغیر اجازت اپنے بھائی کے غیر کفو میں نکاح کرلیا اس عورت کا باپ فوت ہوچکا تھا اور دو تین برس اپنے خاوند کے گھر آباد رہی پھر کسی رنجش کی وجہ سے بھائی کے گھر واپس آگئی تین برس کے بعد ایک مولوی صاحب سے غیر کفو میں بغیر اجازت ولی والے نکاح کے بطلان پر فتوٰی حاصل کرکے بغیر طلاق لئے اس بیوہ مذکورہ کا نکاح حامل رقعہ ہذا سے کرلیا اب وہ عورت

اس حامل رقعہ کے پاس ہے اور فتویٰ بھی حاضر ہے حدیث ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل الحدیث، اس مولوی نے کچھ لکھا ہے ملاحظہ فرما کر جواب عنایت فرمادیں کہ شرعاً کیا حکم ہے۔ نیز یہ بیوہ مغل خاندان سے ہے اور جس سے نکاح کیا تھا بلا اذن وہ اعوان خاندان سے ہے۔

المستفتی مولانا عبد العزیز صاحب جامع مسجد توحیدیہ، چوک اعظم

الجواب مذکورہ عورت کا نکاح ثانی جائز نہیں ہے خاوند سے طلاق لینا ضروری ہے مغل اور اعوان تقریباً ہم کفو ہیں بہتر یہی ہے کہ نکاح ولی کرائے لیکن اگر بالفرض عورت بدون اذن ولی نکاح کرے تو منعقد ہو جاتا ہے۔ ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا وان لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت او ثیبا... الخ. (ہدایہ ص ۲۹۳ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۹۷/۱۰/۲۱ھ

قصائی راجپوت کا کفو نہیں

مسئلہ، مسماۃ جعفری خانم کا والد فوت ہو چکا ہے۔ وہ لڑکی عاقل بالغ ہے۔ اس کا حقیقی بھائی بھی ہے، جو کہ اس سے بڑا ہے۔ وہ بھی عاقل بالغ ہے۔ یہ لڑکا اور لڑکی مسلم راجپوت قوم سے ہیں۔ اس کے پڑوس میں ایک قصاب یعنی قصائی ذات سے متعلق ہے۔ اس قصائی لڑکے نے جعفری خانم لڑکی کو اپنے دام میں پھانس لیا اور اس سے خفیہ طور پر نکاح رجسٹر میں درج کرالیا۔ جب لڑکی کے بھائیوں اور ماں کو پتہ چلا انہوں نے سخت برا منایا۔ اور لڑکی کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ کیونکہ یہ نکاح قصائی لڑکے نے بغیر ولی کی اجازت سے کیا۔ یہ نکاح ہی منعقد نہ ہوا۔ جیسا کہ بہشتی زیور حصہ چہارم میں ولی کے بیان میں مسئلہ ۳ پر یوں درج ہے: "بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے۔ خود اپنا نکاح کسی سے کرے تو نکاح ہو جائے گا۔ چاہے ولی کو خبر ہو چاہے نہ ہو۔ اور ولی چاہے خوش ہو یا نہ ہو۔ ہر طرح نکاح درست ہے۔ ہاں البتہ اگر نکاح اپنے میل میں نہیں کیا۔ اپنے کم سے ذات والے سے نکاح کیا۔ اور ولی

ناخوش ہے۔ فتویٰ اس پر ہے۔ کہ نکاح درست نہ ہوگا۔" ــــــ بحوالہ عالمگیری ص ۳۰۰ ج ۵، راجپوت ذات بڑی ہے، قصائی ذات چھوٹی شمار ہے۔ اس صورت میں اس راجپوت لڑکی کا نکاح قصائی لڑکے سے بغیر ولی کی رضامندی کے نکاح نہیں ہوگا۔ آیا یہ صحیح ہے۔ نکاح کے بعد کوئی تنہائی نہیں ہوئی۔

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مسمات جعفری اور عبد القدیر کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ عبد القدیر جعفری کا ہم کفو نہیں ہے۔ ھندیہ میں ہے۔ روی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن (ص ۲۹۳ ج ۱) لہٰذا حصول طلاق کے بغیر دوسری جگہ نکاح کی شرعاً اجازت ہے

فقط واللہ اعلم — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — ۱۳/۲/۱۴۱۲ھ

جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا، اپنا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بھی صحیح ہے

ایک عورت سیدہ ہاشمیہ عاقلہ بالغہ عمر ۲۵ سال نے اپنا نکاح غیر سید سُنی مسلمان سے کیا ہے عورت کا باپ اور تمام خاندان شمسی شیعہ ہے جو کہ حضرت علی کو خدا کا رتبہ دیتے ہیں وہ اس پر راضی نہیں ہیں کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ (سائل محمد ارشد اوکاڑوی)

الجواب مذکورہ عورت کے اولیاء اگر واقعۃً کافر ہیں تو انہیں اس عورت پر ولایت حاصل نہیں اور سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثوم سے ہوا جس کا ثبوت شیعہ سنی سب کتابوں میں موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا نکاح صحیح ہو گیا۔

وقد مر اول الباب ان من لا ولی لھا فنکاحھا صحیح نافذ مطلقا ولو من غیر کفو. او بدون مھر المثل اھ (شامی ص ۳۲۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم — محمد انور عفا اللہ عنہ
۲/۹/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

طویل عرصہ تک خبر گیری نہ کرنے سے حقِ ولایت ختم نہیں ہوتا

ایک شخص نے گھریلو جھگڑے کی بنا پر بیوی اور لڑکے لڑکی کو گھر سے نکال دیا اور سولہ ۱۶ سال تک خبر گیری نہ کی اور نہ طلاق دی اور دوسری شادی کرلی۔ اس نے سابقہ بیوی کی بچی کا نابالغی کی حالت میں ایک جگہ نکاح کردیا عدالت سے رجوع کیا گیا تو عدالت نے اس نکاح کو کالعدم قرار دیا کیا یہ درست ہے؟

الجواب اتنا طویل عرصہ بچوں کی خبر گیری نہ کرنا سخت گناہ ہے اس کے باوجود باپ کا حقِ ولایت ختم نہیں ہوا۔ لہٰذا اس نے بچی کا بحالتِ نابالغی جو نکاح کیا ہے وہ منعقد و لازم ہے۔ باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں ہوتا لہٰذا عدالت کا فسخ معتبر نہیں۔

ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجهما الولی بکراً کانت الصغیرۃ او ثیبًا (الی قوله) فان زوجهما الاب او الجد فلا خیار لهما بعد البلوغ اھ (ھدایہ ص ۲۹۶/۲۵)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سیّدہ، میّو سے بدون اجازتِ اولیاء نکاح کرے، تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی محمد اختر میّو ساکن نیو ملتان۔ وزٹ ویزہ پر امریکہ گیا وہاں مسمّاۃ خرم شاہ سے دوستی لگالی۔ جب محمد اختر کے ایک دوست کو پتہ چلا تو اس نے محمد اختر کو گناہ سے بچانے کے لئے چار گواہ ساتھ لئے اور محمد اختر و خرم شاہ کو ساتھ لے کر امام مسجد کے پاس گئے اور شرعی طریقے سے

نکاح کرادیا۔ جبکہ محمد اختر کی عمر ۱۹ سال تھی اور خرم شاہ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ لیکن مولوی صاحب اور چار گواہوں اور زوجین کے علاوہ کسی کو نکاح کا علم نہیں حتیٰ کہ زوجین کے والدین کو بھی علم نہیں۔ اور پھر جب محمد اختر کے والد کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہوا اور لڑکی کی والدہ کو بھی بتادیا۔ تو اس لڑکی کی والدہ نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر نکاح ہوگیا ہے تو ہماری لڑکی چھ ماہ بعد سکول سے فارغ ہوجائے گی تو اس کو اپنے گھر (پاکستان) لے جانا۔ اب لڑکا (محمد اختر) جب واپس پاکستان آنے لگا تو اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو پاکستان آنا چاہتی ہے تو میرے بھائی جو یہاں امریکہ میں ہیں ان سے بات کرلینا وہ تجھے پاکستان پہنچادیں گے۔ اب محمد اختر پاکستان آگیا اور لڑکی امریکہ میں ہے۔ نیز نکاح میں پچاس ہزار ڈالر مہر مقرر ہوا تھا مگر محمد اختر نے اپنی بیوی خرم شاہ سے کل مہر معاف کرالیا اور وصول کے دستخط کروالئے۔ کہ خرم شاہ نے مہر وصول کر لیا ہے۔ اب لڑکی (خرم شاہ) نے امریکہ میں کسی مفتی سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا تم نے گناہ کیا ہے۔ لہٰذا توبہ و استغفار کرو اور دوسری جگہ شادی کرسکتی ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً صورت مذکورہ میں نکاح ہوا یا نہیں اور بغیر محمد اختر کے طلاق دینے کے وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ نیز امریکہ کے مفتی کا جاری کردہ فتویٰ بھی ارسال خدمت ہے وہ بھی پڑھ لیں کہ صحیح ہے یا نہیں۔ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب صورت مسئولہ میں پیش کردہ نکاح نامہ کے مطابق چونکہ لڑکی سیّدہ ہے اور لڑکا اس سے کم درجہ قوم کا ہے۔ لہٰذا مفتیٰ بہ روایت کے مطابق یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ بعد میں اولیاء کی اجازت سے بھی صحیح نہیں ہوا کیونکہ اجازت موقوف کے لئے ہوتی ہے۔ غیر منعقد کے لئے نہیں۔

کما فی الھندیۃ ثم المرأۃ اذا زوجت نفسها من غیر کفء صح النکاح فی ظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا وقول محمد

رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا ایضاً حتی ان قبل التفریق یثبت فیہ حکم
الطلاق والظہار والایلاء والتوارث وغیر ذلک ولکن
للاولیاء حق الاعتراض وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ
اللہ تعالیٰ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من
مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔ والمختار
فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن ۱ھ ہندیہ ص۲۹۲ ج۱
الباب الخامس فی الاکفاء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

عصبات کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت نہیں ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ غلام محمد و غلام سرور دونوں چچازاد بھائی تھے۔ غلام محمد فوت ہوا تو ایک نابالغ لڑکی مسماۃ راجن مائی چھوڑ گیا جسکی عمر چھ سال ہے۔ غلام محمد کی بیوہ (رحمت مائی) اور خسر نے لڑکی کا نکاح ولی حقیقی غلام سرور کے اذن کے بغیر کردیا بوقت نکاح غلام سرور چھ میل دور تھا۔ اس کو جب علم ہوا تو کوئی آدمی لے کر لڑکی کی ماں و نانے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں اور نہ ہی اجازت ہے آیا غلام سرور کی اجازت کے بغیر نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں المستفتی مفتی محمد کلیم اللہ ڈہاڑی

الجواب عصبات کے ہوتے ہوئے والدہ اور نانا کو ولایت نکاح حاصل نہیں لہٰذا ان کا کیا ہوا نکاح موقوف ہوگا غلام سرور کی اجازت پر اور اس کے رد کر دینے سے ختم ہوگا۔

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ
درمختار علی الشامیۃ ص۳۴۰ ج۲۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ

زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کا زانی ولی نہیں بن سکتا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت طوائف ہے۔ اس عورت کا تعلق ناجائز زید سے رہا۔ زید سے ہی اسے حمل حرام ٹھہر گیا۔ پھر زید نے اس طوائف سے قطع تعلق کرلیا۔ عورت نے پھر بکر سے ناجائز تعلق قائم کرلیا۔ عورت کے بطن سے ایک حرامی لڑکی پیدا ہوئی۔ سن صغر میں ہی بکر نے طمع نفسانی کی وجہ سے باوجود اس کی والدہ کے چیخنے چلانے کے اس لڑکی کا نکاح عمرو سے کردیا۔ اب لڑکی جوان ہوگئی ہے۔ اب نہ تو لڑکی اس ناطہ پر رضامند ہے۔ اور اس کی والدہ کی پہلے سے ہی ناراضگی ہے۔ کیا ایسی صورت میں ولایت بکر جائز متصور ہوکر نکاح درست ہوگا۔ یا کالعدم۔ بینوا توجروا

الجواب شخص مذکور لڑکی مذکورہ کے نکاح کا متولی ہی نہیں تھا۔ اس لئے اس کا کیا ہوا نکاح لازم نہیں۔ پس یہ لڑکی اپنی صوابدید کے موافق دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہ
بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۳/۹/۱۳۸۰ھ

کیا ولایت میں چھوٹا بڑا بھائی برابر ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اس کے دو بھائی ہیں چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کی عدم موجودگی میں نکاح کردیا اب بڑا بھائی اس نکاح پر راضی نہیں ہے کیا شرعاً چھوٹا بھائی اور بڑا بھائی ولایت میں برابر ہیں یا نہیں؟

الجواب لڑکی کا بھائی جو نکاح میں شامل تھا اگر وہ اس وقت عاقل بالغ تھا تو پھر یہ نکاح منعقد ہوگیا کیونکہ چھوٹا اور بڑا بھائی ولایت میں مساوی ہیں۔

هکذا مفهوم من کتب الفقہ۔ لہٰذا بغیر طلاق حاصل کئے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

بندہ اصغر علی عفی عنہٗ
۱۳۷۲/۳/۳ھ

کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایتِ نکاح کس کو ہوگی۔

محمد بخش ولد اللہ بخش جو کہ اللہ یار مرحوم کی خالہ زاد بہن کا بیٹا ہے۔ اس نے اللہ یار مرحوم کی نابالغ لڑکی مسماۃ منظور الٰہی کا عقد مسمی محمد بخش ولد خدا بخش سے کر دیا عقد کے وقت لڑکی کی والدہ کرم خاتون کو نکاح کے لئے راضی کیا تو اس نے کہا کہ اگر میری بڑی لڑکی اور داماد کو راضی کر لو تو میں راضی ہو جاؤں گی مگر محمد بخش ولد اللہ بخش انہیں رضامند کرنے میں ناکام ہوا۔ اس لئے اللہ یار کی بیوی نہ تو نکاح کے وقت راضی ہوئی نہ بعد میں لیکن نکاح زبردستی کر دیا۔ اور لڑکی کی والدہ کو مار پیٹ کر الگ ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ لڑکی کی والدہ کرم خاتون کہتی ہے کہ میں اس نکاح سے نہ راضی تھی اور نہ اس وقت راضی ہوں نہ اپنی لڑکی دینا چاہتی تھی اور نہ اب چاہتی ہوں اور نہ کبھی دوں گی۔ اسی طرح منظور الٰہی کا بھائی جو عقد کے وقت نابالغ تھا اب وہ بالغ ہے وہ بھی اس نکاح پر اپنی عدم رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ شرعاً نکاح ہو گیا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوا۔ تو وہ لڑکی اپنا کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب محمد بخش ولد اللہ بخش کو مسماۃ منظور الٰہی نابالغہ کے نکاح کی ولایت حاصل نہ تھی بلکہ نکاح مذکورہ کی ولایت شرعاً والدہ کو تھی پس محمد بخش کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا جب اس نے رد کر دیا تو یہ نکاح ختم ہو گیا۔ پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ سابقہ نکاح کالعدم ہے۔

قال فی الدر المختار فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ... الخ (ص ۳۲۹ ج ۲)
ونکاح عبدٍ وامۃٍ بغیر اذن السید موقوفٌ علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجیئ فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیزٌ حالۃ العقد والا تبطل (ص ۳۲۹ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفی عنہٗ
۱۳۸۱/۵/۷ھ

باپ نابالغہ کے نکاح کی ولایت نانا کو دے دے تو اس سے باپ کی ولایت ختم نہیں ہوتی (ایک اہم فتویٰ)

ہمارے بلوچستان کے اکثر خاص کر بلوچ پختون قبائل کے لوگ عورتوں کو بھیڑ بکری جیسے فروخت کرتے ہیں۔ اور اس کے ثمن کو اس عرف میں "لب" تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن جو علماء دیانتدار متقی لوگ کہلائے جاتے ہیں یہ بجائے "لب" کے حق مہر مقرر کر کے وہ مال واقعی بچی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایک تیسری صورت بھی اختیار کی ہے اور اسی کو مباح کا درجہ دے دیا۔ اور اس کا نفع صرف باپ یعنی سسر کے حق میں ہے وہ مباح کی تیسری صورت یعبر فی عرفنا بلفظ "گٹ کمی" یعنی پیٹ کا بچہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ بوقت منگنی لڑکی کا باپ اپنے داماد کے ساتھ حق مہر مقرر کرنے کے علاوہ یہ شرط بھی لگاتا ہے کہ جس وقت میری لڑکی کا نکاح یعنی خلوت صحیحہ وجود میں آجاوے تو چار لڑکیاں پیٹ والی میری ہیں۔ چاہے میری لڑکی کے بطن سے یا اس کی دوسری بیوی کے بطن سے یا آپ کے بھائی کی بیوی کے بطن سے جب بھی پیدا ہوں۔ تو میری ہیں یعنی چار لڑکیاں پیٹ والی آپ نے پیدا کر کے مجھے دینی ہیں۔ بغیر کسی عوض کے۔ پھر جب یہ بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو سسر اس کی یوم پیدائش کے چالیس دن کے بعد داماد کے گھر جا کر کہتا ہے

کہ آپ کی بچی اب میری ہے۔ یعنی میرا قبضہ ہو گیا۔ اور داماد کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور اس شرط کو ہمارے قومی رسم ورواج بلکہ صوبائی حکومت کی قانونی بالادستی حاصل ہے۔ اگر داماد یعنی باپ اپنی بچی کو حوالے کر دینے سے انکار کرے تو عدالت کے ذریعے اس سے تسلیم کرایا جائے گا غرضیکہ بچیوں کے پیدا ہونے کے بعد باپ یعنی داماد کی رضاء اور عدم رضاء کا کوئی اعتبار نہیں۔ خلاصۃ الکلام داماد یعنی باپ کی ولایت من کل الوجوہ اپنی بچی سے منقطع ہو جاتی ہے۔ اور یہی ولایت بعینہٖ نانا یعنی بیوی کے باپ یا اسی کے خاندان کے کسی فرد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے: بچی کا نانا جہاں چاہے نکاح کرائے، یا فروخت کرے۔ حق مہر مقرر کرے یا نہ کرے۔ باپ کا کوئی اختیار نہیں۔ اب شق نمبر۱ "لب" کی حرمت، شق نمبر۲ حق مہر کی حلت پر کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن شق ۳ (گنگمٹی) بتفصیلہا میں مقامی علماء کا اختلاف ہے۔

الطبقۃ الاولیٰ من العلماء الکرام والصلحاء جو کہ اس فعل کے عملی طور پر مرتکب ہیں۔ وہ اس شرط کو جس کا نتیجہ گنگمٹی بن جاتا ہے۔ مباح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ بوقت منگنی اس شرط کو مباح صرف وعدہ اور بوقت ولادت بچی اس حیلہ کو جائز اور واجب التسلیم ایفائے عہد بتاتے ہیں۔ اور خلاف وعدہ جرم ہے ممکن ہے الکریم اذا وعد وفیٰ سے استدلال کرتے ہوں گے۔ غرضیکہ ان کے ہاں یہ تدبیر اختیار کر کے جبری طور پر بھی ولایت باپ کو بچی کے حق میں سلب کرنے میں کوئی بڑا گناہ یا کراہت نہیں۔

الطبقۃ الثانیہ من العلماء الکرام اس شرط کو کہ جس کا نتیجہ صورت گنگمٹی والی بن جاتی ہے۔ ناجائز بتلاتا ہے وہ فیصلۂ عدالت کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ بلا رضائے باپ یعنی داماد کے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور ہر وہ وعدہ جو خلاف شرع ہو۔ اس کا ایفاء ضروری نہیں۔ اور یہ علماء اس شرط گنگمٹی کی حرمت کو شق ۱ "لب" سے زیادہ حرام بتلاتے ہیں۔ بایں معنی کہ لب میں بیع الحر کی حرمت ہے۔ اور شق نمبر ثالث میں گنگمٹی میں بیع الحر کے ساتھ بیع المعدوم والی صورت بھی پائی جاتی ہے۔

جناب مفتی صاحب حوالہ کے ساتھ فتویٰ بتائیں کیونکہ ہمارے ہاں بااثر علماء کے ذریعہ

ثالث یعنی گنگمٹی والی صورت کو مباح قرار دیکر اس پر عمل کیا جا رہا ہے۔ گویا یہ ایک حیلہ شرعی بن چکا ہے۔ اگر یہ واقعی ناجائز ہے تو اوروں کے لئے قابل تقلید اور حامل نفع دنیوی پر مشتمل ہے۔ ورنہ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے تفصیلی یا مختصر دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر یہ صورت ناجائز ہے۔ تو کیا یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ تو کیا داماد کے انکار پر خلاف وعدہ کا گناہ ہے یا نہیں کیا بصورت عدم رضاء داماد یعنی باپ کا نکاح جائز ہو گا یا نہیں۔ تو کیا یہ کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں۔

الجواب اس قسم کے عقد کی جانوروں میں بھی ممانعت ہے چہ جائیکہ انسانوں میں اسے جائز کیا جائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی عن بیع حبل الحبلۃ۔ قال النووی فی شرحہ واختلف العلماء فی المراد بالنہی عن بیع حبل الحبلۃ فقال جماعۃ ہو البیع بثمن موجل الی ان تلد الناقۃ ویلد ولدہا...... وقال آخرون ہو بیع ولد الناقۃ الحامل فی الحال......... وہذا البیع باطل علی التفسیرین اما الاول فلانہ بیع بثمن الی اجل مجہول...... واما الثانی فلانہ بیع معدوم ومجہول وغیر مملوک البائع وغیر مقدور علی تسلیمہ واللہ اعلم اھ (نووی ص۳ ج۲)

امام نوویؒ کی کلام کے مطابق اس بیع میں ممانعت کی کئی وجوہ پائی گئیں ہیں ۱۔ بیع معدوم ہے۔ ۲۔ بیع غیر مملوک ہے۔ ۳۔ بیع غیر مقدور التسلیم ہے۔ اور صورت مسئولہ میں مزید دو وجہوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بیع الحر ہے۔ نیز یہ کہ بوقت عقد حمل بھی معدوم ہے۔ تو جب حیوانات میں بیع الحمل ممنوع ہے۔ تو انسانوں میں ایسی بیع کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ صریح البطلان ہے۔ لایشک فیہ عاقل منصف اور اسے صرف وعدہ قرار دینا لغو ہے۔ کیونکہ نفس وعدہ پر عدالتی کارروائی اور حکومتی

جبر جاری نہیں ہوسکتا۔ پس ایسی لڑکیوں کی ولایت نکاح بدستور ان کے والد کو حاصل رہے گی۔ سلب ولایت غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کفاءۃ میں صرف اسلام کا اعتبار ہے یا باقی امور کا بھی ؟

کفوء سے کیا مراد ہے اور مہر مثل سے کیا مراد ہے۔ زید کفوء کی تفسیر یوں کرتا ہے کہ کفوء مشتق ہے کفاءۃ بالفتح سے بمعنی مساوات اور کہا کہ الکفاءۃ معتبرۃ فی النکاح قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء۔ (ھدایہ اولین ص۳۰۵) واذا تزوجت المرأۃ نفسھا من غیر کفوء فللاولیاء ان یفرقوا بینھما اھ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام قریش بعضھم اکفاء لبعض بطن ببطن الخ۔ تو زید نے کہا کہ کم قوم والا اعلیٰ قوم والے کا ہم نسب نہیں، جیسے غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفوء نہیں ہے البتہ عورت نیچی قوم والی ہو۔ اور مرد اونچی قوم والا ہو۔ تو یہ صورت کفوء سے بھی اونچی ہے اس لئے یہ جائز ہے، لیکن بکر کہتا ہے کہ کفوء اور غیر کفوء کے الفاظ جہاں آتے ہیں وہاں اسلام اور غیر اسلام کا فرق ہے۔ مسلمان سب ایک دوسرے کے کفوء ہیں۔ لیکن زید کہتا ہے کہ کفوء، اور غیر کفوء، کا ذکر مسلمانوں کے اعتبار سے ہے کس کا قول صحیح ہے۔ نیز زید کہتا ہے کہ مہر مثل کی تشریح ھدایہ والی مھر مثلھا یعتبر باخواتھا وعماتھا وبنات اعمامھا۔ الخ صحیح ہے لیکن بکر کہتا ہے۔ یہ صحیح نہیں بلکہ مہر ھستی (طاقت) پر ہے، زید کہتا ہے درست ہے مگر دس درہم چاندی سے کم نہ ہو۔ بکس کا قول صحیح ہے ———

(عبدالرشید علی پوری متعلم انتا۔)

الجواب دونوں امور میں زید کا قول درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: عبدالستار عفا اللہ عنہ،

عالم باعمل سیّدزادی کا کفوء ہے۔

واضح ہو کہ ایک سیدزادی فواحش سے بچنے کے لئے بخواہش خود ایک نامزد اشتی سے نکاح کرے تو کیا شرع شریف میں کوئی رکاوٹ تو نہیں۔ اس کا نکاح کردیا جاوے یا نہ ۔

الجواب اگر وہ غیر سید مرد عالم باعمل ہے۔ تو پھر وہ اس سیدزادی کا ہم کفوء ہے اور اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے اور ورثاء میں سے بھی کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ عالم نہیں

ہے تو پھر اس سیدزادی کا کفوء تو نہیں ہے لیکن نکاح پھر بھی اس شخص کے ساتھ صحیح ہے۔ مگر اس صورت میں ورثاء کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر اس شخص کے ساتھ وارث نکاح کرنے پر راضی نہ ہوں گے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کمافی الشامی ص۳۲۳ ج۲ فالعالم العجمی یکون کفوًا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ ۱۹/۲/۳ء

غیر کفوء میں نکاح کرنے سے رشتہ دار ناراض ہوں تو بھی کرسکتے ہیں۔

زید، اپنی اولاد کے رشتے غیر برادری اور غیر قوم میں اس بناء پر کرتا ہے کہ اپنی قوم میں نیک ذی علم نہیں ملتے اور اس بارے میں زید کے حقیقی بھائی اور بہن بھی اس کے ہمنوا ہیں لیکن حقیقی چچا اس بات کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اور قطع رحمی اختیار کرتا ہے اور بناء محض دنیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید ایسا کرے تو گنہگار تو نہیں ہوگا ―

الجواب ولو زوج ولدہ الصغیر من غیر کفوء بان زوج ابنہ امۃ او ابنتہ عبدا.... جاز، وھذا عند ابی حنیفۃ، کذا فی التبیین (ھندیہ ص۱۵ ج۲)

بناء بریں جزئیہ مذکورہ والد کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی اولاد کا نکاح غیر کفوء میں کردے اور والد کا یہ استحقاق کسی دیگر رشتہ دار کی رضامندی کے ساتھ مقید نہیں، جیسا کہ اطلاق جزئیہ سے ظاہر ہے۔ پس والد کا یہ اقدام دونوں صورتوں میں معصیت نہیں، دیگر رشتہ دار رضامند ہوں تو بھی، ناراض ہوں تو بھی۔ پس صورت مسئولہ میں اس جائز اقدام سے ناراض ہوکر اگر کوئی رشتہ دار چچا وغیرہ قطع تعلق کرے تو یہ قطع اسی رشتہ دار کی جانب سے تصور کیا جائے گا زید کی جانب سے نہیں ہوگا۔ لیکن زید کو چاہیئے کہ رشتہ دار مذکور کے ساتھ سابقہ تعلقات بدستور رکھنے میں اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرے۔ قال علیہ السلام صل من قطعک (الحدیث) نیز واضح رہے کہ ہر غیر قوم کا غیر کفوء ہونا ضروری نہیں

الجواب صحیح، بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فاسق، فاسقہ بنت صالح کا کفوء بن سکتا ہے۔

ایک شریف خاندان کی عورت بغیر اجازت والد کے ایک جاہل اور رذیل خاندان میں نکاح کرے تو کیا شریعت

مطہرہ اس نکاح کو (جو غیر کفو میں ہوا ہے) جائز کرتی ہے یا نہیں جبکہ عورت کا خاندان علمی پیشہ اور ہر لحاظ سے اعلیٰ خاندان شمار ہوتا ہے۔ البتہ عورت مذکورہ کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔ احکام دین کی پابندی نہیں کرتی وغیرہ۔

الجواب صورت مسئولہ میں یہ نکاح بوجہ خیار کفائت کے قابل فسخ نہیں۔ کیونکہ یہ عورت خود فاسقہ ہے اور فاسقہ بنت صالح فاسق شخص کی کفو ہوتی ہے۔ پس عورت مذکورہ کا شخص مذکور سے اپنی رضا و رغبت سے نکاح کرنا کفو میں ہے۔ والدلیل علیہ مافی الشامیۃ قلت والحاصل ان المفہوم من کلامہم اعتبار صلاح الکل وان من اقتصر علی صلاحہا او صلاح آبائہا نظر الی الغالب من ان صلاح الولد والوالد متلازمان فعلی ہذا فالفاسق لا یکون کفوا للصالحۃ بنت صالح بل یکون کفوا لفاسقۃ بنت فاسق وکذا الفاسقۃ بنت صالح کما نقلہ فی الیعقوبیۃ فلیس لابیہا حق الاعتراض لان ما یلحقہ من العار ببنتہ اکثر من العار بصہرہ اھ (باب الکفاءۃ ص ۳۴۸/۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

نیک عالمِ دین اچھے خاندان کا کفو ہے۔

ایک بیوہ نے اپنا نکاح ایک عالم دین دار آدمی سے کیا بیوہ نے کہا کہ اس نکاح کو میرے اولیائے مخفی رکھیں کیونکہ وہ کسی دُنیا دار سے کر دیں گے۔ اس طرح میرے بچوں کا مستقبل خراب ہو جائے گا۔ اب اس بیوہ کے بھائی اس نکاح کو قبول نہیں کرتے، اس عالم دین دار کا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے جبکہ بیوہ کے خاندان کی کئی لڑکیاں اس عالم دین کے خاندان میں بیاہی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ اکثر لوگ بیوہ کے خاندان کو قریشی تسلیم کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اس دین دار عالم کے پاس جائیداد بھی بیوہ سے زیادہ ہے۔ اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ ——— (عبد الرحمن میاں چنوی)
مستفسر اکبر

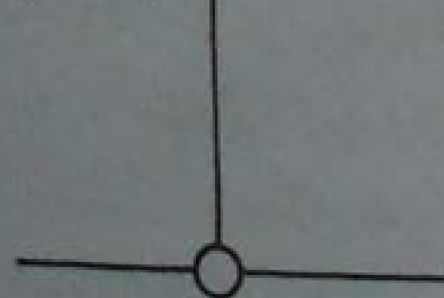
الجواب صورت مسئولہ میں یہ نکاح لازم ہو چکا ہے اور درست ہوا ہے، عورت کے اولیاء اسے فسخ نہیں کرا سکتے کیونکہ یہ کفو میں ہوا ہے: فی جامع قاضی خان الحسیب یکون کفوا للنسیب فالعالم العجمی یکون کفوا للجاہل العربی الی ان قال وزادوا العالم الفقیر یکون کفوا للغنی الجاہل والوجہ فیہ ظاہر لان شرف العلم فوق شرف النسب فشرف المال اولی اھ (شامی ص ۳۴۲/۲) فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کوئی شیعہ اپنے آپ کو سُنی ظاہر کر کے نکاح کر لے تو پتہ چلنے پر اولیاء فسخ کرا سکتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیتے وقت اُن کے مذہب شیعہ ہونے پر انکار کر دیا مگر رشتہ لینے والے نے چند آدمیوں کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں شیعہ ہرگز نہیں ہوں اس کے بعد اس نے رشتہ کیا۔ دونوں طرف سے نکاح ہو گئے یعنی رشتہ دینے والے نے اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ ان کو دیدیا، بعدہ کچھ عرصہ وہ زوجہ کو اپنے والدین کے پاس لے جانے کے بہانے سے اُسے گھر لے گیا اور پھر زوجہ کو بالکل محصور رکھا اور اُسے شیعیت پر بھی مجبور کیا اور صحابہ کرامؓ پر سب و شتم و لعنت کرنے لگے اور زوجہ کو کہنے لگے کہ تو بھی سب و شتم کر۔ چونکہ وہ اہل السنت والجماعت تھی وہ انکار کرتی رہی وہ لڑکی کو اس کے والدین سے بھی نہیں ملنے دیتے تھے بہت کوشش سے اس کا باپ گھر لے آیا، ایک لڑکا اس کا تھا وہ بھی انہوں نے جبراً چھین لیا اب عورت مذکورہ خاوند کے پاس نہیں جانا چاہتی اور نہ باپ شیعہ سُنی ہونے کی وجہ سے بھیجنا چاہتا ہے تو اب شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں اس شخص نے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کر کے نکاح کیا ہے لڑکی اور اس کے وارثان کو اس کے شیعہ ہونے کا علم نہ تھا بلکہ اس نے حلفاً بیان کیا کہ میں سُنی ہوں لہٰذا یہ نکاح غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے فسخ ہو سکتا ہے۔ ہر وہ حاکم مجسٹریٹ یا جج جو مسلمان ہو اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ اسی مضمون کی درخواست لڑکی کے والد کی طرف سے دینی لازم ہے بغیر قضاء قاضی فسخ نہیں ہو سکتا۔ وفی الدر المختار ولو زوجوہا برضاہا ولو یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفؤ کان لہم الخیار (شامی ص ۳۴۵) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ



مہر کے مسائل

حج کرانا بھی نکاح میں مہر بن سکتا ہے

زید نے ہندہ کو نکاح کا پیغام دیا، ہندہ بیوہ تھی، ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میرا مہر یہ ہے کہ آپ مجھے حج کروادیں، چنانچہ نکاح ہوگیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہے اور کیا زید کے ذمہ حج کرانا لازم ہے۔ مہر اس کے علاوہ اور کچھ مقرر نہیں ہوا۔ جبکہ حج کی قیمت میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے ——— (المستفتی محمد اسماعیل سرحدی)

الجواب اگر حج کروادینے کی شرط پر نکاح کیا جائے اور اس حج کرانے کو مہر مقرر کیا جائے تو یہ نکاح ہوجائے گا اور خاوند کے ذمہ حج کی قیمت ہوگی اور حج کی قیمت کا کم وبیش ہوتے رہنا مفسد تسمیہ نہیں ———

قال فی الدر المختار وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا وفی الشامیة ص۳۶۳ ج۲ (قولہ فیما اذا لم یسم) ای لم یسم تسمیة صحیحة أو سکت عنہ نہر (الی قولہ) ولیس منہ ما لو تزوجہا علی عبد الغیر لوجوب قیمتہ اذا لم یجز مالکہ أو علی حجة لوجوب قیمة حجة وسط لا مہر المثل والوسط بکری الراحلة الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ———

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفی عنہ — الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مہر مؤجل میں ادائیگی سے پہلے رخصتی کا مطالبہ

مسمی اللہ وسایا کا نکاح فاطمہ سے ہوا، نکاح کے وقت حق مہر مکان پختہ بمعہ حویلی نلکا، پانچ مرلہ زمین زیورات قیمت تین تولے مقرر ہوئی جو کہ نکاح نامہ میں درج ہے مسمی اللہ وسایا یہ حق مہر ادا کرنے سے انکار کرتا ہے تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔ مسمی عیسیٰ نے کئی بار کہا ہے کہ حق مہر پہلے ادا کرے گا تو پھر رخصتی شادی وغیرہ ہوگی لیکن مسمی اللہ وسایا انکار کرتا ہے۔ اب شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ ———

الجواب صورت مسئولہ میں اللہ وسایا حق مہر فی الفور ادا کیے بغیر اپنی بیوی فاطمہ مائی کی رخصتی کرا سکتا ہے۔ ولو ذکر الوقت للمؤجل یقع ذلک علی وقت وقوع الفرقة بالموت او بالطلاق. (عالمگیری ص۲۹۸ ج۱) فقط واللہ اعلم ——— محمد انور عفی عنہ

زنا کی اُجرت کو مہر بنانا

ایک مرد کسی عورت کو اُجرت پر لے کر اس سے زنا کرے اس اُجرت کو اس کا مہر ٹھہرا لے تو شرعاً اس کو حد لگائی جائے گی یا نہیں اور اگر حد کا مستحق نہیں تو معلوم ہوا یہ فعل جائز ہے اگر ناجائز ہوتا تو شرعاً حد لگائی جاتی، کیا یہ متعہ نہیں ہے؟ —

الجواب واضح رہے کہ حد شرعاً وہ سزا ہے جو من جانب اللہ مقرر ہو۔ یہ سزا بعض اوقات شبہ کی بنا پر ساقط ہوجاتی ہے یعنی سو دُرے لگانا یا سنگسار کرنا، اس کے ساقط ہونے سے آدمی جرم سے بری نہیں ہوتا بلکہ حکومت مختار ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھے جاری کرے جیسا کہ کوئی بدمعاش آدمی جانور سے بدفعلی کرتا ہے یا لڑکے سے فعلِ بد کرتا ہے تو اس صورت میں بھی حد نہیں بلکہ حکومت وقت کو اختیار ہے کہ جو سزا از قسم قید یا ضرب وغیرہ مناسب سمجھے دے سکتی ہے تو ایسی سزا کو جو حکومت کے اختیار میں ہوتی ہے تعزیر کہتے ہیں تو کیا حد واجب نہ ہونے سے آپ لواطت بہیمہ کو جائز کہہ دیں گے جس طرح یہ دونوں فعل جائز نہیں ایسے ہی کسی عورت سے زنا پر مستاجری کرنا بھی ناجائز ہے اور متعہ شریعت میں حرام ہے۔

نیز واضح رہے کہ عورت کو زنا پر مستاجری کرنے میں امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حد لازم ہے، امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک یہ سخت گناہ ہے اس میں حد لازم نہیں ہے لیکن تعزیر ہے یعنی حاکم کے اختیار میں ہے کہ ایسے مرد وعورت کو جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۱۹ ج۵ میں یہ تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم ———

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲/۴/۲ھ

مکمل مہر دے دیا پھر قبل از دخول طلاق ہوگئی تو نصف مہر واپس لے سکتا ہے

زید نے اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کا نکاح عمر بن بکر سے پڑھا دیا بعوض حق مہر معجل پھر بعد از نکاح عمر کے والد بکر نے اپنا مکان اپنی خوشی ورضامندی سے ہندہ کو بعوض حق مہر بیع قطعی تحریر کردیا اور قبضہ بھی دیدیا عرصہ سے ابھی تک ہندہ اس مکان میں رہائش پذیر ہے ابھی تک ہندہ کے تبدیل پارچات عمر کے ساتھ نہیں کیے گئے ہیں اور اب عمر کا والد بکر دعویٰ کرتا ہے کہ یہ مکان مجھ کو واپس کردیا جائے کہ ہندہ قبل از

تبدیل پارچات حق مہر نہیں لے سکتی ہے لہٰذا یہ بیع نامہ منسوخ کیا جاوے کیا واقعی یہ مکان واپس ہو سکتا ہے جو کہ والد عمر نے بعوض حق مہر بیع کر دیا ہے یا نہیں ــــــ

الجواب بکر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ عورت قبل از تبدیلی پارچات مہر کی حق دار نہیں ہوتی بلکہ نکاح ہوتے ہی عورت مہر کی حقدار بن جاتی ہے۔ ہاں خدانخواستہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ قبل از وطی یا قبل از خلوت طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو اس صورت میں عورت صرف نصف مہر کی حق دار رہتی ہے اور دوسرا نصف مرد کی ملک میں واپس لوٹ آتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ــــــ

(۱) بوقت نکاح عورت کو مہر ادا نہ کیا جائے بلکہ مؤجل رکھا جائے ــــــ

(۲) بوقت نکاح عورت کو پورا مہر ادا کر دیا جائے تو دوسری صورت میں قبل از وطی طلاق کی نوبت پیش آئے تو نصف مہر مرد، عورت سے واپس لے گا لیکن اس واپس لینے کی بھی دو صورتیں ہیں ــــــ

(۱) یا تو عورت اپنی رضا سے واپس کر دے ــــــ

(۲) اگر عورت اپنی رضا سے واپس نہ دے تو عدالت میں دعویٰ کر کے واپس حاصل کر لے۔ بلا واسطہ عدالت خود بخود زبردستی لینے کا حق نہیں ــــــ

کما فی الدر المختار علی الشامی ص ۲۵۶ ج ۲ ویجب نصفہ بطلاق قبل وطء او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا النصف وو درہمان ونصف وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لہا وان کان مسلما لہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء الخ ــــــ

لہٰذا صورت مسئولہ میں بکر کو مکان واپس لینے کا تو کسی صورت میں بھی حق نہیں کیونکہ اس کی تو بیع ہو چکی باقی رہا واپسی مہر کا مطالبہ اس کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خدانخواستہ اگر قبل از وطی طلاق کی صورت پیش آجائے تو چونکہ عورت مذکور کو بوقت نکاح پورا مہر ادا کر دیا تھا۔ اس عورت کی رضا سے یا بذریعہ عدالت نصف مہر واپس لے سکے گا۔ ورنہ واپسی مہر کے مطالبہ کا بھی حق نہیں ــــــ

بندہ اصغر علی غفرلہٗ

خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں خاوند مکان کو تو بالکل نہیں لے سکتا کیونکہ وہ حق مہر کی بیع میں آچکا ہے اور حق مہر نقد کی شکل میں بھی نہیں لے سکتا جبتک طلاق قبل از دخول نہ دی ہو۔ اگر طلاق قبل از تبدیل پارچات دیدے

تو آدھا حق مہر لے سکتا ہے ــ

والجواب صحیح

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہٗ

عورت بخوشی مہر معاف کر دے تو باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔

زید نے اپنی بیوی کا حق مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا۔ مذکورہ مہر عورت شادی کے دو سال بعد چار گواہوں کے روبرو، بخوشی معاف کر چکی ہے۔ اب دونوں میاں بیوی راضی خوشی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر لڑکی کے والد صاحب کہتے ہیں کہ مہر معاف کرنا ٹھیک نہیں بلکہ ادا کرو، شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں، بر تقدیر صحت واقعہ مہر معاف ہو چکا ہے اب عورت یا اس کا کوئی ولی مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

للمرأۃ ان تھب مالہا لزوجہا من صداق دخل بہا زوجہا او لم یدخل ولیس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ (کذا فی شرح الطحاوی اھ (عالمگیری ص ۲۷ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہٗ

والد، مہر کا ضامن ہو تو اسے دینا ضروری ہے،

محمد سلیم کا نکاح ہوا، اس وقت تیس ہزار روپے اور ایک مرلہ زمین حق مہر مقرر ہوا اب سلیم اپنے والد ابراہیم سے کہتا ہے کہ ایک مرلہ حق مہر زمین ادا کرو شریعت کے رو سے فرمائیں کہ آیا مہر خاوند کے ذمہ ہے یا اس کے والد کے ذمہ جبکہ والد نے زبانی طور پر کوئی شرط و قید نہیں لگائی کہ میں ادا کروں گا۔ البتہ نکاح نامہ میں والد کی اجازت سے ایک مرلہ مکان کی زمین بطور مہر کے لکھی گئی تھی ــ محمد سلیم اپنے والد سے اس کی زندگی میں ہی جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا شریعت کی رو سے محمد سلیم اپنے والد سے جائیداد کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں ــــــ

الجواب . بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں والد کو چاہیئے کہ مکان کا جتنا حصہ بطور مہر لکھوایا تھا یا اس کی قیمت وہ محمد سلیم کی زوجہ کو ادا کرے مہر کے خانہ میں لکھوانا ایک قسم کی ضمانت ہے اور ولی شرعاً مہر کا ضامن بن سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:ــــــ

وصح ضمان الولی مہرہا ولو صغیرۃ وتطالب أیاً شاءت من زوجہا البالغ أو الولی الضامن الخ ص ۳۵۷ ج ۲ ۲ جبتک والد تندرست ہو اس کی جائیداد اس کی ملک ہے کسی لڑکے یا لڑکی کا اس میں کوئی حق نہیں لہٰذا لڑکے کا تقسیم جائیداد کا مطالبہ شرعاً غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد عبد اللہ عفی عنہٗ
۳۰/۴/۱۴۰۸ھ

مہر کی کم از کم مقدار ۳۵ گرام چاندی ہے ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مہر کی شرعاً مقدار کم سے کم ۱۰ درہم ہے تو موجودہ دور میں ۱۰ درہم کا وزن کلو اور گرام کے اعتبار سے کتنا بنتا ہے ؟ ــــ

الجواب دس درہم کا وزن تولوں کے حساب سے دو تولہ ساڑھے سات ماشے بنتا ہے اور گرام کے لحاظ سے ۳۴.۲ گرام بنتا ہے اگر کم از کم مقدار کو مہر بنانا ہو تو احتیاطاً ۳۵ گرام چاندی یا اس کی قیمت کو مہر بنا دیں ــ فقط واللہ اعلم ــ

محمد انور غفرلہٗ

لڑکی والوں کا جہیز بنانے کے لیے رخصتی سے پہلے مہر وصول کرنا۔

ہمارے ہاں عرصہ دراز سے یہ رواج شادی بیاہ کے مواقع پر چلا آرہا ہے کہ لڑکی کا والد یا اس کے سرپرست حضرات لڑکی کا مہر نکاح سے قبل وصول کر لیتے ہیں، کیا شرعاً نکاح سے قبل اس طرح مہر وصول کرنا جائز ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں لڑکی کا والد یا سرپرست لڑکے والوں سے مہر کی رقم نکاح سے پہلے شادی کے اخراجات کے لئے لے سکتا ہے کیونکہ ولی مہر پر قبضہ کر سکتا ہے۔

کما فی رد المحتار وفیہا قبض الاب مہرہا وہی بالغۃ أولا وجہز ہا أو قبض مکان المہر عیناً لیس لہا ان لا تجیز لان ولایۃ قبض المہر الی الآباء وکذا التصرف فیہ ــــ (باب المہر شامی ص ۳۴۱ ج ۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہٗ

مال کے بدلے طلاق حاصل کرنے کے بعد عورت کا مہر کا مطالبہ کرنا

ایک عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا خاوند نے کہا اڑھائی ہزار روپیہ لے کر طلاق دوں گا، خاوند نے طلاق دیدی، جب پیسے مانگے گئے تو عورت نے مہر کا مطالبہ کر دیا ؟ کیا اس کا مطالبہ درست ہے۔ ــــ

الجواب صورت مسئولہ میں عورت مہر لینے کی حقدار ہے۔ وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد لا۔ (درمختار علی الشامیۃ ص ۵۶۷ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ

محمد انور عفا اللہ عنہٗ
۲۰/۸/۱۳۹۸ھ

مہر زیور کی شکل میں ادا کر دیا اور پھر بیوی نے معاف کر دیا تو وہ زیور ترکہ شمار ہوں گے یا نہیں۔

جمیلہ بی بی مرحومہ زوجہ عبد الحمید کو ہم نے اس کی زندگی میں مہر شریعت کی رو سے جو بنتا تھا وہ اس کو چاندی کے زیورات کی صورت میں مہر کی طرف سے ادا کر دیا تھا معجل طور پر، بیوی کے مرتے ہوئے چند عورتوں نے مہر معاف کرنے کو کہا تو میں نے خود عورتوں کے سامنے اقرار کیا ہے کہ مہر زیور کی شکل میں ادا کر دیا ہے۔ اس پر عورتوں نے مرنے والی سے پوچھا تو مرنے والی بولی کہ میں نے مہر خوشی سے معاف کر دیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو زیور مہر کی شکل میں ادا کر دیا تھا میں اس کا حقدار ہوں یا کہ نہیں یا میرے بچے حق دار ہیں ــــ (المستفتی، عبد الحمید جلالپور)

الجواب اگر مہر بشکل زیور عورت کو ادا کر دیا تھا تو وہ زیور عورت کے مملوک ہو گئے، عورت کے زبانی معاف کرنے سے وہ خاوند کی ملک نہیں بنیں گے تا وقتیکہ وہ خاوند کو دے کر قبضہ نہ کرا دے، اگر ہبہ درست بھی ہو تو بھی مرض الوفات میں خاوند کو ہبہ کرنا درست نہیں لہٰذا وہ زیورات عورت کا ترکہ شمار ہو کر اس کے تمام ورثاء میں تقسیم ہوں گے ان میں سے خاوند کو بھی ملے گا ــ فقط واللہ اعلم ــ

محمد انور عفا اللہ عنہٗ
۱۱/۶/۱۴۰۳ھ

باپ لڑکی کا مہر معاف کر دے تو لڑکی مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں ؟

اگر کوئی شخص اپنی بالغہ بیٹی کی طلاق اس کے مہر کے عوض بلا اجازت و رضا اور موجودگی کے حاصل کرے

اور ضامن بھی نہ بنے تو کیا لڑکی اپنا مہر وصول کرنے کی مجاز ہے، آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ظاہراً باپ لڑکی کی طرف سے وکیل ہے لہٰذا وصول کرنے کی مجاز نہیں تو عرض یہ ہے کہ :۔۔۔۔

الدر المختار مع ردّ المحتار ص ۶۱۵ ج ۲ کی مذکور ذیل عبارت :۔۔۔

خَلَعَ الْاَبُ صغیرته بمالها أو مهرها طلقت فی الاصح کما لو قبلت هی وهی مميزة ولم یلزم المال لانه تبرع وکذا الکبیرة الا۔ فان خالعها الاب علی مال (مثل المهر) ضامناله صح والمال علیه کالخلع مع الاجنبی فالاب اولٰی بلا سقوط مهر ای (سواء کان الخلع علی المهر أو علی ألف) لانه لم یدخل تحت ولایة الاب انتهی

ان عبارات میں اور احسن الفتاوٰی وفتاوٰی دار العلوم دیوبند میں اور جامعۃ الاسلامیہ کراچی سے مسائل کے متعلق حاصل کردہ فتاوٰی میں ظاہری وکالت کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ لڑکی کے لئے وصول مہر کا استحقاق ثابت کیا گیا ہے، جواب بالصواب سے نوازیں۔۔۔۔

الجواب لانه لم یدخل تحت ولایة الاب الخ کی تعلیل سے ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ والد کو اسقاط مہر وغیرہ کا اختیار نہیں پہلے جواب میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ بصورت وکالت ہے، ہمارے عرف وعادت کے لحاظ سے ایسے معاملات میں عموماً لڑکی کی طرف سے کُلی تفویض ہوتی ہے اور وکیل کا طے کردہ بل منظور ہوتا ہے۔ پُوری دیانتداری سے فیما بینه وبین الله غور کر لیا جائے اور صورت توکیل کی صورت اگر یہی پائی گئی تھی تو سابقہ فتوی پر عمل کیا جائے۔ ورنہ دُوسرے فتوٰی پر عمل کیا جائے، فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفی عنہ

عورت یا اس کے ورثاء کے پاس مہر کی مقدار کے گواہ نہ ہوں تو مہر مثل دیا جائیگا

ہمارے والد صاحب کی تین عورتوں کی اولاد موجود ہے۔ ایک عورت سے ایک ہی لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔ دوسری عورت سے دو لڑکے ایک لڑکی۔ تیسری عورت سے دو لڑکے ایک لڑکی۔ جملہ پانچ لڑکے دو لڑکیاں پہلی اور تیسری عورت زندہ ہیں۔ دوسری عورت فوت ہو چکی ہے دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کا آپس میں اتفاق ہے۔ پہلی عورت کے لڑکے کو عرصہ چار سال سے زمین کی پیداوار اور گھر کی ملکیت سے والد کے فوت ہونے کے وقت جو موجود تھی کچھ بھی نہیں ملا۔ والد کو فوت ہوئے عرصہ چار سال ہوا ہے۔ آخر تقسیم ملکیت کے لیے تین امین مقرر کیے گئے تو

ہر ایک حصہ دار کے مطالبات ظاہر ہوئے۔ زمین شرعی موجب تقسیم ہوئی۔ ہر ایک حصہ دار نے قبول کی۔ باقی نقدی ملکیت مبلغ ۱۷۵۰۰/- روپیہ (سترہ ہزار پانچ صد روپیہ) اور مبلغ دس ہزار کے زیورات موجود ہیں۔ دوسری اور تیسری کا حق مہر مبلغ پانچ پانچ ہزار روپیہ تھا تیسری عورت خود اور دوسری عورت کی اولاد طلب کرتے ہیں لیکن کسی کے پاس گواہ موجود نہیں ہیں اور نہ کوئی تحریری ثبوت ہے۔ تیسری عورت بذاتِ خود بھی کہتی ہے کہ پہلی عورت کو طلاق ملی ہوئی ہے۔ جس کا ثبوت بھی کوئی نہیں ہے۔ دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کے رشتہ دار مالدار ہیں۔ صرف اسی وجہ سے ان کی بات سچی مانی جاتی ہے۔ پہلی عورت کا صرف ایک بیٹا ہے اور کوئی اس کی طرف سے بات کرنے والا بھی نہیں۔ پہلی عورت اور اس کے لڑکے میں اتنی ہمت نہیں کہ سرکاری طور پر اپنا حصہ لے سکیں۔ اس لیے آپ کو یہ عرض پیش کی جاتی ہے کہ مندرجہ بالا حقیقت ذہن نشین فرما کر مندرجہ ذیل باتوں کا شرعی فیصلہ عنایت فرمادیں کہ بڑے لڑکے اور پہلی عورت کی حق رسائی ہو سکے جناب کا فتوٰی پنچایت میں پیش کر کے حق رسائی ہو سکے گی۔ کیونکہ چند اشخاص کہتے ہیں کہ جو زیور ہے وہ جو عورت موجود ہے اس کو ملنا چاہیئے۔ دوسری عورت کی اولاد کہتی ہے کہ زیور ہماری والدہ کو پہنایا تھا اس لیے ہمیں ملنا چاہیئے۔ پہلی عورت کا تو خیر نام ہی کوئی نہیں لیتا۔ والد صاحب نے زیور کبھی عورت کو بھی حق مہر میں نہیں دیا اور ہر عورت کو ہی زیور پہنایا گیا ہے۔ امینوں کا خیال ہے کہ زیور کی حقدار تیسری عورت ہے۔

سوالات: (۱) زیور کس کو ملنا چاہیئے یا کیسے تقسیم ہونا چاہیئے؛ (۲) حق مہر کا ثبوت کیا ہونا چاہیئے اور کس کو ملنا چاہیئے۔ جو حق مہر طلب کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ وہ طلب کرنے والے گواہ پیش کر سکتے ہیں۔ (۳) دوسری عورت جو کہ فوت ہو چکی ہے اس کی اولاد کو حق مہر ملنا چاہیئے یا نہ۔ (۴) عرصہ چار سال میں جیسا کہ بڑے لڑکے کو پیداوار سے حق اور حصہ نہیں ملا جو خرچ دوسری عورت کی اولاد یا تیسری عورت نے شادی غمی کے وقت کیا ہے وہ والد صاحب کی فوتگی کے وقت والی نقدی میں سے نکال کر باقی تقسیم کی جاوے یا کہ نہ نکالا جاوے، صرف بڑے لڑکے یا کہ پہلی عورت کو کچھ نہ دینے کے لیے اس قدر زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ ساری ملکیت دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کے قبضہ میں ہے۔ وہ پہلی عورت اور بڑے لڑکے کو نہیں

دینا چاہتے۔ صرف اسی وجہ سے یہ بے انصافی ہو رہی ہے۔

اَلجَوَاب: صورت مسئولہ میں دوسری بیوی کی اولاد اور تیسری بیوی کی خود ذات سے گواہوں کا مطالبہ کیا جاوے جو اُن کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ اگر ان کا دعویٰ پانچ پانچ ہزار کا گواہوں کے ذریعہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو انہیں دے دیا جائے گا ورنہ مہر مثل دلایا جائے گا۔ مہر مثل کی تفصیل مقامی علماء سے دریافت کریں ــــــ کما فی فتاوی قاضی خان ص۲۹۰ ج۲

ابن ادعی مہر امہ فی ترکۃ والدہ قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ ان کلفہ القاضی اقامۃ البیّنۃ علی ما ادعی جاز وان عجز عن اقامۃ البینۃ یقضی لہ بمہر مثل ــــــ

۲۔ وفی ردّ المحتار۔ رجل مات وترک اولاداً صغاراً فادعی رجل دینا علی المیت او ودیعۃ وادعت المرأۃ مہرھا۔ قال ابو القاسم لیس ان یؤدی شیئاً والودیعۃ ما لم یثبت بالبیّنۃ واما المہر فان ادعت قدر مہر مثلہا دفعہ الیہا ان کان النکاح معروفاً ظاہراً ویکون النکاح شاھداً لہا۔ پہلے، دوسرے، تیسرے سوال کا جواب آگیا۔

۴۔ دوسری عورت کے لڑکوں اور تیسری عورت کو بذاتِ خود جو کچھ خرچ کر چکے ہیں بشرطیکہ وہ خرچ کفن اور دفن کے معاملہ میں جائز ہو، ترکہ سے لینے کا حق ہے۔ باقی ترکہ تمام وارثوں پر حصہ رسدی تقسیم کیا جائے۔ بڑا لڑکا بھی لینے کا حقدار ہے۔ زیور، نقدی، زمین وغیرہ تمام وارثوں پر شرعی طور پر تقسیم کرنی چاہیئے۔ پہلی بیوی کی طلاق بحالت صحت کا اگر ثبوت نہ ہو تو وہ بھی حصہ رسدی جائیداد زیور، نقدی میں شریک ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ ٦/٢٤/٤ھ

مہر معجل وصول کرنے کیلئے عورت خاوند کے مطالبہ کا انکار کر سکتی ہے

ایک آدمی حق مہر ادا نہ کرے تو عورت خاوند سے طلاق لے سکتی ہے؟ اور خاوند کو وطی کرنے سے انکار کر سکتی ہے؟ اور اگر خاوند طلاق نہ دے تو عورت کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے؟

اَلجَوَاب: ایسا مہر اگر خاوند ادا نہیں کرتا جس کی ادائیگی فوری لازم ہو چکی ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ خاوند کو اپنے قریب آنے سے روک دے۔

قال فی الدر ولہا منعہ من الوطئ ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما الیٰ ان قال لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفاً بہ یفتی لان المعروف کالمشروط اھ شامیہ ص۳۸۸ ج۲ ــــــ

اور اگر اس تنازع میں عورت کے مطالبہ پر خاوند طلاق دے گا تو یہ طلاق نافذ ہو جائے گی اور مہر خاوند کے ذمہ دین ہے۔ عورت کو اس کے وصول کرنے کا پورا استحقاق ہے۔ جیسے دیگر قرضہ جات وصول کرنے کا اسے استحقاق حاصل ہے۔ حتّٰی کہ عدالتی چارہ جوئی بھی کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر: محمد انور عفا اللہ عنہ ١٠/٧/١٤٠٨ھ

آزاد آدمی کو مہر بنانے کا حکم

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ بیوی سے زید کی ایک بچی ہے۔ مہر پچیس روپے مقرر ہوا تھا۔ زید نے طلاق نامہ میں لکھا کہ میں مہر میں یہی بچی بیوی کو دیتا ہوں۔ کیا یہ درست ہے اور وہ بچی مہر بن جائے گی؟

اَلجَوَاب: مہر کے لیے مال ہونا ضروری ہے۔ آزاد آدمی مال نہیں کہ اسے مہر بنایا جائے۔ لہٰذا مقرر شدہ مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر وہ اَقَل مہر سے کم ہے تو اقل مہر پورا کرنا ضروری ہے۔

المہر انما یصح بکل ما ھو مال متقوم اھ (عالمگیری ص۳۰۲ ج۱)

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جنّت کی سفارش مہر نہیں بن سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ہندہ نے زید سے کہا کہ آپ قاری صاحب ہیں اور حفاظ و قراء حضرات کے بارے میں جو فضائل احادیث میں وارد ہوتے ہیں اس میں سے یہ

فضیلت بھی آئی ہے کہ ایک قاری صاحب ان دس آدمیوں کی سفارش کریں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا میں آپ سے اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میرا مہر جنت کی سفارش کرنی ہوگی۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔ ۱؎ یہ نکاح صحیح ہے؟ ۲؎ جنت کی سفارش کو مہر مقرر کرنا صحیح ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا — المستفتی مولانا قاری محمد اقبال صاحب

الجواب: صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا

وأما رکنه فالایجاب والقبول کذا فی الکافی (عالمگیری ص۲۶۷ ج۱)

البتہ جنت کی سفارش کو مہر مقرر کرنا درست نہیں۔ اس لیے کہ شریعت نے مال کی ایک مخصوص مقدار کو مہر مقرر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ثم المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل الخ (ہدایہ ص۳۲۳ ج۲)

منها أن یکون المسمی مالا متقوما وهذا عندنا الی قوله ولنا قوله تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم شرط أن یکون المهر مالا فما لا یکون مالا۔ لا یکون مهرا فلا تصح تسمیته مهرا وقوله تعالیٰ فنصف ما فرضتم أمر بتنصیف المفروض فی الطلاق قبل الدخول فیقتضی کون المفروض محتملا للتنصیف وهو المال اھ (بدائع الصنائع ص۲۷۷ ج۲)

جب جنت کی سفارش مہر نہیں بن سکتی تو مہر مثل لازم ہوگا۔

واذا فسدت التسمیة او تزلزلت یجب مهر المثل اھ (عالمگیری ص۳۰۳ ج۱)

فقط واللہ اعلم محمد انور عفی عنہ

گیارہ سالہ بچی سے خلوت صحیحہ ہو جائے تو وہ پورے مہر کی حقدار ہو جائے گی؟

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ بندہ غریب مہاجر ڈیرہ غازیخان میں آباد ہے۔ بندہ نوجوان ہے میرے پاس دو آدمی رشتہ لے کر آئے اور اپنے آپ کو بہت شریف بتلایا اور کہا کہ ہماری لڑکی نوجوان ہے۔ ہمیں رشتہ کرنا ہے۔ میرے بزرگوار قبلہ والد صاحب سے بات چیت ہوئی اور جو شرائط انہوں نے ٹھہرائیں ہم نے منظور کرلیں اور حق مہر ایک ہزار روپیہ عند الطلب باندھا گیا اور کاغذ نان و نفقہ کا بھی لکھا گیا۔ لڑکی کی عمر انہوں نے پندرہ سولہ سال بتائی تھی۔ جب ہمارے گھر دلہن آئی تو معلوم ہوا

کہ انہوں نے دھوکہ دیا ہے اس کی عمر گیارہ بارہ سال ہے۔ ہم نے اس پر خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے روانگی کر کے صرف دو دن ہمارے ہاں رہنے دیا اور اس کے بعد دوبارہ لایا گیا تو تین دن کے بعد فوراً ہی آ گئے اور پانچویں روز اس کا چچا ہماری بغیر رضامندی کے لے گیا اور زیور و کپڑا وغیرہ اور پینتالیس ہزار بھی نکال کر لے گئے ہیں۔ تین چار یوم کے بعد لینے گیا تو مجھے صاف جواب دے دیا اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں خاموش ہو کر چلا آیا۔ ان کے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے زیورات بھی رہن رکھ دیئے ہیں اور لڑکی کی بھی طلاق لینا چاہتے ہیں۔ غریب مزدور ہوں۔ ان کا کنبہ بھی زیادہ ہے اور اب انہوں نے مجھ پر حق مہر کا نوٹس دیا ہے اور اس میں میعاد ایک ہفتہ دی کہ حق مہر ادا کرو ورنہ دعویٰ کیا جائے گا۔ تو اب جناب کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ قانون شرعی کے موافق فتویٰ عطا فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت کام آوے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں لڑکی جب نکاح کے بعد خاوند کے گھر آئی تو اگر وہ مراہقہ یعنی قریب البلوغ تھی اور صحبت و جماع کے قابل تھی تب جماع کرنے سے یا صرف خلوۃ کرنے سے بھی مہر لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اتنی چھوٹی تھی کہ جماع کے قابل نہیں تھی یا کسی ایسے مرض میں مبتلا تھی جس کی وجہ سے جماع نہیں ہو سکتا تھا تو حق مہر لازم نہیں ہوا۔ لڑکی کے والدین کا مطالبہ کرنا قبل از بلوغ یا قبل اس حالت کے کہ وہ جماع کے قابل نہ ہو، صحیح نہیں ہے۔

قال فی العالمگیریة والمهر یتأکد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین الخ (ص۳۰۴ ج۲)

ثم قال ولا تصح خلوة الغلام الذی لا یجامع مثله ولا الخلوة بصغیرة لا تجامع مثلها۔

لڑکی کے قابل جماع ہونے نہ ہونے میں اس کی جسامت اور قد و قامت کا لحاظ کیا جائے گا۔ عورتوں سے تحقیق کی جائے۔ اگر عادل دو عورتیں شہادت دے دیں کہ جماع کے قابل ہے تب تو اس کی خلوۃ صحیحہ ہوگی اور مہر لازم ہو جائے گا۔

قال فی رد المحتار ج۲ ص۳۲۹ وقدرت الاطاقة بالبلوغ وقیل بالتسع والاولیٰ عدم التقدیر کما قدمناه۔ ولو قال الزوج تطیقه وأراد الدخول وانکر الاب فالقاضی یریها النساء ولم یعتبر

السن کذا فی الخلاصۃ۔

صورت مسئولہ میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی والوں سے مصالحت کرنی چاہیے اگر وہ خلع کریں یعنی حق مہر چھوڑ کر طلاق پر راضی ہو جائیں اور زیورات و پارچات کل یا بعض واپس کر دیں اور خاوند طلاق دیدے تو بہتر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد عبداللہ غفرلہ ۵ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

مہر مشروط طور پر معاف کیا ہو تو شرط نہ پائے جانے کی صورت میں معافی ختم ہو جائیگی

مسمی عمر صدیق اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا۔ بیوی نے خوشامد کی کہ مجھے طلاق نہ دو۔ بچے ضائع ہو جائیں گے۔ خاوند نے کہا۔ پھر حق مہر معاف کر دو۔ عورت نے کہا۔ اس شرط پر معاف کرتی ہوں کہ طلاق نہیں دو گے۔ کچھ عرصہ کے بعد خاوند نے طلاق دے دی۔ خاوند نے معافی پر دو گواہ پیش کر دیئے جس کا حاصل بھی معافی معلق ہے۔ آیا شرعاً معاف ہوا یا نہیں۔ عورت لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔

اَلجَوَاب: اگر واقعۃً مہر کو طلاق نہ دینے کی شرط پر معاف کیا گیا تھا تو طلاق دینے کی صورت میں وہ معافی ختم ہو جائے گی۔

ولو وہبت مہرھا بشرط فان وجد الشرط یجوز وان لم یوجد یعود المہر کما کان.. الخ (عالمگیری ص۲۷ ج۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد انور غفرلہ — بندہ محمد عبداللہ ۱۰/۱۰/۱۴۰۳ھ

ایک دفعہ مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ نہیں ہو سکتا

صورت مسئلہ یہ ہے کہ حسن جان دختر امر اللہ خان مسمی حیات اللہ ولد موسیٰ کے ساتھ نکاح کے بعد تقریباً آٹھ سال رہی۔ حق مہر میں دو کنال زمین بنام مسماۃ مذکورہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور انتقال نمبر ۱۷۹۱ مصدقہ $\frac{6}{71}$ ۷۔ $\frac{1}{8}$ حصہ بنام مسماۃ مذکورہ ہے جو تصدیق ہو گیا۔ بعد ازاں مسماۃ حسن جان نے محبت ولد رسلہ سے شادی کرلی۔ اس کو بارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اب وراثت کا $\frac{1}{8}$ حصہ

وصول کر کے مہر کا مطالبہ کرتی ہے جبکہ دو گواہوں کے رُوبرو بقیہ معاف کر چکی ہے۔ تو کیا اب مطالبہ کر سکتی ہے۔ بینوا توجروا

اَلجَوَاب: اگر واقعۃً مسماۃ حسن جان نے مہر معاف کر دیا تھا تو اب اسے مطالبہ کا حق نہیں ہے

للمرأۃ ان تہب مالہا لزوجہا من صداق دخل بہا زوجہا أو لم یدخل ولیس لاحد من أولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ اھ (عالمگیری ص۳۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ ۴/۳/۱۴۰۳ھ

جس مہر کے مؤجل یا معجل ہونے کی تصریح نہ کی گئی ہو۔

بعض اوقات نکاح کے وقت مہر تو مقرر کر دیا جاتا ہے مگر یہ تصریح نہیں کی جاتی کہ یہ معجل ہوگا یا مؤجل۔ تو ایسے مہر کی ادائیگی خاوند پر کب لازم ہوگی؟

اَلجَوَاب: جس مہر کے معجل یا مؤجل ہونے کی کوئی تصریح نہ کی جائے وہ عرف پر محمول ہوگا۔ اگر اس کو معجل سمجھتے ہوں تو معجل ہوگا اور اگر عرف میں وہ مؤجل سمجھا جاتا ہو تو مؤجل ہوگا۔

قال فی التنویر ولہا منعہ من الوطء والسفر ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ او قدر ما یعجل لمثلہا عرفا ان لم یؤجل وفی الشرح بہ یفتی لان المعروف کالمشروط

(در مختار ص۳۹۵ ج۲) فقط واللہ اعلم — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے مہر ادا کیا جائے

مسمی محمد بخش فوت ہو گیا ہے۔ اس نے ابھی تک اپنی بیوی کا مہر ادا نہیں کیا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آیا اس کے ترکے سے پہلے مہر کی رقم ادا کی جائے گی یا نہیں۔ جیسے کہ باقی قرض خواہوں کو اس کے ترکے سے پہلے قرض ادا کیا جاتا ہے۔ سائل محمد نعمان

اَلجَوَاب: حامداً ومصلیاً مہر بھی چونکہ میّت کے ذمے ایک قرض ہے لہٰذا جب تک

عورت معاف نہ کرے معاف نہیں ہوسکتا لہٰذا میت کے ترکے میں سے دوسرے قرضوں کی طرح مہر بھی ادا کیا جائے گا۔ پھر ترکہ تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ عالمگیری میں موجود ہے کہ خلوۃ صحیحہ کے بعد مہر لازم ہوجاتا ہے اور صاحب حق کے بری کرنے سے ختم ہوگا۔

ولا یسقط منہ شئ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق۔ (عالمگیری ص۳۰۳ ج۱)

واللہ اعلم بالصواب بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۱۳/۵/۱۴۱۸ھ

عیسائی نے خمر یا خنزیر پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہوگئے

خاوند اور بیوی پہلے عیسائی تھے اور ان کا مہر اگر خمر یا خنزیر کی صورت میں طے کیا گیا ہو، بعد میں دونوں مسلمان ہوجائیں اور مہر ابھی تک ادا نہ کیا گیا ہو تو کیا اب مہر ادا کیا جائے گا؛ سائل، احترام الحق

الجواب: اگر تو نکاح کرتے وقت خمر یا خنزیر کو اشارہ کرکے متعین کرلیا گیا تھا، پھر تو مسلمان ہونے کے بعد بھی وہی خمر یا خنزیر مہر کے طور پر ادا کیا جائے گا۔ لیکن چونکہ مسلمان کے لیے دونوں چیزوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے اس لیے خنزیر کو چھوڑ دیا جائے گا اور خمر کو یا تو بہا دیا جائے گا یا اس کا سرکہ بنا لیا جائے گا۔ اور اگر خمر یا خنزیر متعین نہیں تھا تو اب خمر کی قیمت ادا کی جائیگی اور خنزیر کے بدلے مہر مثل ادا کیا جائیگا۔

وان نکحھا بخمر أو خنزیر عین ثم أسلما فلھا ذلک وفی غیر عین نقیمۃ الخمر فیھا ومھر المثل فی الخنزیر۔ شرح وقایہ ص۱۵ ج۲، وان کان حراماً للمسلم لکن ھھنا جعل مھراً فی حالۃ کان ذلک جائزاً لہ فیھا ویجب علی المسلم ان یخلل الخمر أو یریقہ ویرسل الخنزیر (حاشیہ ایضاً) واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۱۳/۵/۱۴۱۸ھ

جو عورت وطی کے قابل نہ ہو اس سے خلوت کے بعد نصف مہر لازم ہوگا

زید نے راشدہ سے شادی کی۔ پہلی ہی رات جب اس کے قریب گیا تو پتہ چلا کہ یہ تو مجامعت کے قابل ہی نہیں۔ مقام دخول بہت ہی تنگ تھا۔ لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ تو عورت ہی نہیں اور مرد کے لائق ہی نہیں ہے۔ زید اسے طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا زید کو مہر بھی ادا کرنا ہوگا؟

سائل: محمد طاہر زمانی

الجواب: صورت مسئولہ میں زید طلاق دے دے گا تو نصف مہر دینا ہوگا۔

والمھر یتأکد بأحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین سواء کان مسمی أو مھر المثل حتی لا یسقط منہ شئ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق۔ عالمگیری ص۳۰۳ ج۱

صورت مسئولہ میں خلوۃ صحیحہ نہیں ہے بلکہ خلوۃ فاسدہ ہے۔

والخلوۃ الصحیحۃ أن یجتمعا فی مکان لیس ھناک مانع یمنعہ من الوطء حساً أو شرعاً أو طبعاً کذا فی فتاوی قاضیخان والخلوۃ الفاسدۃ أن لا یتمکن من الوطء حقیقۃ کالمریض المدنف الذی لا یتمکن من الوطء، ومرضھا ومرضہ سواء ھو الصحیح کذا فی الخلاصۃ۔ عالمگیری ص۳۰۴ ج۱، فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مرض الموت میں بیوی سے مہر معاف کرانا

ہندہ بیمار تھی۔ مرنے سے قبل اس کے خاوند نے اس سے کہا مجھے کہا سنا معاف کردو اور جو مہر تمہارا میرے ذمہ واجب ہے اسے بھی معاف کردو۔ عورت نے کہا میں معاف کرتی ہوں۔ اس کے چند لمحات کے بعد وہ انتقال کرگئی۔ کیا اس کے اس وقت معاف کرنے سے مہر معاف ہوجائے گا؟

الجواب: مرض الوفات میں معاف کرنا وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے وصیت بدوں رضامندیٔ ورثاء درست نہیں۔ لہٰذا اگر سارے وارث اس معافی پر رضامند نہ ہوں تو مہر خاوند کو دینا لازم ہے اور یہ اس متوفیہ کا ترکہ شمار ہوگا جس میں سے بحیثیت وارث خاوند کو بھی حصہ ملے گا۔

فقط واللہ اعلم: احقر محمد انور غفرلہٗ

بھینس یا بکری کو مہر بنایا تو کیا چیز دے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مسمی محمد عبداللہ نے اپنی بیوی رخسانہ سے مطلق ۲ بھینسوں اور ۴ بکریوں کے مہر کے عوض نکاح کیا۔ اب مہر کیا ادا کیا جائے گا کیونکہ بھینسیں اور بکریاں متعین نہیں کی گئی تھیں۔ المستفتی محمد اسماعیل ہنزوی

الجواب: محمد عبداللہ کو اختیار ہے چاہے درمیانے درجے کی دو بھینسیں اور چار بکریاں دیدے یا ان کی قیمت دیدے۔ لو تزوجها علی عبد او فرس او بقر او شاة او ثوب هروی یجب الوسط ان شاء اذی عینه وان شاء اذی قیمته کذا فی الظهیریة اھ (عالمگیری ص۳۲۳ ج۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ۱۔ نابالغ لڑکی کے والد نے خود آدھ آدمیوں کے سامنے نکاح پڑھایا۔ ایجاب وقبول کیا۔ لیکن مہر کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ تو کیا نابالغ لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ نیز مہر کے تذکرہ کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے ۲۔ اب لڑکی بالغ ہے نہ خاوند نے طلاق دی اور نہ فسخ نکاح کیا۔ کیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے ۳۔ نیز نکاح پر نکاح پڑھانے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ جواب دیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب پائیں۔

الجواب: ۱۔ والد کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو گیا ۲۔ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہو گا۔

وکذا یجب مهر المثل فیما اذا لم یسم مهرا او نفی (درمختار ص۱۹۸ ج۱)

۲۔ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لئے پہلے خاوند سے طلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔

۳۔ نکاح علی النکاح پڑھانے والا جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

الجواب صحیح،
بندہ محمد صدیق عفر اللہ لہ،
۱۲ / ۸ / ۱۳۹۹ھ

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،
نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

مہر کے بدلے میں ایک چیز وصول کر کے دوسری کا مطالبہ کرنا

مسمی محمد شریف نے نکاح کیا عائشہ بی بی کے ساتھ تو مسمی محمد شریف کا ۸-۳۲ پر نکاح

منعقد ہوا تو اس رقم کی بجائے اس نے سونے کی انگوٹھی مہر میں ادا کر دی تو لڑکی والوں نے کہا کہ ہمیں سونے کی گانی دے دو تو انھوں نے اپنی مرضی سے گانی لے لی۔ اب کونسی چیز مہر میں ادا کرنی پڑے گی (انگوٹھی یا گانی)۔ (المستفتی محمد اسماعیل علی والہ تحصیل وضلع ملتان)

الجواب: اگر مہر کے بدلے لڑکی نے انگوٹھی وصول کر لی ہے تو بعد ازاں مزید کوئی دوسرا زیور مہر میں نہیں لے سکتی۔ مہر تو پہلے ادا ہو چکا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

بیوی عرصۂ دراز سے میکے بیٹھی ہو تو مہر کا حکم

زید کی بیوی کچھ عرصہ زید کے پاس رہی بعد میں زید کا رویہ بدل گیا، بیوی تنگ آ کر میکے چلی گئی عرصہ گیارہ سال ہو گئے ہیں وہ میکے ہی ہے کیا وہ اب مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

زید اس کے بعد دو شادیاں بھی کر چکا ہے؟

الجواب: خلوت صحیحہ کے بعد مہر لازم ہو جاتا ہے۔ ادائیگی ضروری ہے دوسرے دیون کی طرح مہر بھی ایک دین لازم ہے نااتفاقی اور ناچاقی سے یہ دین ساقط نہیں ہوتا عورت کا استحقاق بدستور باقی ہے۔

والمهر یتأکد بأحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین سواء کان مسمی أو مهر المثل حتی لا یسقط منه شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق اھ (عالمگیری ص۳۰۳ ج۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

اگر زیادتی خاوند کی ہو تو خلع میں مہر واپس لینا مکروہ ہے۔

عورت خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا خاوند خلع کر سکتا ہے اور اس صورت میں جو مال

کی پیش کش کی گئی ہو لینا جائز ہے ؟

الجواب درخواست میں مدعیہ نے جو خلع کی پیشکش کی ہے اگر خاوند اسے قبول کر لے اور خلع کر لے تو اس سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور جو مال بطور بدل خلع طے ہوگا، خاوند اس کے لینے کا حق دار ہے۔ ہاں اگر خاوند کی بدسلوکی سے عورت خلع کرنے پر مجبور ہوئی تو خاوند کو کچھ لینا مکروہ ہے۔

وکره تحريما أخذ شئ ويلحق به الابراء عما لها عليه ان نشز وان نشزت لا ولو منه نشوز أيضا ولو باكثر مما اعطاها على الاوجه فتح وصحح الشمنی كراهة الزيادة وتعبير الملتقى لا بأس به يفيد أنها تنزيهية (در مختار على الشامية ص ۶۰۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفی عنہ

بہت زیادہ مہر مقرر کیا ہو تو ادا کرنے کا حکم

نکاح کے وقت مہر کی مقدار ڈیڑھ لاکھ رکھی گئی اور یہ اس لئے کیا گیا کہ انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں اگر طلاق وغیرہ ہو جائے تو لڑکی بقیہ زندگی آسانی سے گزار سکے تو کیا وہ سارا مہر دینا لازم ہوگا نہ دینے کی صورت میں آخرت میں سزا ہوگی یا نہیں ؟

الجواب جتنا مقرر ہوا ہے ادا کرنا ضروری ہے اِلّا یہ کہ بیوی خوشدلی سے معاف کر دے وتجب العشرة ان سمّاها أو دونها ويجب الاكثر منها ان سمّى الاكثر (در مختار) (قوله ويجب الاكثر) أى بالغا ما بلغ اھ

(شامیہ ص ۳۵۸ ج ۲) فقط واللہ اعلم،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سوا بتیس روپے مہر مقرر کرنے کا حکم

عام مشہور ہے کہ مہر سوا بتیس روپے ہے اور یہی مقرر کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے ؟ (محمد عالم کھاد فیکٹری ملتان)

الجواب ۳۲¼ روپے مہر کی شرعی حیثیت کی کوئی اصل نہیں (مہر کی کم از کم مقدار میں اصل اعتبار وزن کا ہے اور وہ دس درہم ہے۔ دس درہم کی چاندی ہمارے مروجہ وزن کے اعتبار سے دو تولے ½۷ ماشے بنتی ہے۔ اتنی مقدار چاندی یا اس کے برابر کوئی بھی مالیت مہر شرعی کی کم از کم مقدار ہے اس سے مزید کم کرنا درست نہیں) قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ سے اتنی چاندی کی قیمت سوا بتیس روپے بنے تو اسے مہر شرعی کہہ سکتے ہیں ورنہ نہیں

(أقله عشرة دراهم) لحديث البيهقى وغيره لا مهر أقل من عشرة دراهم ورواية الاقل تحمل على المعجل (فضة وزن سبعة) مثاقيل كما فى الزكاة (مضروبة كانت أولا) ولو دينا أو عرضا قيمته عشرة وقت العقد اھ (درمختار) (قوله لحديث البيهقى وغيره) رواه البيهقى بسند ضعيف ورواه ابن أبى حاتم وقال الحافظ ابن حجر انه بهذا الاسناد حسن اھ (شامیہ ص ۳۵۷ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
۴/۶/۱۴۱۳ھ

مہر اعیان کی صورت میں ہو تو زبانی معاف کرنے کے باوجود واجب فی الذمہ رہے گا :

بیوی حق مہر اپنی ملک میں لئے بغیر معاف کرے تو معاف ہو جائے گا یا نہیں یا عورت کی ملک میں آنا ضروری ہے ؟

الجواب (مہر دین ہو یعنی روپے پیسے کی شکل میں ہو تو بدون قبضہ کئے بھی عورت معاف کر سکتی ہے) اور اگر اعیان کی شکل میں ہو تو معاف کرنا درست نہیں

ہو گا یعنی اس کے باوجود واجب فی الذمہ رہے گا۔

وصح حطها لكله أو بعضه اه (درمختار) وفي الشامية قيده في البدائع بما اذا كان المهر دينًا اى دراهم أو دنانير لان الحط في الاعيان لا يصح اه (شامیہ ص ۳۶۶ ج ۲ ۔ ۳۶۷)، فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ

نامرد کی بیوی پورے مہر کی حق دار ہو گی

ایک شخص کی شادی اب سے سات ماہ پہلے ۱۶ / مارچ سنہ ۹۰ء کو ہوئی، شادی کے بعد بیوی اپنے شوہر کے پاس رہی، لیکن شوہر مردانہ بیماری کی وجہ سے حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر رہا، علاج معالجہ بہت کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، اندریں حالت بیوی اپنے شوہر موصوف سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور حق مہر کی حقدار ہے یا نہیں؟ (العارض: محمد اشرف ولد محمد اکرم، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

الجواب برتقدیرِ صحتِ واقعہ اگر شوہر مردانہ بیماری کی وجہ سے عورت کے حقوق ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو عورت کے لئے اس سے طلاق حاصل کرنے کا مطالبہ درست ہے خاوند کو چاہئے کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدے۔

فلو وجدته عنينًا أو مجبوبًا ولم تخاصم زمانا لم يبطل حقها وكذا لو خاصمته ثم تركت مدة فلها المطالبة (درمختار علی الشامیہ ص ۴۹۷ ج ۲)

اور مسماۃ مذکورہ پورے حق مہر کی حق دار ہے۔

والخلوة بلا مانع حسى كمرض لاحدهما يمنع الوطء الى قوله كالوطء فيما يجئ ولو كان الزوج مجبوبًا أو عنينًا أو خصيًا أو خنثى ان ظهر حاله۔ (درمختار ص ۱۹۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفی عنہ،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
جامعہ خیر المدارس ملتان

مہر معجل کا مطالبہ عورت ہر وقت کر سکتی ہے

غیر معجل حق مہر کی خاوند پر یا اسکی وفات کے بعد ورثاء خاوند پر جو کہ مہر واجب الاداء ہے، کس وقت اسکی ادائیگی شرعاً خاوند پر لازم آتی ہے یا جس وقت زوجہ اپنا غیر معجل حقِ مہر چاہے حاصل کر سکتی ہے؟

الجواب مہر معجل کا مطالبہ عورت ہر وقت کر سکتی ہے اور غیر معجل کا مطالبہ عرف کے مطابق موت یا طلاق کے وقت کیا جا سکتا ہے پس مہر مؤجل کا مطالبہ عورت اپنی اور شوہر کی حیات میں بدوں طلاق دینے شوہر کے نہیں کر سکتی۔

(کذا فی فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۴ ج ۱۰) ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد عبد اللہ غفر لہ، خادم الافتاء،
خیر المدارس۔ ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ،

نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کا حکم

نابالغہ لڑکی کا نکاح خاندان کے کسی لڑکے سے برضامندی والد ہوا۔ حق مہر ۳۲ روپے مقرر ہوا۔ اب لڑکی بالغ ہے تو وہ اس مہر پر راضی نہیں بلکہ ۲۵۰۰/- روپے بڑھانا چاہتی ہے اور نکاح کو رجسٹرڈ کرانا چاہتی ہے اور لڑکے والے حق مہر بڑھانے پر تیار نہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر خاوند یا اس کا ولی عقدِ نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کر دیں تو شرعاً یہ زیادتی لازم ہو جاتی ہے لیکن اس زیادتی کا تاکد، دخول، خلوت صحیحہ اور موت میں سے کسی ایک سے ہو گا۔ ہندیہ میں ہے۔

فاذا زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة ..... سواء كانت من جنس المهر أولا من زوج أو من ولي ص ۳۱۲ ج ۱۔

اقل مہر شرعاً دس درہم ہیں جن کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے

بازار کے نرخ کے حساب سے لگانا چاہیئے۔ بتیس روپے مہر مقرر کرنا شرعاً درست نہیں۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

ایک بیوی کو مہر زیادہ دینا چاہے تو پہلی بیوی کو اعتراض کا حق نہیں

الف نے پہلے تین نکاح کئے ہوئے ہیں اور ان کے حق مہر بھی مقرر ہوئے تھے اب الف چوتھی عورت سے نکاح کر رہا ہے اس کا حق مہر پہلی عورتوں سے زیادہ مقرر کر رہا ہے کیا پہلی عورتیں اس پر اعتراض کر سکتی ہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر پہلی تین عورتیں چوتھی عورت کے حسب و نسب وغیرہ میں برابر نہیں تو پہلی عورتوں کو زیادتی مہر پر اعتراض کا کوئی حق نہیں کیونکہ چوتھی کا مہر پہلیوں سے زیادہ ہونا چاہیئے اور اگر حسب و نسب میں برابر ہوں تب بھی خاوند کو حق ہے ایک عورت سے زیادہ مہر پر نکاح کرے کیونکہ تسویہ صرف ماکول و مشروب میں...... واجب ہے نہ کہ مہر میں بھی۔

کما یظہر ما نقلہ صاحب البحر (ص۲۲۴ ج۳) وفی البدائع یجب علیہ التسویۃ بین الحرتین او الامتین فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنیٰ و البیوتۃ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
خیر محمد مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۱۵ / ۱۲ / ۷۰ھ

باپ لڑکی کا مہر وصول کر سکتا ہے

زید نکاح و شادی سے قبل اپنی لڑکی کا مہر بتیس ہزار داماد سے پیشگی وصول کر لیتا ہے اور زید کی لڑکی بالغہ ہے اور پھر زید اپنی لڑکی کی اجازت سے اپنی لڑکی کے

لئے اس بتیس ہزار کی رقم سے جہیز خریدتا ہے اور اسی رقم سے باراتیوں کے لئے کھانا تیار کرانا ہے یہ سب کچھ لڑکی کی مرضی سے ہوتا ہے اور زید کی اس کے جواز پر دو دلیلیں ہیں۔ ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زرہ کی رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کرنا ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دس سال بکریاں چرانا حاصل یہ کہ زید کا اپنی لڑکی کی مرضی سے پیشگی مہر کو خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب لڑکی کے باپ کا مہر لینا درست ہے لیکن اپنے صرف میں نہ لاوے اور اگر صرف میں لایا تو وہ پھر لڑکی کو دینا پڑے گا۔

لابی الصغیرۃ المطالبۃ بالمهر الخ قال العلامۃ الشامی (قولہ لابی) والصغیرۃ غیر قید ففی الهندیۃ للاب والجد والقاضی قبض صداق البکر صغیرۃ کانت او کبیرۃ الا اذا نهتہ وهی بالغۃ صح النهی ولیس لغیرهم ذلک۔

(رد المحتار ص۴۰۱ ج۲)

پس اگر باپ نے اسمیں سے بالغہ لڑکی کی اجازت سے باراتیوں کے کھانے میں استعمال کیا تو پھر تو لڑکی کے لئے اس کا مطالبہ درست نہ ہوگا۔ البتہ جس قدر روپیہ اس کے لئے جہیز بنانے میں خرچ کیا ہے وہ مہر میں شمار ہو کر اسکی ملکیت میں آگیا ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ،

نکاحِ باطل کے مہر کو نکاح جدید کا مہر بنانا

۱۔ ہندہ کا شرعی نکاح حامد سے ہوا تھا مگر اس کے والد اور دادا کے فوت ہو جانے کے بعد اسکے ماموں نے جاوید سے قانونی نکاح کر دیا۔ جس کے بطن سے دو بچے بھی ہو چکے ہیں تو اس کے بہی خواہوں نے کوشش کر کے حامد سے طلاق حاصل کی تاکہ جاوید کا نکاح دوبارہ کر کے دونوں کو گناہ سے بچا لیا جائے۔ تو صورت یہ ہوئی کہ جاوید ہندہ اور دو گواہوں نے توبہ کر کے دوبارہ نکاح کر لیا کہ گواہوں میں سے ایک

اسکو الفاظِ ذیل تلقین کرنے والا تھا کہ کہو کہ میں نے اپنے تن کو بعوض سابقہ حق مہر تیرے ملک کیا اور جاوید نے قبول کرلیا۔

کیا یہ نکاح ہوگیا یا نہ کیونکہ ایک گواہ اس کا رہنما بھی بنا رہا (ج) یہ نکاح اگر ہو گیا تو کیا سابقہ قانونی نکاح کے وقت لیا ہوا حق مہر جبکہ شرعاً ایک باطل کام تھا۔ اب حق مہر کا کام دے سکتا ہے یا نیا حق مہر دینا اور مقرر کرنا ضروری ہے۔

ایک شخص دو شادی شدہ عورتوں سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور اس کے احوال اور بچوں کے الوان و شکل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اسکے بچے ہیں۔ اب دونوں عورتیں اپنی اولاد کا باہم نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ کیا بوجہ حرمت مصاہرت ان بچوں کو بھائی قرار دیکر نکاح سے روکا جا سکتا ہے (یا الولد للفراش) کے حکم کے مطابق نکاح ہو سکتا ہے۔ دونا جنت فرمائیں۔ (حافظ محمد بخش تحصیل و ضلع لیہ)

الجواب صورت مسئولہ میں سابقہ مہر کو عوض بنانا صحیح نہیں لہذا میاں بیوی اب کسی مقدار مہر پر اتفاق کرلیں جو کہ اقل مہر سے کم نہ ہو۔ اگر کسی مقدار پر اتفاق نہ ہو سکے تو مہر مثل واجب ہوگا۔

دوسرا نکاح عدت کے بعد ہوا ہے۔ تو وہ نکاح صحیح ہے اور یہ کلام عورت کی طرف سے ہوگی۔ وہ دونوں گواہ بن جائیں گے۔

وكذا يجب مهر المثل فيما اذا لم يسم مهراً أو نفى ان وطئ الزوج أو مات عنها اذا لم يتراضيا على شئ يصلح مهرا۔ والا فذالك الشئ هو الواجب (درمختار على الشامية ص ۲۶۳ ج ۲)

۲۔ مذکورہ عورتیں اپنی اولاد کا باہم نکاح کر سکتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ

ولور مہر ہی ہے

بعض علاقوں میں یہ ظالمانہ رواج ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو شخص کو نکاح میں دیتے ہیں اور ان سے کچھ رقم بطور ولور

یعنی (ریت بھت) کے لیتے ہیں۔ اور لڑکی سے اذن کے وقت اس سے وکیل پوچھتا ہے کہ وہ اپنے نکاح اور حق مہر کا وارث یا ولی کس کو بناتی ہے وہاں سے کوئی جواب دیتا ہے کہ والد یا بھائی کو نکاح اور مہر کا ولی وارث بناتی ہے۔ بعدہ مولوی صاحب نکاح خواں نکاح پڑھنے سے پہلے اس کو یہ کہہ کر ایجاب و قبول کراتا ہے کہ فلاں بن فلاں۔ فلاں بنت فلاں کے ساتھ اتنی ولور پر نکاح کرتا ہے۔ یہاں چند سوال ہیں۔

۱۔ مہر اور ولور ایک چیز ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے ۲۔ ولور اگر مہر نہیں تو کیا شوہر اس کو واپس لے سکتا ہے عدالت کے ذریعہ سے ۳۔ مہر لڑکی کا حق ہے یا اس کے وارث کا۔ ۴۔ اگر وارث نکاح کے وقت یا قبل ازیں حیلۃً اس سے مہر بخشوا لیتا ہے تو پھر عورت طلب کر سکتی ہے یا نہیں ۵۔ اگر عورت کے وارث اس عورت کے نکاح کا عوض سانگ کی شکل میں لینے کا وعدہ لیں اور شوہر اور اسکے عزیز وغیرہ وعدہ کریں کہ اس کے بدلہ میں مہر کے علاوہ ہم آپ سے ایک لڑکی کا نکاح کریں گے بعدہ وہ اپنے اس عوض دینے سے پھر جائیں۔ تو کیا اب یہ معاملہ عدالتِ شرعی میں پیش ہو سکتا ہے۔

الجواب ۱،۲ بظاہر ولور مہر معلوم ہوتا ہے ۳۔۴ لڑکی کا حق ہے۔ وارث کو مہر کے تملک کا حق نہیں۔ مہر لڑکی ہی کو ملنا چاہیئے ہاں لڑکی اگر اپنا حق سمجھتے ہوئے بطیبِ خاطر وارث کو دیدے تو پھر واپسی کا حق نہیں ۵۔ اگر مہر مثل مقرر کیا گیا تھا اور وٹہ اس کے علاوہ تھا تو عدالتی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مہر کو مشروط طور پر معاف کرنے کا حکم

بیوی سے خاوند نے کہا کہ تم مجھے مہر معاف کردو جو کہ تین ہزار روپے ہے۔ زوجہ نے کہا کہ اس شرط پر معاف کرتی ہوں کہ زیورات جو تم نے مجھے دیئے ہیں میری ملک ہوں گے اور اسکی زکواۃ تم ادا کیا کروگے شوہر نے یہ بات قبول کرلی زیورات کی مقدار ۷ ½ تولہ سونا اور ایک سیر چاندی ہے۔ شوہر کو یہ بات یاد نہ رہی اور ۲۲ سال کا عرصہ گزر گیا

شوہر نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور زوجہ یہ سمجھتی رہی کہ شوہر زکوٰۃ ادا کر رہا ہے کیا اس شرط پر مہر معاف ہوگیا اور یہ جائز ہے کہ زیورات کی مالک عورت ہو اور زکوٰۃ مستقلاً شوہر ادا کیا کرے۔ نیز زکوٰۃ کا حساب کس طرح ہوگا اگر ۲۲ سال کی زکوٰۃ واجب ہے تو ہر سال پوری زکوٰۃ آئے گی یا پہلے سال کی زکوٰۃ منہا کر کے دوسرے سال کا حساب کیا جائے گا ۲۲ سال کے عرصہ میں سونے چاندی کے نرخ مختلف رہے ہیں۔ اسی اثناء میں کچھ زیور فروخت بھی کیا گیا اور کچھ لڑکوں کی شادی کے موقع پر ان کو دے دیا۔ مگر اس عرصہ میں مقدارِ نصاب سے کم نہیں ہوا۔

الجواب اس صورت میں مہر معاف نہیں ہوا۔ ھ فی رد المحتار ص ۲۲۵ ج ۲ تحت قول الماتن والابراء عن الدین ما نصہ۔ ومن فروعہ ما فی البحر عن المبسوط لو قال للخصم ان حلفت فانت برئ فھذا باطل لانہ تعلیق البراءۃ بخطر وھی لا تحتمل التعلیق الخ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امرِ محتمل کے ساتھ تعلیق ابراء درست و نافذ نہیں اور جو مواقع مستثنیٰ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے اور زکوٰۃ مالکۂ مال کے ذمہ تمام سالوں کی واجب ہے اور ابراء عن المہر درست بھی ہوتا تب بھی زکوٰۃ مالکہ کے ذمہ بدستور واجب تھی اور اس صورتِ مسئولہ میں ہر سال کی مقدارِ زکوٰۃ رأس المال سے محسوب اور منہا ہوتی رہے گی۔ فلو کان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکہ فیھما لا زکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی (الیٰ قولہ) لاشتغال خمسۃ منہ بدین المستھلک (تحت قول الماتن) فارغ عن دین لہ مطالبٌ من جھۃ العباد سواء کان للہ (شامیہ ص ۵ ج ۲)

اور زکوٰۃ میں جزء مال واجب ہے لیکن اداء میں وہ قیمت ادا کی جا سکتی ہے جو زمانۂ اداء کی ہو۔ وفی المحیط یعتبر یوم الاداء بالاجماع وھو الاصح۔

(رد المحتار ص ۲۴ ج ۲ باب زکوٰۃ الغنم)

محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح،
محمد عبد اللہ عفرلہٗ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مہر میں جو زمین مقرر کی گئی تھی وہی دینی ضروری ہے

عزیزہ حمیرا کا نکاح محمد اکمل سے ہوا۔ حق مہر میں 5 ایکڑ زرعی اراضی اور 15 ہزار روپے نقد کا اقرار ہوا۔ عزیزہ حمیرا اڑھائی سال محمد اکمل کے گھر آباد رہی اسی دوران سسرال والے اسکو ذہنی اذیت اور پریشان کرتے رہے۔ بالآخر لڑکی اپنے میکے آ گئی۔ تقریباً ایک سال تک لڑکی اپنے والد کے گھر رہی اور اسکو بھائی محمد اکمل اور اس کے گھر والوں میں سے کوئی بھی لینے نہیں آیا۔ ۱۵/۹/۹۶ ۱۱ کو بروز جمعہ بلاقصور زبانی ۳ تین طلاق دے دیں۔ اس بارے میں درج ذیل حقوق کے بارے میں شرعی وضاحت فرمائیں۔

۱۔ سسرال والے کہتے ہیں کہ محمد اکمل نے 15 ہزار روپے نقد حق مہر والے بیوی حمیرا سے معاف کروا لئے تھے، کیونکہ اکثر سسرال والوں کی یہ عام عادت ہے کہ نئی نویلی دلہن کو بہلا پھسلا کر، ناتجربہ کاری کی وجہ سے حق مہر معاف کروا لیتے ہیں کیا اس قسم کی معافی قابلِ قبول ہے یا نہیں (وضاحت کریں) شکریہ۔

۲۔ دلہن کے والدین کی طرف سے جو زیورات دلہن کو ملے تھے، سسرال والوں نے بھی دلہن کو زیورات ڈالے تھے۔ وہ بطورِ تحفہ، ہدیہ، عطیہ، ہبہ تصور ہوتے ہیں۔ کیا دلہن سسرال والوں کے زیورات کی شرعاً مالک کامل ہے یا نہیں؟

۳۔ دلہن کا سامان سسرال والوں نے استعمال کر کے ناقابلِ استعمال کر دیا۔ اب اس کے بدلے عزیزہ نئے سامان کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۴۔ 5 ایکڑ اراضی زرعی جو بوقتِ نکاح محمد اکمل کے والد کے نام تھی جس کا محمد اکمل کے والد نے اقرار کیا ہے کیا عزیزہ حمیرا اسی رقبے کے لینے کی مجاز ہے یا سسرال والے کہیں کہ ہم کسی اور گاؤں سے خرید دیں گے جس کی قیمت اصل رقبہ کے برابر نہ ہو تو عزیزہ اپنی مرضی سے 5 ایکڑ زرعی اراضی بوقت نکاح والی کا مطالبہ کرنے کی حقدار ہے یا نہیں۔ (جواب عنایت فرما دیں۔

المستفتی محمد ایوب سرگانہ

الجواب : ۱۔ اگر واقعی عورت نے نقد مہر ۱۵ ہزار روپیہ معاف کر دیا تھا تو وہ

ہو گیا۔ اب اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

وفی الهداية: وان حطت عنه من مهرها صح الحط لان المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء (ص۳۰۵ ج۲)

۲۔ اگر آپ کے خاندان کے عرف و رواج میں لڑکے والے لڑکی کو زیورات بطور ملکیت اور ہبہ کے دیتے ہیں تو ان زیورات کی مالک لڑکی ہے۔

۳۔ جو سامان استعمال ہو گیا اس کا نقصان لڑکے والوں کے ذمہ نہیں ہے جبکہ یہ استعمال لڑکی کی اجازت سے ہوا ہو۔ البتہ اب جو بھی سامان موجود ہو وہ لڑکی والوں کو واپس کرنا ضروری ہے

۴۔ اگر نکاح کے وقت یہ تعیین کی گئی تھی کہ 5 ایکڑ زرعی اراضی جو لڑکے کے والد کے نام ہے وہی دینی ہوگی، تب تو لڑکے والوں کو وہی دینی ہوگی اور اگر بوقت نکاح تعیین نہیں کی گئی، بلکہ مطلق 5 ایکڑ زرعی اراضی دینا طے ہوا تھا تو اب متوسط (درمیانی) قیمت کی زرعی اراضی دینی ہوگی یا اسکی قیمت دینی ہوگی۔

کما فی الشامية: أن المسمى اذا كان من غير النقود بان كان عرضاً أو حيوانا اما أن يكون معينا باشارة أو اضافة فيجب بعينه أو لا يكون معينا (الى قوله) وان علم نوعه وجهل وصفه (الى قوله) صحت التسمية وتخير بين الوسط أو قيمته الخ (ص۳۴۸ ج۲)

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبد الحکیم عفی عنہ،

انسدادِ مفاسد کے لئے یہ طے کر لینا کہ کوئی اس مقدار سے زائد مہر مقرر نہ کرے،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ ہمارے علاقے میں اکثر لوگ لڑکیوں کا مہر دو لاکھ یا ایک لاکھ پچاس ہزار کے لگ بھگ رکھتے ہیں اور مذکورہ رقم میں سے

پچیس یا تیس ہزار لڑکی پر خرچ کرتے ہیں باقی رقم خود کھاتے ہیں۔ لہٰذا اگرچہ یہ تعیین شرعی نہیں لیکن سدِ حرام کی خاطر ہمارے علاقے کے علماء کرام اور معتبرانِ قوم نے فیصلہ کیا کہ آئندہ کے لئے پچاس ہزار سے زیادہ مہر ممنوع ہوگا؟

مسئلہ نمبر۲:۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا کہ جو دو لاکھ یا ایک لاکھ پچاس ہزار پر اپنی لڑکیاں بیچ چکے ہیں وہ بھی پچاس ہزار سے زیادہ نہیں لیں گے۔

مسئلہ نمبر۳:۔ ہمارے علاقے کے لوگ دُور دَراز فاصلے پر واقع ہیں تو اگر کسی نیک کام کے لئے یا مذکورہ مسائل مثلاً لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ڈھول استعمال کیا جائے اور بغیر ڈھول کے لوگ کم آتے ہیں اور ڈھول سے علاقہ کے رواج کے مطابق لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں تو کیا ڈھول کا استعمال اس صورت میں جائز ہے یا نہیں۔

مسئلہ نمبر۴:۔ ایسے مذکورہ مسائل کے اتفاق سے طے ہونے کے باوجود اگر لوگوں نے اور علماء کرام نے فیصلہ کیا کہ اگر اس فیصلے کی کسی نے مخالفت کی تو سزاوار ہوگا تو اگر کسی عالم دین نے مخالفت کی تو اس عالم کو سزا دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (المستفتی محمد صالح شاہ قریشی)

الجواب ۱۔ قوم کا یہ فیصلہ امر مستحسن ہے کیونکہ بیع حر حرام ہے اور مہر میں زیادتی اگرچہ مشروع ہے لیکن مطلوب شرعی نہیں ہے۔

اما المشروعية فلقوله تعالى وآتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيأ (سورة النساء) واما عدم المطلوبية فلقول عمر رضى الله تعالى عنه الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة فى الدنيا او تقوى عند الله لكان اولاكم بها نبى الله صلى الله عليه وسلم (ترمذی ص۱۲۹) باب مهور النساء

اور جب ایک مباح درخیر مطلوب شرعی امر مفاسد کا ذریعہ بنتا ہے تو وہ بھی ممنوع ہوتا ہے کما يشير اليه قوله تعالى لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا الآية

اور کثرتِ مہر بسا اوقات استمناء بالکف لواطت، زنا وغیرہ کی طرف مفضی ہوتا ہے

۲۔ عورت کے لئے مناسب ہے کہ زائد نہ لیوے

۲۔ ڈھول آلات غیر مطربہ سے ہے بخلاف الکوبۃ (دو پڑی) ۴۔ ایسے علم سے تعلقات قطع کرنا ضروری ہے۔ فقط۔ محمد فرید عفی عنہ (شیخ الحدیث ورئیس دار الافتاء) حقانیہ اکوڑہ خٹک

امر طلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا فتویٰ کی آپ مفتیان تصدیق فرمادیں اور اس میں تمام شقوں کا حوالہ کتاب سے درج فرمادیں (نوٹ) خصوصی توجہ دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب آپ کے بڑوں کا یہ فیصلہ (بیع حرہ کے حرام ہونے کی وجہ سے) اس کے مقابلہ میں بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔ مہر میں زیادتی کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ کار پر مرمٹنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان (عن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانه لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله لكان اولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا انكح شيئا من بناته على اكثر من اثنتى عشرة اوقية) سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مہر زیادہ مقرر کرنا کوئی خوبی اور قابلِ داد عمل نہیں ہے بلکہ نکاح میں جس قدر تکلفات کم ہونگے اتنا ہی اس نکاح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی بابرکت قرار دیا ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسره مؤنة (الحدیث) (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

۲۔ زائد مہر عورت معاف کرسکتی ہے، نکاح میں جو مہر مقرر کیا گیا ہو، وہ تمام عورت کی ملکیت ہے اسکی رضامندی کے بغیر اس سے کچھ لینا حرام ہے۔

۳۔ جو ڈھول دونوں طرف سے چمڑے سے بند ہو، اسکی آواز میں طرب اور سرور موجود ہے لہذا اس کا بجانا جائز نہیں ہے۔

۴۔ ایسا عالم اس قابل ہے کہ دیگر اہلِ اسلام اس سے قطع تعلقات کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار
الجواب صحیح، محمد انور ۲۱/۴/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ، جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۴/۱۴۱۳ھ

قسم بین الزوجات : نفقہ : حضانت

اگر کوئی عورت اپنی باری خوشی سے چھوڑدے تو جائز ہے

(۱) ایک شادی شدہ مرد کسی بیوہ عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ رات کا قیام بیوی (خاوند) کی مرضی سے ہوگا اور نان نفقہ دینے کا کوئی پابند نہیں ہوں گا، عورت کہتی ہے کہ مجھے یہ شرائط منظور ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا مرد کو دونوں بیویوں میں برابر کے حقوق دینے پڑیں گے۔

(۲) تین طلاق دینے کے بعد مرد، عورت دوبارہ ملنا چاہیں تو کیا مل سکتے ہیں اور اس کی کیا صورت ہے

(۳) برتھ کنٹرول یعنی منصوبہ بندی کیا جائز ہے۔

الجواب اگر واقعۃً ایک بیوی خوشی سے اپنا حق ساقط کرتی ہے تو درست ہے۔

ولو تركت قسمها اى نوبتها لضرتها صح ولها الرجوع في ذلك اه (درمختار علی الشامیہ ص ۴۰۵ ج ۲)

(۲) جس عورت کو تین طلاق ہوجائیں اسے بدون حلالہ ونکاح جدید گھر آباد نہیں کرسکتے۔ لقولہ تعالیٰ: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (الآیۃ)

(۳) بعض صورتوں میں مثلاً عورت حمل کی متحمل نہ ہو یا اور کوئی شرعی مجبوری ہو تو منع حمل درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

گذشتہ راتوں کی تلافی کا حکم

زید نے دوسری شادی کی تو زیادہ تر دوسری بیوی کے پاس ہی رہنے لگا، پہلی بیوی کے پاس کبھی کبھی آتا اور کچھ خرچ دے کر چلا جاتا۔ اب وہ تبلیغی جماعت میں جانے لگا تو اسے احساس ہوا اور اس نے پہلی بیوی سے معافی مانگی اور وہ عہد کرتا ہے کہ اب وہ انصاف کرے گا دریافت یہ کرنا تھا کہ سابقہ عرصہ میں جو وہ پہلی بیوی کی حق تلفی کرتا رہا ہے تو کیا زید پر لازم ہے کہ اب وہ اتنی راتیں پہلی بیوی کے پاس گذارے جتنی کہ وہ دوسری کے پاس گذار چکا ہے؟

الجواب زید آئندہ کے لئے انصاف کرے سابقہ غلطی کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور پہلی بیوی کو بھی راضی کرلے، گذشتہ ایام کی تلافی ایام کے ذریعہ زید پر لازم نہیں ۔۔۔

ولو اقام عند واحدة شهراً فی غیر سفر ثم خاصمته الاخریٰ فی ذلک یؤمر بالعدل بینهما فی المستقبل وهدر ما مضی وان اثم به لان القسمة تکون بعد الطلب (وقوله هدر ما مضی) فلیس لها ان تطلب ان یقیم ------- عندها مثل ذلک ط عن الهندیة والذی یقتضیه النظر ان یؤمر بالقضاء اذا طلبت لانه حق آدمی وله قدرة علی الفائت فتح واجاب فی النهر بما ذکره الشارح من التعلیل قال الرحمتی ولانه لا یزید علی النفقة وهی تسقط بالمضی اھ (شامیہ ص۲۳۳ ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۶ / ۹ / ۱۴۱۲ھ

کیا مجنونہ بیوی کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو صحیحہ کے ہیں۔

ایک شخص نے تقریباً تیس سال قبل ایک عورت سے شادی کی، شادی کے بعد دوسرے بچے کی پیدائش پر عورت کمزور ہوگئی۔ اور تیسرے بچے کو جنم دینے کے بعد عورت کی ذہنی حالت بالکل خراب ہوگئی اور وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی، اس کے خاوند مذکور نے حتی الامکان علاج معالجہ کی کوشش کی مگر عورت کے ذہنی طور پر ٹھیک نہ ہونے پر خاوند نے دوسری شادی کرلی اور مذکورہ عورت کو اپنے میکے بٹھادیا۔ اس عورت نے تقریباً تیس سال کا عرصہ کسمپرسی، بیچارگی اور ناداری کی حالت میں گذارا، اس کا خاوند کچھ عرصہ تو اس کی خبر گیری کرتا رہا، مگر پھر سب کچھ دینا اس نے بند کردیا۔ اس کی اولاد مذکور تین بچوں میں سے ایک لڑکا زندہ رہا، جب کہ دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی فوت ہوگئے۔ وہ لڑکا اپنے والد کے پاس پلا بڑھا اور لکھا پڑھا، اس کے والد نے اس کی حتی الامکان پرورش، تعلیم وتربیت کی، اسے لکھایا پڑھایا اور برسر روزگار کرایا۔ اس کے بعد عورت مذکور کے والدین کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا چونکہ خود مختار ہوچکا تھا، اس لئے وہ اپنی والدہ کو اپنے علیحدہ مکان میں لے آیا ۔۔۔

۱۔ تیس سال کی جدائی کے بعد اور حق شوہریت اور حق زوجیت ادا نہ کرنے کے باوجود بھی نکاح باقی ہے؟

۲۔ نکاح باقی ہونے کی صورت میں اور تا حال مذکورہ کی دماغی معذوری کی حالت میں دونوں کے کیا حقوق و فرائض ہیں؟

۳۔ نکاح باقی ہونے کی صورت میں شوہر کے ذمہ کیا نان ونفقہ یا خرچ وغیرہ ہوگا ۔۔۔

۴۔ شوہر مذکور کے مطابق کہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کے بیٹے کو پالا پوسا پڑھا لکھا کر برسر روزگار بنایا۔ لہٰذا اس کے ذمے اب یا قبل ازیں سابقہ بیوی کا کوئی حق نان ونفقہ واجب نہیں ہے، کیونکہ پہلے اس کے بیٹے کی پرورش کرتا رہا۔ اب اس کا بیٹا جوان ہوگیا ہے۔ اس کی کفالت کرسکتا ہے۔ کیا اس کی یہ دلیل صحیح ہے۔ یا اس مرد کو اس کی موجودہ بیوی بچوں کی طرح اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

۵۔ عورت مذکورہ کے والدین کی وفات پر وراثت کے طور پر آئی ہوئی جائیداد مثلاً قطعہ زمین وغیرہ کا مقدار اس کے معذور ہونے کی وجہ سے کون ہے۔ اس کا خاوند (جو کہ بری الذمہ ہوگیا ہے) یا بیٹا جس کے پاس رہ رہی ہے یا اس کے بہن بھائی وغیرہ یا وہ خود اگر وہ خود ہے تو اس کی کیا صورت ہے کہ کس طرح استعمال کریں ۔۔۔

الجواب اب بھی نکاح باقی ہے نان ونفقہ میں خبر گیری نہ رکھنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ البتہ سابقہ خرچ کا قضاءً مطالبہ نہیں کیا جاسکتا قال فی الهندیة: اذا خاصمت المرأة زوجها فی نفقة ما مضی من الزمان قبل ان یفرض القاضی لها النفقة وقبل ان یتراضیا علی شئ فان القاضی لا یقضی لها بنفقة ما مضی عندنا اھ کذا فی الهندیة (عالمگیریہ ص۵۵۱ ج۱)

(۴)۔ جب تک مذکورہ عورت مذکورہ خاوند کے نکاح میں ہے۔ اس وقت تک دونوں بیویوں میں نان نفقہ اور رات گزارنے میں مساوات کرنا واجب ہے بشرطیکہ رات گذارنے میں اپنے نفس پر خطرہ نہ ہو، صورت مسئولہ میں بظاہر یہ خطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ تک اپنے اقرباء میں رہی ہے۔ اب بھی اپنے بچے کے ساتھ رہتی ہے عالمگیریہ ص۳۴۰ ج۱ پر ہے: ومما یجب علی الازواج للنساء العدل والتسویة بینهن فیما یملکه والبیتوتة عندها ۔۔۔ (الی ان قال) فیسوی بین الجدیدة والقدیمة والمجنونة التی لا یخاف منها الخ

۵۔ جو زمین وغیرہ مجنونہ کو والدین کے ترکے سے ملی ہے وہ اس کی مملوک ہے، دیکھ بھال، نگرانی کا حق اس کے لڑکے کو ہوگا۔ اقرب الاولیاء الی المرأة الابن الخ (عالمگیریہ ص۹ ج۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بیوی کھانا پکانے کی اجرت نہیں لے سکتی

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ دونوں الگ الگ مکان میں قیام پذیر ہیں۔ بچوں کی نسبت دونوں کو نان ونفقہ برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں بیویوں میں سے ایک خاوند کی خدمت از قسم روٹی پکا کر کھیت پہنچانا وغیرہ کرتی ہے جو صبح وشام کا پانچ میل سفر بن جاتا ہے اور کپڑے وغیرہ دھونا جبکہ دوسری بیوی کا اس خدمت میں کوئی حصہ نہیں۔ آیا خدمت گزار بیوی نان ونفقہ کے علاوہ کس قسم کے صلہ کی مستحق ہے؟ بچوں کی تعلیم اور علاج ومعالجہ بھی کیا نان ونفقہ کے علاوہ خاوند کے ذمہ ہے؟ بچوں کی شادی ونکاح بھی خاوند کے ذمہ ہے؟

اَلجواب: خاوند کی خدمت دیانۃً عورت پر لازم ہے پس روٹی وغیرہ پکانے کا معاوضہ لینا درست نہیں ہوگا۔ لہٰذا مساوی نفقہ دیا جائے۔ استاجر امرأته لتخبز له خبزا للاكل لم يجز — اه لان هذا العمل من الواجب عليها ديانةً۔ اه۔ وافاد المصنف آخر الباب ان استيجار المرأة للطبخ والخبز وسائر اعمال البيت لا ينعقد نقله عن المضمرات (الدر المختار مع الشامیہ ص ۹۳ ج ۶) (۲) ماں باپ کے ذمہ یہ سب اخراجات لازم ہیں جبکہ تعلیم بھی دلانا چاہیے۔ نکاح، شادی کے اخراجات بھی باپ اخلاقاً ادا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ

ناشزہ کے نفقہ کا حکم

اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی تو کیا اس کا خرچہ دینا پڑے گا؟

اَلجواب: صورت مذکورہ میں اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی گئی ہے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله۔ (ہدایہ اولین ص ۱۱۸) فقط واللہ اعلم: محمد انور عفا اللہ۔ الجواب صحیح عبد الستار عفا اللہ عنہ

بچوں کی دینی تعلیم کا خرچہ خاوند کے ذمہ واجب ہے

کیا بچوں کی پڑھائی کا خرچہ خاوند کو الگ دینا پڑے گا؟

اَلجواب: بچوں کا دینی تعلیم کے دوران سارا خرچہ باپ کے ذمہ واجب ہے اور دنیاوی تعلیم کا خرچہ باپ پر نہیں ہے۔

وكذا طلبة العلم اذا كانوا عاجزين عن الكسب لا يهتدون اليه لا تسقط نفقتهم عن آبائهم اذا كانوا مشتغلين بالعلوم الشرعية لا بالخلافيات الركيكة وهذيان الفلاسفة ولهم رشد والا لا تجب كذا في الوجيز للكردري۔ (عالمگیری ص ۵۶۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم: محمد انور

بیوی سفر پر جائے تو نفقہ اور کرایہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

بیوی سفر پر جائے تو نفقہ اور کرایہ کی مستحق ہوگی یا نہیں۔ حج کا سفر ہو یا کوئی اور، خاوند ساتھ ہو یا نہ ہو؟ تفصیل سے ارشاد فرمادیں۔ اگر ایک بیوی کے علاج پر کچھ خرچ کیا جائے تو کیا اتنے پیسے دوسری بیوی کو دینے ضروری ہیں۔ ——— آفتاب احمد، جدہ سعودی عرب

اَلجواب: واضح رہے کہ بیوی کا سفر کرنا کئی قسم پر ہے اور ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے۔ اس لیے تفصیل ضروری ہوئی۔ سفر ۱: خاوند کی اجازت کے بغیر بلا عذر شرعی بیوی سفر کرے۔ ایسی بیوی ناشزہ ہے نان ونفقہ کی بھی مستحق نہیں، چہ جائیکہ کرایہ کی مستحق ہو۔ درمختار میں ہے۔ لا نفقة لاحد عشر مرتدة الى قوله وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره (الى ان قال) وحاجة ولو نفلا لا معه ولو بمحرم لفوات الاحتباس ولو معه فعليه نفقة الحضر خاصة لا نفقة السفر والكراء اه قلت لا يخفى أن هذا اذا خرج معها لاجلها اما لو اخرجها هو يلزمه جميع ذلك (شامیہ ص ۳۰۲ ج ۲)

سفر ۲: خاوند کی اجازت سے اپنے کام اور غرض کے لیے سفر کرے، جبکہ خاوند ساتھ نہ ہو۔ تو کرایہ کی بالاتفاق مستحق نہیں، اگرچہ یہ سفر عورت پر فرض ہی کیوں نہ ہو مثلاً حج فرض کے لیے کسی محرم کے ساتھ سفر کر رہی ہو اور سفر حج فرض میں استحقاق نفقہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت امام محمدؒ کے قول پر استحقاق نہیں۔ وهو الاظهر كذا في السراج (ہندیہ ص ۵۴۴ ج ۱) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استحقاق ہے لیکن کرایہ کا بالاتفاق استحقاق نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب بدائع لکھتے ہیں۔ تفرض لها نفقة الاقامة لا نفقة السفر لان الزوج لا يلزمه الا نفقة الحضر فاما زيادة المؤنة التي تحتاج اليه المرأة في السفر من الكراء ونحو ذلك فهي عليها لا عليه۔ اه (بدائع ص ۲۲ ج ۴) اور حج تطوع ہو

یا کوئی دوسرا سفر ہو تو بھی بالاتفاق نفقہ کی مستحق نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔ اما اذا حجت للتطوع فلا نفقة لها اجماعاً اذا لم یکن الزوج معها هکذا فی الجوهرة النیرة (ہندیہ ج۱ ص۵۴۶)

پس کرایہ کا بطریق اولیٰ استحقاق نہیں ہوگا۔

سفر۳: بیوی اپنے حج فرض یا تطوع وغیرہ کے لیئے خاوند کے ہمراہ سفر کر رہی ہے تو نفقہ حضر کی مستحق ہے۔ نفقہ سفر اور کرایہ کی پھر بھی مستحق نہیں۔ واما اذا حج الزوج معها فلها النفقة اجماعاً وتجب علیه نفقة الحضر دون السفر ولا یجب الکراء هکذا فی فتاوی قاضی خان (ہندیہ ص۱۴۳) حج نفل کا بھی یہی حکم ہے۔ (ہندیہ بحوالہ بالا)

سفر۴: خود خاوند بیوی کو سفر پر لے جائے یا اسے اپنے کام کے لیئے خاوند بھیجے تو اس سفر میں پورے اخراجات مع کرایہ خاوند کے ذمے واجب ہوں گے جیسا کہ پہلے بحوالہ شامی گذرا اور خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ جس بیوی کو چاہے سفر پر لے جائے۔

سفروں کی تفصیل بالا کے پیش نظر یہ محقق ہوا کہ اول قسم کے تین سفروں کا کرایہ خاوند کے ذمے واجب نہیں پس اگر خاوند نے ایسے سفر کا کرایہ ایک بیوی کو دیا ہے تو یہ عطیہ ہے۔ اتنی مقدار کی دوسری بھی مستحق ہے۔ پہلی سے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ دوسری کو اپنی جیب سے دے اور سفر۴ میں ایک بیوی کو کرایہ دیا ہے تو دوسری اس کی مستحق نہیں۔ باقی جزئیات اس پر منطبق کر لی جائیں۔ اور "ذہاب وایاب" زوجہ کا کرایہ ہر صورت میں خاوند کے ذمے کہنا درست نہیں۔ بذل المجهود میں لکھا ہے کہ عطیہ میں عدل مطلوب ہے۔ جیسا کہ خوراک و پوشاک وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (۲) علاج بھی چونکہ شرعاً خاوند کے ذمہ نہیں لہٰذا علاج کے لیئے جو رقم ایک بیوی کو دی گئی ہے وہ شرعاً دوسری کو بھی دی جائے۔ حکومت کی طرف سے ملنا یہ خاوند کا عطیہ شمار نہ ہوگا۔ علاج کے بارے میں اگر کسی قابل اعتماد مفتی کا فتویٰ یہ مل جائے کہ خاوند کے ذمے واجب ہے تو اس فتویٰ کے مطابق برابری ضروری نہیں ہوگی بلکہ بوقت بیماری معالجہ کافی ہوگا۔ خواہ ایک پر زیادہ خرچ ہو اور دوسری پر کم ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۶/۶/۱۴۰۲ھ

خاوند بیوی کو ہر قسم کی ملازمت سے روک سکتا ہے

بیوی ملازمت کرنا چاہتی ہے اور شوہر اجازت نہیں دیتا۔ تو کیا اجازت کے بغیر ملازمت کر سکتی ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بیوی کو ملازمت کرنا جائز نہیں ہے۔

وینبغی عدم تخصیص الغزل بل له أن یمنعها من الاعمال کلها المقتضیة للکسب لانها مستغنیة عنه لوجوب کفایتها علیه ۔ شامی ج۲ ص۶۲۲

فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

قانوناً بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

بہشتی زیور اور دوسری کتب فقہ میں زوجہ کے نان ونفقہ اور کسوۃ کو خاوند کے ذمہ واجب لکھا ہے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ زوجہ بیمار ہو جائے تو اس کے علاج معالجہ کا خرچ شرعاً شوہر پر واجب نہیں۔ بلکہ اپنے مال سے کرے۔ ہاں شوہر تبرعاً علاج کا خرچہ برداشت کرے تو اس کا احسان ہے۔ بندہ نے طلبہ کو یہ مقام پڑھایا تو انہوں نے اشکال کیا کہ دکھ، بیماری انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے بعض دفعہ علاج، ڈاکٹروں کی فیس اور آپریشنوں پر ہزاروں روپے لگ جاتے ہیں۔ تو بیچاری زوجہ کہاں سے خرچ کرے گی۔ خود بندہ کو بھی یہ اشکال تھا گذشتہ سال یہی اشکال حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی اپنا اشکال ظاہر فرمایا۔ اور یہ تحریر فرمایا۔ اس مسئلہ میں احقر کو بھی مدت سے تردد ہے۔ ایک مرتبہ اس مسئلہ پر دوسرے فقہاء کی کتابوں کی بھی مراجعت کا اتفاق ہوا اور عجیب بات نظر آئی کہ سب کے ہاں صورتحال یکساں ہی سی ہے یعنی علاج کے خرچ کو نفقہ کا حصہ قرار نہیں دیا گیا لیکن تلاش کے باوجود قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص بھی نہیں ملی جس میں یہ صراحت ہو کہ علاج کا خرچ شوہر پر واجب نہیں اس لیئے احقر کو کچھ خیال یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں نفقہ کے ساتھ بالمعروف کی قید لگائی گئی ہے جس کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ نفقہ کا تعین عرف کے ساتھ ہے یعنی عرف پر مبنی ہوگا۔ پچھلے دور میں چونکہ علاج کا خرچ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے شاید یہ عرف تھا کہ وہ نفقہ میں شامل نہیں۔ اگر یہ بات درست ہو تو عرف کی تبدیلی سے حکم بدل جاتا ہے۔ لہٰذا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں عرفاً علاج نفقہ کا حصہ ہے یوں بھی عقلاً یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر شوہر پر علاج کا خرچہ واجب نہ ہو تو بیماری کی صورت میں عورت کیا کرے جبکہ موجودہ دور میں علاج کا خرچہ اتنا ہوتا ہے کہ جس کا کوئی ذریعہ روزگار نہ ہو اس کا تحمل نہیں کر سکتی لیکن یہ ساری باتیں ابھی سوچ ہی کی حیثیت میں ہیں۔ چونکہ کہیں منقول نہیں دیکھیں اور نہ دوسرے اہل علم سے اس پر مشورہ ہوا اس لیئے احقر کو اس پر جزم نہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ یہی سوال اور حضرات کو بھی بھیج دیں۔

الجواب: شریعت نے رشتۂ ازدواج میں انسلاک کے باوجود زوجین میں سے ہر ایک کی مستقل حیثیت

کو برقرار رکھا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ تمام احکام شرعیہ میں مرد و زن دونوں برابر کے مکلف ہیں۔ زکوٰۃ، قربانی، حج ان فرائض کو اگر باوجود استطاعت کے عورت ادا نہیں کرتی تو عورت گنہگار ہے مرد نہیں۔ اس طرح مال کی ملکیت کے بارہ میں بھی زوجین مستقل حیثیت کے مالک ہیں۔ بیوی کی ملک خاوند کی ملک الگ ہے۔ بیوی اپنے ہزاروں کی مالیت کے جہیز کی مالک ہے۔ بڑی مقدار مہر کی مالک ہے۔ جو زیورات دیئے ہیں ان کی مالک ہے۔ اپنے رشتہ داروں کے میراث کا اسے باقاعدہ استحقاق ہے۔ علاوہ ازیں والدین نے کسب و اکتساب کی بھی اسے فی الجملہ اجازت ہے مثلاً سوت کاتنا، دستکاری سلائی کڑھائی۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی دستکاری کتب حدیث میں مذکور ہے۔ خاوند کے کاروبار میں تعاون کے بدلے اس کو اجرت لینے کا بھی حق ہے مثلاً خاوند حلوائی ہے اور بیوی اسے مٹھائی تیار کر کے دیتی ہے۔ یا خاوند کے کاروبار میں اپنا حصہ بھی رکھ سکتی ہے۔ جب شریعت نے مالی ملکیت اور فی الجملہ اکتساب کے بارہ میں بیوی کی مستقل حیثیت کو برقرار رکھا ہے تو دوائی، علاج کا خرچہ جو حوائج ضروریہ سے نہیں اس کے ذمے رکھنا بالکل معقول ہے کیونکہ اصولی طور پر مریض کے علاج کا خرچہ اس کے ذمے ہوتا ہے۔ تو بیوی بھی اصولاً اپنے علاج کی خود ذمہ دار ہے۔ تاوقتیکہ کسی واضح دلیل سے خرچے کا وجوب دوسرے کے ذمے ثابت نہ ہو جائے اور یہ ثابت نہیں، بلکہ عورت ہی کے ذمے ہونا مصرح ہے۔ آج کل عموماً عورتیں بیش بہا جہیز اور کافی زیورات مہر وغیرہ کی مالک ہونے کے باوجود ان میں سے کسی چیز کو فروخت کر کے اپنے اخراجات میں صرف کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتیں اور زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ بھی خاوند سے کراتی ہیں۔ تو یہ تنگی غلط عرف کی وجہ سے ناشی ہے۔ درحقیقت کوئی تنگی نہیں۔

(۲) اصولی بات یہ ہے کہ غلبۂ مادیات کی وجہ سے ہمیں علاج کی شرعی حیثیت سے ہی ذھول ہو رہا ہے۔ شرعاً خود علاج ہی واجب نہیں۔ اگر کوئی بیمار علاج کیے بغیر مرگیا تو وہ شخص گنہگار نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

الرجل اذا استطلق بطنه او رمدت عينه فلم يعالج واضعفه ذالك حتى مات منه لا اثم عليه فرق هذا وبينما اذا جاع فلم يأكل مع القدرة حتى مات حيث يأثم والفرق ان الاكل مقدار قوته يشبع ولا كذلك المعالجة والتداوي۔

جب علاج ہی واجب نہیں تو بیوی کا علاج خاوند کے ذمہ کیسے واجب قرار دیا جاتا ہے؛ ہاں اگر کوئی شخص بھوک سے مرگیا باوجود قدرت کے نہیں کھایا تو گنہگار ہے کیونکہ یہ موت کا قطعی سبب ہے اور ترک علاج اس کا سبب مظنون ہے۔ حوائج راتبہ ضروریہ خاوند کے ذمہ ہیں۔ حوائج غیر راتبہ یا غیر ضروریہ اس کے ذمہ نہیں۔ بیماری ایک ایسا عارض ہے جس کا وجود یومیہ، ہفتہ وار،

ماہانہ یا سالانہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ برسوں انسان تندرست رہے اور ہو سکتا ہے کہ ہر ہفتے یا ماہ اس میں ابتلاء ہو۔ اس لیے علاج اور تداوی حوائج راتبہ ضروریہ میں سے نہیں۔

(۳) دوسرے فقہاء کی کتب سے مُراد بظاہر مذاہب اربعہ کی کتابیں ہیں پس جو مسئلہ مذاہب اربعہ میں منقول ہو اس میں بحث کرنا اپنے منصب سے تجاوز ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔ والبحث فی المنقول غیر مقبول ـــــ علامہ ابن الہمام جیسے وسیع النظر جامع محقق کے بارے میں انہیں کے تلمیذ محقق قاسم بن قطلوبغا کا فیصلہ مشہور ہے۔ لاعبرة بابحاث شيخنا التي خالفت المذهب۔ جو کتب مذہب میں بلا کسی اختلاف کے ایک مسئلہ مصرح ہے تو اسے تسلیم ہی کرنا ہوگا۔ قرآن و حدیث سے اس کی دلیل صریح ہمیں مل جائے یہ ضروری نہیں ورنہ مسائل کا ایک بڑا ذخیرہ کتابوں سے خارج کرنا پڑے گا حضرات فقہاء کی تصریحات قرآن و حدیث کی تشریحات ہی تو ہیں۔ قرآن پاک میں تصریح ہے۔ وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقال تعالىٰ أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم الآية

ان آیات سے رزق، کسوۃ اور سکنیٰ کا وجوب ازواج کے ذمہ ثابت ہوا۔ یہی حضرات فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ یہی تین چیزیں خاوند کے ذمہ واجب ہیں۔ درمختار میں ہے۔ ماينفقه الانسان على عياله شرعا هى الطعام والكسوة والسكنىٰ وعرفا هى الطعام۔ پہلی آیت کا ترجمہ تقریباً سب نے روٹی اور کپڑا یا کھانا کیا ہے اور حضرات فقہاءؒ اور اہل لغت کی تصریح کے مطابق دوا و علاج رزق میں داخل نہیں اور اصل عدم وجوب ہے پس تاوقتیکہ کوئی صریح دلیل اس کے خلاف نہ مل جائے اسی مسئلہ پر حکم ہوگا۔ بالمعروف کا لفظ محل نظر ہے کیونکہ یہ مقدار کے بارے میں ہے نفقہ کے بارے میں نہیں۔ رزق، کسوۃ، سکنیٰ یہ انواع تو منصوص ہیں لیکن ان کی مقدار کیا ہوگی خاوند کی حیثیت کے مطابق یا بیوی کی یا دونوں کی حیثیت کے مطابق ملحوظ ہوگی حضرات مفسرینؒ اور حضرات فقہاءؒ نے مکمل تشریح فرما دی ہے۔ بیوی مالدار ہے تو اس کے بارے میں کوئی عقلی اشکال نہیں کہ اپنا علاج خود کرائے البتہ تنگدست ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اگر اتفاق سے خاوند بھی فقیر ہے تو ایسی صورت میں خاوند کیا کرے؟

(۴) یہ ساری بحث ضابطے اور قانون کے بارے میں تھی۔ اخلاقی طور پر عموماً ایسے اخراجات خاوند ہی برداشت کرتے ہیں جیسے کہ اخلاقی طور سے بیوی بھی گھر کے بہت سے ایسے کام انجام دیتی ہے جو قانونی لحاظ سے اس پر واجب نہیں۔ الحاصل اصولی لحاظ سے ہر مکلف کا خرچہ و علاج اس کے ذمہ ہے۔ اگر کوئی اشکال ہو تو مطلع فرمائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۸/۷/۱۴۱۲ھ

خاوند کی تنخواہ پر بیوی کا حق ہے یا نہیں

خاوند کی تنخواہ پر پہلا حق بیوی کا ہے یا والدین کا ۲؎ : اگر بیوی کا جھگڑا خاوند کے والدین سے ہو جائے اور وہ بیٹے کو کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو ایسی صورت میں طلاق دینا کیسا ہے۔ اگر بیوی اپنے خاوند کے والدین کے ساتھ اکٹھا رہنا پسند نہ کرے اور خاوند کے والدین اس کو علیحدہ ہونے کی اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟

اَلجَوَاب : تنخواہ خاوند کی ملک ہے۔ خاوند پر بیوی کا نان ونفقہ ہر حال میں واجب ہے۔ خواہ بیوی غنیہ ہو یا فقیرہ۔ والدین اور چھوٹے بھائی بہنوں کا خرچ بھی لڑکے پر واجب ہے جبکہ وہ تنگ دست ہوں ۔ ہندیہ میں ہے

الاب اذا کان فقیرا معسرا ولہ اولاد صغار محاویج وابن کبیر موسر یجبر الابن علی نفقۃ ابیہ ونفقۃ اولادہ الصغار ص ۱۵۲ ج ۲ غنی ذوی الارحام کا نفقہ شرعاً واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی والدین کی مالی اور جانی خدمت بچوں پر اخلاقاً فرض ہے ۔ ہندیہ میں ہے۔

لا یقضی بنفقۃ احد من ذوی الارحام اذا کان غنیا ص ۱۵۲ ج ۲

۲؎ والدین کے کہنے پر بے قصور زوجہ کو طلاق دینا شرعاً ضروری وواجب نہیں بیوی کو سمجھا کر معافی پر آمادہ کریں۔ انشاء اللہ والدین طلاق کا مطالبہ خود ترک کر دیں گے اور بیوی علیحدگی کا مطالبہ چھوڑ دے گی نیز بیوی الگ مکان کا مطالبہ کر سکتی ہے ۔ ہندیہ میں ہے ۔ تجب السکنیٰ لہا علیہ فی بیت خال عن اہلہ واہلہا الا ان تختار ذالک ص ۱۳۷ ج ۲ فقط واللہ اعلم محمد عبد اللہ عفی عنہ ۵/۱۵ ۱۴۰۸ھ

عورت پرورش کا نفقہ معاف کر سکتی ہے بچوں کا نہیں

میں نے زوجہ کو طلاق دے دی ہے ۔ میرے بچے ہیں ۔ وہ مطالبہ کرتی ہے کہ بچے مجھے دیں ۔ وہ کچھ بد مزاج ہے اس لیے میں بچوں کی پرورش خود کرنا چاہتا ہوں ۔ جب اس کا مطالبہ شدید ہوا تو میں نے یہ شرط لگائی کہ پھر بچوں کا نان ونفقہ میں ادا نہیں کروں گا ۔ اس نے اسے تسلیم کر لیا ۔ آیا اس صورت میں مجھ پر نفقہ شرعاً واجب ہے گا یا نہیں ؟

اَلجَوَاب : نابالغ بچوں کا نفقہ والد کے ذمہ واجب ہے اس لیے عورت کے تسلیم کر لینے سے بھی خرچ آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوا ۔ عدم ادائیگی کی صورت میں آپ عند اللہ مجرم ہوں گے ۔ ہندیہ میں ہے ۔

نفقۃ الاولاد الصغار علی الاب لا یشارکہ فیہا احد ص ۱۳۹ ج ۲ البتہ عورت پرورش کا حق الخدمت

نفقہ کی طرح معاف کر سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں اس کے ذاتی حق ہیں ۔ درمختار میں ہے ۔

الابراء قبل الفرض باطل وبعدہٗ یصح مما مضیٰ ومن شہر مستقبل ۔ اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ۔ ای اذا کانت مفروضۃ بالاشہر فلو بالایام یبرأ من نفقۃ یوم مستقبل وکذا لو بالسنین ۔ (شامیہ ص ۶۵۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم ۔ محمد عبد اللہ عفی عنہ ۱۴۰۸/۶/۸ھ الجواب صحیح عبد الستار عفی عنہ

خاوند طلاق دے تو معتدہ بہر حال نفقہ کی مستحق ہے

اگر کسی شخص کی عورت فاحشہ ہو اور وہ مرد اس کو طلاق دیتا ہے تو اس مرد پر مہر اور عدت کا نان ونفقہ واجب ہے یا نہیں ؟ سیکرٹری مجلس منتظمہ رشید آباد ملتان

اَلجَوَاب : صورت مسئولہ میں مہر اور عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہے ۔

المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنیٰ کان الطلاق رجعیاً او بائناً او ثلاثاً ۔ اھ (عالمگیری ص ۱۳۸ ج ۲)

قال فی البحر فالحاصل ان الفرقۃ اما من قبلہ او من قبلہا فلو من قبلہ فلہا النفقۃ مطلقاً سواء کانت بمعصیۃ او لا طلاقاً او فسخاً ۔ اھ (شامی ص ۶۶۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم ، محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴/۱۲/۱۴۰۰ھ الجواب صحیح : عبد الستار عفا اللہ عنہ

بیوی بلاوجہ میکے بیٹھ جائے تو نفقہ کی مستحق نہیں

میری بیوی میرے ہاں سے چلی گئی ہے ۔ والدین کے گھر جا کر بیٹھی ہے ۔ بار بار بلانے پر نہیں آئی ۔ کیا وہ نفقہ کی مستحق ہے ؟

اَلجَوَاب : جب تک خاوند کے گھر نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں ہے ۔

خارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ ۔ اھ (شامی ص ۶۳۶ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۹۷/۱۱/۲۷ھ

نفقۂ عدّت معاف کرنے کی شرط پر خاوند طلاق دے تو نفقہ معاف ہو جائے گا

میاں بیوی میں ناچاقی تھی۔ مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ آخر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ خاوند نے کہا کہ مہر دیدوں گا۔ عدّت کا خرچہ نہیں دوں گا۔ عورت نے منظور کر لیا۔ خاوند نے طلاق دے دی۔ تو کیا نفقہ اس کے ذمّہ واجب ہوگا؟

اَلجواب: اگر خاوند نے عورت کے مطالبۂ طلاق پر نفقۂ عدّت معاف کرا لیا اور کرا لینے کے بعد اسی مجلس میں طلاق دے دی تو خاوند کے ذمّہ نفقہ واجب نہیں رہا۔ بلکہ وہ اس سے بری ہوگیا۔

فکذا اذا طلب ابرائھا لہٗ عن المھر والنفقۃ صریحاً لیطلقھا فابرأتہٗ وطلقھا فوراً یصح الابراء لانہ ابراء بعوض۔ اھ (شامیہ ص ۶۱۹ ج ۲ مطبوعہ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

الگ کمرہ بیوی کا حق ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں۔ ہم ایک گھر میں اکھٹے رہتے ہیں۔ بہن بھائی والدین اور میری بیوی۔ لیکن میری بیگم کا اس بات پر اصرار ہے کہ اسے الگ مکان لیکر دوں جب کہ میری مالی حیثیت اسقدر نہیں ہے کہ اس کے لیئے الگ مکان خرید سکوں۔ کیا میری بیوی کا الگ مکان کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیا اس کے لیئے الگ مکان کا انتظام کرنا میرے لیئے ضروری ہے۔

اَلجواب: بیوی کو ایک ایسے کمرے کے مطالبے کا حق ہے جس میں دوسرے گھر کے کسی فرد کا تصرّف نہ ہو۔ لہٰذا یہ مطالبہ درست ہے پورا کیا جائے۔ باقی صحن، بیت الخلاء، باورچی خانہ وغیرہ مشترک ہوں جو کہ گھر کے دوسرے افراد بھی استعمال کرتے ہوں تو کچھ حرج نہیں۔ اس سے زائد علیحدہ مستقل مکان کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

کما فی الدر المختار وبیت منفرد من دار لہ غلق (کفاھا) لحصول المقصود و فی الشامیۃ فان کانت دار فیھا بیوت واعطی لھا بیتاً یغلق ویفتح لم یکن لھا ان تطلب بیتاً آخر۔ (شامی ص ۶۰۰ ج ۲) ان عبارات کا حاصل بھی یہ ہے کہ عورت کے لیئے اگر گھر کے اندر الگ کمرہ ہو تو اس کیلئے الگ مکان کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۲۲/۵/۱۴۱۸ھ

دونوں بیویوں کی اولاد کم وبیش ہو تو نفقہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زوجتین میں اولاد کے ساتھ جبکہ ایک بیوی کی اولاد بالکل چھوٹی ہو۔ دوسری بیوی کی اولاد بالغ یا قریب البلوغ ہو تو ان میں مساوات کی کیفیت کیا ہوگی؟ یعنی کس تناسب سے خرچہ دیا جائے گا۔ جبکہ ایک بیوی کی اولاد زیادہ ہے۔

سائل عبدالرشید علی پوری

اَلجواب: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں کی اولاد ہو اس کو زوجتین میں مساوات اس طرح کرنا چاہیئے کہ ہر زوجہ کا نفقہ الگ الگ مقرر کرے اور اس میں دونوں بیویوں کو برابر رکھے۔ یعنی اولاد کا نفقہ الگ مقرر کرے۔ دونوں کی اولاد کو فرداً فرداً حاجت کے لحاظ سے برابر رکھے یعنی اگر ایک کی ضروریات دس روپے میں پوری ہو سکتی ہوں تو اس کے دس روپیہ اگر ایک کی ضروریات پانچ روپے میں پوری ہو سکتی ہیں تو پانچ روپیہ مہیا کرے۔ گو مجموعہ ایک کی طرف زیادہ ہو مثلاً ہر بیوی کا خرچہ پندرہ روپے مقرر کرے اور ہر لڑکے لڑکی کا خرچہ دس روپے مقرر کرے۔ اس صورت میں زیادہ اولاد والی بیوی کی طرف جو رقم جائے گی وہ بیوی کی وجہ سے نہیں، زیادتی اولاد کی وجہ سے ہوگی۔ اس پر اگر دوسری بیوی اعتراض کرے تو لغو ہے اور متفرق اخراجات شادی وغیرہ کے اس ضابطے سے الگ ہیں جس میں آپ خود مختار ہیں۔ کذا فی امداد الاحکام ص ۸۸۶ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہٗ

بَدکردار عورت کو حق حضانت نہیں ملے گا

میری منکوحہ و مدخولہ بیوی دو مرتبہ اغواء ہو چکی ہے اس وقت بھی اغواء ہے مذکورہ کے بطن سے اور میرے نطفہ سے ایک بیٹا ۶ سال کا ہے اور ایک بیٹی چار سال کی ہے دونوں مذکورہ بچے بوقت اغواء چھوڑ گئی تھی جن کی پرورش میں خود کر رہا ہوں۔ اب مذکورہ عورت بذریعہ پولیس بچے طلب کرتی ہے اگر بچے ان حالات میں مسماۃ میراں کو دیئے جائیں تو بچوں کے چال چلن پر بھی بُرا اثر پڑے گا۔ آیا ایک بچہ اس کو دیا جائے یا دونوں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ حالانکہ میں اس شرط پر بچے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر مذکورہ عورت کا کوئی قریبی رشتہ دار بھائی۔ باپ۔ یا چچا ہمراہ آکر مطالبہ کریں، مذکورہ عورت چونکہ اپنے آشنا کے پاس ہے ان حالات میں بچوں کی زندگی و تربیت کا بھی

مسئلہ ہے۔ شریعت کی روشنی میں حکم واضح فرمائیں۔

الجواب تثبت (ای الحضانة) للام (الی قوله) أو بعد الفرقة الا أن تكون مرتدة أو فاجرة فجورا یضیع الولد به کزنا وغناء وسرقة ونیاحة كما فی البحر والنهر....الخ۔ (الشامیة ص۶۸۸ ج۲)

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں اگر فاجرہ ہے اور بدکاری جیسے افعال کی مرتکب ہے تو اسے اپنے بچوں پر حق حضانت حاصل نہیں کیونکہ ایسی صورت میں وہ بچوں کی پرورش نہیں کر سکتی۔ پس صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عورت ایسی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اسے اپنی اولاد کا حق پرورش حاصل نہیں البتہ بچوں کی نانی ان کی پرورش کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ○ بندہ عبدالستار غفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان

حق حضانت کب ساقط ہوتا ہے

مسمی محمد حنیف اور مسماۃ بی بی فاطمہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کئی سال سے اختلاف موجود ہے اور عدالتوں تک جا پہنچے ہیں۔ یہاں تک کہ خاوند نے مارشل لاء تک دوڑ دغیرہ کی ہے۔ عدالت میں بیوی بچوں کے حصول کے لئے درخواست گزاری جو بعد از سماعت خارج کر دی گئی۔ مسماۃ فاطمہ اپنے تین بچوں لڑکی کی عمر سات سال، لڑکے کی عمر ساڑھے چار سال، چھوٹے لڑکے کی عمر اڑھائی سال کے ساتھ اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے۔ لڑکی قرآن پاک اور مسائل کی تعلیم اور لڑکا معیاری تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ بچوں کا والد ان کی والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اور بچوں کی والدہ کہتی ہے کہ میں اپنے پاس رکھوں گی۔ بتائیں کہ بچے والد کی سرپرستی میں رہیں یا والدہ کی۔

المستفتی حیدر علی ہاشمی، شجاع آباد

الجواب بچہ سات سال تک اور بچی نو سال تک والدہ کے پاس رہے گی والد جبراً والدہ سے نہیں چھین سکتا خواہ طلاق ہو جائے۔ لیکن اگر طلاق کے بعد والدہ بچہ یا بچی کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو پھر والدہ صاحبہ کا حق تربیت ساقط ہو جائے گا۔

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أی بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی (قوله حتی یستغنی عن النساء) بأن یأكل ویشرب ویستنجی وحده والمراد بالاستنجاء تمام الطهارة بأن یتطهر بالماء بلا معین وقیل مجرد الاستنجاء وهو التطهیر من النجاسة وان لم یقدر علی تمام الطهارة زیلعی ای الطهارة الشاملة للوضوء (قوله وقدر بسبع) هو قریب من الاول (الی قوله) الا تری الی ما یروی عنه صلی الله علیه وسلم انه قال مروا صبیانكم اذا بلغوا سبعا والامر بها لا یكون الا بعد القدرة علی الطهارة

شامی ص۶۹۵ ج۲

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

دورانِ پرورش عورت بچوں کو دور دراز نہیں لیجا سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مطلقہ عورت بچوں کو جن کی عمریں ۹-۵-۳-۲ سال ہے اپنے ساتھ علاقہ غیر میں لے جانا چاہتی ہے وہاں مقامی طور پر اس کا کوئی وارث نہیں ہے اب اگر وہ بچوں کو وہاں لے جائے تو ہمارا وہاں پہنچنا بڑا مشکل ہے اور نہ ہی ہمیں اپنے بچوں سے ملنے کی امید ہو سکتی ہے کیا شریعت اس کو بچے ایسے

دُور دراز علاقے میں جہاں ہماری پہنچ نہ ہو لے جانے کی اجازت دیتی ہے۔

الجواب لیس للمطلقة بائنا بعد عدتها الخروج بالولد من بلدة الی اخری بینهما تفاوت (در مختار ص۶۹۷ ج۲ علی الشامیة)

جزئیہ هٰذا سے ظاہر ہے مطلقہ بنا برحق حضانت بچوں کو دُور دراز علاقے میں نہیں لے جاسکتی ایسے مقام پر رہے جہاں والد بچوں کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

والد عیسائی ہو تو اسے پرورش کا حق ملے گا یا نہیں؟

ایک عیسائی نے اپنے دین عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا اس کی بیوی بدستور عیسائی ہی رہی اور اپنے ماں باپ کے گھر جا بیٹھی اور اپنے نابالغ بچوں کو بھی ساتھ لے گئی ایسی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق شریعت محمدی کی رو سے کس کو حاصل ہوگا۔ جواب بحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب باپ کے تابع ہو کر اس نومسلم کے یہ بچے شرعاً مسلمان ہیں۔ والولد یتبع خیر الابوین دینا کذا فی الکنز۔ (فتاوی عالمگیری ص۴ ج۲)

اور پرورش کا حق عام حالات میں والدہ کو ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان بچوں کے بارے میں عیسائیت کے ساتھ مانوس ہو جانے کا خوف ہو تو انہیں والدہ سے لے کر باپ کے حوالے کرنا ضروری ہوگا۔ ففی الدر المختار والحاضنة الذمیة ولو مجوسیة کمسلمة مالم یعقل دینا .... او الی ان یخاف ان یألف الکفر فینزع منها وان لم یعقل دینا اھ بحر۔ در مختار ص۲۶۵ ج۱۔ اور صورۃ مسئولہ میں مندرجہ بالا اندیشہ ظاہر ہے۔ اسلام کی نظر میں جسمانی تربیت کی بہ نسبت بچے کے فکر و نظر کو محفوظ رکھنا مقدم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

والدہ کے بعد حق پرورش کس کو ہے؟

ایک عورت بقضائے الٰہی فوت ہوگئی ہے۔ ایک لڑکا بعمر پانچ سال اور ایک لڑکی بعمر چار سال چھوڑ گئی ہے۔ بچوں کے رشتہ داروں میں سگی نانی، خالہ غیر شادی شدہ اور پھوپھی موجود ہیں ان کی دادی بھی فوت ہوگئی ہے۔ بچوں کی پرورش کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے بچوں کے باپ نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ اب ایک طرف باپ اور سوتیلی ماں ہے اور دوسری طرف نانی اور سگی خالہ ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۔ بچوں کی پرورش کا حق شرعاً کس کو ہے۔ ۲۔ مدت پرورش کتنی ہے۔ ۳۔ پرورش کے دوران اخراجات کس کے ذمے ہوں گے۔

الجواب صورت مسئولہ میں حق حضانت نانی کو ہے۔ ثم ای بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلیة القربیٰ اھ (در مختار علی الشامیة ص۶۹۳ ج۲)

۲۔ لڑکا سات سال کی عمر ہونے تک اور لڑکی ۹ سال کی عمر ہونے تک نانی کے پاس رہیں گے (کذا فی الشامیہ ص۶۹۳ ج۲) ۳۔ پرورش کے اخراجات والد کے ذمہ ہوں گے۔ تستحق الحاضنة اُجرة الحضانة اذا لم تکن منکوحة ولا معتدة لابیه وهی غیر اُجرة ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیة (در مختار علی الشامیة ص۶۹۱ ج۲) فقط واللہ اعلم — محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

والدہ کو کب تک پرورش کا حق ہے

ملک عبدالمجید فوت ہوگیا اس کے دو لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔ لڑکا ایک بارہ سال

اور ایک تین سال کا ہے لڑکیاں تین بالغ ہیں۔ اور تین نابالغ ہیں۔ ان لڑکے لڑکیوں کے چچا بھی موجود ہیں اور ماموں بھی۔ تو ان بچوں کی تربیت و پرورش کا حق کس کو ہے؟ اور ان کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے؟ حاجی احمد شہر سلطان

الجواب بچے کی عمر سات سال اور بچی کی عمر ۹ سال ہونے تک ان کی پرورش کا حق والدہ کو حاصل ہے بشرطیکہ وہ ایسی جگہ نکاح نہ کرے جو ان بچوں کے لئے غیر محرم ہو

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لانه الغالب... الخ والام والجدة احق بها حتى تحيض وغيرهما أحق بها حتى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتى وعن محمد ان الحكم فى الام والجدة كذلك وبه يفتى لكثرة الفساد. اهـ. (در مختار على الشامية ص۶۱۵ ج۲)

بالغ پر نکاح کی ولایت اجبار کسی کو حاصل نہیں بلکہ وہ خود مختار ہے اور نابالغ پر ولایت نکاح چچوں کو حاصل ہے۔ الولى فى النكاح العصبة بنفسه على ترتيب الارث والحجب. اهـ (در مختار على الشامية ص۳۳۷ ج۲) فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

باپ بالغ اولاد کو مطلقہ بیوی سے ملنے سے نہیں روک سکتا

زید اپنی مطلقہ بیوی سے اپنی بالغ اولاد کو ملاقات سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ (مولانا محمد اسلم تھانوی مہتمم جامعہ اشرفیہ ملتان)

الجواب اذا بلغت الجارية مبلغ النساء ان كانت بكرا كان للاب ان يضمها الى نفسه وان كانت ثيبا ليس له ذلك الا اذا لم تكن مأمونة على نفسها۔

والغلام اذا عقل واجتمع رأيه واستغنى عن الاب ليس للاب ان يضمه الى نفسه الا اذا لم يكن مأمونا على

نفسه فكان له ان يضمه.... انتهى. (قاضی خان ص۱۹۲ ج۱)

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ باپ بالغ اولاد کو ماں سے ملاقات کرنے سے منع نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

مُتفرقاتِ نکاح

نکاح کرنا افضل ہے یا عبادت میں مشغول ہونا۔

بندہ فقیر ایک مسجد میں عرصہ دراز سے خدمتِ قرآن میں مصروف ہے اور مسجد کی خدمت بھی کرتا ہے اور بندہ نے ابھی تک شادی نہیں کی بعض لوگ اصرار کرتے ہیں کہ شادی کروالو اور جو شخص شادی نہ کروائے اس کا جنازہ نہیں ہوتا ہے اور بندہ الحمد للہ شب و روز عبادت میں مصروف رہتا ہے میرے لئے شادی کروانا ضروری ہے یا نہیں؟ ——

الجواب مسلم شریف میں حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے نوجوانوں کی جماعت جو شخص تم میں سے نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نظر کو جھکانے کا ذریعہ ہے اور شرمگاہ کی تحصین کے لئے ہے اور جو شخص طاقت نہ رکھے اس پر روزے لازم ہیں —— عن عبد الله قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء (صحیح مسلم ص۴۴۹ ج۱)

ایک اور حدیث میں فرمایا، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور

افطار کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں۔

فقال ما بال اقوام قالوا کذا وکذا لکنی اصلی وانام واصوم وافطر واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی — (صحیح مسلم ص۴۴۹ ج۱)

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نکاح کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور نکاح کرنے کی حضورؐ نے ترغیب بھی دی ہے اور نکاح نہ کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اور فقہاءؒ نے تعلیم وتعلم میں مشغولی اور نفلی عبادات میں مشغولی سے نکاح کو افضل قرار دیا ہے۔

وھو افضل من الاشتغال بتعلم وتعلیم کما فی درر البحار وقدمنا انه افضل من التخلی للنوافل۔ (شامی ص۲۸۳ ج۲) ——

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:۔ قال النبی صلی اللہ علیه وسلم النکاح سنتی والسنن مقدمة علی النوافل بالاجماع ولانه اوعد علی ترک السنة بقوله فمن رغب عن سنتی فلیس منی ولا وعید علی ترک النوافل —— (بدائع الصنائع ص۲۲۹ ج۲)

جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرنا میری سنت ہے اور سنت نوافل پر مقدم ہے اور اس پر اجماع ہے اور ترکِ سنت پر وعید بیان فرمائی ہے اور نوافل کے ترک پر وعید نہیں فرمائی، لہٰذا آپ اگر حق زوجیت، مہر، نان ونفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو نکاح والی سنت پر ضرور عمل کریں۔

فقط واللہ اعلم محمد انور

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

۲۶/۵/۱۴۱۸ھ

محرم میں نکاح کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ماہ محرم میں نکاح کرنا جائز ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب ماہ محرم میں نکاح کرنے کی ممانعت یا قباحت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔ سال کے دوسرے مہینوں کی طرح اس مہینہ میں بھی نکاح کرنا درست ہے بلکہ اس شیعی اور رافضی بدعت اور من گھڑت مسئلہ کو ختم کرنے کے لئے عملی کوشش کرنا ان شاء اللہ موجبِ اجر ہوگی۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار غفر اللہ لہٗ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ

تعلیم میں مشغول حقوقِ زوجیت کیسے ادا کرے

لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں والدین نے خوشی سے ان کا آپس میں نکاح کردیا ہے لڑکا دینی تعلیم کا شائق ہے ابھی زیر تعلیم ہے۔ تعلیم تقریباً چار سال بعد پوری ہوگی۔ آیا یہ جائز ہے کہ لڑکی اپنے گھر والدین کے ہاں دور دراز جگہ میں رہے اور لڑکا تعلیم میں مشغول ہو، جو سال کے اندر گھر آسکے۔ بعض کا خیال ہے کہ تعلیم کی بجائے اپنے گھر آباد ہونا ضروری ہے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ بعض کا یہ خیال کس حد تک درست ہے؟ ——

الجواب یہ بات جائز ہے کہ لڑکی اپنے والدین کے گھر اور لڑکا اپنی تعلیم میں مشغول ہو اور یہ خیال کہ تعلیم کی بجائے گھر آباد ہونا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ گھر آباد کرنے کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لڑکا تیسرے چوتھے ماہ گھر آیا کرے اور بشرطِ ضرورت جب والدین نے نان ونفقہ برداشت کر رکھا ہو اور تعلیم کی اجازت دے رکھی ہو تو اس صورت میں تعلیم کو ترک کرنا ٹھیک نہیں، البتہ گھر کے حقوق پورے کرنا ضروری ہیں جس کے لئے آمد ورفت ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ

بلا عذر کب تک بیوی سے علیحدہ رہ سکتے ہیں؟

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ دستور بنایا تھا کہ مرد اپنی بیوی سے صرف چار ماہ علیحدہ رہ سکتا ہے کیا اس سے زیادہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہ سکتے ہیں یا نہیں ائمہ میں سے کسی کا مذہب ہے یا نہیں؟

۲۔ ھل یجوز النظر الی فرج امرأته وھکذا عکسھا؟

الجواب بلا عذر چار ماہ سے زائد علیحدہ نہیں رہنا چاہیے مالکیہ کے ہاں اگر بقصدِ اضرار اتنی مدت بیوی سے علیحدہ رہا تو وہ بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

۱۔ قال علماثنا اذا امتنع من الوطء وقصد الاضرار بالزوجة من غیر عذر مرض او رضاع وان لم یحلف کان حکمه حکم المولی وترفعه الی الحاکم اھ (احکام القرآن ج۱ ص۔۔)

۲۔ یجوز لکن ترک النظر اولیٰ قال فی الھدایة الاولیٰ ان لا ینظر کل واحد منھما الیٰ عورة صاحبه لقوله علیه السلام اذا اتی احدکم اھله فلیستتر ما استطاع ولا یتجردان تجرد العیراه (شامیہ ص۲۴۲ ج۵)

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لڑکی والوں کی طرف سے دُولہا کو سونے کی انگوٹھی پیش کرنا۔

آج کل شادی کے موقعوں پر دُلہن کے گھر والے دُولہا کو سونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں اور یہ انگوٹھی بطور تحفہ کے دُولہا کو دی جاتی ہے اور یہ تقریباً ہر شادی کا جز ء لازم ہے اس کے بغیر شادی کی تقریب نامکمل سمجھی جاتی ہے شرعاً دولہا کے لئے یہ انگوٹھی لینا اور استعمال کرنا کیسا ہے ؟ ——— المستفتی (محمد نعمان لیپرڈی)

الجواب صورت مسئولہ میں اس انگوٹھی کو لینا تو درست ہے چونکہ انہوں نے اپنی خوشی سے دی ہے الا لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منه (الحدیث) البتہ اس کا پہننا خاوند کے لئے حرام ہے لقولہ علیہ السلام حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی واحل لاناثهم (ص۲۳۲ ج۱ ترمذی) البتہ اسے بیچ کر اس کی قیمت کو کام میں لا سکتا ہے۔ شادی کی تقریب کے لئے اس کو لازم سمجھنا درست نہیں فقط واللہ اعلم ـ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۲۶ / ۵ / ۱۴۱۸ھ

بیوی کے والدین کو ملاقات سے نہیں روک سکتے،

والدہ کے کہنے سے بیوی کے والدین کو ملنے سے روک سکتا ہوں ۔؟

الجواب ہفتہ میں ایک بار مرد کا عورت کے والدین کو میل ملاقات سے روکنے کا حق نہیں البتہ مستقل اس کے پاس ٹھہر جانے سے روک سکتا ہے ———

وقال بعضهم لا یمنع الابوین من الدخول علیها للزیارة فی کل جمعة وانما یمنعهم عن الکینونة عندها وبه اخذ مشایخنا وعلیه الفتوی۔ وکذا لو ارادت المرأة ان تخرج لزیارة المحارم الا فهو علی هذه الاقاویل۔ (حاشیہ علی الهندیہ ص۳۲۹ ج۱) والدہ کا احترام کرتے رہیں، طلاق دینا اچھا نہیں جب والدہ کا آپ حق ادا کرتے رہیں تو بیوی کے ساتھ حسن معاشرت پر کوئی مؤاخذہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

نکاح پڑھانے کا طریقہ

اگر نکاح پڑھایا جائے تو کن الفاظ کے ساتھ خاوند بیوی کو اقرار کرایا جائے وہ الفاظ عربی اور اُردو دونوں میں بیان فرمائیں ———

الجواب بالغہ عورت کا ولی اوّلاً بالغہ عورت سے بایں الفاظ اجازت نکاح حاصل کرے کہ میں اتنے مہر کے معاوضہ میں تیرا نکاح فلاں بن فلاں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں، کیا اس پر تو راضی ہے؟ عورت کہے "ہاں" پھر عورت سے اجازت لینے کے بعد دُولہا کے پاس آکر خطبہ مسنونہ پڑھے اور یوں ایجاب وقبول کرائے کہ میں نے فلانہ بنت فلاں کا نکاح بمعاوضہ اتنے مہر تیرے ساتھ کر دیا اور دُولہا کہے کہ میں نے قبول کر لیا بس نکاح ہو گیا، ایجاب وقبول کم از کم دو مسلمان مردوں یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کے روبرو ہونا لازمی ہے۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ	فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ ۹ / ۱ / ۱۳۸۰ھ

سُنت یہ ہے کہ خطبہ نکاح لڑکی کا والد پڑھے

——— والد اپنی بیٹی کا نکاح خود پڑھائے اس کے علاوہ کسی قاضی یا عالم کا نکاح پڑھانا زیادہ بہتر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب والد اپنی بیٹی کا نکاح خود پڑھائے یہ زیادہ بہتر بھی ہے اور مسنون بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح خود پڑھایا تھا جیسا کہ مذکور ہے:

"وسُنّت دریں باب آنست کہ ولی مخطوبہ خود خطبہ نکاح کہ مسنون است بخواند و از عاقدین ایجاب وقبول کناند زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت نکاح حضرت فاطمہ با حضرت علی رضی اللہ عنہما ایں چنیں بعمل آوردہ بودند۔"

(مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین ص۲۱)

لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ولی نکاح خود اس کی صلاحیت ولیاقت رکھتا ہو لیکن اگر وہ خود اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ خطبہ نکاح پڑھے اور ایجاب وقبول کروائے تو ولی کی اجازت سے جو بھی نکاح پڑھائے جائز ہے ——— "اگر قاضی غیر وکیل مذکور باشد در و برئے آں وکیل ایجاب وقبول کنانند نزد علمائے حنفیہ جائز ست۔" (مسائل اربعین ص۲۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہٗ

سہرا باندھنا ناجائز ہے خواہ پھولوں ہی کا ہو۔

آج کل شادی کی تقریبات میں دولہا کو سہرا باندھا جاتا ہے اور اس کو شادی کا ایک لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے آپ سے گذارش ہے کہ آپ شرعاً اس کا حکم بیان فرمادیں ـــــ بینوا توجروا

الجواب سہرا باندھنا خالص ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے یہ ایک غیر اسلامی فعل ہے اس سے احتراز ازحد ضروری ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم اور تشبہ بالکفار ممنوع ہے جیسا کہ حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مسائل اربعین" میں لکھتے ہیں: ـــــ

اما سہرہ کہ از گل طیار میکنند انہم بسبب مشابہت کفار جائز نیست بلکہ ہار گل کہ بر سر نوشہ دعروس وقتِ نکاح یا بعد ازاں می بندند بدعت است ومشابہ ست باگبراں و از مشابہت کافراں وگبراں احتراز لازم است ـــــ (مسائل اربعین ص ۱۶)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

حکومت کا نکاح پر ٹیکس لگانا ناجائز ہے

بلدیہ ٹبہ سلطان پور نے شرعی نکاح پر ایک صد روپے شادی ٹیکس نکاح فیس عائد کی ہے جو کہ لڑکے اور لڑکی والوں سے وصول کی جاتی ہے جبکہ شریعت نے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ یہ فیس شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب مذکورہ ٹیکس کا شرعاً کوئی جواز نہیں ہے ـــــ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفی عنہ	فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بوقتِ نکاح چھواروں کے علاوہ اور میوے تقسیم کرنا بھی ثابت ہے۔

نکاح کے بعد آج کل ایک پیکٹ تقسیم کیا جاتا ہے جسمیں ۲ ٹافیاں، بادام اور اسی جیسی اور چند اشیاء ہوتی ہیں کیا ان کا تقسیم کرنا درست ہے یا چھوارے ہی تقسیم کرنے چاہئیں؟ (عبدالقدیر شاہکوٹ، منسم افنار)

الجواب صورت مسئولہ میں چھواروں کے علاوہ مذکورہ اشیاء کا تقسیم کرنا بھی درست ہے جیسا کہ حدیث میں اخروٹ، بادام وغیرہ کے تقسیم کرنے کا ذکر بھی ہے۔

فی الحدیث: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک، (أی نکاح فاتی بطباق علیھا جوز ولوز وتمر فنثرت فقبضنا ایدینا الی اخر الحدیث (اعلاء السنن ص ۱۱ ج ۱۱)

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	فقط واللہ اعلم ـــــ محمد انور عفا اللہ عنہ

چھوارے پھینکنا سُنت ہے یا تقسیم کرنا۔

شادی کے موقعہ پر چھوارے پھینکنا سنت ہے یا تقسیم کرنا سنت ہے؟ (مستفتی: محمد زبیر قصبہ مڑل)

الجواب صورت مسئولہ میں شادی کے موقعہ پر چھوارے پھینکنا سُنت ہے:

فی الحدیث: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک (أی نکاح فاتی بطباق علیھا جوز ولوز وتمر، فنثرت فقبضنا ایدینا فقال مابالکم لا تأخذون فقالوا لأنک نھیت عن النھبی فقال ما نھیتکم عن نھبی العساکر، خذوا علی اسم اللہ فجاذبنا وجاذبناہ۔

(اعلاء السنن ص ۱۱ ج ۱۱) واللہ اعلم بالصواب ـــــ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۱۴۱۸/۵/۲۰ھ

لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے شادی کے اخراجات کیلئے رقم مانگنا۔

ہمارے علاقے میں رواج ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکی والے لڑکے والوں سے کچھ رقم لیتے ہیں شادی وغیرہ کے اخراجات کے لئے شرعاً اس رقم کا لینا جائز ہے یا ناجائز ہے ـــــ

الجواب ایسی رقم کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے اور اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

ومن السحت ما یأخذہ الصھر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ ـــــ (رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ ج ۶ بیروت)

فقط واللہ اعلم ـــــ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نابالغہ کے نکاح پڑھانے کا ثبوت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح خود پڑھایا تھا۔ حدیث ہو تو تحریر فرمائیں؟ ــــ

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر بن ابی سلمہ سے کیا جبکہ وہ نابالغہ تھی اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی سات سال کی عمر میں نکاح کیا ــــ

وزوج صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت عمہ حمزۃ رضی اللہ عنہما من عمر بن ابی سلمۃ وھی صغیرۃ (الی) وقال لھا الخیار اذا بلغت۔ (فتح القدیر ص ۱۴۳ ج ۳) ــــ

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت تزوجنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تزوجھا وھی بنت سبع سنین وزفت الیہ وھی بنت تسع سنین واحبھا معھا ومات عنھا وھی بنت ثمان عشرۃ (مسلم ص ۵۶ م ج ۱) ــــ

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ۹/۱/۱۴۰۴ھ

زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے ہوا تھا یا نہیں۔ مدلل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: بعض مفسرین نے یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے نکاح اور اولاد کا تذکرہ کیا ہے۔ جلالین میں ہے فزوجہ امرأتہ زلیخا فوجدھا عذراء وولدت لہ ولدین۔ ص ۱۹۳۔ حافظ ابن جریرؒ نے اسحاق سے اور حکیم ترمذیؒ نے وہبؒ سے بھی نکاح کا ہونا نقل کیا ہے۔ یہ سب تاریخی قصہ ہے جو محدثین کے معیار تک نہیں پہنچا۔ صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے۔ وخبر تزوجھا ایضا مما لا یعول علیہ عند المحدثین (ص ۵ ج ۱۳) لہٰذا ہمیں اس جھگڑے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۴/۱۱/۱۴۰۵ھ

نکاح پڑھانے کی اُجرت

زید نکاح خواں نے عمر کا نکاح بکر کی ہمشیرہ اور بکر کا نکاح عمر کی ہمشیرہ کے ساتھ پڑھایا۔ عمر اور بکر نے مل کر پانچ روپے نکاح خوانی کے دیئے۔ زید نے انکار کیا کہ دس روپے لوں گا کم نہیں لوں گا۔ آخر بمجبوری انہوں نے دس روپے دیئے۔ آیا اس کو لینا جائز تھا یا نہیں پھر وہ دس روپے ان دونوں کو نیوتہ کے طور پر دیئے گئے اگر ناجائز ہوں تو واپس کرنے چاہئیں یا نہ۔؟

الجواب: نکاح خوانی کی اُجرت (جیسا کہ متعارف ہے) ناجائز ہے کیونکہ جواز اجارہ کے لئے ضروری ہے (۱) آزادی مستاجر جس سے چاہے کام لے جس قدر اجرت دینا چاہے کہہ سکے (۲) آزادی اجیر یعنی جتنی اجرت لینا چاہے لے سکے، سرکار کی طرف سے کوئی مقرر شدہ پابندی نہ ہو، مگر یہ چیزیں عمل متعارف میں مفقود ہیں۔ اس بنا پر موجودہ نکاح خوانی پر اجرت لینے کا دستور ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ اس طرح اس کا جواز ہو سکتا ہے کہ کسی شہر یا علاقہ میں چند ایک نکاح خواں ہوں جو مسائل نکاح سے واقف ہوں، لوگوں کو آزادی ہو کہ جس نکاح خواں کو چاہے بلائیں اور جو اجرت فریقین طے کر لیں یا اپنے اتفاق سے طے کر لیں اور نکاح خواں بھی آزاد ہو اسے کچھ فیس قاضی منیب کو نہ دینی پڑے اور جو بلاوے اجرت بھی اس کے ذمہ ہو (نہ اس طرح کہ عادت ہے کہ نکاح خوانی کے لئے بلانے والا تو دلہن والا ہوتا ہے اور نکاح خوانی دلواتے ہیں دولہا والے سے) تو یہ اجارہ جائز ہو سکے گا۔ ان قواعد و شرائط کے اندر کمی و بیشی سے اجارہ فاسد ہو کر ناجائز ہو جائے گا (کذا فی امداد الفتاوٰی ص ۱۶ ج ۳)

فقط واللہ اعلم ــــ بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ خادم الافتاء خیر المدارس، ۱ شعبان ۱۳۷۰ھ

دولہا کو نوٹوں کا ہار پہنانے کا حکم

شادی کے موقع پر دولہا کو اپنے احباب رشتہ دار پھولوں کا ہار گلے میں پہناتے ہیں اور بعض نوٹوں پر فوٹو ہوتے ہیں۔ (۲) اسی طرح حجاج صاحبان حج سے واپسی پر جب اسٹیشن یا اڈا پر اترتے ہیں تو رشتہ دار دوست احباب نوٹوں کے ہار گلے میں ڈالتے ہیں۔ حجاج صاحبان برضا و خوشی یہ نوٹوں کے ہار اپنے گلے میں پہن لیتے ہیں۔ کیا دولہا میاں اور حاجی صاحبان کو نوٹوں کا ہار پہننا جائز ہے۔ یا ناجائز ہے یا مکروہ ہے اور مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی ہے نوٹوں کا ہار جس میں تصویر ہے یا جس میں تصویر نہیں اس میں بھی فرق ہے یا نہیں ــــ (عبد المجید جلالآبادی) مستعلم۔

الجواب: دولہا اسی طرح حجاج کرام کو نوٹوں وغیرہ کا ہار پہنانا محض ایک رسم ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفی عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ
خیر المدارس ملتان

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہونے ہوں تو ایک ہی خطبہ کافی ہے

رائے ونڈ کے اجتماع کے موقعہ پر تیسرے دن ایک مجلس منعقد ہوتی ہے جس میں بہت سے لڑکے اور لڑکیوں کا نکاح ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ خطبہ نکاح پڑھ کر سب سے ایجاب وقبول کروالیا جاتا ہے۔ آیا ایک ہی دفعہ خطبہ نکاح پڑھنا سب کیلئے کافی ہوجاتا ہے یا الگ الگ خطبہ پڑھنا ضروری ہے؟

(مولانا شبیر احمد مدرس مدرسہ امینیہ جڑانوالہ)

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف ایک مرتبہ پڑھا ہوا خطبہ سب کے لئے کافی ہوجائے گا۔ الگ الگ سب کے لئے پڑھنا ضروری نہیں ——— (فتاوی دار العلوم دیوبند ص۱۴۸ ج۷)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

مخطوبہ کو دیکھنے کی گنجائش ہے

لڑکا اپنی ہونے والی بیوی کو اپنی قلبی تسلی کے لئے کہیں ایک نظر دیکھ سکتا ہے۔ شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ——— بینوا توجروا

الجواب مرد کو اپنی ہونے والی بیوی کو ایک نظر دیکھنا حدیث میں اس کی اجازت موجود ہے لیکن اس کے علاوہ شادی سے قبل دونوں کا ملاقات کرنا یا کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا حرام ہے۔ لو اراد ان یتزوج امرأة فلا بأس ان ینظر الیها وان خاف ان یشتهیها لقوله علیه الصلوٰة والسلام للمغیرة بن شعبة حین خطب امرأة انظر الیها فانه احریٰ ان یودم بینکما۔ (رواه الترمذی والنسائی شامی ص۲۱۵ ج۵)

فقط واللہ اعلم
محمد عبد اللہ غفر لہ

ایجاب وقبول سے پہلے کلمے پڑھوانا

آج کل نکاح پڑھاتے وقت نکاح خوانوں کے مختلف طرز دیکھنے کو ملتے ہیں، بعض نکاح خواں مولوی صاحب دولہا کو کلمہ پڑھواتے ہیں اگرچہ دولہا صحیح العقیدہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور بعض تو پورے چھ کلمے پڑھاتے ہیں اور بعض کلموں کی بجائے ایمان مفصل یا ایمان مجمل پڑھاتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کلمے پڑھوانا یا ایمان مفصل وغیرہ پڑھوانا دولہا اور دلہن کو کیا یہ فرد یات نکاح میں سے ہے؟ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ ———

الجواب عقدِ نکاح کے وقت یہ طریقہ یعنی کلمے پڑھوانا وغیرہ احادیث سے اور صحابہ کرامؓ اور مجتہدین کرامؒ سے ثابت نہیں ہے اور جس شخص کے عقائد درست ہوں، صحیح العقیدہ ہونے کا یقین ہو تو پھر خطبہ مسنونہ پڑھ کر ایجاب وقبول کروا دینا چاہیئے۔ لیکن آج کل بعض اوقات نادانستگی میں زبان سے کلمہ کفر نکال دیا جاتا ہے

یا دین سے دوری کی بناء پر عقائد میں خرابی ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر نکاح خواں کو شبہ ہو کہ شاید دولہا یا دلہن کے عقائد خلافِ شرع ہیں تو ان کو تجدیدِ ایمان کیلئے کلمہ پڑھوا لینا ضروری ہے۔ ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلطی ہے۔

فقط واللہ اعلم - احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نکاح مسجد میں مستحب ہے بشرطیکہ......

موجودہ دور میں مسجد کے اندر نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے یا خارج مسجد کیونکہ شرکاء نکاح بعض اوقات آدابِ مسجد کو ملحوظ نہیں رکھتے ہیں۔

الجواب ترمذی شریف میں حدیث عائشہؓ میں مذکور ہے، عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد ——— جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نکاحوں کا اعلان کیا کرو اور ان کو مساجد میں کیا کرو۔

علامہ شامیؒ نے مسجد میں نکاح کرنے کو مستحب لکھا ہے اور دلیل کے طور پر اسی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔

للامر به فی الحدیث ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد (کتاب النکاح ص۲۵۹ ج۲)

لیکن امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر اس بات کا یقین ہوجائے کہ شرکاء آدابِ مسجد کا لحاظ نہیں رکھیں گے تو پھر خارجِ مسجد بہتر ہے۔ (امداد الفتاوی ص۲۵۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم - بندہ محمد اسحاق غفر لہ

نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنے کا حکم

دولہا اور دلہن ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب جس عورت کی طرف پیغامِ نکاح بھیجنے کا ارادہ ہے اسے ایک نظر دیکھ لینا چاہیئے اور دیکھنے کا معاملہ چوری چھپے ہونا چاہیئے باقاعدہ زیب وزینت کے ساتھ پیش کرنا اور دیگر خرافات غیرت وشرافت کے منافی ہے۔ اس سے احتراز واجب ہے یا بالواسطہ معلوم کرلیا جائے۔ دیکھنے کے متعلق فرمانِ نبویؐ کے ناقل حضرت جابرؓ کا عمل ابو داؤد شریف میں مروی ہے۔ ایک لڑکی کے متعلق نکاح کا پیغام بھیجا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا پھر اس سے نکاح کرلیا۔ عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوه الی نکاحها فلیفعل قال فخطبت جاریة

فکنت اتحبأها حتی رأیت منها ما دعانی الی نکاحها وتزوجها فتزوجها۔ (بذل ۳/۲۰)

مرد کو دیکھنے کی اجازت متعدد روایات میں منقول ہے۔ عورت بھی دیکھ سکتی ہے یا نہیں اس کی تصریح نہیں البتہ ایک حدیث پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی علت ارشاد فرمائی ہے۔ وہ بظاہر عورت کو بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے فانہ احری ان یؤدم بینکما (مشکوٰۃ ۲۶۹/۲) الحاصل دیکھنے کی گنجائش ہے لیکن حیاء اور شرافت کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے ——

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہٗ

لڑکی معروف النسب نہ ہو تو بدوں تحقیق نکاح نہ پڑھایا جائے۔

ہمارے علاقہ میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ بیرونی واجنبی آدمی عورتیں لے آتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں ان کے متعلق نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنواری و باکرہ ہے یا مطلقہ ہے یا منکوحہ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی اپنی ہیں یا کہیں سے اغوا کر کے لاتے ہیں۔ اور نکاح خواں حضرات بغیر تحقیق کے نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ اکثر یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ منکوحہ ہوتی ہیں اور اغوا کر کے لائی جاتی ہیں۔ کیا ان کا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔؟

الجواب اگر عورت معتمد اور دیندار ہو یا حالات سے غالب ظن ہو جائے کہ یہ منکوحہ یا معتدہ نہیں تو اسے نکاح جائز ہے اور اس کا نکاح کرانا بھی جائز ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں تو فاجر فاسق قسم کے لوگ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی عورتوں کا نکاح کراتے ہیں۔ جہاں معاشرہ کے حالات سے یہ بات واضح ہے کہ عورتیں اکثر منکوحہ ہوتی ہیں اس لئے ان کا لانا، ان کا بیچنا، ان سے نکاح کرنا، ان کا نکاح کرانا سب ناجائز اور حرام ہے معاشرہ کو ایسے فواحش سے نجات دلانا حکومت کا فرض ہے۔ لیکن مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کاروبار کے روکنے میں حتی الوسع سعی کریں ——

محمود عفا اللہ عنہٗ مفتی قاسم العلوم ملتان ۱۳۸۷/۲/۱۷ھ

جو امام مسجد لاابالی بے پرواہ ہو یا لالچی اور طماع ہو، پیسے وغیرہ لے کر ایسی عورتوں کے نکاح بغیر تحقیق کے پڑھاتا ہو۔ وہ فاسق و فاجر ہے اور امامت کے ہرگز لائق نہیں اور جو امام عمومی حالات میں نیک متقی ہو ایک آدھ مرتبہ غلطی سے ایسی عورت کا نکاح پڑھایا جو منکوحۃ الغیر تھی۔ اس کے لئے توبہ کرنا لازم ہے۔ اور امامت سے نہ ہٹایا جائے۔

والجواب صحیح —— بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳۸۷/۲/۲۱ھ

خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر

خطبۂ جمعہ اور عیدین کے خطبے کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں، خطبۂ نکاح عموماً بیٹھ کر کیوں پڑھا جاتا ہے۔ خطبۂ نکاح کس طرح پڑھنا چاہئے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ——؟ بینوا توجروا ——

الجواب فقہائے کرام سے اس کے بارے میں کوئی جزئیہ صراحۃً نظر سے نہیں گزرا ہے ہمارے اکابر علمائے کرام کا طرز دونوں طرح رہا ہے لیکن کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت کھڑے ہو کر خطبات پڑھنے کی تھی۔ فقط واللہ اعلم ——

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ

بوقتِ رخصتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور اختلاف ہے۔ صحیح قول بیان فرما کر مشکور فرمائیں ——
(المستفتی، عبدالقدیر نانگوی متعلم افتاء)

الجواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح صحیح اور راجح قول کے مطابق ۶ سال تھی اور شبِ زفاف کے وقت آپؓ کی عمر ۹ سال تھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال تھی اور بہت ساری روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم بطور نمونے کے چند پر اکتفا کرتے ہیں (۱)۔ صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ حدیث عروہ باب من بنی بامرأۃ وھی بنت تسع سنین میں ذکر فرماتے ہیں: حدثنا قبیصۃ بن عقبۃ قال حدثنا سفین عن ھشام بن عروۃ عن عروۃ تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ وھی ابنۃ ست وبنی بھا وھی ابنۃ تسع ومکثت عندہ تسعاً (بخاری ج ۲ ص ۷۷۵) - (۲) - حافظ ابن کثیرؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب البدایہ والنہایہ میں اسی موضوع پر مفصل گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: قولہ تزوجھا وھی ابنۃ ست سنین وبنی بھا وھی ابنۃ تسع مالا خلاف فیہ بین الناس۔ (البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۳ ص ۱۳۱)

حافظ کی بات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ۶ سال کی عمر میں ہونا اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہونا ایسی بات ہے جس میں لوگوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ حافظ نے ایک اور روایت اسی صفحے پر امام بخاریؒ کے حوالے سے ذکر کی ہے جس سے بات اور واضح ہو جاتی ہے۔ ——

وقد روی البخاری عن عبید بن اسماعیل وعن ابی اسامۃ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال توفیت خدیجۃ قبل مخرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بثلاث سنین فلبث سنتین او قریباً من ذلک ونکح عائشۃ وھی بنت ست سنین ثم بنی بھا وھی بنت تسع سنین

اس روایت کا حاصل بھی یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے تین سال پہلے فوت ہوگئی تھیں اور اس کے دو سال بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت ۶ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔ مسند احمد میں امام احمدؒ نے مسند عائشہ میں یہ واقعہ بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ حضرت خولہؓ کے حوالے سے اور ایس میں بھی یہ بات مذکور ہے ــــــ

(۴) ــ فزوجھا ایاہ وعائشۃ یومئذ بنت ست سنین.... فقالت عائشۃ.... اذا ارادلی نسائہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (مسند احمد ص ۲۱۱ ج ۶)

حضرت عائشہؓ خود اپنا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ جب میری شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اس وقت میں ۶ سال کی تھی پھر ہم مدینہ منورہ آگئے۔ میرے سر میں درد تھا مجھے میری والدہ اُمِّ رومانؓ نے زور سے آواز دی۔ میں بھاگ گئی، میری سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لے گئیں اور میرے منہ اور سر کو دھویا اور مجھے حویلی میں داخل کردیا۔ اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا اور میں اس وقت ۹ سال کی تھی ــــــ

(۵) ــ عن عائشۃ قالت تزوجنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ستّ سنین فاسلمنی الیہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۵۱)

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ذکر فرمایا ہے۔

عن عائشۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابنۃ ست سنین وبنی بی وانا ابنۃ تسع سنین ــــــ (صحیح مسلمؒ ج ۱ ص ۴۵۶) ــــــ

اس حدیث میں بھی حضرت عائشہؓ اپنا واقعہ خود بیان فرما رہی ہیں جس کا حاصل بھی یہی ہے کہ نکاح کے وقت میری عمر ۶ سال اور رخصتی کے وقت عمر ۹ سال تھی۔ ابوداؤد میں ہے ــــــ

(۷) ــ وعن عائشۃؓ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت سبع قال سلیمان او ست ودخل بی وانا بنت تسع ــــــ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶)

سنن ابن ماجہ میں ہے۔ باب نکاح الصغار یزوجھن الآباء ــــــ

(۸) ــ عن عائشۃؓ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین فاسلمنی الیہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (ص ۱۳۵) ــــــ

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح ۶ سال، بوقت رخصتی ۹ سال تھی ان روایات کے ہوتے ہوئے تاریخی روایات کو لے کر ان سے استدلال کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ / ۵ / ۱۴۱۸ھ

محمد انور
عفا اللہ عنہ

دوسری شادی کرنے کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

کیا دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی یا کسی ثالثی کونسل سے اجازت لینا ضروری ہے؟ اور عدم اجازت کے باوجود دوسری شادی کرسکتا ہے جبکہ ملکی قانون کے تحت مذکورہ اجازت ضروری ہے۔ شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے۔ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ۔ شریعت مطہرہ نے مسلمان کے لئے چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع (الآیۃ) لیکن نان نفقہ، حسن معاشرہ وغیرہ میں مساوات کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسی لئے جو شخص بیویوں کے درمیان میزانِ عدل قائم نہیں کرسکتا، شریعت نے ایسے شخص کو صرف ایک نکاح کرنے کو کہا ہے۔ لقولہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ (الآیۃ) پہلی بیوی سے ثانی کی اجازت شرعاً کوئی ضروری نہیں۔ اس کو ضروری قرار دینا خلاف شرع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۹ / ۱۰ / ۱۴۰۴ھ

مرزائی کو مسلمان سمجھنے والا نکاح کی تجدید کرے۔

ایک سُنی مسلمان شخص نے مرزائی کے جنازہ میں شرکت کی، کیا مرزائی کے جنازہ میں شرکت سے اس کا نکاح باقی رہا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر اس نے مرزائی کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو وہ اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کرے۔

قال خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ الکشمیریؒ رئیس المحدثین بجامعہ دار العلوم دیوبند۔

من ذب عنہ او تاول قولہ ، یکفر قطعاً لیس فیہ توان ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۱ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

نکاح کے وقت منہ بولی بیٹی کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کیجائے

زید کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی "ھندہ" پیدا ہونے کے پانچ گھنٹے بعد میں نے اپنی گود میں لے لی، چونکہ زید کی پہلے بھی اولاد موجود ہے۔ میں نے خود جا کر دفتر پیدائش میونسپل کمیٹی میں اپنی ولدیت و قومیت کا نام درج کروادیا اور پرچی لے کر حقیقی بیٹی بنالی ہے۔ جب وہ بالغ ہو گی اس وقت نکاح میں ہندہ کی ولدیت، قومیت کیا لکھی جائے گی، میری یا زید کی، میری بھی اولاد موجود ہے اب وہ میری جائیداد و مال کی حقدار ہے یا نہیں۔

الجواب: ہندہ کی نسبت اس کے والد کی طرف کی جائے، غیر والد کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ (الآیۃ) رجسٹر نکاح میں بھی ولدیت صحیح درج کرائی جائے، ہندہ اپنے والد کی جائیداد کی مستحق تو ہو گی، آپ کی جائیداد کی وہ مستحق نہیں۔ سابقہ اندراجات بھی درست کئے جائیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ / ۸ / ۱۴۰۶ھ

بالغہ، باکرہ کا مسکرانا اجازت ہی ہے۔

ایک کنواری بالغہ لڑکی کا نکاح ہوا اس سے جب اجازت لی گئی وہ خاموش رہی اور مسکرائی مگر زبان سے کچھ نہیں بولی تو ایسی صورت میں لڑکی کی رضا و اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں، نکاح ہو جائے گا یا نہیں ۔۔۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں کنواری بالغہ لڑکی کا خاموش رہنا اور مسکرانا اور بغیر آواز کے رونا بھی اذن ہی ہے لہذا نکاح منعقد ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے۔ فان استاذنھا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت غیر مستھزئۃ او تبسمت او بکت بلا صوت فھو اذن اھ ص ۳۲۳ / ج ۲ فقط واللہ اعلم ۔۔۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

لڑکی کے والد سے زبردستی صرف انگوٹھے لگوانے سے نکاح نہیں ہوگا۔

غلام قادر کو پولیس نے آٹھ دن تک تھانے میں رکھا اور مارنے کے بعد نابالغہ بچی جس کی عمر ۱۱ سال ہے کے نکاح کے لئے فارم پر انگوٹھے لگوائے، انگوٹھے لگاتے وقت غلام قادر نے یہ بھی کہا کہ یہ کام صحیح نہیں ہے میں قبول نہیں کرتا، اگر کل کو کوئی قانونی کاروائی ہوئی تو میں ذمہ دار نہ ہوں گا کیونکہ شرعی نکاح نہیں ہوا جبکہ انگوٹھے لگوانے والا اقرار کرتا ہے کہ صرف انگوٹھے لگوائے ہیں نہ کہ شرعی نکاح ہوا اور نہ ہی ایجاب و قبول ہوا۔ کیا نکاح صحیح ہے؟

الجواب نکاح میں ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے۔ اگر واقعۃً نکاح خواں نے صرف لڑکی کے والد کے انگوٹھے لگوائے ہیں اور کوئی ایجاب و قبول نہیں ہوا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ وہ لڑکی بدستور غیر منکوحہ ہے۔ النکاح ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی الخ (عالمگیری ص ۲۷۰ / ج ۱) وفیہ وارکانہ فالایجاب والقبول۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

جس کے دونوں خاوند جنتی ہوں وہ کس کو ملے گی؟

ایک عورت نے دنیا میں یکے بعد دیگرے دو خاوند کئے اور وہ دونوں جنت میں داخل ہو گئے تو وہ عورت ان میں سے کس کو ملے گی؟ ۔۔۔

الجواب بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری کو ملے گی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اختیار دیا جائے گا تو وہ اچھے اخلاق والے کو پسند کرے گی ؛ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المرأۃ تزوج الرجلین والثلاثۃ مع من تکون منھم یوم القیامۃ فقال تخیر فتکون مع احسنھم خلقاً ۔ (اعلام الموقعین ص ۳۷۶ / ج ۲) ۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفی عنہ

خاوند بیوی کو خون دے تو نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

عورت بیمار ہوگئی تو خاوند نے اپنی بیوی کو خون دیدیا تو کیا نکاح میں کوئی خرابی تو نہیں ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب انتقالِ خون کی وجہ سے نکاح میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱ر۱۰ر۱۴۰۳ھ

شادی بیاہ کے موقعہ پر باجوں کے بارے میں مفصل فتویٰ

عقدِ نکاح میں مروّجہ سرود بجانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو فقط جواز کے درجے میں ہے یا عقدِ نکاح کے لئے استحبابا طریقہ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح (او کما قال) حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح شرعی کے لئے دف وغیرہ بجانا ضروری ہے تاکہ ما بین الحلال والحرام تمیز ہو سکے نیز دوسری حدیث سے بھی اس کا جواز ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ بعض بچیوں کا گانا اور دف بجانا حضرت عائشہؓ کی روایۃ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ان کو منع کرنا اور آپ علیہ السلام کا مانعین کو روکنا اور سابقہ معمول کو قائم رکھنا وغیرہ، تقریرِ نبوی سے ثابت ہے جو کہ سنت کے درجے میں ہے اور اگر جائز نہیں تو پھر اولاً یہ کہ احادیث مذکورہ کا کیا جواب ہوگا۔ اس قدر جواب کافی نہیں کہ فقط دف ہی کے استعمال کا جواز ہے اور باقی کا نہیں کیونکہ اس وقت عرب میں فقط دف ہی کا استعمال رائج تھا۔ نیز باقی مروّجہ سرود بھی اور دف بھی یکساں ہیں۔ ایک کا جواز دوسرے کے لئے حجت ہوگا ——

ثانیاً کہ شریعت نے جذباتِ انسانی کا لحاظ رکھا ہے۔ شادی یہ ایک خوشی کا موقع ہے۔ اس کے اندر بھی جذبۂ انسانی کو مدِّ نظر رکھ کر توسیع ہونی چاہیئے۔ **ثالثاً** یہ کہ اس کے جواز و عدمِ جواز میں ائمہ اربعہ کے کیا مذاہب ہیں اور جمہور اُمت کی اس بارے میں اگر عبارات مصرحہ ہوں تو زیبِ قرطاس فرمائیں۔ **رابعاً**۔ ایسی شادی بیاہ میں علماء اور متقی حضرات کو شامل ہونا چاہیئے یا احتراز کرنا چاہیئے اور یہ احتراز فقط سرود والی شادیوں سے ہو یا تمام تقریبات سے جس کے اندر رسومِ جاہلیت ہوں اگرچہ ان سے عقیدۂ اسلامی پر زد نہ پڑتی ہو۔ نیز اگر شادی میں سرود کی اجازت کسی درجہ میں ہے تو وہ کس قسم کے سرود ہوں، آج کل کے انگریزی باجے یا قوالی یا طبل و مزامیر وغیرہ جائز ہیں یا نہیں، ان تمام امور کی تفصیل مطلوب ہے۔ برائے مہربانی ادلۂ واضحہ سے پُر رونق فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب شادی وغیرہ کے موقع پر ڈھول اور باجہ بجانا یا رنڈیوں کا گانا اور ناچنا اسی طرح بلند آواز سے عورتوں کا گانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن و حدیث اور کتبِ فقہ میں انکی حرمت کے دلائل اس قدر ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ روح المعانی میں آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث کے تحت بہت کثرت سے حرمت کی روایات منقول ہیں۔

وفی صحیح البخاری معلقا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکونن من امتی یستحلون الحر والخمر والمعازف وفی سنن ابن ماجہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونھا بغیر اسمھا یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض ویجعل منھم القردة والخنازیر وفی التتار خانیہ ان کان السماع غنا فھو حرام لان التغنی واستماع الغنا حرام وفی الھدایة دلت المسئلة علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی بضرب القضیب وفی النھایة التغنی والتصفیق والطنبور والبربط والدف واشباہ بذلک حرام ——

اور سوال میں تحریر کردہ حدیث مبارکہ سے دف کے بجانے کو عقد نکاح کے موقع پر ضروری سمجھنا بلا دلیل ہے بلکہ محض ذہنی اختراع ہے۔ دف بھی چونکہ باجا ہے لہٰذا حنفیہ نے تصریح کردی ہے کہ دف بھی حرام ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ شامی میں ہے: ——

استماع ضرب الدف والمزمار والغناء وغیر ذلک حرام —— شرح نقایہ میں ہے۔

اما الاستماع فکاستماع ضرب الدف والمزمار وفی فتاوی البیھقی التغنی واستماعہ وضرب الدف وجمیع انواع الملاھی حرام ومستحلھا کافر —— امداد الاحکام میں ہے۔

ملاھی و مزامیر و طنبور۔ ڈھول نقارہ و دف وغیرہا باتفاق حرام اند ——

یہ تمام حوالہ جات فتاوی امدادیہ ص۲۳۹ ج۲ سے منقول ہیں۔ البتہ امام شافعیؒ کے مذہب میں بموقع شادی و ختنہ دف بجانا مباح ہے اور سوائے شادی و ختنہ کے حرام کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع، مطبوع ص۴۳، علی ہامش الزواجر میں لکھتے ہیں:

الفصل الرابع فی الدف المعتمد من مذھبنا انہ حلال بلا کراھة فی عرس وختان وترکہ افضل وھکذا حکمہ فی غیرھما فیکون مباحا ایضا علی الاصح فی المنہاج وغیرہ فقال جمع من اصحابنا انہ فی غیرھما حرام ——

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بتقریبِ نکاح و ختنہ دُف کا مباح ہونا لکھا ہے وہ مطلقاً مباح نہیں ہے بلکہ چند شرائط و قیود کے ساتھ مقید ہیں۔ ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے ورنہ اباحت نہیں رہے گی حرمت آجائے گی۔ علامہ ابن حجر موصوف نے انہی شرائط کو اپنی کتاب "کف الرعاع" میں مفصلاً تحریر فرمایا ہے اس کا ضروری خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ احناف کے لئے بھی یہ شرائط قابلِ لحاظ ہیں۔

اول شرط یہ ہے کہ خاص عورتیں اور لڑکیاں دُف بجانے والی ہوں اور اباحت کا حکم خاص انہی کے بجانے میں ہے نہ مَردوں کے۔ پس اگر تقریبِ نکاح یا ختنہ میں مَرد بجائے گا تو جائز نہ ہوگا اور وہ مَرد بوجہ تشبہ بالنساء کے ملعون ہوگا کیونکہ سلف میں کسی مَرد کا بجانا ثابت نہیں ہوا۔ دُف بجانے میں جس قدر احادیث و آثار ثابت ہیں سب میں عورتوں یا لڑکیوں کا ذکر ہے۔ عبارت یہ ہے:۔

انا اذا ابحنا الدف فانما نبیحه للنساء خاصة اور منہاج کی عبارت یہ ہے۔ وضرب الدف لا یحل الا للنساء لانه فی الاصل من اعمالهن وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المتشبهین بالنساء الی قوله لم یحفظ عن احد من رجال السلف انه ضرب به وبان الاحادیث والآثار انما وردت فی ضرب النساء والجواری به انتهی

دُوسری شرط یہ ہے کہ جھانجھ نہ ہو اور بجانے میں کوئی تکلف اور تصنع نہ کیا جائے بالکل سادگی سے ہاتھوں سے پیٹا جائے، چنانچہ فرماتے ہیں: وخلاء عن الصنج ونحوه وعن التانق والتصنع فی الضرب بان یکون الضرب بالکف پھر لکھتے ہیں کہ دُف اسی طریقہ سے مباح ہے جیسا کہ عرفاً لوگ بجاتے ہیں کہ اس میں رقص و سرور نہ پایا جائے اور نہ انگلی کے سرے سے بجایا جائے: وانما یباح الدف الذی تضرب به العرب من غیر زفن ای رقص فاما الدف یدفن وینقر ای برؤس الانامل ونحوها فلا یحل الضرب به

تیسری شرط یہ ہے کہ وقتِ نکاح یا وقتِ زفاف یا اس کے بعد تھوڑی دیر تک عورتیں دف بشرائط مذکورہ بجائیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ والمعهود عرفا ان یضرب به وقت العقد ووقت الزفاف او بعده بقلیل۔ پس اصل مذہب احناف کا وہی ہے جو میں پہلے تحریر کرچکا ہوں کہ شادی وغیرہ خوشی کے مواقع میں باجہ عموماً اور خصوصاً دف بھی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ تورپشتی نے فرمایا کہ دُف اکثر مشائخ کے نزدیک حرام ہے اور اس حدیث کا جس میں اعلان کے واسطے دف بجانے کا ذکر آیا ہے۔ ہمارے مشائخِ حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ اس میں دُف بجانے سے مُراد اعلان ہے نہ حقیقت میں دف بجانا۔ چنانچہ "شرح نقایہ" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قال التوربشتی انه حرام علی قول اکثر المشائخ وما ورد من ضرب الدف فی العرس کنایة عن الاعلان۔ جب حدیث میں ضرب الدف سے مُراد اعلان اور تشہیر ہے تو پھر متاخرین علماء حنفیہ کا جائز کہنا اور اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں اور ضرب الدف سے اعلان و تشہیر کے مُراد ہونے پر بڑا زبردست قرینہ ہے وہ یہ کہ اب تک کسی ضعیف حدیث اور روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ زمانہ رسالت میں کسی صحابی نے اعلان نکاح کے لئے دُف بجا کر اس حدیث کی تعمیل کی ہو۔ حالانکہ صحابہ کرام کو اتباع سنت میں جو شغف تھا وہ علماء پر مخفی نہیں اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کئے اور اپنی صاحبزادیوں کا کیا، کبھی کسی نکاح میں آپ نے دُف بجانے کا حکم نہیں دیا۔ من ادعی فعلیه البیان۔ زیادہ سے زیادہ بخاری کی حدیث ربیع بنت معوذ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چند نابالغ لڑکیوں نے بعد زفاف کے دُف بجایا تھا، اس حدیث سے بالغ کے دُف بجانے کا جواز سمجھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اور اگر کسی روایات سے بالغ عورتوں کا بجانا بھی ثابت ہو جائے تو اس کے جواب میں حضرت علیؓ کی حدیث کافی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهی عن ضرب الدف ولعب الصنج وضرب الزمارة یعنی اس حدیث کی رو سے۔ یہ کہا جائیگا کہ اگر آپ نے اجازت دی ہو گی تو پھر منع فرمادیا جس کو حضرت علیؓ نے ظاہر فرمایا، علاوہ ازیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دف کو مزمار الشیطان کہا اور حضورؐ نے سکوت فرمایا۔ پس الحسن تنزل کے درجہ پر بعض علماء احناف متاخرین کا استدلال صحیح مان لیا جائے کہ اعلان نکاح کیواسطے دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں، جو مباح ہے تو ان شرائط و قیود کا لحاظ ضروری ہے جن کو مباح سمجھنے والوں نے بیان کیا۔ شرط اول جھانجھ نہ ہو (۲) تطریب نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی اور فتاویٰ سراجیہ اور شرح ابو المکارم اور شرح نقایہ چاروں میں ہے۔

هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطریب (۳) بہت تھوڑی دیر تک بجایا جائے لمعات میں ہے دل الحدیث علی اباحة المقدار الیسیر مجمع البحار میں ہے۔ اقتصر علی قدر الیسیر فی نحو العرس والعید آج کل جو جائز سمجھا جاتا ہے کہ متعدد دُف بارات کے ساتھ لے کر چلتے ہیں اور بجانے والے بھی کاریگر ہوتے ہیں جو کچھ دنوں تک بجانا سیکھتے ہیں۔ جس میں صاف تطریب ہوتی ہے یہ کیونکر جائز ہوگا۔ جائز ہونے کی صورت حسب تصریحات ان علماء کے صرف یہ ہوسکتی ہے کہ بعد نکاح کے چند مرتبہ ہاتھ سے دف پیٹا جائے تاکہ معلوم ہو کہ نکاح ہوگیا، پس قبل نکاح کے بارات کے ساتھ دُف لے جانا اور اس کو شرعی بارات قرار دینا نہایت قبیح اور مذموم ہے

وکل ذلک من امداد الفتاوی ص ۲۳۸ تا ص ۲۴۴ ج ۲ بتغیرٍ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہٗ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جنّت میں جمع بین الاختین ناجائز نہ ہوگا ۔

اس دُنیا میں جمع بین الاختین ناجائز اور حرام ہے ۔ اگر کوئی آدمی دُنیا میں یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح کرلے، دونوں بہنیں اور ان کا خاوند بفضل اللہ تعالیٰ آخرت میں جنتی ہوں تو کیا جنت میں دونوں ایک خاوند کے پاس جمع ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟

الجواب اُمم سابقہ میں اس دُنیا میں بھی دو بہنوں کا جمع کرنا بیک وقت جائز تھا، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو بہنیں اکٹھی جمع کر رکھی تھیں ۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وقال عطاء والسدی معناہ الاما کان من یعقوب علیہ السلام اذ جمع بین الاختین لیا أم یہودا وراحیل أم یوسف علیہ السلام ولا یساعدہ التذییل لما ان ما فعلہ یعقوب علیہ السلام ان صح کان حلالاً فی شریعتہ (روح المعانی ص ۲۶۱ ج ۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

بخلاف الجمع بین الاختین فانہ قد ابیح فی بعض الشرائع کما ذکروا عن یعقوب علیہ السلام ۔ (حاشیہ بیان القرآن ص ۱۰۱)

اسی طرح جنت میں دو بہنوں کا ایک شخص کو ملنا ممنوع اور ناجائز نہ ہوگا ۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن ہذا اجاب الرملی الشافعی عن الجمع بین الاختین فی الجنۃ بانہ لا مانع منہ لان الحکم یدور مع العلۃ وجوداً وعدماً وعلۃ المنع قطیعۃ الرحم منتفیۃ فی الجنۃ الا الام والبنت اھ لعلۃ الجزئیۃ فیہا وہی موجودۃ فی الجنۃ ایضاً بخلاف نحو الاختین (رد المحتار ج ۵ ص ۱۱۱)

فقط واللہ اعلم ۔
محمد انور

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ

نیوتہ قبیح رسم ہے ۔

ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر نیوتہ (نیندرہ) لیا جاتا ہے ۔ یعنی شادی میں شریک ہونے والے لوگ علاقائی رواج کی وجہ سے اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ اس موقع پر مروجہ شرح کے مطابق نیندرہ دیں جس کا باقاعدگی سے رجسٹر پر اندراج بھی کیا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اسے لوٹایا جائے ـــــ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس نیوتہ کی شرح وقتاً فوقتاً بڑھائی جاتی ہے ۔ مثلاً اس کی شرح آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے ۲/ روپے بعد ازاں ۵/ روپے پھر ۱۰/ روپے اور آج عام آدمی کے لیے ۲۰/ روپے مقرر ہے ۔ یعنی جس آدمی نے آج سے ۲۰ سال قبل اپنی شادی کے موقع پر ۲/ روپے نیوتہ لیا آج وہ ۲۰/ روپے کی شرح سے لوٹائے گا ۔ نیز ایک آدمی کا ایک ہی بیٹا ہے جبکہ دوسرے کے چھ بیٹے ہیں ۔ ایک بیٹے والا ایک بار ہی نیوتہ وصول کرے گا ۔ اور چھ بیٹے والے کو چھ مرتبہ ان کی شادیوں کے موقع پر مقررہ شرح سے واپس ادائیگی کرے گا ۔

اس بارے میں قرآن و سنّت کی روشنی میں رہنمائی مطلوب ہے ۔ کیا شریعت نے ہمیں اس طرح (لین دین) کرنے کی اجازت دیتی ہے ۔ کیا یہ سود تو نہیں ؟ ـــــ (محمد زبیر، قصبہ مڑل)

الجواب یہ رسم نہایت قبیح ہے ، ناجائز اور بدعت ہے ۔ چونکہ یہ رقم بطور ہمدردی کے نہیں دیجاتی بلکہ برادری کے دباؤ کی وجہ سے دیجاتی ہے اور نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے بلکہ برادری سے بھی نکال دیا جاتا ہے گویا یہ رقم جبراً وصول کی جاتی ہے اور جبراً کسی سے رقم وصول کرنا حرام ہے ۔

قال النبی علیہ السلام الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ ۔ او کما قال النبی علیہ السلام (الحدیث، مشکوٰۃ)

(۲) اور یہ رقم قرض بھی ہے جس کو موقع پر واپس کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ جیسا کہ صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا باقاعدگی سے اندراج بھی کیا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اسے لوٹایا جا سکے) اور شامی کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے ، قال فی الشامیۃ عن الخیریۃ سئل فیما یرسلہ الشخص الی غیرہ فی الاعراس ونحوہا ہل یکون حکمہ حکم القرض فیلزمہ الوفاء بہ ام لا اجاب ان کان العرف بانہم یدفعونہ علی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ ان مثلیاً فمثلہ وان قیمیاً فبقیمتہ وان کان العرف خلاف ذالک بأن کانوا یدفعونہ علی وجہ الہبۃ فلا رجوع فیہ بعد الہلاک والاستہلاک (الی قولہ) نعم فی بعض القری یعدونہ قرضاً حتی انہم فی کل ولیمۃ یحضرون الخطیب یکتب لہم ما یہدی فاذا جعل المہدی ولیمۃ یراجع المہدی الی الدفتر فیہدی الاول الی الثانی مثل ما اہدی الیہ (شامی ج ۵ ص ۵۱۳ کتاب الہبۃ)

اور بغیر ضرورت کے قرض لینا بھی درست نہیں کیا پتہ کہ ادائیگی کے وقت تک زندگی بھی ہو گی یا نہیں، خدانخواستہ قرض ادا کرنے سے پہلے موت آجائے تو پھر وعید شدید کا مستوجب ہوگا۔ حدیث میں تو یوں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا: والذی نفسی بیدہ لو ان رجلا قتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم قتل ثم احیی ثم قتل وعلیہ دین ما دخل الجنۃ۔ (الحدیث، جمع الفوائد) اور پھر استطاعت کے باوجود بھی واپس نہیں کرتے جو کہ مستقل ظلم ہے۔ حدیث شریف میں ہے مطل الغنی ظلم (الحدیث) غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ لہذا نیوتہ لینے دینے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

بارات کو کھانا کھلانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لڑکی والے بارات کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ لڑکی والوں کا بارات والوں کو کھانا نہیں کھلانا چاہیے۔

الجواب لڑکی والوں کا بارات کو مہمان ہونے کی بنا پر کھانا کھلانا درست ہے۔ بشرطیکہ مروجہ منکرات سے خالی ہو۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ "مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین" میں لکھتے ہیں۔

" وآنچہ مروج است کہ بعد عقد نکاح والیان عروس بمردمان برات طعام میدھند آنہم بطریق ضیافت جائز است بشرط خلو آں از منکرات لہو وتغنی قال الامام محمد الغزالی فی کتابہ احیاء العلوم فی بیان منکرات الضیافۃ "

ومنہا سماع الاوتار او سماع القینات ومنہا اجتماع النساء علی السطح تنظر الی الرجال مہما کان فی الرجال شاب تخاف الفتنۃ بینہم فکل ذلک محذور منکر یجب تغییرہ ومن عجز عن تغییرہ لزمہ الخروج ولم یجز لہ

الجلوس فلا رخصۃ لہ فی الجلوس فی مشاہدۃ المنکرات اھ (ص)

فقط واللہ اعلم
فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جہیز لڑکی کی ملکیت ہے باپ واپس نہیں لے سکتا۔

زید نے اپنی لڑکی خالدہ کا نکاح بکر کے ساتھ کیا۔ رخصتی کے چند ماہ بعد خالدہ بقضائے الٰہی انتقال کر گئی کیا زید کے لئے جائز ہے کہ خالدہ کو دیا ہوا جہیز واپس لے؟

الجواب لڑکی کے والدین جو جہیز لڑکی کو دیتے ہیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ اس جہیز کو واپس نہیں لے سکتے اور اگر لڑکی مر جائے تو بقدر حصہ شرعی لے سکتے ہیں۔ اسی طرح مرنے والی عورت کا خاوند بھی وارث ہوگا۔

لو جہز ابنتہ وسلمہ الیہا لیس لہ فی الاستحسان استردادہ منہا وعلیہ الفتوٰی (عالمگیری ج۱ ص۳۲۷)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ولیمہ کے لئے اکھٹے ہونا ضروری ہے؟

دعوتِ ولیمہ شب باشی کے بعد سنت ہے یا اس سے پہلے؟

الجواب ولیمہ میں اصل یہی ہے کہ شب باشی کے بعد ہو۔ گو بعض نے پہلے بھی لکھا ہے۔

قیل انہا تکون بعد الدخول وقیل عند العقد وقیل عندہما اھ (مرقات المفاتیح باب الولیمہ)

فقط واللہ اعلم
محمد انور

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۹/۶/ ۱۴۰۱ھ

ولیمہ سُنّت ہے اور تیسرے دن تک اجازت ہے

ولیمہ شبِ زفاف کے بعد سُنّت مؤکدہ ہے یا مستحب ہے اگر کوئی چار یا پانچ دن یا تیسرے دن بعد ولیمہ کرے تو مستحب ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ کے اندر ولیمہ کرے تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں اب بتائیں ولیمہ کا سُنّت وقت اور مستحب وقت اور مکروہ وقت کون سا ہے۔

الجواب ولیمہ سُنّت ہے۔ عالمگیری میں ہے: ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة تین دن تک اجازت ہے قال فی الهندیة ولا بأس بان یدعو یومئذٍ من الغد وبعد الغد ثم ینقطع العرس والولیمة (کذا فی الظهیریة (عالمگیریه) ص۳۴۳ ج۵) مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بحوالہ مرقات نقل کیا ہے وفیه رد علی اصحاب مالك حیث قالوا باستحباب سبعة ایام لذلك (ص۲۷۸ ج۲) اس سے اور عالمگیریہ سے معلوم ہوا کہ سات دن کی اجازت نہیں —

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ ۱۰/۲/۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہٗ

تمّ بحمد الله الجزء الرابع من خیر الفتاوی ویتلوه الجزء الخامس واوله کتاب الطلاق ان شاء الله تعالی والحمد لله اولا وآخرا وقد فرغت من تبییضه وترتیبه یوم الجمعة الرابع عشر من جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ وانا العبد الفقیر ابو تراب **محمد انور** عفا الله عنه مفتی وخادم الحدیث بجامعة خیر المدارس ملتان